

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی نادر و ننگار
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ علیہ

10

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اسے دلچسپی لیتے ہیں مگر
مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض
اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی
کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت
یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل
کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

اِنَّ اِلٰهَنَا لَيَقْدِرُ اَشْرَفِيًّا

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی دہلوی کی نادر و نگار
اور معرکہ آراء کتاب مثنوی معنوی کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

از:

حکیم الامتہ مجدد الملتہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی دہلوی

جلد ۱۰

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے
دلچسپی لیتے ہیں، مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی قوت
پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندہ تک پہنچ جاتی ہے۔
حضرت حکیم الامت نے شعار مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام
فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت ہے کہ اس معجز اور
شرعیہ طریقت کا پاس ادب لکھ کر مضامین کو حل کر نیوالی اور کوئی شرح
نہیں بھی گئی۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ . ملتان

قَالَ اَلْحَمْدُ اِلٰهَ رَبِّنَا سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَتَعْلِمْنِي مَا
اَلَيْكَ الْحِكْمَةُ وَتَعْلِمْنِي مَا لَيْسَ بِي وَارْتَعِلْهُ مِنْ اِيَّاهُ

چوں وکریر صدر قوله تلو علیکم الکلیت فیصل علم نظم معنی تولیہ یکیم ثم شرف علم کلام
و عقائد علم سلوک قوله اجمعه بجزئی علم سر از علم اصول ان با صغ بیان ست براج و بوج
تصویر کشای سلوک اسر است از علم دین نیک بیان ست با اتفاق امل ان ثنوی رکوتی
ایں غرضان ست لکن ان معلاش محتاج بیان ست + بنا علیہ یں شرح او و کہ غرضان

کلیات

عنوان ست این رایج ثالث فرسوم ازل ست از الفاظ و عبارات مولوی شمس
و مولوی حبیب احمد لهما الله که هر یک از ایشان بجای صاحبانی یعنی مولانا
اشرف علی حبیب و ام غلام نبیر السان ترجمان ست (دو اصل متن را چنان حل کرده
که غایت امکان ست مسائل رابطو سے تقریر نموده که ہم موافق تحقیق اہل تقان دیم
مطابق حدیث قرآن ست شکالات اغلاط رابطو سے دور ساختہ موش الطینان
وامان ست عجایب لطوفات سیدنا الحاج محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ کہ مکرر لفظ
منشط از ان ست ہم در مطاویز پیرو حسب بایش
محمّد عثمان تا جگر کتب ما لک کتب خانہ آئینہ خط

حامل و صلیا و مسلماً
رابع ثالث من کلیت نوی شرح دفتر ثالث
بسم الله الرحمن الرحیم

شرح حبیبی

حامل او صلیا۔ اما بعد۔ واضح ہو کہ مولانا نے اس سے پیشتر گائے کی بابت دو
شخصوں کا نزاع اور ان کا مقدمہ بیان کیا تھا اب مولانا اُس قصہ کا مغز اور اُس کی حقیقت
بیان فرماتے ہیں۔

خواجہ راکش است اور بندہ کن
خوشتن را خواجہ کرست و ہمین
بر کشندہ گا و تن منکر مشوا
روزی بے رنج و نعمت پر طبق
آنکہ یکشد گا و را کا صل بدست
زانکہ گا و نفس باشد نقش تن
نفس خونی خواجہ گشت پیشوا
وقت ابوح است از ازانہ است

نفس خود را کشتن جہان زندہ کن
مدعی گا و نفس تست بین
آن کشندہ گا و عقل تست رو
عقل اسیر ست بھی خواہد حق
روزی بے رنج او موقوف حبست
نفس گوید چونکہ گشتی گا و من
خواجہ زادہ عقل ماندہ بینوا
روزی بے رنج میدانی کہ حبست

لیک موقوف است بر قربان کاؤ
 دوش چیزے خوردہ ام ورنہ تمام
 دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است
 چشم بر اسباب از چو خستم
 هست بر اسباب اسبابے و اگر
 انبیا در قطع اسباب آمدند
 بے سبب مگر را بشکافتند
 ریگیا ہم آردش را سعی شان
 جملہ قرآن ست در قطع سبب
 مرغ با پیله دو سنگ افگند
 پیل را سوراخ سوراخ افگند
 دم کاؤ کشته بر مقتول زن
 خلق بربیدہ جہد از بجائے خویش
 بچنین ز آغا قرآن تا تمام
 کشف این نزد عقل کارافر شود
 بند معقولات آمد فلسفی
 عقل عقلت مغر و عقل است پوست

گنج اندر گاوداں لے گنج کاؤ
 داوے در دست نہسم تو زمام
 ہر صمی آید ز پیمان خانہ است
 کہ ز خوش چشمان کرشم آموختم
 در سبب منکر در اں میکن نظر
 معجزات خویش بر کیوان روند
 بے زراعت چاش کن میافتند
 پشم بڑا پریشم آمد کشکان
 عز درویش و ہلاک بولوب
 لشکر زفت حبش را بشکند
 سنگ مرغے کو ب لایر زند
 تا شود زندہ ہما نا در کفن
 خون خود جوید ز خون پالائے خویش
 رفض اسباب ست علت السلام
 بندگی کن تا ترا سپر شود
 شمسوار عقل عقل آمد صفی
 معدہ حیوان ہمیشہ پوست جوت

مغز جو از پوست دارد صد طال
 چونکہ قشر عقل صدر برہان وہد
 عقل دفتر ہاگت دیکسیریاہ
 از سیاہی و ز سفیدی فلخ است
 ایں سیاہ و آن سفید از قدیافت
 قیمتیان و کسی انہ ز رست
 ہچنماں کہ قدر تن از جان بود
 اگر بے جان نہد بے پرو تو کنوں
 ہین بگو کہ ناطعت جو می کند
 گر چہ ہر قرنہ سخن آئے بود
 نے کہ ہم تو ریت و انجیل زبور
 روزی بے ریخ جو دے سیب
 بلکہ زر قے از خداوند بہشت
 زانکہ نفع نان در ان نان واد است
 ذوق پنہاں نقش ناچن سفر است

مغز لغز انرا جلال آمد حلال
 عقل کل کے گام بے ایقان ہند
 عقل عقل آفاق دارد پیر زماہ
 نور ماہش بردن جان باوخ است
 زان شب قدر است کلختر وارتافت
 بے زری ہمیاں و کیستہ ترست
 قدر جان از پرو جانان بود
 ہیچ گفتے کا فسران میتوں
 تالفقر نے بعد ما آئے رسد
 لیک گفتہ ایقان یا بے بود
 شد گواہ صدق قرآن ای شکور
 لکڑشتت آورد جبریل سیب
 بے صدراع باغبان نے ریخ کشت
 بدہشتان نفع بے توسیط پوست
 نان بے سفرہ و لے راہرہ است

تفصیل تطبیق یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو مار کہ ایک عالم کو زنہ کردو (عالم سے مراد یا خود ہی ہو یا تمام مخلوق مراد ہو) نقشہی سے اپنا زنہ ہونا تو ظاہر ہے اور مخلوق کا زنہ ہونا اسلئے ہی

کہ عالم میں جو موت اور فساد ہو وہ نفس کے سبب ہے جب وہ مر جاوے گا تو عالم زنج ہو جاوے گا
 رہا یہ شبہ کہ عالم میں جو فساد ہے وہ ایک نفس کا تو نہیں اگر ایک نفس مر گیا تو اور نفس کیونکر
 مرجائیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا کا مخاطب کوئی خاص شخص نہیں بلکہ ہر فرد ہے۔
 جب ہر فرد کا نفس مرجائے گا تو پھر کون سا نفس باقی رہے گا اور اگر افراد ہی ملحوظ رکھا جاوے تب
 بھی جواب ہو سکتا ہے کہ وہ ایک خاص نفس کے مرجانے سے وہ موت مرتفع ہو جائے گی جو اس
 خاص نفس کے ذریعے دوسروں کو حاصل ہوتی ہے کو مطلق موت مرتفع نہو گی چنانچہ مولانا فرد دوم
 میں فرماتے ہیں نفس ثقت آل مادر بد خاصیت بد کہ فساد و موت در ہر ناحیت ہا پس
 بخش اور کہ ہر آن دینی بد ہر زمان قصد عزیزے میکنی = اور تا ئید اس توجہ کی کہ مولانا کے
 اس شخص سے بھی ہو سکتی ہے جو قصہ کاؤین فرمایا گیا ہے یعنی کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد
 ہر یکے از ماخلدار بستہ شد = جتنا شبہ یہ ہے کہ اس ظالم کے مرنے سے مخلوق کی وہ
 موت مرتفع ہوئی تھی جو اس کی حیثیت سے حاصل تھی نہ کہ مطلق موت اس لئے کہ اُس نے اپنی آقا پر
 کو مارا ہے اور اُس کو دوبارہ غلام بنالو۔ یاد رکھو کہ مدعی گاؤ تہمارا نفس ہے جس نے اپنے کو آقا و
 سردار بنا رکھا ہے اور گائے کو ماریوالی تمہاری عقل ہے اور عقل حق پر ہے تم عوام کی طرح
 اس کے فعل پر اعتراض نہ کرنا نیز عقلاً البتہ ہے کہ وہ اپنی جدوجہد سے قرب حق سبحانہ اور
 غذائے روحانی حاصل نہیں کر سکتی اس لئے وہ حق سبحانہ سے چاہتی ہے کہ مجھے بلا تعدد مشقت
 کے روزی اور نعمت سے بہرا ہوا خواں ملجاوے لیکن اُسکی روزی اُسکو کیوں نہیں ملتی اسکی وجہ
 یہ ہے کہ وہ ایک بات پر موقوف ہے اور وہ بات یہ ہے کہ اول وہ گائے کو مار ڈالے جو کہ اصل
 شہ ہے اس لئے وہ اس گائے کو مارتی ہے نفس اس سے منازعت کرتا ہے کہ تو نے میری
 گائے کیوں مار ڈالی۔ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ صاحب نفس کی گائے کو کسی ہے جسکو عقل مار سکے
 تو پھر عقل نفس کی گائے کو کیونکر مارتی ہے جس پر نفس مدعی ہوتا ہے کیونکہ ہم کہیں گے کہ بات
 یہ ہے کہ نفس کی گائے جسم یعنی شہوات اور لذات ہیں اور عقل سلیم انکو فنا کرتی ہے اس پر
 نفس شور مچاتا ہے اور مزاحمت کرتا ہے۔ خیر تو جبکہ نفس نے اپنی آقا و روح کو مار ڈالا تو اسکا
 بچہ عقل فقیر رہ گیا اور نفس غنی آقا اور سردار بن بیٹھا پس وہ بچہ بے مشقت اپنی روزی

حق سبحانہ سے مانگتا ہے تم جانتے ہو کہ وہ بے مشقت روزی کیا ہے جسکو عقل حق سبحانہ سے مانگتی ہے سنو وہ غذائے روح اور اصلی غذا ہے یعنی غذائے معارف و حقائق لیکن چونکہ اسکا حصول موقوف ہے گائے کی قربانی پر کیونکہ یہ خزانہ قتل گاؤں میں مستور ہے اسلئے وہ اُسکو مارتی ہے (یاد رکھو کہ یہ عنوان تو خبر کا ہے مگر مقصود طلب گاؤں کی ہے یعنی ملک و قوم کو مارنا چاہئے) کیا کہوں کل میں نے ایک مباح شے کھالی تھی اُس سے طبیعت میں انشراح نہیں ہوا اور مضمون کی آمد بند ہو گئی ورنہ اس مضمون کو تجھے اچھی طرح سمجھ دیتا۔ یہ جو میں نے کہہ ہے کہ کل میں نے ایک شے کھالی تھی اس سے ایسا ہو گیا یہ تو صورت ہے ورنہ حقیقت کچھ اور ہی ہے وہ یہ کہ جو کچھ بھی اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے وہ سب اثر ہے عالم غیب کا اب تم یہ کہو گے کہ جب تم جانتے ہو تو پھر اعلیٰ صورت کے اختیار کرنے کی پھر دفع دخل کی ضرورت ہی کیا تھی پہلے ہی سے کیوں نہ کہ دنیا کہ خدا نے ایسا کر دیا سو میں تمکو اسکی وجہ بھی بتلاتا ہوں کہ میں نے سبب ظاہری پر کیوں نظر کی بات یہ ہے کہ یہ ادا میں نے حسینوں سے اڑائی ہے یعنی انبیاء و اولیاء کا ملین کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اسباب کو اگر موثر حقیقی نہیں سمجھتے تو اُنکو نظر انداز بھی نہیں کرتے پس اُنکے تیغ کا فرض ہے کہ اسباب کو نظر انداز نہ کرے لیکن اُنکو موثر حقیقی بھی نہ سمجھے اور نظر کو ان ہی تک محدود نہ کرے کیونکہ ان اسباب سے اور پر اور اسباب غفیشل ارادہ حق سبحانہ بھی ہیں لہذا صرف انہی پر نظر کو مقصور نہ کرنا چاہئے بلکہ انہی پر بھی نظر رکھنی چاہئے کیونکہ انبیاء و اسی بات کی تعلیم کیلئے تشریف لائے تھے کہ اسباب کو موثر حقیقی نہ سمجھا جاوے اور انہوں نے اس خیال کو دل سے مٹا دیا کہ اپنے معجزات کو زحل تک رفعت دی چنانچہ بلا سبب ظاہری کے انہوں نے دریا کے دو ٹکڑے کر دیے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے اور اسلئے گویا کہ انہوں نے صاف ستھرے گہیوں بلا بونے جو تے حاصل کر لئے۔ نیز ریت اُنکی کوشش سے بلا سبب ظاہری کے آنا ہو گیا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ مشہور ہے اور بھڑکی اُن ابراہیم ہو گئی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی زوہ مطہرہ کی کرامت مشہور ہے۔ نیز تمام قرآن اسباب کے موقوف علیہ ہونیکا قلع قمع کرتا ہے مثلاً ایک مسکین یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ اور ابوالہب سے معزز اور دو لقمہ کی ہلاکی کس سبب ظاہری پر مبنی تھیں اور دیکھو ہر بندے ہاتھ یوں کر کنگریاں پھینکتے ہیں اور جنبش کے بڑے بھاری

لشکر کو شکست دیتے ہیں اور اس پر ندبے کی کنکری جو ہوا میں اڑتا ہے ہاتھی کو چبانی کر
 ڈالتی ہے۔ علی ہذا حق سبحانہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتے ہیں کہ گالے کی دم مقتول کے اوپر
 مارو تاکہ وہ فوراً کفن میں زندہ ہو جاوے ایسا کرتے ہی وہ حق پریدہ اپنی جگہ سے اُچھل پڑتا ہی
 اور اپنے قاتل سے قصاص لینا چاہتا ہے یہ امور کس ظاہری سبب کا نتیجہ ہیں علی ہذا القیاس
 قرآن اول سے آخر تک ترک اسباب و علل علی الوجہ المخصوص سے علی وجہ اعتقاد موثر تھا الحقیقہ
 سے پُر ہے الحمد للہ کہ یہ بحث اختیار سبب تو تمام ہوئی اب سو کہ یہ امور تمپر تہداری کبیرہ اگر ہوئے
 عقل سے منکشف نہیں ہو سکتے بلکہ اطاعت حق سبحانہ کرنا کہ اس سے یہ امور تہر منکشف ہوجاتیں
 معقولات میں تو فسفی محسوس ہوتا ہے اور عقل العقل پر یعنی اس اور حق پر جو عقل کو منکشف نہیں
 ہے مقبول حق سبحانہ قبضہ کرتا ہے اور اس اختلاف انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ عقل العقل تو مغز اور
 اہل شے ہے اور عقل اسکا پوست اور صورت ہے اور فلسفی پر جو نہ حیوانیت اور بہیمیت کا غلبہ ہے
 اسلئے وہ پوست کی طرف راغب ہے کیونکہ مدہ حیوانی کا خاصہ ہے کہ وہ اجسام کو طلب کرتا ہو
 جو کہ بہتر لہ پوست کے ہیں اور حافی کی طرف اسکو رغبت نہیں ہوتی جو کہ بہتر لہ مغز کے ہیں اور
 اہل شہ پر جو نہ روحانیت کا غلبہ ہے اسلئے وہ طالب معنی ہیں جو کہ مغز ہے اور صورت کی طرف
 رغبت نہیں کرتے کیونکہ جو شخص طالب مغز ہے اسے پوست سے سخت نفرت ہے اسلئے
 لئے تو وہ اعلیٰ درجہ کا مغز بھی حلال و طیب ہے جب یہ معلوم ہو چکا کہ فلسفے کو تو عقل حاصل ہے
 اور مقبولین حق سبحانہ کو عقل العقل نواب سمجھو کہ یہ عقل باوجودیکہ ایک پوست ہے لیکن یا بہیم
 جب کسی مدعا کو مانتی ہے تو اسپر سیکڑوں دلیلین قائم کرتی ہے جب تسلیم کرتی ہے تو عقل کل
 یعنی عقل اہل البدو سر اسر مغز ہے بے یقین کے کیسے قدم رکھ سکتی ہے کیونکہ یہ عقل تو نہایت
 اذنی ہے اور وہ نہایت اعلیٰ اسلئے کہ یہ عقل تو اوراق کو سیاہ کرتی ہے اور عقل العقل (یعنی
 نور حق سبحانہ) عالم کو پُر نور کرتی ہے وہ تسوید و تمییض سے فارغ ہے اور اسکو عقل کی طرح
 تسوید و تمییض کی ضرورت نہیں بلکہ اسکا چاند تو دل و جان پر چمکتا اور انگو منور کے معن عام
 بنانا ہے اور اس مسودہ و بیضہ یعنی دفاتر علوم کو جو وقت حاصل ہوئی ہے یہ بھی اسی شب قدر
 یعنی نور الہی کا نتیجہ ہے جو ستاروں کی طرح دل و جان پر چمکی کیونکہ ان میں جب قدر و اہمیت

وہ اسی کا مفہوم ہے اگر وہ نہ ہوتی تو یہ عقل فی نفسہ کچھ بھی نہ تھی پس اس عقل کی مثال ایسی ہے جیسے کیسے
 وہ میانی اور نور حق سبحانہ کی مثال ایسی ہے جیسے سونا اور ہیمائی اور کیسے کی قدر سوئے نکلتے ہے وہ نہ
 بلا سونے کے ہیمائی و کیسے کسی کام کے بھی نہیں جب ہر دو عقل کا فرق معلوم ہو گیا تو معلوم ہوا کہ
 عقل کل کے احکام اور مدارکات نہایت صحیح ہیں پس تکوین حقائق کو اس عقل سے سمجھنے کی کوشش
 نہ کرنی چاہئے بلکہ عقل کل حاصل کر کے اس سے سمجھنا چاہئے اور عقل ناقص کامل ہوتی ہے عقل العقل
 یعنی نور حق سبحانہ سے لہذا نور حق سبحانہ حاصل کرنا چاہئے نیز اس کا حاصل کرنا اسلئے بھی ضروری
 ہے کہ جب طرح جسم کی قدر جان سے ہے اور جب بلا روح کوڑی کے کام کا بھی نہیں یوں
 ہی جان کی قدر پر نور حق سبحانہ سے ہے کیونکہ جب طرح حیات جسم بدون روح کے متحقق نہیں ہوسکتی
 یوں ہی حیات روح بدون اس پر تو کے حامل نہیں ہوسکتی اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر حیات روح
 بدون پر نور حق سبحانہ کے بھی متحقق ہوسکتی تو کافر بھی زندہ کہلاتے انکو مردہ کون کہتا۔ حالانکہ
 قرآن میں انکو مردہ کہا گیا ہے۔ یہاں تک چھو بچہ مولانا کے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے وہ
 یہ کہ کوئی سمجھنے والا تو ہے نہیں یہ گفتگو فضول ہے لہذا اسکو ختم کرنا چاہئے اسکے بعد اسکا خود ہی
 جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ نہیں جی تم ضرور بیان کرو کیونکہ تمہاری قوت ناطقہ ایک نہر
 بکود رہی ہے تاکہ کسی زمانہ میں اس نہر میں پانی ہے یعنی اہل فہم اس سے منتفع ہوں۔ اب
 پھر ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ جب اسمیں اہل فہم ہو گئے تو وہ یہ ہی باتیں بھی تو کہہ سکتے ہیں پھر
 بھی اس گفتگو کی ضرورت نہ رہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ ہر زمانہ میں مضامین عالیہ
 بیان کرنے والے ہوتے ہیں لیکن متقدمین کے مقالات انکے مؤید اور مصدق ہو جاتے ہیں
 تم دیکھ لو کیا انجیل توریت اور زبور قرآن کی مصدق نہ ہوئیں ضرور ہوئیں۔ اور اس سے قرآن کو
 ایک خاص قوت حاصل ہو گئی۔ ان خیالات کو دفع کر کے پھر مضمون سابق کی طرف خود فرماتے
 ہیں اور سلسلہ گفتگو کو شروع کر کے کہتے ہیں کہ جب امور مذکورہ بالا تہائے ذہن نشین ہو گئے
 تو اب تم اسی فقیہ کی طرح بے مشقت ادبے حساب روزی تلاش کرو اور حق سبحانہ سے علوم
 و معارف حقیقیہ اور نور و قرب حق سبحانہ طلب کرو تاکہ جبریل تمہارے پاس بہشت کے سیب
 یعنی غذائے روحانی لائیں بلکہ خود مالک بہشت یعنی حق سبحانہ بلا تو شرط روح القدس وغیرہ کے

تکو غذا چھو نچائیں، تنکو باغبانی کی دروسری کرنی پڑے اور نہ جو تنے پونے کی زحمت اٹھانی پڑے اور حق سبحانہ کا بلا واسطہ کسی شے کو عطا کرنا کچھ بھی بعید نہیں کیونکہ مثلاً تنکو تو روٹی کے ذریعہ سے نفع چھو نچتا ہے مگر روٹی کو نفع کی صفت کسے بخشی ہے بلا واسطہ حق سبحانہ نے بس بطرح اُسے بلا واسطہ روٹی کو وہ صفت بخشی ہے یوں ہی وہ نفع بلا واسطہ پوست نان کے تنکو بھی دے سکتا ہے کیونکہ اسوقت صورت نان بمنزلہ دسترخوان کے ہوئی اور ذوق اس میں روٹی کی طرح پوشیدہ ہو اپس بطرح روٹی بدون دسترخوان کے مل سکتی ہے یوں ہی ذوق و نفع نان بھی بدون روٹی کے حاصل ہو سکتا ہے جب یہ ثابت ہو گیا کہ ذوق و نفع نان ظاہری بدون واسطہ نان کے حاصل ہو سکتا ہے پس اسی سے سمجھ لو کہ اہل اللہ کو غذائے روحانی یوں ہی بلا واسطہ دسترخوان یعنی واسطہ فیض حاصل ہوتی ہے

شرح شبیری

مولانا نے نصف ثانی کے اخیر میں ایک حکایت بیان کی ہے جب کاغذ اٹھاتے ہیں کہ ایک شخص سالہا سال تک دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ بلا محنت و مشقت کے مجھے امیر بنائے لوگ اسکی اس بات پر ہنسنا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز دعا کر رہا تھا کہ اُسکے گہریں ایک گائے گھس آئی اُسنے اسکو پکڑ کر ذبح کر لیا مالک گائے نے دعویٰ کیا حضرت داؤد کے یہاں دعویٰ پیش ہوا اپنے اس مدعا علیہ سے فرمایا کہ تم گائے کی قیمت دو اُسنے کہا کہ میں نے تو دعا کی تھی وہ مستجاب ہوئی اور خدا نے مجھے گائے دی میں قیمت کیسی دوں حضرت داؤد نے فرمایا کہ دعا کوئی طریقہ ملک نہیں ہے تنکو قیمت دینا ہوگی اُسنے اسقدر آہ و زاری کی کہ داؤد کا دل بھرا یا اور انکو یہ خیال ہوا کہ اسکا لب و لہجہ جھوٹوں کا نہیں ہے تب انہوں نے مقدمہ ملتوی کر دیا اور خلوت میں جا کر حق تعالیٰ سے اظہار معاملہ کی دعا کی حق تعالیٰ نے سارا معاملہ منکشف فرمادیا کہ مدعی اس مدعا علیہ کے باپ کا غلام ہے اس مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو قتل کر دیا ہے اور مدعا علیہ اسوقت کچھ تھا تو سارا مال بھی یہ مدعی خود دبا بیٹھا ہے اور گائے اسی مال میں سے تھی لہذا وہ بھی اس مدعا علیہ ہی کی تھی اور یہ غلام بھی اسی کا ہے اور سارا مال بھی اسی کا ہے۔ دوسرے روز حضرت

داؤد نے سارا مال اُس شخص کو دلایا اور اُس قاتل غلام کو قتل کر دیا۔ اس قصہ کے بعد مولانا اُس قصہ کو مقصود پر منطبق فرماتے ہیں۔ اول اُس کا بھی غافل سمجھ لو تو پھر آسان ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ نفس انسانی تو اُس خوبی کی طرح ہے (اسلئے کہ جس طرح اُسے اپنے آقا کو مار کر حرام مال حاصل کیا تھا اسی طرح نفس نے عقل کو مغلوب کر کے شہوات و لذات کو حاصل کیا ہے) جسے کٹائے گا دعویٰ کیا تھا اور کٹائے شہوات و لذات میں اور عقل اُس مدعا علیہ ذابح کٹائے گی طرح ہے (اسلئے کہ جس طرح کہ یہ مدعا علیہ حق تعالیٰ سے بے محنت و مشقت کے روزی طلب کیا کرتا تھا اسی طرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی علوم و معارف کو بے کسب و مشقت کے طلب کرتی ہے) تو جس طرح اُسے کٹائے گا دعویٰ کیا تھا اور کہتا تھا کہ اسنے میری گائے کو ذبح کر لیا ہے اسی طرح نفس عقل پر دعویٰ کرتا ہے کہ اسنے میری لذات و شہوات کو فنا کر دیا ہے اور شیخ کامل داؤد علی طرح کہ جس طرح انہوں نے حق دار کو حق دلا دیا تھا اسی طرح شیخ کامل نفس کو مغلوب کر کے عقل کو غلبہ دلا دیتا ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

بیان میں اسلئے کہ نفس انسان کا بجائے اُس خوبی کی جو کہ مدعی گائے کا ہوا تھا اور وہ ذابح گائے عقل ہوا
داؤد حق تعالیٰ ہیں یا شیخ کامل کہ مناسب حق ہو کہ اُسکی قوت اور مدد
دشمن کو مار کر بے کسب اور بے حساب فی کا مالک ہو سکتا ہے
نفس خود راکش جہان زندہ کن خواجہ راکش است اور بندہ کن

یعنی اپنے نفس کو مار اور ایک جہان کو زندہ کر اُسے آقا کو قتل کر دیا ہے اُسکو غلام بنائے
جہاد سے مراد خود یہ شخص یعنی نفس کو قتل کر کے اپنے کو زندہ کر لے اور جہان اسلئے بہد یا کہ بعض
نے کہا ہے کہ چونکہ انسان جامع ہے لہذا یہ عالم صغیر ہے تو مطلب ہے کہ اپنے نفس کو مار تو
تجہ حیات اصلی میر ہوگی اس نالائق نے عقل کو مغلوب کر رکھا ہے تم اسکو مغلوب
کر کے غلام بنالو۔

معنی گاہ و نفس تست ہیں خلیقین را خواجہ کر دست مبین

یعنی ۔ معنی گاہے تیرا نفس ہے کہ اسنے اپنے کو آقا اور بڑا بنار کہا ہے ۔

آن کشندہ گاہ و عقل تست رو بر کشندہ گاہ و تن منکر مشو

یعنی وہ ذائق گاہے تمہاری عقل ہے جاؤ اس کشندہ گاہ و تن پر منکر مت ہو ۔ گاہ و تن سے مراد لذات و شہوات ۔ مطلب یہ کہ عقل نے جو نفس کے لذات و شہوات کو مار لیا ہے تو اس پر انکار مت کرید اسلئے کہ ان کا توفیق ہونا ہی بہتر ہے ۔

عقل اسیر بہت مہمی خواہد ز حق روزی بے رنج و نعمت پر مطبق

یعنی عقل مطیعِ حق ہے اور وہ حق تعالیٰ سے روزی بے مشقت اور نعمت پر طبع مانگتی ہے

روزی بے رنج سے مراد علوم و معارف ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ عقل حق تعالیٰ سے علوم و معارف کو طلب کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ اے اللہ علوم و معارف عنایت فرما یہ علوم و معارف قرب حق کیلئے علت نہیں ہیں ہاں میں ہیں تو جس طرح کہ وہ شخص روزی بے رنج و تعب کا طالب تھا ۔ اس طرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی بے رنج و تعب مانگتی ہے ۔

روزی بے رنج او موقوف چہیت آنکہ بکشد گاہ و را کا اصل لیت

یعنی روزی بے رنج وہ موقوف کس شے کی ہے اسکی کہ گاہے کو مار دے کہ یہی اصل جو بدی کی (گاہے سے مراد لذات و شہوات) مطلب یہ کہ علوم و معارف کا حصول موقوف ہو لذات و شہوات نفسانیہ کے فنا کرنے پر ۔

نفس گوید چوں کشی تو گاہ و را کا نفس باشت نقش تن

یعنی نفس کہتا ہے کہ تو نے میری گاہے کیوں ماری اسلئے لگا و نفس نقش تن ہے مطلب یہ کہ جب لذات نفسانیہ کو نہ کر دے تو نفس اس غلام کی طرح تمپر گاہے کا دعویٰ کرے گا ۔

خواجہ زادہ عقل ماندہ بینوا نفس خونی خواجہ بہشت و پیشوا

یعنی عقل جو خواجہ زادہ ہے ۔ وہ تو بینواری ہوئی ہے اور نفس خونی خواجہ اور پیشوا ہو گیا ہے ۔

روزی بے رنج میدانی کہ چہیت قوت ارواح است اذاق نبی است

یعنی روزی بے رنج تم جانتے ہو کہ کیا ہے قوت ارواح اور اذاق نبی کے ہیں ۔

لیکھتوں مست بر قربان گاؤ گنج قتل گاؤ دل ہو گنج و کاؤ
یعنی لیکن اس روزی کا حصول، گاؤ کی قربانی پر موقوف ہو قتل گائے کو تم خزانہ سمجھو لے کاوش
کر نیوالے مطلب یہ کہ لذات و شہوات نفسانیہ کو ترک کر دو۔ اور انکو فنا کر دو اسی سے
انکو علم و معارف کا خزانہ ملیگا۔ آگے فرماتے ہیں۔

دوش چیزے خوردہ ام ورتہ تمام دادے ہر دست فہم تو زمام
یعنی میں نے کل ایک چیز کہا لی ہے ورتہ پورے طور پر میں تمہارے دست فہم میں لکھام دیدیتا۔
مطلب یہ کہ میں اس مضمون کو پوری طرح بیان کرنا مگر مجبور اس سے ہوں کہ میں نے ایک چیز کیلی
ہے جس سے کہ نفس میں کسل وغیرہ پیدا ہو گیا ہے اور پوری طرح بیان پر قادر نہیں رہا ہوں آگے
اس قصہ کا انتقال فرماتے ہیں کہ

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است ہر چہ می آید ز یہ نہاں است
یعنی میں نے کل ایک چیز کہا لی ہے یہ تو ایک افسانہ ہے (بلکہ) جو کچھ آتا ہے پوشیدہ گہر سے ہے
یعنی میرا بیان سے عجیب بھی خدا کی طرف سے ہے باقی یہ چیز کا کہنا لینا تو ایک ظاہری پہانہ ہے اب کے ٹی
کتنا ہے کہ پھر تم نے اسباب پر کیوں نظر کی اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

چشم بر اسباب از چہ دو ختم کہ ز خوش چشماں کرشم آمو ختم
یعنی آنکھ کو اسباب پر میں نے کیوں سی لیا اسلئے کہ خوش چشموں سے میں نے کرشمہ کیا ہے خوش
چشم سے مراد انبیاء (علیہم السلام) مطلب یہ کہ میں نے اسباب پر نظر کر نیکو انبیاء علیہم السلام سے سیکھا ہے
کہ باوجودیکہ انکے معجزات بلا اسباب ظاہری کے پیدا ہوتے تھے مگر پھر بھی وہ اسباب ہی پر نظر
رکھتے تھے اصل فاعل خدا ہی کو سمجھتے تھے اسکو فرماتے ہیں کہ

ہست بر اسباب اسباب دگر در سبب منکر دران افکن نظر
یعنی ان اسباب پر اور دوسرے اسباب ہیں تو تم سبب میں مت دیکھو اس سبب سبب میں نظر
ڈالو یعنی اس سبب کو جس نے ان اسباب کو بنایا ہے دیکھو

انبیاء قطع اسباب آمدند معجزات خویش بر کیواں زردند
یعنی انبیاء علیہم السلام اسباب کے قطع کرنے کیلئے آئے اور اپنے معجزات کو انہوں نے کیواں

پر لگایا یعنی بہت بڑے بڑے مجرے ان اسباب ظاہری کے بغیر انہوں نے ظاہر کئے۔

بے سبب مر کبیر الشکافقتند نے زراعت چاش گندم یافتند

یعنی بے سبب کے انہوں نے دریا کو چیر دیا اور بے زراعت کے گندم کا خرمن پالیا۔

ریگہا ہم آردشمار سعی شمال پشتم بڑا بریشتم آمد کشکشان

یعنی ریتے انکی سعی کی وجہ سے آئے ہو گئے اور بکری کی اون کہنچی ہوئی باریشتم ہو گئی (یہ سب

موجزات انبیاء کے ہیں تو دیکھو کہ بے اسباب ظاہری کے یہ سب ظاہر ہوا)

جملہ قرآن ہست در قطع سبب عز درویش و ہلاک بولہب

یعنی تمام قرآن شریف قطع سبب میں ہے عزت درویش کی اور ہلاک بولہب کی یعنی تمام قرآن

شریف اس قطع سبب ہی کے اندر ہے کہ اس سے درویش یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو

عزت ہوئی کہ آپ کے معجزات و کرامات ظاہر ہوئے اور بولہب کی خرابی اور ہلاکت کا باعث ہوا کہ

اسنے ان کا انکار کیا آگے قطع سبب ہی کی اور مثال ہے کہ۔

مرغ با پیلن و سنگ افگند لشکر زفت حبش را بشکند

یعنی ایک چڑیا ہاتھی پر دو تین کنکر یاں مارے اور حبشہ کے لشکر عظیم کو شکست دیدے

پیل را سوراخ سوراخ افگند سنگ مرغے کو بہالا پرزند

یعنی ہاتھی کو سوراخ سوراخ کر کے ڈال دے۔ کنکر ایسے جاتور کا جو اوپر کویرا مارتا ہے۔ یعنی دیکھو

ایک ذرا سے جاتور نے کیسے عظیم الشان لشکر کو شکست دی اور ہاتھیوں کو کس طرح مارا یہ بھی

اسباب ظاہر کے بر خلاف تھا۔

دم گاؤ کشتمہ بر مقتولان تاشود زندہ ہما ندم در کفن

یعنی گائے مذکورہ کی دم کو مقتول پر مارو تاکہ وہ اس وقت کفن میں زندہ ہو جائے۔

حلق ببریدہ جہدا زجا و خویش خون خود جوید ز خون پالا و خویش

یعنی مقتول اپنی جگہ سے کودے گا اور اپنے خون کو اپنے خوریز سے ڈھونڈے گا (تو دیکھو اس طرح

ایک مقتول کا زندہ ہونا کوئی عقل کے موافق اور اسباب ظاہری پر منطبق ہے)

بہچین ز آغاز قرآن تا تمام فضل اسباب است علت السلام

یعنی ہاں طرح ابتدا و قرآن سے ختم تک ترک اسباب و علت ہے والسلام مطلب یہ کہ بطرح کہ دو
تھے پہلے یہاں بیان کئے ہاں طرح قرآن شریف اس ترک اسباب کے قصوں سے پہلے پہلے
تو بس اسباب کو ترک کرنا چاہئے اور سبب حقیقی پر نظر کرنی چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ
کشف این نور عقل کار افزا شود بندگی کن تا ترا پیدا شود
یعنی اسکا کشف عقل کار افزا ہے نہ ہوگا بندگی کرو تا کہ تمکلفا ہر ہو جاوے یعنی اسکا کشف
کہ اسباب محض فضول ہیں اس عقل مواش سے نہ ہوگا بلکہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو اس سے
حق بنائی منکشف فرماتے ہیں۔

بند محقولات آمد فلسفہ شہسوار عقل عقل آمد صفی

یعنی فلسفی تو مقید محقولات کا ہے اور عقل کی شہسوار عقل صافی ہے۔

عقل عقلت مغز و عقل است پوست معدہ حیوان ہمیشہ پوست جوت

یعنی تیری عقل العقل تو مغز ہے اور تیری عقل پوست ہے اور معدہ حیوانی ہمیشہ پوست ہی کا ستلائی ہے
(تو چونکہ تم ایسی حیوانیت ہی میں پھنسے ہوئے ہو لہذا تم بھی پوست کے متلاشی اور اس عقل کے
بندے ہو رہے ہو)

مغز نغز از پوست طار و صد طلال مغز نغز از احوال آمد طلال

یعنی مغز کو تلاش کرو پوست سے تو سو طلال آتے ہیں اور مغز اصل اسکے لئے طلال ہی طلال

چونکہ قشر عقل صبر ہاں دہر عقل کل کے کام ہے یقان ہند

یعنی جبکہ پوست عقل صبر بان دیتی ہے تو عقل کل قدم بے یقین کے کب رکھے گی یعنی جب یہ عقل

سو دلائل بیان کرتی ہے تو یہ عقل کل تو بالکل مشاہدہ اور عین یقین کر ادیگی پس نہ اسی کو
حاصل کرو۔

عقل دفتر باکند کیسیاہ عقل عقل فاق داور پیر زماہ

یعنی عقل مواش تو ایک طرف سے دفتر کو سیاہ کر دیتی ہے اور عقل فاق فاق چاندن

سے پیر کرتی ہے یعنی اس عقل مواش میں تو دفتر سیاہ ہوتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ خاص کر

اس زمانہ میں کہ ایک حکم کی اسل ایک گد ہے کا بوجھ اور عقل العقل میں تو یہی دور ہے وہاں یہ

خوافات نہیں ہیں تو وہ قابل طلب ہوا سکی یہ حالت ہے کہ

از سیاہی و زسپیدی فارغ است نور ماہش بر دل و جان بازغ است

یعنی سیاہی اور سفیدی سے فارغ ہے اور اس کے چاند کا نور دل و جان پر چک رہا ہے۔

اِس سیاہ و اِس سفید از قدرت زلال شب قدر است کا قہر و قہر

یعنی اس سیاہ اور اس سفید سے اگر قدر پالی تو یہ اسی قدرت کی وجہ سے ہے جو کہ ستارہ کی طرح بجی یعنی اس عقل و اس کے اقبال میں جو وہ ہے یہ اسی عقل العقل کا پر تو ہے آگے مثال ہے کہ۔

قیمت ہمیاں و کیسہ زردست بے زدی ہمایاں و کیسہ اتبرج

یعنی ہمایاں اور خمیلی کی قیمت روپیہ کی دیکھ ہے اور بے روپے کے ہمایاں اور کیسہ اتبرج مطلب یہ کہ ایک سو ت کی خمیلی جو ایک لاکھ روپیہ کی ہو جاتی ہے اس وجہ سے کہ اس کے اندر یہ پہلو ہوا ہے ورنہ کوئی پوچھے بھی نہیں اسی طرح اس عقل کی اور اس کے اقبال کو جو کہ قدرت ہے وہ اس عقل العقل کی بدولت ہے ورنہ اس کو یہ چیتا ہی کون تھا

ہچمنانکہ قدر تن از جاں بود قدر جان از پر تو جانال بود

یعنی جس طرح کہ بدن کی قدر جان کی وجہ سے ہوتی ہے جان کی قدر جانان کی پر تو کی وجہ سے ہوتی ہے

گریدر جان زندہ ہے پر تو کنول بیچ گفتے کافراں را یتوں

یعنی اگر جان بے پر تو (جانان) کے زندہ ہوتی تو کافروں کو میتوں کی بن کہتے یعنی کافروں کو

قرآن شریف میں جا بجا امر و نہی کیا ہے اس کی وجہ سے کہ ان پر تو جانان نہیں ہیں معلوم

کہ بے پر تو جانان کے جان ال میں زندہ ہی نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو یہ

مضامین بیان فرماتے ہیں اس سے کیا فائدہ اس لئے کہ کسی اہل کمال کی قدر اور اس کے مضامین

کی سماعت اس کے زمانہ میں ہوتی ہی نہیں پھر اس بیان سے کیا فائدہ۔ مولانا اس کا

جواب فرماتے ہیں کہ

ہیں بگو کہ ناطقہ جو مے کند تا بقرنے ابد ما بے رسد

یعنی بان کہدو کہ ناطقہ ندی کہود ریاسے تلک ہماے ابد ایک قرن پاتی پھونچے مطلب یہ کہ

اس وقت ہم صرف الفاظ بیان کئے دیتے ہیں ممکن ہے کہ ہمارے بعد کسی کو اس سے نفع ہو اور اس سے مستفیض ہو تو گو یا کہ ندی تو ہم کہو دے دیتے ہیں پانی چلانا رہنا دیکنا یہ کوئی دوسرا ہمارے بعد کر لیگا اب کوئی کہتا ہے کہ جب بعد والوں کیلئے ہے تو آپ کو کیا ضرورت ہے اس زمانہ والے خود بیان کر دیں گے۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

گرچہ ہر قرنہ سخن آئے بود لیک گفتہ لکان یائے بود

یعنی اگرچہ ہر قرنہ سخن آ رہا ہوتا ہے لیکن پہلوں کا کیا ہوا مددگار ہوتا ہے یعنی پہلے لوگ جو کچھ جاتے ہیں وہ مستند ہوا کرتا ہے تو اگر ہم کہہ جاویں گے تو اور پہلوں کیلئے اگرچہ وہ بھی سخن آ رہا ہوں یہ سند ہوگا اور اس سے اُنکو مدد ملے گی آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

لے کہ ہم توریت انجیل و زبور شد گواہ صدق قرآن و شکور

یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور قرآن کے صدق پر گواہ ہوئیں لے شاکر۔ تو بس جس طرح کہ وہ منسوخ کتب بوجہ البقیث کے گواہ اور مستند ہوئیں اسی طرح ہمارا کلام بھی پہلوں کیلئے سند ہوگا آگے رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ عقل روزی بے رنج و کسب کی طالب ہے آگے فرماتے ہیں کہ

روزی بے رنج جوئی و حبیب کو بہشت اور جبریل سیب

یعنی روزی بے رنج و بے حبیب تلاش نہ کر و بہشت سے تیرے واسطے جبریل سیب لاویں سیب سے مراد شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلب یہ ہے کہ تم روزی کے کسب و رنج کے متلاشی رہو اور وہ علوم و معارف ہیں تو وہ انشاء اللہ تمکو بے رنج و بے کسب میسر ہو جاوے گی۔ اسلئے کہ جبریل علیہ السلام لائے ہیں وہ تمکو میسر ہو گی آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

بلکہ رزقے از خداوند بہشت بے صداع باغبان بے رنج و کشت

یعنی بلکہ خداوند بہشت کی طرف سے ایک رزق (میٹھا اے باغبان کے محنت اور بے رنج کشت کے یعنی نہ بونے کی ضرورت نہ باغبان کے کام کی ضرورت حق تعالیٰ بے رنج و تعب روزی عطا فرمادیں گے۔

زاتکہ نفع نمان دران نان دوست بدینہ آن نفع بے توسیط پوست

یعنی اسلئے کہ روئی کا نفع روئی میں اُسکی دین ہے تو بچے وہ نفع بے واسطہ پوست کے عنایت فرماویں گے مطلب یہ کہ روئی میں جولڈت اور اُسکا جو نفع بے یعنی شکم سیری یہ کسے اُس میں رکھ دیا ہے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے ہی اُسکے اندر اسکو پیدا کر دیا تو اگر حق تعالیٰ نے اُسی نفع کو تمہارے لئے بیواسطہ روئی کے مرتب فرماویں تو کونسا استحالہ لازم آتا ہے تب ظاہر ہے کہ وہ روزی بے کشت اور بے محنت باغبان عنایت فرما سکتے ہیں۔

ذوق بہنہا نقش ناچیں سفر دست نان بے سفرہ ولی را بہرہ است

یعنی ذوق تو بہنہا ہے اور روئی کا نقش مثل سفرہ کے ہے اور روئی بے دستر خواں کے ولی کا حصہ مطلب یہ کہ روئی میں جولڈت جو وہ تو پوشیدہ ہے اور روئی کا جسم اُسکے لئے مثل دستر خواں کے ہے تو جبکہ حق تعالیٰ نے اُس جسم میں وہ لطف و دلیعت فرما دیا تو وہی اُس لطف کو بے اُس جسم کے بھی عطا فرما سکتے ہیں اور وہی رزق حق اولیاء اللہ کی خوراک ہوتی ہے

شرح حبیبی

جز بدل شیخ کو داؤد تست
از بن دندان شود اورام تو
کز دم داؤد ۲۰ ادا گاہ شد
بر سب نفست کہ باشد شیخ یار
روئی شیخ اور پو مرد دیدہ کن
دستش از داماں کن یکم رہا

رزق جانی کے بری با سعی حست
نفس چوں باشیخ بیند گام تو
صاحب این گاؤرام انگاہ شد
عقل گاہے غالب آید در شکار
نفس از در ہاست با صد زور و فن
گر تو خواہی ایمنی از اثر دہا

خاک شود پیش شیخ با صفا
اگر تو صاحب گاو را خواهی زبول
صد زباں در سزایش صد نعت
چون به نزد یک ولی الله شود
مدعی گاو و نفس را بد فحش
شهر البغریب الا شاه را
نفس را تسبیح و مصحف در بین
مصحف سالوس او باور مکن
سوئے عوضت آ در دیه و ضو
عقل نورانی و نیکو طالب است
زانکه او خسته عقل تو غریب
باش تا شیران سوئے بیشه روند
مگر نفس و تن نداند عام شهر
هر که جنس او ست یارا و شود
کو مبدل گشت جنس تن مانند
خلق جمله عسلی انداز مکن
بر خسته دعوی داود کی کند

تا ز خاک تو بروید کیمیا
چون خراش بخش کن از سوئے درون
زرق و دستانش نیاید در صفت
آں زباں صد گزیش کو تم شود
صد هزاراں حجت آرد نا صحیح
ره نتانند زوشه آگاه را
اخگر و شمشیر اندر استین
خویش با او همسر و هم کن
واندر اندازد ترا در قهر جو
نفس ظلمانی بر او چون غالب است
بر در خود سگ بود شیر مهیب
وین سگان کور آنجا بگردند
او نگر و جز بوحی القاب قهر
جز مگر داود که شیخت بود
هر که راحی در مقام خود نشانند
یار علت می شود علت یقین
هر که بے تمیز کف ده دے زند

| | |
|--------------------------------|-----------------------------------|
| پونصیا دے شنید آواز طیر | مرغ ابلہ میکند آں سنے سیر |
| نقدرا از قلب نشنا صدغوی ست | ہیں از و بگر نیز اگر چہ معنوی است |
| رستمہ و برستہ پیش او یکیت | اگر یقین دعوے کند او در شکیت |
| این جنس کس گرد کی مطلق است | چونش این تمیز بنود احق است |
| ہیں از و بگر نیز چوں آہو ز شیر | سوئے او شتاب اے دانا دلیر |

اوپر طلب غذائے روحانی کی ترغیب دی تھی اب اُس کا طعنے تبتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بطور خود گوشت کھانے سے وہ غذا نہیں مل سکتی بلکہ جب شیخ جو کہ تیرا داد و دہ ہے نفس و عقل کے درمیان اضمات کرے گا اور عقل کو غالب اندر نفس کو مغلوب کرے گا اس وقت مل سکتی ہو اسلئے کہ نفس خود تجھ سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جب تجھے شیخ کی ہدایت پر عمل کرتے دیکھے گا اس وقت وہ عاجز ہو کر تیرا مطیع ہو گا جس طرح کہ یہ چائے والا اس وقت مطیع ہوا جبکہ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ طلحی شن لیا۔ یوں ہی عقل بھی تیرے سگ نفس پر اس وقت غالب ہو سکتی ہے جبکہ شیخ کی اعانت ہو نفس کو ایک چالاک اور ہوشیار اژدہا سمجھو اور شیخ کے چہرہ کو زمرود جاسکی آنکھیں پھیر کر اسکو اندبا کر دیتا ہے بس اگر تو اژدہے کے خطرہ سے بچنا چاہتا ہے تو اُس کا دامن ہرگز نہ چھوڑ اور اس کے سامنے خاک ہو جا تاکہ اُس خاک سے کیمیاوی بوٹی پیدا ہو کر تجھے کندن کر دے یعنی فیوضات باطنیہ حاصل ہو کر تو انسان کامل بن جائے اور اگر تو گائے والے (نفس) کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدھوں کی طرح اُس کے اندھ لکڑی کر تاکہ وہ پریشیاں ہو کر مطیع ہو جائے۔ یہ بڑا ہمواشیخ سوز بانیں رکھتا ہے اور ہر زبان میں سوسو بولیاں رکھتا ہے غرض کہ اُس کے کرد و فریب بیان سے باہر ہیں یہ کسی طرح مغلوب نہیں ہوتا۔ اسکو صرف شیخ کا مل ہی مغلوب کر سکتا ہے کیونکہ جب شیخ کا مل کے پاس پہنچتا ہے تو اُسکی وہ تلو گز کی زبان کٹ جاتی ہے اور کچے چوں و چا نہیں کر سکتا۔ گویہ مائی گاؤ (نفس) نہایت انسان ہے اور غلطہ آمیز

سیکڑوں دلیلیں پیش کرتا ہے مگر اس سے وہ عوام کو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن بادشاہ کو
 دھوکہ نہیں دی سکتا اور بہتری کر کے اسکو راہ راست سے نہیں بھٹکا سکتا۔ یاد رکھو کہ یہ بڑا
 چالاک ہے۔ اسکے ہاتھ میں تسبیح و قرآن ہوتے ہیں اور استین میں خنجر و شمشیر بس تم اسکی
 مکالمہ قرآن خوانی کا کبھی اعتبار نہ کرنا اور اپنے کو اس کا رازدار اور مصاحب نہ بنانا یہ اتنا
 چالاک ہے کہ دھوکہ کی ترغیب دیکر تو کو عرض پر لجا تا ہے اور جا کر ندی میں غوطہ دیدیتا ہے
 مقصود یہ ہے کہ اگر نفس طاعات کی ترغیب بھی دے تب بھی اس کا معتقد نہ ہونا چاہئے
 بلکہ اُسکے کہے ہو شیار رہنا چاہئے کیونکہ اس میں بھی اسکی کوئی عرض مخفی ہوتی ہے پس
 طاعات کو تو اختیار کرنا چاہئے مگر اس غریب میں نہ آنا چاہئے جسکے لئے اُسے وہ ترغیب دی
 تھی۔ مثلاً یہ تم یہ سوال کرو کہ صاحب عقل تو ایک نورانی شخص اور طالبِ حسنات ہے اور نفس
 ظلمانی و طالبِ سیئات تو نفسِ عقل پر کیوں غالب ہوا۔ عقل سپر غالب کیوں نہ ہوئی تو اس کا
 جواب یہ ہے کہ عقل روح کی ایک قوت ہے اور روح مجردات سے ہے اسلئے وہ تن سے
 اجنبی ہے اور نفس جسمانی ہے اسلئے اپنے گہر میں ہے اور اپنے گہر پر کتابھی مشیر ہوتا ہے
 اسلئے وہ خاتمہ قرآن پر عقل کا تسلط نہیں ہونے دیتا اور اسپر غالب آتا ہے لیکن یاد رہے کہ
 یہ قبضہ اور تسلط عارضی ہے ذرا اس جنگل میں اصلی شیروں کو آنے دو اور اہل اللہ کی توجہ
 اس طرف منطوف ہونے دو پھر دیکھنا کہ یہ کتے اُنکے آگے پانی پھریں گے۔ اور بجز اطاعت
 ان کو چارہ نہ ہو گا کیونکہ اسکے کر کو عام لوگ نہیں جانتے اسلئے کوئی اُسکو مغلوب نہیں کر سکتا
 یہ اگر مغلوب ہوتا ہی تو آریاب الہامات رہا نہ ہی سے ہوتا ہے بلکہ اور لوگ تو چونکہ اُسکے جنس
 میں اسلئے اُسکے معین ہوتے ہیں مجزداؤدود کے جس سے ہماری مراد شیخ ہے کہ وہ اسکی حکمت
 کرتا ہے کیونکہ وہ نائب حق ہوا و جبکہ حق سبحانہ اپنی نیابت عطا فرماتے ہیں اُسکی تلبیہ بت
 ہو جاتی ہے اور وہ محاسن نفس و حق نہیں رہتا۔ عوام کے معین نفس ہونے کا راز یہ ہے
 کہ وہ سب امراض باطنیہ میں مبتلا ہیں اور نفس بھی انہیں امراض میں مبتلا ہے اور یہ یقینی
 امر ہے کہ ایک بیماری کو دوسری بیماری سے تعویث پہنچتی ہے پس ضرور ہے کہ وہ اُسکے معین
 ہوں۔ یہاں تک کہ کو معلوم ہوا کہ غذائے روحانی حاصل کرنے کیلئے ذرا وقت کی ضرورت ہے۔

مگر اس مقام پر ایک یہ بات بتلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چھت سے ناہل داؤد
ہونیکے مدعی ہیں بس جو لوگ تمیز نہیں رکھتے وہ انکو داؤد سمجھ کر ان کا دامن پکڑ لیتے ہیں انکی
مثال ایسی ہے جیسے ایک احمق جانور شکاری سے جانور کی آواز سن کر اُس طرف چل دیتا ہے
اور جال میں پھنس جاتا ہے یہ لوگ گمراہ ہیں کہ سونے اور ملح میں تمیز نہیں کر سکتے ایسے
لوگوں سے بھاگنا چاہئے خواہ وہ دقیقہ رس ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ یہ اُسکو جو باندھام ہو
اور اُسکو جو راستہ از دام چودو دونوں کو یکساں سمجھتے ہیں چہی تو ایک دھوکہ باز کے پھندی
میں پھنس گئے۔ ایسے لوگوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر وہ دعویٰ کریں کہ ہمکو فلاں بات
کا یقین ہے تب بھی وہ شک ہی میں ہیں کیونکہ جب وہ تمیز ہی نہیں رکھتے تو ان کا یقین اس
بات کی واقعیت ظاہر نہیں کر سکتا اور واقع میں دونوں احمق ہیں ممکن ہے کہ ایسا ہو جیسا کہ
وہ کہتا ہے اور ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو اور ایسا شخص اگر نبیات ہی نہیں ہوتا تب بھی جبکہ وہ بالکل
اور ہمزوپیوں میں تمیز نہیں کر سکتا احمق ہی ہے دیکھو ایسے شخص سے اسی طرح بھاگنا جس طرح
کہ برن شیر سے بھاگتا ہے اور اے سمجھدار شخص تو بیباکانہ اُس سے میل نہ کرنا اس سے
تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ جب یہ دھوکہا کہا نیوالا اس قدر قابلِ نفرت ہے تو دھوکہ دینے والا کس
قدر قابلِ نفرت ہوگا لہذا اُسکی طرف تو بالادے زرخ نہ کرنا۔ اب ہم ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے
تکو معلوم ہو کہ احمق اور بے تمیز لوگ کس درجہ قابلِ گمراہ ہیں۔ سنو

شرح شبیری

رزق جانی کے بری باسچیست جز بعدل شیخ کو داؤد دست

یعنی رزق روحانی کو پوری سچی سے کب حاصل کر سکتے ہو سوائے عدل شیخ کے کہ وہ داؤد
تہا کے ہیں۔ عدل سے مراد تمہیت ہے مطلب یہ کہ اُس رزق روحانی کو بے تربیت شیخ کو
حکم کب حاصل کر سکتے ہو جو طرح کے روزی بے کسب داؤد علیہ السلام کے واسطے سے اُس شخص کو
ملگنی اسی طرح شیخ کے ذریعے کہ وہ مثل داؤد کے ہے مگر روزی علوم و معارف حاصل ہوگی
نفس چوں با شیخ بیند گام تو از بن دندان شود اورام تو

یعنی جبکہ نفس تیرا قدم شیخ کیساتھ دیکھے گا تو بن دندان سے وہ تیرا مطیع ہو جاوے گا (بن دندان سے مطیع ہونا یعنی پوری طرح تیرے دل سے مطیع ہوگا)

صاحب این کاؤ رام انگاہ شود کز دم داؤد و او آگاہ شود
یعنی اس کاٹے والا اس وقت مطیع ہوگا کہ داؤد علیہ السلام کے دم سے آگاہ ہوگا (کاؤ سے مراد وہی لذات اور صاحب لذات نفس اور داؤد سے مراد شیخ کامل) مطلب یہ کہ نفس اس وقت تمہارا مطیع ہوگا جبکہ وہ شیخ کامل سے آگاہ ہو جاوے گا اور اُسے شیخ کامل کی خبر ہو جاوے گی اس وقت وہ مطیع ہوگا۔

عقل گاہی غالب آید و شکار بر سگ نفسست کہ باشد شیخ یار
یعنی عقل شکار میں اس وقت تیرے سگ نفس پر غالب آوے گی جبکہ شیخ مددگار ہوگا۔
نفس از در راست با صند و فن رونے شیخ اور اچھو مرد دیدہ کن
یعنی نفس ایک اژدہا ہے ساتھ سوز و روض کے اور رونے شیخ اُسکے لئے مثل مرد آگاہ نکالنے والے کے ہے مطلب یہ کہ نفس کو مغلوب کرینو والا اور اُسکو اندھا کرینو والا رونے شیخ ہی ہے

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا دستش از داماں کن یکدم رہا
یعنی اگر تم اژدہا سے بچو تو رہنا چاہتے ہو تو ہاتھ اُسکے دامن سے ایک دم کو الگ کر دو
خاک شود پیش شیخ با صفا تاز خاک تو بر وید کیما
یعنی شیخ با صفا کے آگے خاک ہو جاتا کہ تیری خاک میں سے کیما پید ہو یعنی تم اُسکے آگے خاک ہو جاؤ اور اُسکے مطیع ہو جاؤ تو کمالات خود تمہارے اندر سے پیدا ہونگے۔

گر تو صاحب گاؤ را خواہی زبوں چوں خراں میخیش کن از سو و صوں
یعنی اگر تو نفس کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدہوں کی طرح اُسکے سینک اندر کی طرح ہو اہاؤ
مطلب یہ کہ جس طرح کہ گدے کے سینک ہوتے ہی نہیں اسی طرح تو بھی اُسکی جڑ اپنے قلب میں سے اُگھاؤ دے اور شبہات و لذات کو ترک کر دے اُسکے بعد دیکھ کہ وہ عاجز ہوتا یا نہیں
صد زباں در ہر زبانش صد لغت زرق و دستانش نیاید و صفت

یعنی (اُسکے) سوزبان ہیں اور اُسکی ہر زبان میں سو نعمت ہیں اور اُس کا مکرو فریب تو بیان
آ نہیں سکتا

چوں بہ نزدیک ولی اللہ شود آن زبان صد گز گز کوش شود

یعنی جبکہ کسی ولی اللہ کے پاس جاتا ہے تو وہ اُسکی سو گز کی زبان کو تارہ ہو جاتی ہے مطلب
یہ کہ نفس بڑا نکار ہے اور اُسکی زبان سو گز کی ہے کہ یہ کیسے آگے پھلتا ہی نہیں مگر جب شیخ کامل
کے آگے پھونچتا ہے تو چونکہ وہ اسکے تمام کمروں سے واقف ہوتا ہے لہذا اسکے سامنے
اُسکی کچھ نہیں چلتی۔

مدعی گاؤ نفس مد فصیح صد ہزار ال حجت آرد نامحج

یعنی مدعی گاؤ (جو کہ) نفس (ہے) بہت فصیح ہے اور لا کہوں جتیں نادرست لاتا ہے
شہرہ را بغیر بلا شاہ را رونما نہ زد شد آگاہ را
یعنی شہرہ کو فریب دے لیتا ہے مگر شاہ کو نہ شاہ آگاہ کو مگر اد نہیں کر سکتا۔

نفس را تسبیح و مصحف دین خنجر و شمشیر اندر آستین

یعنی نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح و مصحف ہے اور آستین میں خنجر و شمشیر ہے مطلب
یہ کہ نفس وہ شے ہے کہ یہ ضرر اندرونی پھونچاتا ہے۔ ظاہر میں تو بڑا دوست ہے اور
باطن میں بس مار آستین ہے اللہم احفظنا

مصحف و سالوس او بادین خلش با او ہر ہر ہر ہر

یعنی اُسکے مصحف و مکر کا تو یقین مت کر اور اپنے کو اُسکے ساتھ بھراؤ و ہمسرت بنا
ورنہ اگر ازار دار ہو گیا تو یاد رہے کہ گہر کا بھیدی لٹکا ڈھائے۔ اُسکے کمر کی یہ حالت ہے کہ
سچے حوصت آورد بہر وضو واندر اندازد تراز و قعراو

یعنی وضو کیلئے حوض کی طرف تجھے لاتا ہے اور پھر اُسکے قعر میں تجھے ڈال دیتا ہے
مطلب یہ کہ ترغیب نیک کام کی دیتا ہے اور وہاں لپٹ کر کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے
عقل نورانی و نیکو طالب است نفس ظلمانی برو چوں غالب است

یعنی عقل تو نورانی ہے اور اچھی طالب ہے۔ تو نفس ظلمانی اُسپر کیونکر غالب ہو، آگے

خود بتائے ہیں کہ

زانکہ اور در خانہ عقل تو غریب بر در خود سگ بود شیر مہیب

یعنی اسلئے کہ وہ نفس تو گہریں ہے اور عقل تیری غریب ہے تو اپنے دروازہ پر تو کتا بھی شیر مہیب ہوتا ہے مطلب یہ کہ تنے نفس کی تو خوب خاطر کی ہے اور اسکو خوب پال رکھا ہے اور بیچاری عقل کو گہر سے باہر کر کہا ہے تو اپنے گھر تو کتا بھی شیر ہوتا ہے لہذا تیرا نفس اس وجہ سے بھولا ہوا اور عقل پر غالب ہو رہا ہے۔

باش تا شیراں سچے بشیر روند ویں سگاں کو رانجا بگردند

یعنی ہیر ماہیا تک کہ شیر بیشہ کی طرف جا دیں اور یہ اندھے کہتے اُس جگہ مطیع ہو گئے۔ (شیراں سے مراد شیوخ کا ملین) مطلب یہ کہ اس نفس کے بیشہ میں شیوخ کا ملین کو آنے دو وہ انکو اُنکے گہروں سے نکالیں گے اور انکو مطیع کریں گے۔ اور عقل کو اُنپر غالب کریں گے۔

مگر نفس و تن نہ اندام شہر او مگر دو جز بوحی القلب قہر

یعنی مگر نفس و تن کو عوام شہر نہیں جانتے وہ بحر الہام قلبی کے مقہور نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ نفس کے مکر و عوام نہیں جانتے ہاں جو شخص بلہم من اللہ ہو وہ اُسکے مکر و کوسمجھ سکتا ہے اور اُسی سے یہ مطیع ہو سکتا ہے۔

ہر کہ جنس دست یار او شود جز مگر داؤد کو شیخت بود

یعنی جو کہ اُسکی جنس ہے اُسکا یاد ہو جاتا ہے مگر سوائے داؤد کے کہ وہ تیرا شیخ ہو یعنی سوائے شیوخ کا ملین کے اور عوام تو سب اُسکی ساتھ ہو لیتے ہیں اور شیوخ اسلئے بچے رہتے ہیں کہ

کو مبدل گشت و جنس تن نہ اند ہر کہ راق در مقام دل نشاند

یعنی کیونکہ وہ مبدل ہو گیا ہے اور جنس تن نہیں رہا جبکہ حق نے مقام دل میں بٹھادیا مطلب یہ کہ جسکو کہ حق تعالیٰ نے درجہ روحانیت کا عطا فرمادیا وہ اب جنس نفس و تن سے جھوٹا جنس روح بن گیا ہے۔ لہذا اُسکو اس سے ضرر نہیں ہوتا اور وہ اسکی ساتھ ملتا نہیں ہے۔

بلکہ اُسکو ہی خود مطیع کر لیتا ہے
خلق جملہ علتی انداز کمین یا رعلت می شود علت یقین
یعنی مخلوق سب باطن کی روستے علتی ہیں تو علت تو یقیناً علت ہی کی ہر ادھوگی مطلب ہے کہ
چونکہ لوگ سب علتی ہیں اور اُنکے باطن میں علت وجود ہے لہذا اُن کا میلان بھی علت ہی
کی طرف ہوتا ہے اور وہ اُس سے بچاتے ہیں۔ آگے شیوخ مکارین سے بچاتے ہیں کہ
ہر خستے دعوے داؤدی کند ہر کہ بے تمیز گفت دروے زند
یعنی ہر کیست دعوی داؤد ہوئے کا کہرتا ہے تو جو کہ بے تمیز ہے وہ اُسکے اندر ہاتھ مارتا ہے
یعنی کیست لوگ شیخ بنیتے ہیں تو جو جاہل اور بخیر ہیں وہ اُنکے ہاتھ میں ہاتھ دیدیتے
ہیں اور بھنس جاتے ہیں آگے اس پسینے کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

چول ز عیادے شنید آواز طیر مرغ ابلہ میکند آل سوئے سیر
یعنی جبکہ میاد سے جانور کی آواز سنتا ہے تو جو قوت جانور اُس طرف کو چلتا ہے مطلب
یہ کہ جب میاد جانوروں کی بولی بولتا ہے تو جو جو قوت جانور ہے وہ اپنی بھنس کی بولی
سمجھ کر ادھر جاتا ہے اور بھنس جاتا ہے اسی طرح جو جو بولے لوگ دعوی شیخت کا کرتے
ہیں جو جو قوت ہیں وہ اُنکے دام میں بھنس جاتے ہیں

نقدرا از قلب نہ دعوئی است بین از و بگریز اگرچہ مضوی است
یعنی جو کہ بولے کو کہوئے سے نہ پہچانے وہ دعوی ہے۔ اور اُس سے بھاگ اگرچہ (بظاہر) مضوی ہو
کرتے وہ بربستہ پیش و کیست گریز یقین دعوی کند اور شکست

یعنی (ہوا و ہوس) چھوٹا ہوا اور (اُن کا) مقید اُسکے آگے سب ایک ہیں اسلئے کہ اُسکو
تیز ہی نہیں) اور اگر وہ یقین کا دعوی کرے تو وہ خود شک میں ہے یعنی اُسے خود ہی شک ہے
تو وہ دعوی یقین کا کیا کرتے گا۔ اطمینان قلب جبکا نام ہے وہ اسکو حاصل ہی نہیں۔

انچنین کس گرز کی مطلق است چو لش این تمیز نبود احمق است
یعنی ایسا شخص اگرچہ (بظاہر) ذکی مطلق ہی ہو جب اُسکو یہ تمیز نہیں ہے احمق ہے
ہیں از و بگریز چول آہو ز شیر سوئے او مشتاب از دانا دلیر

یعنی ارے اس سے بہاگ جیسے کہ ہرن شیر سے اور اے دانا دلیر اُسکی طرف کو دوڑت
یعنی ایسے شخص کے پاس ہرگز مت جاؤ۔ آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت لیتے ہیں
کہ وہ بھاگے جا رہے تھے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کیوں بہاگ ہے میں فرمایا احمول
سے بھاگ رہا ہوں تو بھلا جب ایسے حضرات کو ضرورت ان سے علیحدگی کی ہوتی ہے تو پھر
اوروں کو تو کیوں نہ ہو گی اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

شیر گوئی خول او منخواست یخت
در پست کس نیست چہ گریزی چو طیر
اگر شتاب خود جواب او نگفت
پس بجد و جہد عیسے را بخواند
کہ مراند رگر نیت مشکلی است
نہ بیت شیر و نہ خون خصم و بیم
می رہا نم خویش را بندم مشو
کہ شود کور و کر از تو مستوی
کہ فسوں غیب را ماولیستی
بر جہد چوں شیر صید آردہ
نہ ز گل مرغاں کنی اے خوبرو

عیسیٰ مریم بلو ہے می گریخت
آں یکے در پے دوید و گفت خیر
با شتاب و آہنجان می تافت جفت
ایکدو میدان در پے عیسے براند
اگر پے مرضات حق بیک لحظہ نیست
از کہ ایں سوی گریزی لے کریم
گفت از اجمت گریز انم برو
گفت آخر آں سیما نے توئی
گفت ارے گفت تو آن نیستی
اچوں بخوانی آں فسوں بر مردہ
گفت ارے آن منم گفت کہ تو

بردمی بروے سبک تا جاں شود
گفت آری گفت پس برو چاک
با چنین بُرهاں کہ باشد در جہاں
گفت عیسی کہ بذات پاک حق
حرمت ذات و صفات پاک او
کاں فسوں واسم عظم اکہ من
برکہ سنگین بخواندم شد شکاف
برتن مردہ بخواندم گشت مے
خواندم اورا برمل احمق برود
سنگ خارا گشت وزاں خوبتر گشت
گفت حکمت چیست کاںجا اسم حق
آن ہماں رنجست واین رنجے چرا
گفت رنجے احمقی تہر خداست
ابتلا رنجے ست کاں رحم آورد
انچہ طغ اوست مہراو کردہ ست
ز احمقاں بگر نیز چوں عیسی گریخت
بر سر آرد زخم رنجے احمقے

در ہوا اندر زماں پترال شود
ہرچہ خواہی میکنی از کیست باک
کہ نہا شد مرثرا از بندرگاں
مبدع تن خالق جاں از سبق
کہ بود گردوں گریباں چاک او
برکہ و برکہ بخواندم شد حسن
خرقہ را بدرید بر خود تا بنا ف
بر سر لاشے بخواندم گشت شے
صد ہزاراں بار و در مانے نشد
ریگ شد کز وے نہر وید پیچ گشت
سود کرانجا نبود اورا سبق
اونشد اورا واین را شد دوا
رنج کوری نیست تہر آل بتلاست
احمقے رنجیست کاں زخم آورد
چارہ بروے نیار و برد دست
صحبت احمق بے خونہا بریخت
رحم نبود چارہ جوی آن شقے

اندک اندک برادر دود ہوا
آں گریز عیسوی نریم بود
زمہریرا پر کند آفاق را

ایں چنین دزد دہم احمق از شما
ایں ست و آں پے تعلیم بود
چہ غم آں خورشید با اشراق را

ایک مرتبہ عیسی علیہ السلام ایک پہاڑ پر یوں دوڑے جارہے تھے کہ اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی شیر انکو مار ڈالنا چاہتا ہو یہ حالت دیکھ کر ایک مخلص پیچھے دوڑا اور کہا حضور خیر تو ہے آپ کیوں اڑے جا رہے ہیں آپکے پیچھے تو کوئی بھی نہیں پھر کیا خوف ہے مگر وہ اسقدر تیز جارہے تھے کہ جلدی کے سبب اُسکو جواب بھی نہ دیا کچھ دور تو وہ اُن کے پیچھے دوڑا مگر جب تنک گیا تو بہت اصرار کیا تمہا سے حضرت عیسی علیہ السلام کو آواز میں دینی شروع کیں اور بھرانا چاہا اور کہا کہ خدا کیلئے ذرا ٹہر جائے مجھے آپکے بھاگنے کے متعلق ایک شبہ ہو گیا ہے اسکو حل فرماتے جائے جب وہ ٹھہری تو اُس نے دریافت کیا کہ آپ کس سے بھاگتے ہیں نہ آپکے پیچھے کوئی شیر آ رہا ہے نہ کسی دشمن کا خطرہ ہے آپ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر میں احمق سے بھاگ رہا ہوں اور اس سے اپنے کو چھڑانا چاہتا ہوں تو جا اپنا کام کر اور مجھے مت روک اُس نے عرض کیا کہ کیا آپ یہ ہی عیسے نہیں جو اندھے بیروں کو اچھا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اُس نے سوال کیا کہ کیا آپ وہی نہیں ہیں جو افسوس غیب یعنی اسم اعظم اپنے پاس رکھتے ہیں جسکی یہ صفت ہو کہ جب آپ اُسکو کسی مردہ پر پڑ بکرم کرتے ہیں تو وہ یوں مستعدی کیساتھ اُٹھتا ہے جیسے شیر کے پاس نسلکار لایا گیا ہو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اُس نے دریافت کیا کہ کیا آپ مٹی سے جانور نہیں بنا دیتے اور کیا ایسا نہیں ہوتا کہ آپ ایک گستہ سے بھونک مارتے ہیں تو وہ جاندار ہو جاتا اور فوراً ہوا میں اُڑ جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا ہی کرتا ہوں اور ایسا ہوتا ہے اس پر اس نے متحیر ہو کر پوچھا کہ جب آپ کی یہ شان ہے کہ جو آپ چاہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے تو پھر آپ کو کس کا ڈر ہے اور باوجود

ان معجزات باہرہ کے پھر کون ایسا ہو جو آپ کا خادم نہ ہوگا اور اُس سے آپ کو تضرع کا اندیشہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ قسم جو اُس ذات پاک کی جو جسم و جان کو ابتدا ہی سے پیدا کرنا ہوا اور اُسکی ذات و صفات پاک کی قسم جس کا فلک سا عظیم القدر جسم عاشق و مطیع ہے کہ میں نے اُس افسوس اُس اسم اعظم کو جسکی میں اندھے اور بیروں پر پڑتا ہوں تو وہ اچھے ہو جاتے ہیں اور پہاڑ پر پڑ کر کھردم کرتا ہوں تو پہٹ جاتا ہوا اور ناف تک گریہاں چاک ہو جاتا ہے یعنی مرا سحر ہو جاتا ہے اور مردہ پر پڑتا ہوں تو زندہ ہو جاتا ہوا اور لاشے پر پڑتا ہوں تو شے ہو جاتی ہے۔ احمق کے دل پر نہایت شفقت کیسا تھا لاکھوں مرتبہ پڑا مگر وہ اچھا نہ ہوا بلکہ اور پتھر ہو گیا۔ اور وہ عادت اُسکی نہ گئی اور ایسا ہو گیا جیسے ریت کہ قابلِ زراعت ہی نہیں اس پر اُس نے یہ سوال کیا کہ آخر اس میں کیا حرکت ہے کہ اسم اعظم نے وہاں کام دیا اور یہاں کچھ کام نہ دیا حالانکہ وہ بھی مرض ہیں اور یہ بھی مرض ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اُن کیلئے تو وہ دوا ہو گیا مگر اس مرض کیلئے نہ وہ دوا ہو سکا آپ نے فرمایا کہ دواؤں قسم کے مرضوں میں فرق ہے۔ مرض حماقت اثرِ قہرِ خدا ہے اور اندباہن وغیرہ اعراضِ قہر خدا کا اثر نہیں ہیں بلکہ وہ ایک قسم کا ابتلائے حق سبحانہ ہے اور ابتلاؤں کا مرض ہے جو جیسے رحم آتا ہے اور احمق وہ مرض ہے کہ اس سے تکلیف ہوتی ہے اور غصہ آتا ہے اور اسکی وجہ سے خوب زرا دینے کو جی چاہتا ہے اور داغِ حماقت حق سبحانہ کی قائم کی ہوئی مہر ہے جسکو کوئی تدبیر نہیں توڑ سکتی جب یہ قصہ سن چکے تو اس سے عبرت پکڑو اور احمقوں سے تم بھی یوں ہی بھاگو جس طرح عیسیٰ علیہ السلام بھاگے تھے۔ کیونکہ احمق کی صحبت بہت خون کرتی ہے اور بہت سے لوگوں کو موت روحانی میں پھنسا دیتی ہے لہذا مرض احمق خود معالج کو نقصان پہونچاتا ہوا اسلئے اس شقی کا علاج کرنا نہ ہم نہیں ہے بلکہ خود اپنے اوپر ظلم ہے کیونکہ خطر ہے کہ ہوا تھوڑا تھوڑا باقی اُڑاتی ہے جو محسوس بھی نہیں ہو سکتا اور آخر میں وہ باقی بالکل خشک ہو جاتا ہے یوں ہی احمق بھی تمہارے صفاتِ حمیدہ کو نامعلوم طریقہ سے خدا کرتا رہتا ہے۔ پس تم کو اس سے بچنا چاہئے لیکن تم کو اس مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا اپنے خون سے نہیں تھا کیونکہ وہ

تو مسہم تھے بلکہ وہ بھانڈا دوسروں کو علیٰ تعلیم تھی مثلاً اگر کڑکے کی سردی تمام عالم میں پھیل جائے تو آفتاب کو اس سے کیا خطرہ۔ پس یہی حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی کہ اگر تمام عالم احمق ہو جاتا تب بھی اُنکو ضرر نہ تھا۔

شرح شبیری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احمقوں ہی پہاڑ پر بھاگنا اور

ایک شخص کا اُن کے پیچھے جانا اور اُن سے سوال کرنا

عیسیٰ مریم کو بہی گریخت شیر کوئی خون اور خوش بخت
یعنی عیسیٰ مریم علیہما السلام ایک پہاڑ کی طرف (ایسے) بھاگ رہے تھے گویا کہ کوئی شیر
اُنکا خون رخت کرنا چاہتا یعنی ایسے بھاگ رہے تھے کہ جیسے کوئی درندہ آتا ہوا کوئی
شخص اُسے خوف سے بھاگے۔

اُن کے درپے دوید و گفت خیر در پست کس نیست چگری چو طیر
یعنی ایک شخص اُن کے پیچھے دوڑا اور کہا کہ خیر تو ہے آپ کے پیچھے تو کوئی نہیں ہے آپ
پرندہ کی طرح کیوں بھاگ رہے ہیں مطلب یہ کہ ایسے اڑے ہوئے کیوں جا رہے ہو کوئی
دشمن وغیرہ بھی تعاقب میں نہیں۔

باشتاب و آنچمن یافت خفت کز شتاب خود جواب نہ گفت

یعنی جلدی کیساتھ وہ ایسا تیز بھاگ رہے تھے کہ اپنی جلدی کی وجہ سے اُسکو جواب بھی نہ دیا
یکدم میدان درپے عیسیٰ براند پس بجد و جہد عیسیٰ بلاخواند
یعنی ایک دو میدان تک تو اُس نے چلنے کے پیچھے چلایا مگر جہد و جہد سے اُس نے جیسے

کڑپے عرضت حق کی عظمت است کہ مراند اگر زیر شکست است

یعنی کہ خدا کی عظمت سے ایک گہری کیلے کہڑے رہے کہ مجھے آپ کے بھاگنے میں ایک شک ہے

(وہ یہ کہ)

از کہ ایں سومی گریزی اے کیلم نے بہت شیر نہ خوف خیم ویم
یعنی اے کیلم آپ اس طرف کس سے بہاگ ہے ہیں آپ کے پیچھے نہ شیر ہے اور خوف
دشمن ہے اور نہ کوئی اور خوف ہے۔

گفت از احمق گریز انم برو می رہا نم خلیش را بندم مشو
یعنی آپ نے فرمایا کہ میں احمق سے گریزاں ہوں تو جاوہ میں اپنے کو (احمق سے) چہر آتا ہوں تو
میری روک مت جو۔

گفت آخر آں سیما نہ توئی کہ شود کہ رو کر از تو مستوی
یعنی اُس سائل نے کہا کہ آخر کیا آپ وہی سیما نہیں ہیں کہ آپ سے اندر سے بہرے سب
تندرست ہوتے ہیں مطلب یہ کہ جب آپ ایسے ہیں تو آپ کو احمق کیا گزیدہ ہو چکا سکتا ہے
گفت آری۔ گفت اُس شہیستی کہ فسوں غیب را ماویستی
یعنی عیسیٰ نے کہا کہ ہاں (میں وہی سیما ہوں) تو اُس سائل نے کہا کہ کیا آپ وہ بادشاہ
نہیں ہیں جو کہ غیب کی باتوں کے ماوی اور ٹھکانہ ہیں۔

چول بخولق آں فسوں بر مردہ بر جہد چول شہید صید آردہ
یعنی جب اُس فسوں کو تم کسی مردہ پر پڑو دو تو وہ شکاری شہید کی طرح کو دے۔
گفت آئے آن منم گفت کہ تو نے زگل مرغان گنی ای خوبرو
یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں تو اُس نے کہا کہ اے خوب رو کیا آپ وہ نہیں ہیں جو
مٹی سے جانور بنا دیتے ہیں۔

بر دمی بروی سبک تا جان شود در ہوا اندر زماں پڑاں شود
یعنی اُسپر آہستہ سے پھونکتے ہوں یہاں تک کہ وہ جان ہو جاتا ہے اور اُسی وقت جو ایں
اُڑنے لگتا ہے۔

گفت آری گفت بں روح پاک ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک
یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ ہاں تو اُس نے کہا کہ اے روح پاک آپ جو چاہیں کریں پھر ڈر نہ کھاؤ

باچنیں بُرہاں کہ باشد و جہاں کہ نباشد مر تر از بندگان
 یعنی با وجود اس قدر دلائل کے دنیا میں کون ہوگا جو کہ آپ کے غلاموں میں سے نہ ہوگا
 گفت عیسیٰ کہ بذات پاک حق مبدع تن خالق جاں در سبق
 یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ حق کی ذات پاک کی قسم ہے جو کہ بدن کا بنایا والا اور ازل میں خالق جان ہے
 حرمت ذات و صفات پاک کہ بود گردوں گریہاں چاک او
 یعنی اُسکی ذات پاک اور صفات کی قسم جسکا کہ آسمان گریہاں چاک (عاشق) ہے
 کال فسوں و اسم اعظم را کہ من بر کر و بر کر خواندم شد حسن
 یعنی کہ اُس فسوں اور اسم اعظم کو کہ میں نے کر و کر پر پڑھا تو وہ اچھے ہو گئے۔
 بر کر سنگین بخواندم شد شگاف خرقہ را بدرید بر خود تاباناف
 یعنی سنگین پہاڑ پر پڑھا تو وہ پھٹ گیا اُس نے اپنے خرقہ کو ناف تک پہنچا لیا۔
 بر تن مردہ بخواندم گشت جو بر سر لاشے بخواندم گشت شو
 یعنی مردہ کے بدن پر پڑھا تو وہ زندہ ہو گیا اور لاشے کے اوپر پڑھا تو وہ شے ہو گئی۔
 خواندم آنرا بر دل احمق بہ وُد صد ہزاراں بار و در ماؤ نشد
 یعنی میں نے اُسکو احمق کے دل پر دوستی سے لاکھوں بار پڑھا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔
 سنگ خدا گشت و زال خوہر گشت ریگ شد گرد و نروید هیچ گشت
 یعنی پتھر بن گیا اور اس (احمق کی) خصلت سے نہ پہاڑیت ہو گیا کہ اُس میں کوئی کمی نہ رہتی
 گفت حکمت چیست کا بخاتم حق سود گردانجا نبود آن را سبق
 یعنی سائل نے کہا کہ (ا میں میں) کیا حکمت ہے کہ اُس جگہ تو اسم حق نے افق کیا اور اس
 جگہ اُسکے لئے سبق نہ ہوئی۔
 آن ہماں رنجست و این نخی چرا او نشد این را و آں را شد روا
 یعنی دو (کوری) دکری (ابھی ایک بیمار سی ہے اور یہ بھی ایک مرض ہے تو کس نے وہ اسکے لئے تو
 دوا ہو گیا اور اُسکے لئے نہ ہوا۔
 گفت رنج احمق قہر خداست رنج کوری نیست قہر آل بتلاست

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ احمقی تو خدا کا تہر ہے (نفی خدا باللہ مند) اور کوری کا مرض
تہر نہیں ہے بلکہ وہ تو ابتلاء ہے۔

ابتداء رنجبیت کان رحم آورد احمقی رنجبیت کان رحم آورد
یعنی مبتلا ہو جانا کسی مرض میں، تو ایک ایسی شے ہے کہ رحم لاتی ہے اور احمقی ایک ایسا مرض ہے
جو کہ رحم پیدا کرتا ہے۔

انچہ داغ اوست مہر او کردہ چارہ بروے نیار دہر دوت
یعنی جو کہ احمقی کا داغ ہے اسے مہر کردی ہے تو کوئی علاج سپر قدرت نہیں لاسکتا۔
میرانا فرماتے ہیں

راحمقاں گبریز چول عیسیٰ اگر خیت صحبت احمق بسو خونہا بر خیت
یعنی احمقوں سے یہاں گبریزا کہ عیسیٰ عجا گے (کیونکہ احمق کی صحبت نے بہت سونوں
خرابے کئے ہیں۔

بیر آرد ز جسم رنج احمقی رحم نبود چارہ جوئی آن شقی
یعنی احمقی کا مرض سر پر رحم لگاتا ہے اور اس بد بخت کا علاج رحم نہیں ہوتا۔
انک اندک آب را زدود ہوا دایچنیں دزد دہم احمق انشا
یعنی جیسے کہ ہوا پانی کو تھوڑا تھوڑا چراتی ہے اور اسکو ہوا احمق ہے، اسی طرح احمق تم
میں سے عقل کو چراتا ہے اور انکا کو بھی احمق بنا لیتا ہے۔

گرمیت را زدود سردی دہد ہچنناں کو زیر خود سنگے ہند
یعنی تمہاری گرمی عقل کو چراتا ہے اور سردی (احمقی) دیدیتا ہے اسی طرح گویا کہ وہ اپنے
بچے ایک بہار کہتا ہے۔

آں گریز عیسوی نذر دہم بود امین است آل از پئے تعلیم بود
یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا خوف کی وجہ سے نہیں تھا (کیونکہ) وہ تو بخوف تھے بلکہ تعلیم
کیواسطے تھا اگر انکو بتانا تھا کہ احمق سے اس طرح الگ رہا کرو، آگے اسکی ایک مثال ہے کہ
زمہ ریا پر کند آفاق را چہ غم آن خورشید با شراق را

یعنی جائز اگر تمام عالم کو سردی سے بہرہ دے تو اس روشن آفتاب کو کیا غم (بیس اسی طرح) محمول
سے عیسیٰ علیہ السلام کو کیا غم جیسے سردی سے علاوہ آفتاب کے اور اشیاء متاثر ہوتی ہیں
بیس اسی طرح احق کی حماقت سے بھی اور لوگ ہی متاثر ہوتے ہیں (آگے اسکی وجہ بتاتے
ہیں کہ -

ہرگز اگر می بود از نور حق او چہ غم دارد و سردیسا بولین
یعنی جسے پاس کہ نور حق کی گری ہو اسکو کسی سردی کا کیا غم ہو (تو بیس اسی طرح حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے پاس چونکہ نور حق تھا انکو احقوں کی حماقت سے کیا خوف ہوتا) اگر اہل سبا
کی حماقت اور اس حماقت کی وجہ سے انکی بربادی کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

کز دم احق صبا شان شد و با
در فسانہ بشنوی از کو دکاں
درج در افسانہ شان بس سر و پند
گنج میجو در ہمسہ ویرانہ ہا
قدر او قدر سکرہ بیش نے
سخت زفت و تو بتو ہچوں پیاز
لیک جملہ تن و ناس شستہ رو
لیک آں جملہ سہ فام پختہ خوار
اگر ہزار است با شد نیم تن

یادم آمد قصہ اہل سبا
آں سبا مانند شہر بس کلاں
کو دکاں افسانہ نامی آورند
ہنر لہا گویند در افسانہ ہا
بود شہرے بس عظیم و مہرے
بس عظیم و بس فراخ و بس دراز
مردم وہ شہر مجموع اندرو
اندرو نوع حنابلین بیشمار
جاں نا کردہ بحساناں تا ختن

آں یکے بس دو روٹین و دیدہ کوید
و آں دگر بس تیز گوش و سخت کر
واں دگر عیور و برہنہ لاشہ تاز
اگفت کور اینک گروہ میرسند
اگفت کراے شنیدم بانگ شاں
آں برہنہ گفت ترساں زان منم
اکوگفت اینک بہ نزدیک آمدند
کرہمی گوید کہ آری مشغلہ
آں برہنہ گفت آدہ دامنم
شہر را ہشتن بیرول آمدند
اندر اں دہ مرغ فرہ یافتند
کور دید و آں کراوازش شنید
مرغ مردہ خشک در زخم کلاغ
پس طالب کردند دیگے یافتند
بر سر آتش نہادند آں ستن
آتشش کردند چند اں و سپہ
ز اں ہی خوردند چوں از صید شیر

از سلیمان کور و دیدہ پائے مور
گنج و در زدن نیست یکچو سنگ زر
ایک دامنہائے جامہ از دراز
من ہی بینم کہ چہ قوم اند و چند
کہ چہ سیکو بند پیدا و نہاں
کہ بہرند از ہزار می دامنم
خنیز بگریم و پیش از زخم و بند
می شود نزدیک تر یاراں ہلہ
از طمع بر نرد من نا ایمنم
در بہر بہت درد بے اندر شدند
ایک دزدہ گوشت بروی نثرند
عور گرفت و بدامن در کشید
استخوانہا زار گشتہ چوں نباغ
بے سرو بے بن سبک لشتا افتند
مرغ فرہ را بدیگ انداز فن
کاستخوان شد پختہ لختش پیخہ
بر یکے از خوردنش چوں ہلہ سیرا

| | |
|-------------------------------|---------------------------------|
| چوں سپیل بس ہرگز نہ شدند | بر سرہ زان خوردند و بس فرہ شدند |
| در نہ گنجیدے ز رفتی در جہاں | آنچنان کہ فرہی ہر یک جواں |
| از شکاف در برون جستند لغت | با چنین گزنی ہفت اندام رفت |
| در نظر ناید کہ آں بیجا ہی است | راہر گ خلق ناپیدا ہے است |
| زین شکاف در کہ ہست آن مخفی | نک پیاپے کار و انہما مقتضی |
| سخت ناپیدا در چندین ز فاف | بر درار جوی نیابی آں شکاف |

جسکے لکھو ذکر حماقت تک چھوچی تو مجھے اہل سب کا قلعہ یاد آگیا کہ انکی احمقانہ گفتگو سے اُن کا شہر سببا و باہو گیا تھا قبل اسکے کہ ہم اُن کا قلعہ بیان کوں اولانکے شہر کی حالت بیان کرتے ہیں ان کا شہر معروف بسبا اُس بڑے شہر کے مشابہ تھا جسکا ذکر تم لکھو کی کہانیوں میں سنتے ہو۔ بچے کہانیاں کہتے ہیں مگر انکی کہانیوں میں بہت سے اسرار و نصائح موج ہوتے ہیں اور گود اپنی کہانیوں میں زلمیات بائستے ہیں مگر حکوہ تمام و دیوانوں میں خزانوں کا متلاشی رہنا چاہئے لہذا ان میں اسرار و نصائح کو ڈھونڈ رہنا چاہئے ضرور ملیں گے وہ کہانی یہ ہے کہ ایک بہت بڑا شہر تھا مگر مقدار میں سکورد سے زیادہ نہ تھا وہ بہت بڑا اور بہت لمبا چوڑا تھا اور بہت گنجان اور پیاز کے چمکوں کی طرح اور پتلے بسا ہوا تھا اور آدمیوں کی یہ کثرت کہ دشمنوں کے آدمی اسیں مجتمع تھے لیکن کشتی میں صرف تین نفوس تھے اور اُسکے اندر مختلف قسم کی مخلوق تھی ایک سب کو شمار کیجئے تو تین بیہودے اور پکلی پکالی کے کہانیاں والے تھے اب مولانا برسیل اعتبار فرماتے ہیں کہ اگر ہزاروں آدمی ہوں اور انکی جان طالب حق ہو تو فی الحقیقت وہ آدمی کے برابر ہی نہیں یہ جملہ مجترضہ بیان فرما کر بچہ قصہ شہر دہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک تو اُن میں تیز نظر اور انداز تھا

تو انہماک جمع رقمہ بر وزن نلہ بمعنی زمرہ و گروہ کذا فی التاموس ۱۲۸

جو کہ سلیمان یعنی دیکھنے کے لائق چیز کو دیکھتا تھا اور جو غنی بچا پاؤں یعنی نہ دیکھنے کے لائق چیزیں دیکھتا تھا دوسرا بہت سننے والا اور بہرہ والا تھا اسلئے کہ یا کہ وہ ایک خزانہ تھا جس میں جو بہار بھی سونا نہ تھا تیسرا رنگا اور مرہل ٹوٹو ڈرانے والا تھا لیکن دامن اس کے بہت بڑے بڑے تھے ان میں جو اند با تھا اُسے کہا کہ کچھ لوگ آرہے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ کون لوگ میں اور کہتے ہیں اور جو بہرہ تھا اُسے کہا کہ میں انکی آواز سنستا ہوں کہ وہ زور زور اور چپکے چپکے کیا باتیں کرتے ہیں اور جو رنگا تھا اُسے کہا کہ مجھے اسکا خطرہ ہے کہ یہ میرا دامن دھار نہ کاٹ لیں اندھے نے کہا لو وہ تو قریب ہی آگئے ارے اٹھو اور بھاگو ایسا نہ کہ لوگ ہمیں نہ رہو بچائیں اور قید کر لیں۔ بہرے نے کہا کہ ارے ہاں انکی آواز تو نزدیک ہوتی جانی ہے یار وہ ہوشیار ہو جاؤ۔ رنگے نے کہا بہت ٹھیک ہے یہ لوگ حرص سے میرا دامن کاٹنا چاہتے ہیں اور مجھے انکی طرف سے ہٹنا ہے تم ضرور بہاگو غرض کہ وہ یہاں گئے اور شہر کو چھوڑ کر باہر نکلے اور بھاگتے بھاگتے ایک گانوں میں پھونچے۔ اس گانوں میں انکو ایک بہت موٹا تازہ مرغ ملا لیکن وہ بہت ہی ڈبلا تھا اور اُس میں نہ برابر گشت نہ تھا اندھے نے اُسے دیکھا بہرے نے اُسکی آواز سنی اور رنگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا۔ مرغ مر رہا اور سو کہا ہوا تھا اور کووں کی چونچوں سے ہڈیاں بھی سو کہنہر سوت کے تاروں کی مانند ہو گئی تھیں اُسکے بعد انہوں نے ہانڈی تلاش کی تو ایک ہانڈی ملی جسکے سر تھا نہ پینڈی وہ جلدی سے دوڑے اور اُسے لے لیا اور فدا ہانڈی کو جو ہلے پر رکھ دیا اور اُس موٹے تازہ مرغ کو اُس میں اپنی پیشیاری سے کہہ دیا آگ اُسکے پیچھے اتنی جالائی کہ ہڈیاں کل گئیں اور گوشت کیا آج بھی نہ لگی اُسکے بعد انہوں نے اُسکو کہا یا جطر شیر شکار کو کہا تاہم اہاں کو کہا کہ ہر ایک ہاتھی کی طرح گھن ہو گیا اور اُسکو کہا کہ تینوں خوب موٹے تازے ہو گئے اور ایسے معنوم ہوتے تھے جیسے تین بڑے موتے تازے ہاتھی بلکہ اتنے موٹے ہوئے کہ ایک ایک ان میں عالم میں نہ سماتا تھا لیکن باوجود اسقدر فرہ اور عظیم الجثہ ہونے کے کواری درزیت سے فوراً تنکھاتے تھے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسمیں اشارہ ہے اس طرف کہ راہ موت ایک غیر محسوس راستہ ہے اور اپنی مقامی نہ ہونے کے سبب

دکھلائی بھی نہیں دیتا۔ لیکن مخلوق باوجودیکہ اتنی موٹی تازی ہے کہ اُسیں کا ہر ایک فرد عالم میں نہیں سماتا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ سارا عالم میرا ہو اور اگر اُس سے بھی زیادہ ہو تو وہ بھی میں ہی لیلوں گراؤں گے اس مخفی شکاف در سے یکے بعد دیگرے قافلے کے قافلے نکلنے چلے جا رہے ہیں اس دروازہ کا اسقدر باریک اور غیر محسوس شکاف ہے کہ اگر تم تلاش بھی کرو تو بھی دکھلائی: دے گرا یا انہم اسیں کو اتنی جماعتیں کشید نکل رہی ہیں مولانا نے یہاں تک کہا ہے اور ضمناً اُسکے بعض حقائق بیان کر دئے آگے اُسکی شجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

شرح شبیری

قصہ اہل سبا کا اور انکی حماقت کا اور انکے اندر انبیاء کی پند و نصیحت کا موثر نہ ہونا

یاد آمد قصہ اہل سبا کز دم احمق صبا شاں شد وبا
یعنی مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آیا کہ دم احمق کی جیسے انکو صبا و باجو گئی تھی مطلب یہ کہ انکے جو افعال احمق کے تھے اُسکی جیسے وہ عیش و عشرت اُنکے لئے دیا ہو گئی۔

اہل سبا مانند لشہرے بس کلاں در فسانہ بشنوی از کود کاں
یعنی وہ سبا ایک (اُس) لشہر کی مشابہ ہے (جو کہ) بہت بڑا تھا اور کہانی میں تم بچوں سے سنو گے۔ مولانا کے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے کہ بچوں میں ایک کہانی مشہور تھی جسکو مولانا آگے خود بیان فرما دینگے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ بچے بیان کیا کرتے تھے کہ ایک بہت بڑا لشہر تھا لیکن اتنا ایک کوزہ کی برابر اور اس میں بہت بڑی آبادی تھی مگر تھے صرف تین ہی آدمی۔ ان میں سے ایک بہر ا تھا مگر ستنا خوب تھا ایک اندھا تھا اور دیکھتا خوب تھا اور ایک بڑبڑہ تھا تا کہ اُسکے دامن بڑے لمبے لمبے تھے تو یہ ایک اجتماع ضدین معلوم ہوتا ہے مولانا اسکی حقیقت بیان فرما دینگے کہ اُنکے اندر دنیا کی اُنکھ تھی۔ دنیا ہی کیلئے کان تھے دنیا ہی کیلئے لباس تھا۔ دین اور خدا کیلئے چونکہ کچھ نہ تھا لہذا گویا کہ نفع دہم تھا تو مثلاً

دہ اندر عادیں سے اندر با تھا اور تیز ہیں معاملات دنیاوی میں تھا۔ علی ہذا ان میں صورت تو تھی مگر
معنی نہ تھے۔ اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ اہل سباسبھی اسی شہر کے مطابق تھے کہ صورت تو بہت
ہی عمدہ مگر معنی خاک بھی نہیں اور دین کے نام اُنکے اندر کچھ بھی نہیں تھا کہ مولانا اقصیٰ
مشہور کہ بعد دو تین شعروں کے بیان کرینگے اُسکے بعد اسکی شرح فرماویں گے اور اس کو
نتیجہ نکالیں گے ورنہ یہی مضمون ہر باب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کو دکھاں افسانہ بامی آوردند در افسانہ شالیں سر و پند
یعنی بچے بہت سو افسانے بیان کہتے ہیں اور اُنکے افسانوں میں بہت سو اسرار اور فصاحت
درج ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ان کہانیوں کو بھی بیکار دست سجدہ بلکہ ان سے بھی نتیجہ نکال لو
کہ ان میں بھی معنی ہوتے ہیں یہ فضل نہیں ہوتے جیسا کہ دیکھو بچوں کی اس کہانی کو
نتیجہ نکل آیا۔

ہزار ہا گوشت در افسانہ ہا گنج میگو در ہمسہ ویرانہ ہا
یعنی یہ لوگ کہانیوں میں ہزار کہتے ہیں تو ہم تمام دیرالوں میں خزانہ کو تلاش کر رہے ہیں۔ اب
آگے اُس قصہ مشہور کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بوڑھ ہر کس عظیم و مہ لے قدرا و جوں قدر سکڑہ بیش نے
یعنی ایک شہر عظیم الشان تھا لیکن اُسکی قدرا یک کبرو سے زائد نہ تھی۔
بہ عظیم و بس فراخ و بس دلاور سخت زلفت و زلفت اندازہ پیاز
یعنی بہت بڑا اور بہت فراخ اور بہت ہزار اور بہت ہی عظیم الشان اور بہت ہی ایک پیاز کے۔
مردم وہ مشہور مجموعہ اندرو ایک جملہ سہ تن ناشستہ رو
یعنی آدمی گاؤں اور شہر کے اُس میں جمع تھے لیکن سارے تین تین تھے اور (وہ بھی)
ناشتہ رو تھے۔ مطلب یہ کہ اُس شہر کے اندر آدمی گاؤں اور شہر کے موجود تھے مگر نہ سارے
تین تین قسم کے آدمی تھے۔

اندر و نواع خلائی بے شمار ایک آن جملہ سرہ خام بختہ کار
یعنی اُسکے اندر نواع خلائی بیشمار تھی لیکن دو سارے تین خام بختہ ہمارے تھے یعنی باوجودیکہ نواع

خلایق بیشمار تھی لیکن بھر بھی یہ تین کم بہت ہی تھے۔

جاں ناکہ درہ بجاناں تاختن گریہ ہزار نست باشد نیم تن
یعنی جان کو جانان کیساتھ تافتہ نہ کئے ہوئے تو اگر ہزار ہوں تو وہ نیم تن ہے مطلب یہ کہ
جسکو خدا سے تعلق نہ ہو وہ اگر ہزار بھی ہوں تو حقیقت کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں ہیں اسی
طرح اگرچہ اسٹیشن میں لاکھوں رہتے تھے مگر کچھ بھی نہ تھے اسلئے کہ خدا سے انکو تعلق نہ تھا
اور وہ لاکھوں ایسے تھے جیسے کہ عورت تین آدمی ہوں۔

آں کچھ بس دور میں دیدہ کور از سلیمان کور و دیدہ پاٹھور
یعنی وہ ایک بہت دور میں اور دیدہ کور (یعنی سلیمان سے کور اور پاٹھور کو دیکھو ہوئے۔
مطلب یہ کہ دنیا میں دور میں تھا مگر دین کے اعتبار سے اندھا تھا۔
آں دگر بس تیز گوش و سخت کمر کنج و در و نیست کچھ سنگ زر

یعنی بیچ دوسرا بہت تیز گوش اور بہت سخت ہوا ایک خیرہ تھا اور اس کے اندر ایک
جو کی برابر روانہ تھا یعنی دنیا کے اعتبار سے تو بہت کچھ تھا مگر اصل میں دیکھو تو دین میں بہل
واں دگر عور و پرہیز لاشہ تاز لیک دامن ہاٹھو جامہ اور از
یعنی اور وہ دوسرا بھی بربنہ مفلس لیکن اس کے کپڑے کو دامن بہت دراز تھے یعنی دین کے
اعتبار سے یہ نہ تھا مگر ظاہری دامن بہت دراز تھے اب ان میں باتیں شروع ہوئیں۔

گفت کہ راہنیک گروہو میر سندن من ہی یتیم کہ چہ قوم اندوچند
یعنی اندرا بول لاکہ یہ ایک گروہ جو بچتے ہیں اور میں انکو دیکھ رہا ہوں کہ کون قوم ہے اور کتنے ہیں
گفت کہ راہے شنیدم با انگشاں کہ چہ میگویند سپید او نہاں
یعنی پہرے نے کہا کہ میں انکی آواز سن رہا ہوں ان جو کچھ کہ ظاہر ہوا پوشیدہ کچھ ہے ہیں۔
آں برہنہ گفت ترساناں منم کہ میرم از درازی دامنم
یعنی وہ بربنہ بول لاکہ میں اس سے ڈر رہا ہوں کہ میرے دامن کی لمبائی نہ لٹا لیں۔

کور گفت اینک نزدیک آمدند خیز بگریزم پیش از زخم و بند
یعنی اندر سے نے کہا کہ یہ نزدیک آگئے اٹھو ہم زخم اور بند سے پہلے بھاگ جائیں۔

کر بھی گویا کہ آئے مشغلہ می شود نزد یک تر یا رال بلہ
یعنی پہرا کھتا تھا کہ ہاں یہ مشغلہ تو لے یا رو بہت نزدیک ہوتا جاتا ہے خبر دار رہو۔
آں برہنہ گفت آوہ دامنم از طبع بر نہ و من ناایم نم
یعنی اُس برہنہ نے کہا کہ آوہ میرے دامن کو طبع کی وجہ سے کاٹ لیں گے اور میں بیخوف نہیں ہوں
شہر ہشتاد بیرون آمدند و زہریت در دب اندر شدند
یعنی انہوں نے شہر کو چھوڑ دیا اور باہر آگئے اور بجائے کی وجہ سے ایک گاؤں میں چلے گئے۔
اندراں دہ مرغ فرہ یافتند لیک درد گوشت بروی نژند
یعنی اُس گاؤں میں انہوں نے مرغ فرہ پائے لیکس اُن پر درد براہ گوشت تھا اور بہت دُبلو تھا
کور دید آں کر آدازش شنید عور گرفت و بدامن در کشید
یعنی اندب نے تو دیکھا اور اُس پہرہ نے اُسکی آواز سنی اور تنگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا
مرغ مردہ خشک در زخم کلاغ استخوانہا زار گشتہ چوں بباغ
یعنی مرغ مردہ اور زخم کلاغ میں خشک اور ہڈیاں تانگے کی طرح پتلی ہو گئی تھیں۔
پس طلب کردند دیکے یافتند بے سرو بے بن سبک بشتاقتند
یعنی پھر انہوں نے تلاش کیا تو ایک دیگی پائی بے سرو اور بے تلی کے تو تیز دوڑے۔
بر سر آتش نہاد آں ستن مرغ فرہ را بیدگ اندر زفن
یعنی اُن تینوں نے اُس مرغ فرہ کو دیگی میں آگ پر فن سے رکھ دیا۔
آتشش کردند چند اداں پسر کا استخوان ش پختہ خمش بخیر
یعنی لے صاحبزادی کو اتنی آگ کہ ہڈیاں تو پک گئیں اور اس کا لحم بے خبر تھا۔
زال ہی خوردند چو ز صید شیر بریکے از خوردنش چوں پل سیر
یعنی اُن سب اُس میں سے ایسا کہا یا جیسے کہ صید سے شیر اور ہر ایک اُسکے کہانے سے ملند
باقی کے سیر تھا۔

پہرہ زال خوردند پس فرہ شدند چوں پل سیر بزرگ مہ شدند
یعنی قبیلوں نے اُس میں سے کھایا تو مومنے ہو گئے اور بڑے عظیم الشان ہاتھی کی طرح ہو گئے۔

انچنان کز فرہی ہر یک جواں در گنجندے ز رفتی در جہاں
 یعنی ایسے (موتے ہوئے) کہ موتا پے کی وجہ سے ہر ایک جوان جہان میں نہ سما سکتا تھا۔
 باچیں گیزی و ہفت اندام رفت از شکاف دروں جہت نفست
 یعنی باوجود اتنے موتا پے اور تن عظیم کے دروازہ کی دراز میں سے جلدی سے نکل گئے۔
 مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا جو دین کے اعتبار سے کور و کراور برہنہ ہوتے ہیں اُنکی یہ حالت ہوتی
 ہے کہ جوشے ڈرنے کی نہیں ہے اُس سے خائف ہوتی ہیں جیسے کہ یہ لوگ اُس لشکر سے
 ڈرے تھے اور کہا تھا کہ کہیں کوئی دامن نہ کاٹ لے وغیرہ وغیرہ۔ پھر جب اہل دنیا ضرر
 سے بچنے کیلئے طع نفع میں پڑتے ہیں تو پکا ہر میں تو اُنکو نفع ہوتا ہے اور وہ اُسکو نفع خیل کرتے
 ہیں مگر حقیقت میں وہ نفع ہی نہیں ہوتا جیسا کہ اُنکو مرغ لے مگر کمر در اور بے گوشت کو پھر
 جواہل دنیا اس نفع سے متنفع ہوتی ہیں تو وہ یہی صرف صورت ہوتی ہے واقع میں کچھ بھی
 نہیں ہوتا جیسے کہ ان لوگوں نے اپنے زعم میں کھالیا مگر اہل میں وہ کچھ بھی نہ تھا پھر اہل دنیا
 اپنے زعم میں بہت عظیم الشان ہو جاتے ہیں جیسے کہ یہ لوگ کہا کر خوب موتے ہوئے تھے
 مگر موت کے ایک ذرا سے دراز میں سے نکلتے ہیں اُنکے یہی شرع خود فرماتے ہیں کہ
 راہ مرگ خلق ناپیدا رہے است در نظر ناید کہ آل بیچار ہواست
 یعنی مخلوق کی موت کی راہ ایک ناپیدا راہ ہے کہ نظر میں نہیں آتی اسلئے کہ بیچارہ ہے۔ یعنی
 موت کا راستہ ایک ایسا پوشیدہ اور ذرا سا ہے کہ آج تک کسی کو نظر نہیں آیا۔
 نک بیابا پے کار و انہا متقی زیں شکاف در کہ ہست آن مخفی
 یعنی یہ آگے پیچھے قافلے آئیوا لے جانوا لے اس شکاف در سے (جا رہے ہیں) جو کہ مخفی ہے
 بر درار جوی نیابی آن شکاف سخت ناپیدا در چندیں زفاف
 یعنی اگر دروازہ پھر کر تلاش کرو تو شکاف نہ پاؤ گے اور وہ سخت ناپیدا ہے اور اس میں
 اس قدر دھڑ دھوپ ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

انصیا و الحق حسام الدین عیال
 اے سپر ہر مختصر افسانہ نیست
 کرا مل را داں کہ مرگ ما شنید
 حرص نابیناست بیند موہمو
 عیب خود یک ذرہ چشم کوراو
 عور می ترسد کہ دامانش بر بند
 مرد دنیا مفلست او ترسناک
 او بر نہ آمد و غریاں رود
 وقت مرگش کہ بود صد لوحہ پیش
 آن ماں داند غنی کش نیست زیر
 چوں کنار کو دے پہلا ز سفال
 گریستانی پارہ گریاں شود
 چوں نباشد طفل را دانش دثار
 مخمشم چوں عاریت را ملک دید
 خواب می بیند کہ اورا ہست مال
 چوں ز خواش بر کشا بند گوش کش
 ہچنین ترسانی این عالماں

باز باید گفت شرح این بیال
 آشنار اروسے در بیگانہ نیست
 مرگ خود نہ شنید و نقل خود دند
 عیب خلقاں و بگوید فاشاں و
 می نہ بیند گر چہ ہست او عیب جو
 دامن مرد بر بہنہ کے درند
 ہیج اورا نیست و از دزدانش باک
 وز غم دزدش جگر خوں می شود
 خندہ آید جانش رازیں ترخوش
 ہم ذکی داند کہ بوداوبے ہنر
 کو براں لرزاں بود چوں رب مال
 پارہ گر بازش دہی خنداں بود
 گر یہ و خندش ندارد اعتبار
 پس براں مال دروغیں می طہید
 ترسد از دزدے کہ بر باید جوال
 پس ز ترس خویش تسخر آیدش
 کہ بود شاں عقل و علم این جہاں

از پے این عاقلان ذوقنون
ہر کسے ترساں ز دزدنی کسے
گویدا کہ روزگارم می برند
گویدا ز کارم بر آوردند خلق
عورت ترساں کہ منم دامن کشاں
صد ہزاراں فضل داند در علوم
دانند او خاصیت ہر جوہرے
کہ بھی دانم تجوز و لای تجوز
ایں رواواں ناروا دانی و لیک
قیمت ہر کارمی دانی کہ حیثیت
سعد ہا و خسہا دانستہ
جاں جملہ علمہا این است و این
آں اصول دین بدانتی و لیک
از اصولیت اصول خویش بہ

گفت ایند در نبی لا یعلمون
خویشتن را علم پس دارد بے
خود نداند روزگار سود مند
غرق بیکار نیست جانش تا بخلق
چوں رہانم دامن از خپگال شاں
جاں خود را می نداند آن ظلوم
در میاں جوہر خود چوں خرے
خود ندانی تو تجوزی یا تجوز
خود روا یا ناروائی ہیں تو نیک
قیمت خود را ندانی احمقیست
ننگری سدی تو یا ناشستہ
کہ بدانی من کیم در یوم دین
بنگراں در اصل خود کو ہست نیک
کہ بدانی اصل خود اے مرد مہ

اسی ضیاء الحق حسام الدین کہانی تو ختم ہوئی اب اسکی صاف صاف شرح کرنی چاہئے اور اسکی
ضروری ضروری اسرار بیان کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہم نے محض کہانی ہونے کی حیثیت سے نہیں
بیان کیا۔ اسلئے کہ ہر محقر شے کہانی نہیں ہوتی۔ اور عارف اُسکو افسانہ ہونے کی حیثیت سے
نہیں دیکھتا بلکہ اُسکے متضمن اسرار ہونے کے لحاظ سے اُسکو دیکھتا ہے۔ شرح ہر کہانی کی یہ ہے

کہ اس میں جو بہت سنسنے والا بہرا شخص ہے وہ اہل اور امید ہے کیونکہ اہل دوسروں کی موت
 تو خوب سنتی ہے کہ آج فلاں مر گیا اور کل فلاں مارتا لیکن وہ اپنی میت کی خبر نہیں سنتی اور اس
 خیال سے اپنا منتقل ہونا نہیں دیکھتی یعنی صاحب اہل کو یہی خیال ہوتا ہے کہ میں کبھی مردوں کا
 اسی لئے وہ کبھی دنیا کے ہجر گروں سے ناخوش ہو کر موت کیلئے تیار ہو کر نہیں کرتا اور اس قصہ میں
 جو تیز نظر انداز ہے وہ حرم ہے کہ وہ سب کے عیب دیکھتی اور بیان کرتی ہے مگر باوجودیکہ
 وہ عیب بینی میں منہمک ہے اُسکی بچھڑی ہوئی آنکھ اپنا عیب ذرا نہیں دیکھتی اس قصہ
 میں ایک ننگا اپنے دامن کے کاٹے جانے سے ڈرتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ بھلا ننگے کو
 پاس دامن ہوتا ہی کہاں ہے جسے کوئی کاٹے یا پہاڑ سے اُسکی تاویل یہ ہے کہ دنیا دار
 مفلس ہے۔ اہل تو اُسکے پاس اصلی مال ہی نہیں بلکہ خیالی ہے پھر وہ خیالی بھی اُس کی
 ملک نہیں مگر وہ ڈرتا ہے کہ کہیں چوری نہ ہو جائے اور باوجودیکہ اُس کا کچھ بھی نہیں لیکن
 اسکو چوروں کا کہنکا ہے وہ تو ننگا ہی آیا تھا اور ننگا ہی چلا جاوے گا اور حالت اُسکی یہ ہے
 کہ چور کی فکر میں اس کا جگر خون ہوا جاتا ہے مرنے کے وقت جبکہ وہ اپنی تہید سستی پر ہزاروں
 آہ و فغاں کرتا ہو گا اُسکی زبان اسکے اس خوف پر منہ لگی اور کہیں گی کہ عجیب تھا جو چوری
 کے اندیشہ میں گھلا جاتا تھا۔ یہی وقت ہے جبکہ دولت مند کو معذم ہو گا کہ وہ بالکل مفلس ہے
 اور اُسکے پاس کوئی بھی نہیں اور وہی وقت ہے جبکہ وہیں یہ نہ جانے گا کہ وہ تو کچھ نہ
 جانتا تھا کیونکہ جو فنون وہ جانتا تھا وہ فنون اسوقت بیکار ہو گئے اور جو سہ کار آمد ہے
 وہ اُسکو اتنا نہ ہو گا اسلئے کہیں گا کہ ہم بڑے احمق تھے کہ کام کی باتیں نہ سیکھیں اور فضولیات
 میں مصروف رہے دنیاوی دولت مندوں کی حالت ایسی ہے جیسے کسی لڑکے نے گود
 میں ٹھیکرے پر رکھے ہوں کیونکہ جس طرح یہ لوگ اپنے مال کے ضائع ہونے سے ڈرتے
 ہیں اسی طرح اُس لڑکے کو بھی ان ٹھیکروں کے ضائع ہونے کا خوف ہوتا ہے چنانچہ اگر
 اُسکے پاس سے کوئی ٹھیکرہ ایلو تو فوراً روٹنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا رویہ لے لیا
 اور اگر ایک ٹھیکرہ اسے دیدے تو خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے روپیہ مل گیا۔ لیکن چونکہ
 لڑکے کو عقل نہیں ہوتی اسلئے نہ ٹھیکرے کے جلتے رہنے پر اُس کا رونا کوئی چیز ہے اور

نہ اس کے بچانے پر اُس کا ہنسنا کوئی شے ہے۔ بس یہی حالت دنیاوی دولت اور دولت مندوں کی ہے۔ بس ایک غلطی تو دولت مندوں کی یہ ہے کہ وہ اُسکو دولت سمجھتے ہیں۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ وہ اُس کے پاس عاریت ہے لیکن وہ اُسکو اپنی ملک سمجھتے ہیں پس چونکہ یہ لوگ اس فرضی مال کو باوجود اُس کے عاریت ہونیکے اپنی ملک سمجھتے ہیں اسی لئے اُس کے لئے بیقرار ہوتے ہیں۔ اُنکی حالت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص خواب دیکھ رہا ہو کہ میرے پاس مال ہے اور ڈر رہا ہو کہ میاں داد کوئی چور میری خورجین اڑا لیجاوے۔ لیکن جبکہ کوئی شخص اُس کا ن پرکڑ کر اُٹھا کر بٹھلا دیتا ہے تو وہ خود اپنے اوپر ہنسنا ہے اور کہتا ہے کہ میں بھی عجب چیز ہوں کہ خواہ مخواہ پریشان ہو رہا تھا۔ پس یوں ہی یہ دولت مند بھی اس وقت خواب میں اپنے کو دولت مند جانتے اور اس دولت کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں۔ لیکن جب موت انکو میدان کر گئی اُس وقت اُنکو خود اپنے اوپر ہنسی آو گئی اور جیسے دولت مندوں کی خوف کی حالت ہے وہی حالت اُن عالموں کی خوف کی ہے جو کہ علم و عقل دنیاوی رکھتے ہیں کیونکہ واقع میں یہ لوگ عقل و علم کچھ بھی نہیں رکھتے چنانچہ قرآن خود ہمارے اس دعوے کی تصدیق کرتا ہے اور وہ ایسے کھنڈہ مند عاقلوں کو جاہل بتلاتا ہے اور کہتا ہے اولئک کالانعام بلھمرا ضل وغیرہ مگر ایں ہمہ وہ اپنے کو بہت بڑا عالم جانتا ہے اور ہر شخص سے بڑا ہے کہ کہیں میرا علم نہ چر اے یعنی ضائع نہ کر دے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت برباد کرتے ہیں حالانکہ اُس کے پاس نافع وقت ہی نہیں۔ نیز وہ کہتا ہے کہ لوگ مجھے کام نہیں کرنے دیتے حالانکہ وہ خود سکر پاؤں تک بیماری میں غرق ہے یہ ایک تنگاہ جو کہتا ہے کہ میرے دامن بڑے بڑے اور زرین پر گہستے چلتے ہیں اور سوچتا ہے کہ میں کیسے اپنا دامن لوگوں کے ہاتھوں سے چبڑاؤں۔ یہ شخص اپنے کو علوم کا بہت بڑا ماہر جانتا ہے لیکن واقع میں وہ ظالم اتنا جاہل ہے کہ اُسے اپنی بھی خبر نہیں وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے لیکن اپنے جوہر کی حالت نہیں بیان کر سکتا۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں بھی نہ دلا بھی نہ جانتا ہوں لیکن اس سے کوئی کہے کہ الحق تو اپنی نسبت تو یہ جانتا ہی نہیں کہ تیو مجھ کو نہ کہلانے کا مستحق ہے یا عجیب نہ کہلانے کا یعنی تو یہ تو جانتا ہی نہیں کہ اس عقبہ سے پار ہو جائیو والا ہے یا بڑھیا کی طرح عاجز ہے

(ف) واضح ہو کہ یہ معنی تو اس وقت ہیں جبکہ نسخہ، خود ندانی تو بخوری یا عجریز ہو اور اگر نسخہ، خود ندانی تو کہ حوری یا عجریز ہو جیسا کہ حضرت مجدد الملتہ والدین غم فیض ہم نے فرمایا کہ عجریز تو یوں ہی یاد پڑتا ہے تو اس وقت معنی یہ ہو گئے کہ تو اپنی نسبت تو جانتا ہی نہیں کہ تو حیل الباطن ہے یا قبیح الباطن فتنہ) تو یہ دوسری چیزوں کی نسبت تو جانتا یا نا جانتا ہونا جانتا ہی لیکن تجھے اپنی نسبت بھی تو جانتا چاہئے کہ تو بھی رونقِ ادا حق ہے یا نہیں تو ہر مال کی قیمت تو جانتا ہے مگر افسوس کہ تجھ کو اپنی قدر و قیمت معلوم نہیں کہ اعمال اللہ تو کتنا بیش قیمت ہے ہر اور اب تو نے اپنی کیا گت بنالی ہو لہذا یہ علم تیرا علم نہیں بلکہ سراسر حماقت ہے تو دوسری اشیاء کی سعادت و نحوست سے تو خوب واقف ہے مگر تجھے اپنا علم نہیں کہ تو سحر ہی یا غس۔ حالانکہ تمام علوم کی روح تو یہ ہے کہ تو اپنی نسبت یہ جان لے کہ قیامت میں ہم کیا ہو گئے تو نے دین کے اصول تو جان لئے مگر اب تجھ کو اپنی اہل کو بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ فطرۃً اچھی ہے مگر تو نے اُسکو بگاڑ دیا ہے (یا یوں کہو کہ تم کو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسی ہے کیونکہ یہ دیکھنا عمدہ بات ہے یا یوں کہو کہ تم کو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کبھی بھی ہے یا نہیں) تمہارے اصولی ہونے سے تو یہ بہتر ہے کہ تم اپنی ذات کے اصولی ہو یعنی یہ جانو کہ تمہاری اہل کیا ہے اور اب تم کیا بن رہے ہو۔ فلاصہ یہ کہ اشخاص میں صرف طول ال اور عرض اور انحراف بال و کمال ظاہری تین چیزیں تھیں۔

شرح شبیری

لے ضیا و الحق حسام الدین ہاں باز باید گفت شرح این بیاباں

یعنی لے ضیا و الحق حسام الدین ہاں اس بیان کی شرح پھر بیان کرتی چلے گئے

لے پس ہر مختصر افسانہ نیست آشنا را روڈ و بیگانہ نیست

یعنی لے لڑکے ہر مختصر افسانہ ہی نہیں ہے اور آشنا کیلئے روبرو بیگانہ میں نہیں ہے مطلب یہ کہ ہر کہانی کو صرف کہانی ہی مت سمجھو بلکہ اُس سے نتائج نکالو گے اس قصہ کی شرح بیان فرماتے ہیں۔

شرح اُس اندھے تیز بین کی اور اُس بہرہ تیز سننے

والیکی اور اُس برہنہ دراز دامن کی

کراہل رادال کہ مرگ ماشنید مرگ خود شنید و نقل خود ندید
یعنی بہرہ اتوال کو جانو کہ وہ ہماری موت کو سنتی جو اور اپنی موت اور اپنی منتقل ہو چکی ہیں

حرمس نابینا ست بیند موبو عیب خلقال او بگوید کو بگو

یعنی حرمس نابینا ہے کہ نہ موبو مخلوق کے عیب دیکھتی ہے اور کہ چہ بگو چہ کہتی ہے

عیب خود یک ذرہ چشم کو راو می نہ بیند گرچہ ہست عیب جو

یعنی اپنے کو اسکی اندھی آنکھ ذرہ برابر بھی نہیں دیکھتی اگرچہ وہ عیب جو ہے۔

عور می ترسد کہ دامنش برند دامن مرد برہنہ کے درند

یعنی ننگے صاحب فرماتے ہیں کہ اُسکے دامن کو لے جاویں گے ارے ننگوں کے دامن کو کب

پھاڑتے ہیں مطلب یہ کہ اُسکے پاس جب دامن ہی نہیں تو کوئی پہاڑے ہی گا کیا۔ مگر

انکی ڈر کے مارے پھونک نکلی جاتی ہے۔

مرد دنیا مفلست و ترسناک بیچ اور انیست از در دانش باک

یعنی دنیا دار مفلست ہو اور (بہر) خوفناک ہو اُسکو چوروں سے کیا خوف اسلئے کہ

او برہنہ آند و عریاں رود و زخم در زخمش جگر خول میشود

یعنی وہ برہنہ آیا اور عریاں ہی جاوینگا اور چوروں کے غم سے جگر خون ہوا جاتا ہے۔

وقت مرگش کہ بود صد لوح پیش خندہ آید جانش از تیش

یعنی اُس کی موت کے وقت کہ پہلے سے سو نوے ہوتے ہیں اس کی جان کو اس

ہنہ خوف سے ہنسی آتی ہے۔

آں زماں داند غنی کس نیست ہم فم کی داند کہ بود او بے ہنر

یعنی اُس وقت غنی جان لیتا ہے کہ اُسکے پاس زر نہیں ہے اندک بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہنر

تھا۔ آگے اہل دنیا کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں کنار کو دے پُر از سفال کو بریں لرزاں بود چوں بال
یعنی بچوں کی گود کی طرح کہ وہ ٹھیکرے سے پیری ہوتی ہے اور وہ (بچہ) اسپر مال والوں کی
طرح ڈرتا ہے کہ کوئی ان ٹھیکروں کو چھانے۔

گرستانی پارہ گریاں شود پارہ گریاں شد ہی خنداں شود
یعنی اگر تم ایک ٹکڑا لیلو تو رونے لگے اور اگر پیراں ٹکڑے کو دیدو تو خوش ہو جاوے
چوں نہ باشد طفلان دانش دنار گریہ و خندش ندارد اعتبار
یعنی جبکہ بچہ کو عقل کامل نہیں ہوتی تو اس کا رونا اور ہنسنا معتبر نہیں ہے۔

مختشم چوں عاریت ملک دید پس بریں مال دروغیں می طہید
یعنی مختشم نے جب عاریت کو ملک سمجھا تو اس جھوٹے مال پر تڑپنا شروع کر دیا۔

خواب می بیند کہ او را ہست مال ترسدا ز دزدے کہ بر باد چو مال
یعنی خواب دیکھتا ہے کہ اس کا مال ہے اور چوری سے ڈرتا ہے کہ کوئی گون اچک لیگا۔
چوں زوالش می کشاند گوشش پس ز ترس خویش آتخاریدش
یعنی جب خواب آتسکو کان کہینچنے والا اٹھا دیکھا تو اسکو اپنے خوف پر ہنسی آدیگی۔

بچین ترسانے این عالماں کہ بودشاں عقل و علم این جہاں
یعنی اسی طرح ان عالموں کا خوف ہو جنکو کہ اس جہان کا عقل و علم ہوتا ہے۔

از پٹے این عاقلان ذوقنوں . گفت ایزد در بی لایعلیون

یعنی ایسی ہی عاقلان ذوقنوں کیواسطے حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں لایعلیون فرمایا ہے

ہر کسے ترساں ز دزدی کسے خوشتن را علم پندار دے

یعنی ہر شخص دوسرے کی چوری سے ڈرتا ہے اور اپنے لئے علم عظیم جانتا ہے۔

گویدا کہ روزگار می برند خود ندارد در روزگار سودمند

یعنی کہتا ہے کہ میرا وقت ضائع کرتے ہیں اور خود کوئی وقت نافع نہیں رکھتا۔

گویدا از کارم بر آوردند خلق غرق بیکاریت جانش تا بخلق

یعنی کہتا ہے کہ لوگوں نے مجھے کام سے رکھا (عالمک) اسکی جان خلق تک بیکاری میں غرق ہے،

عورتیں اس کہ منہ دامن کشاں
چوں رہا نم دامن ز چکاں شاں
یعنی تنگنا ڈرتا ہے کہ میں دامن کش ہوں تو انکے چکل سے دامن کس طرح چڑاؤں
صد ہزاراں فضل دانداز علوم
جان خود درامی نداندال ظلوم
یعنی لاکھوں فضل معلوم جانتا ہے اور وہ ظالم اپنی حقیقت کو نہیں جانتا۔

داندا و خاصیت ہر جوہرے
در میاں جوہر خود چوں خرے
یعنی ہر ذات کی خاصیت کو جانتا ہے اور اپنی ذات کے چلنے میں گدھے کی طرح ہے اور کہتا ہے۔
کہ بھی دامن یجوز و لایجوز
خود ندانی کہ تو حوری یا عجوز

یعنی کہ میں یجوز و لایجوز سب جانتا ہوں اور خود تو یہ نہیں جانتا کہ تو حور ہے یا بڑبیا۔ یعنی اپنی
تو خبر نہیں اور ساری دنیا کی خبر لیتا پھر تا ہے ایک نسخہ ہے خود ندانی تو یجوزی یا عجوزی اس کے
سننے یہ ہونگے کہ تجھے خبر نہیں کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ پر اطلاق حسن جائز ہو یا بڑبیا ہو مگر
اس میں تکلف ہے نسخہ جو متن میں لکھا گیا ہے وہ ہی بے تکلف معلوم ہوتا ہے

ایں روا و ال نار و اداتی ولیک
خود روا یا نار و اداتی میں تو نیک
یعنی یہ روا ہے اور وہ نار و اداتی اسکو تو جانتا ہے لیکن تو خود (سکھ) چلنے والا ہے یا بے چلنے
والا ہے اسکو اچھی طرح دیکھ یعنی یہ دیکھ قیامت میں تو سکھ روا ہے یا نار و اداتی اگر اس روا
نار و اداتی کو دیکھ لیا تو کام بن گیا ورنہ قسمت کو روکے گا

قیمت ہر کالہ می داتی کہ چسیت
قیمت خود را ندانی حقیقت
یعنی ہر اسباب کی قیمت کو جانتا ہے کہ کیا ہے اور اپنی قیمت کو نہیں جانتا تو احمق ہے۔
سعد ہا و خسما دانستہ
نغمہ می سعدی تو یا ناشستہ
یعنی سعد و خس کو تو تو جانتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ تو سعد ہے یا ناشستہ ہے

جاں حبلہ علمہا این است ایں
کہ بداتی من کیم در یوم دیں
یعنی تمام علوم کی جان یہی ہے یہی کہ تم یہ جان لو کہ قیامت میں تم کون ہو گے
آں اصول دیں بدانتی ولیک
بنگر اندر اصل خود کو ہست نیک
یعنی وہ اصول دین کے تو تو نے جان لئے لیکن اپنی اصل میں دیکھ کہ وہ (علم) خوب ہے

از اصولیت اصول غلیش بہ کہ بدانی اصل خود لے مردہ
یعنی اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں کہ لے مرد بزرگ تم اپنی اصل کو جاں لو۔ (تو دنیا میں
یہی ہو رہا ہے کہ اپنی حقیقت اور اصل سے تو غافل ہیں اور دوسروں کے عیب اور انکی حقانیت
کو دیکھتے پھرتے ہیں) آگے تعبیہ ان فرماتے ہیں کہ :

شرح حبیبی

| | |
|--------------------------------|------------------------------|
| اصل نشان بد بود آں اہل سبا | می ویدندے ز اصحاب لقا |
| دایشان چندین ضیاع و باغ و باغ | از چپ و از راست از بہر فتراغ |
| بسکہ می افتاد از پڑمی شمار | تنگ می شد معبرہ بر رہگذار |
| آں نثار میوہ رہ را می گرفت | از پڑمی میوہ رہر و در شگفت |
| سلہ بر سر درختستان مشاں | پڑشدے ناخواست از میوہ فشاں |
| باد آں میوہ فشاندے بیکسی | پڑشدے ز آں میوہ داہنہا بے |
| خوشہا میوزفت تا زیر آمدہ | بر سر و روے رونده می زدہ |
| مرد گلخن تاب از پڑمی زر | بستہ بودے بر میاں زریں کر |
| سگ کلیچہ کوفتے در زیر پا | تخمہ بودے گرگ صحر از لڑا |
| گشتہ این شہر دودہ از دزد و گرگ | بہ نتر سیدے ہم از گرگ سترگ |
| جامہ الیشاں گر چہ کیس شدے | آتش سوزندہ مشاں صابوں بُدے |
| در تنور انداختندے جامہ را | بعد یک ساعت شدی خوشنای صفا |

| | |
|---|--|
| <p>گر بگویم شرح نعمتہائے قوم مانع آمد از سخنہائے مہم چوں ز خد بردند ناشکری چنان سینزدہ پیغمبر آنجہ آمدند کہ ہلا نعمت فزون شد شکرگو شکر منعم واجب آمد در خرد بہن کرم بینید آن خود کس کند سر بخت شکر خواہد سجدہ شکر نعمت نعمت افزوں کند</p> | <p>کہ زیادت می شد آن یو ما فیم انبیاء بردند از فراست غیرت حق کار گریزد در زماں مگر ہاں را جملہ رہبر می شدند مرکب شکر از بخسید خیر کو ورنہ بکشاید در چشم اید کہ چنین نعمت بشکر میس کند پای بخت شکر خواہد قعدہ صد ہزار ان گل زخارے سرزند</p> |
|---|--|

جب تکواش بہر کی حالت معلوم ہو گئی تو اُس کے رہنے والوں کا تقسیم ہو۔ چونکہ ایشیہ
 سبا کے رہنے والے بد اہل تھے اور اُن کے قلوب مرغیض تھے اسلئے وہ حق میں حضرت
 (انبیاء) سے بھاگتے تھے نہ تو اجمال ہے اب اسکی تفصیل سنو۔ حق سبحانہ نے بہت سا
 ملک اور بہت سے باغ اور جنگل ہر طرف انکو عطا کئے تھے تاکہ انکو المینان قلب فیہ
 اور وہ اسکو عبادت الہی کا ذریعہ بنا دیں انکے قول و تنعم کی یہ حالت تھی کہ چونکہ سڑکیں
 پر دور ویر میوہ دار درختوں کی قطاریں تھیں اور میوے بہت بڑے گرتے تھے اسلئے رہگیروں کو
 چلنے کیلئے خالی راستہ نہ ملتا تھا میوہوں کا ستہراؤ رستہ بند کر دیتا تھا اور اجنبی مسافر
 کو میوہوں کی کثرت سے حیرت ہوتی تھی اگر کوئی شخص ٹوکرا سر پر لئے ہوئے انکے باغوں
 میں گذرتا تو بلا اسکے خواہش کے میوہوں کی گرنے سے ٹوکرا بہر جا تا تھا بدو ان اسکے
 کہ کوئی شخص ان درختوں کو حرکت دے خود ہوا انکو حرکت دیتی تھی اور بہت سے دامن میوہوں

سے بہر جاتے تھے بڑے بڑے خوشے پیچھے لٹکے ہوئے تھے جو چلنے والے کے منہ سے مس کرتے تھے
 سونے کی کثرت سے بہرہ مند بننے کی یہ حالت تھی کہ مکر میں سونے کو پٹکا ہاندہ کر بہاڑ چھوٹا تھا
 آئین کی یہ حالت تھی کہ کچھونکو پاؤں میں روندتے اور منہ نہ لگاتے تھے۔ بہیڑیوں کی خوراک
 کی یہ حالت تھی کہ زیادہ کھانے سے اکثر بدبغی میں مبتلا رہتے تھے چونکہ کثرت و دولت
 سے استغنا، بڑا ہوا تھا اسلئے اہل شہر کو نہ چور کا ہنسا تھا نہ بہیڑیے کا اور چونکہ بہیڑیے
 اپنی شکم سیری کی وجہ سے بکریوں کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اسلئے بکریوں کو بھی بہیڑیوں
 کا خطرہ نہ تھا ان لوگوں کا اگر کچرا میلایا جاتا تھا تو وہ آگ جیگا کام جڑانا ہے اُنکے لئے خواہ
 بہت خیر استدرجی یا بہ سبب بہرہ مندی انکو صاحب کو کام دیتی تھی یعنی تھیری دیر کیلئے وہ
 اُسے تنور میں ڈال دیتے تھے اور اسکا میل کھیل ہلکے کچرا نہایت صاف نکل آتا تھا۔ غرض اُنکو بید
 تمول اور بے انتہاء انعم حاصل تھا۔ میں کہنا تنگ بیان کروں اسلئے کہ اگر میں ان کی نعمتوں
 کی تفصیل کروں جو یونانیہ مآثر قی پذیر تھیں تو وہ مجھے ضروری باتوں سے مانع ہو جاؤ گی
 لہذا اسی قدر پالنگفار کے اصل مقصد بیان کرتا ہوں۔ سنو انبیاء کو حکم ہوا کہ جس بات
 کا تم کو حکم ہوا ہے اسکو بجا لاؤ اور انہوں نے اسکی تعمیل کی یعنی اہل سبائی تبلیغ پر آمادہ
 ہوئے (یا یوں کہو کہ انبیاء ان کے پاس حق سبحانہ کا یہ حکم لگئے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ)
 کیونکہ جب باوجود ان نعمتوں کے ان کی ناشکری حد سے بڑی تو غیرت حق نے اپنا کام
 کیا اور انکی اصلاح کیلئے انبیاء کو بھیجا چنانچہ اس مقام پر تیردنی متاقبا یا جمعا آئے
 اور انکی رہبری کی اور فرمایا کہ دیکھو لوگو نعمت حق سبحانہ بہت بڑی گئی ہے اب اسکا شکر بھی
 ادا کرنا چاہئے اور اگر اس پر شکر سوز رہا ہے تو اسے ایڑ لگاتی چاہئے یعنی اگر شکر میں غور
 واقع ہو تو پھر نہ سرے سے مستعد ہو کر شکر کرنا چاہئے کیونکہ شکر منعم عطا واجب ہو اور
 ناشکری کی صورت میں تم قہر ابدی میں مبتلا ہو جاؤ گے تم غور تو کرو کہ کوئی ایسی عنایت
 بھی کرتا ہے جیسی حق سبحانہ کرتا ہے کہ اتنی بڑی نعمتوں کے مقابلہ میں معمولی شکر پر اکتفا
 کرتا ہے مثلاً سرسی نعمت عطا کرتا ہے اور اس کا شکر مقرر کیا ہے سجدہ جو کچھ بھی ارشاد
 نہیں۔ اور پاؤں عطا کرتا ہے اس کا شکر کیا مقرر کیا ہے قعدہ وغیرہ معمولی اور آسان

اور یہ بھی نہیں کہ وہ شکر گذشتہ نعمتوں ہی کا معاوضہ سمجھا جاوے۔ بلکہ وہ اور نعمتوں کا بھی سبب ہو گا اور تمہاری نعمتیں اُس سے اور بڑھیں گی اور کانٹوں میں لاکھوں بیجوں نکلیں گے یعنی وہ نعمتیں تم کو اس طریق سے بھجوانے لگیں گی کہ تم کو وہاں سے ملنے کا لگان بھی دھو گا۔

شرح شبیری اہل سبکی کی اگر اور انکی ناشکری کا قصہ

اہل شاہ بد بود ز اہل سبکی می رسیدندے ز اصحاب لقا
یعنی اُن کی اہل بُری تھی اسلئے اہل سبکی اصحاب لقا سے بھاگتے تھے اصحاب لقا سے مُراد نبیا
کیونکہ اُن کو لقا ہی حق میسر ہوتا ہے۔

دادشاں چند بیضیاع دماغ از چپ از راست از بہر فراغ
یعنی حق تعالیٰ نے اُن کو اس قدر سبب اور بارغ وغیرہ چپ و راست سے فراغ کیا واسطے دیا تھا کہ۔
بسکمی افتاد از پُری شمار تنگ می شد معجرہ بر رہگذار
یعنی پہل ز یادتی کی وجہ سے اس قدر گرتے تھے کہ چلنے والوں کو رستہ تنگ ہو جاتا تھا۔

آں انتشار میوہ رہ را می گرفت از پُری میوہ رہر و در شگفت
یعنی وہ میوہ کا گرنہا رستہ کو گہر لیتا تھا اور زیادتی میوہ کی وجہ سے چلنے والا تعجب میں ہوتا تھا
سلہ بر سر برد خستہ شاں پُرسندے ناخواست از میوہ فشاں
یعنی ٹوکرا سر پر (رہگذار) اُنکے باغوں میں بے خواہش میوہ فشاں کے پر ہو جاتا۔

باد آں میوہ فشاں دے ڈکے پُرسندے ز اں میوہ دانہا بے
یعنی ہوا اُس میوہ کو بلا کسی آدمی کے گراتی تھی اور اُس سے بہت سودا من پُر ہو جاتے تھے
خوشہ ہائے زفت تاز میر آمدہ بر سر روئے رونندہ می زدہ
یعنی بڑے بڑے خوشے نیچے تک آئے ہوئے سر اور منہ چلنے والے پر لگتے تھے۔
مرد گلخن تاب از پُری زر بستانہ بودے بر میاں زدن کر

یعنی بہرہ و نجا روپیہ کی زیادتی کی وجہ سے کہیں نہیں چکا باندھتا تھا۔
 سگ کلیجہ کو نختے در زیر پا تخمہ بودے گرگ صحر از قوا
 یعنی کتا کلیجہ کو پاؤں کے نیچے روند دیتا تھا اور غذا کی وجہ سے گرگ صحر کو تخمہ ہو جاتا تھا۔
 گشتہ امین شہر و دہ از در و درگ بر نہ تیر سیدے ہم از گرگ سترگ
 یعنی شہر اور گاؤں چوراہہ بیڑیے سے بخوت تھے اور بکری گرگ عظیم سے نہ ڈرتی تھی اسلئے
 کہ بہیرے کو شہر میں آنیکی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی اسکو جنگل ہی میں اتنی غذا مل جاتی تھی کہ بہر
 اسکو ضرورت نہ رہتی تھی۔

جامہ ایشان اگر چہ کیں شد و آتش سوزندہ مثال بون بند و
 یعنی اُن کے کپڑے اگر نیلے ہو جاتے تو آگ جلائے والی اُن کا حسابون ہوتی۔
 در تنور انداختندے جامہ را بعد یک ساعت سے خوش بامعنا
 یعنی تنور میں کپڑے کو ڈال دیتے تو بعد ایک ساعت کے وہ خوش بامعنا ہو جاتا تھا یعنی وہ آگ
 میں جلتا نہ تھا بلکہ صاف ہو جاتا تھا ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اُن کی آگ کو بھی اس قدر نرم کر دیا ہو کہ
 وہ جلاتی ہو اور صاف کر دیتی ہو۔

گر گویم شرح نعمتہائے قوم کہ زیادت جی شد آن یو ما فیموم
 یعنی اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں کہ وہ دن بہ دن زیادہ ہو کر تھیں۔
 مانع آید از سخنہائے ہم انبیاء بر وند امر فاستقم
 یعنی اُن باتوں کی شرح کرنا ہمیں ضروری باتوں سے مانع ہو جاوے گی اور انبیاء اُنکے پاس امر
 فاستقم لائے یعنی جیسے قدر نعمتیں اہل سبا پر ہوئیں تو اب انبیاء نے فرمایا کہ ذرا استقامت
 اختیار کرو پہل مت جانا۔

چول ز حد بردند ناشکری چنان غیرت حق کار بردند ز مال
 یعنی جب وہ لوگ ناشکری کو حد سے اس قدر لے گئے کہ غیرت حق اُسی وقت کار گر ہو گئی یعنی غیرت
 حق اُن کی اس حرکت سے جوش میں آگئی۔

تیرہ پیغمبروں کا اہل سب کی نصیحت کے لئے آنا

سیر زدہ پیغمبر آج آ مدند گمراہ را جملہ رہبری شدند
یعنی اس جگہ تیرہ پیغمبر آئے کہ سارے گمراہوں کیلئے رہبری ہوتے تھے (اور فرماتے تھے کہ)
کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر گو مگر کب شکر از بخشد حشر کو
یعنی کہ خیر دار نعمت زیادہ ہو گئی ہے شکر کرو اور مگر کب شکر اگر سو جاوے تو تم حرکت دیدو۔
شکر منعم واجب آمد در خرد ورنہ بکشاید در خشم ابد
یعنی منعم کا شکر کرنا عقل کے اعتبار سے بھی واجب آیا ہے ورنہ خشم ابدی کا دروازہ
بکلیک تاپے؛

ہیں کرم بینید وایں خود کس کند کز چنین نعمت لشکر بوس کند
یعنی ارے کرم تو دیکھو اور یہ کوئی کرتا ہے کہ اتنی نعمتوں پر ایک شکر کو بس کرے مطلب کہ
حق تعالیٰ اتنی نعمتوں پر بہت تعجب ڈے شکر پر کفایت فرماتے ہیں مگر پھر بھی کوئی شکر نہ کرے
تو اسکی بد بختی آگے آئے لفظ فرماتے ہیں کہ
سر بہ بخشد شکر خواہد سجدہ پایہ بخشد شکر خواہد قعدہ
یعنی سر نہ بختے ہیں اور شکر میں ایک سجدہ چاہتے ہیں اور پاؤں نہ بختے ہیں اور شکر میں ایک
قعدہ مانگتے ہیں۔

شکر نعمت نعمت افزوں کند صد ہزاراں گل ز خاکے سرزند
یعنی نعمت کا شکر کرنا تمہاری نعمت کو زیادہ کرتا ہے اور لاکھوں پھول ایک خار سے ظاہر ہوتے
ہیں یعنی ہمارے اس شکر سے جو کہ خار کی طرح ہے لاکھوں گل ظاہر ہوتے ہیں۔

شرح حبیبی

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| ما شیم از شکر و نعمت ملول | قوم گفتہ شکر مارا بر دغول |
| کہ نہ طاعت ما خوش آید نہ خطا | ما چنتاں پیر مردہ شتیم از عطا |

مانی خواہیم نعمت ہا و باغ

نعمتے چہ سیر شد جان ازین

ان لوگوں نے کہا کہ صاحبو ہم سے شکر کی توقع نہ رکھو نہ ہمارا جی شکر کو چاہتا ہے نہ نعمت کو ہمارا دل تو اس نعمت سے اتنا مرچھا گیا ہے کہ نہ بہکوا طاعت میں مزہ آتا ہے نہ محبت میں آپ اس نعمت ہی کی بنا پر تو ہم سے شکر چاہتے ہیں پس ہمیں نہ ان نعمتوں کی ضرورت ہے اور نہ باغوں کی اور نہ بہکوا سبب ذلت و کار ہے آپ یہ سب لیجائیں اور ہمارا پیہما چھوڑیں آپ نعمت نمت گاتے ہیں کیسی نعمت ہمارا تو اسکی طرف رخ کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا اب فرمائے ہم کس بات کا شکر کریں۔

انبیاء گفتند در دل علتی است

نعمت از ویرجملگی علت شود

چند خوش پیش تو آمد محصر

تو عدد وے این خوشیہا آمدی

ہر کہ او شد آشنایا و یار تو

ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم

این ہم از تاثیر آن بیماری است

دفع آن علت بیاید کرد زود

ہر خوشی کا دید تو ناخوش شود

کیمیاے مرگ و جبکہ است آن صفت

کہ ازاں در حق شناسی قیامت

طعمہ دہیمسار کے قوت شود

جملہ ناخوش گشت صاف او کرد

گشت ناخوش ہر چہ بے کف زدی

شد حقیر و خوار در دیدار تو

پیش تو او بس مہ است و مخرم

از ہر اور در جملہ خلقاں ساری است

کہ شکر با آن حدت خواہد نمود

آب حیواں گریہ رسد آتش شود

مرگ گرد زان حیات عاقبت

بس غذای که زود در دل ندهد
 بس غریبی که نیاز آشکار شد
 آشنائی عقل با عقل از صفا
 آشنائی نفس با هر نفس پست
 زانکه نفسش گرد علت می‌تند
 گر نخواهی دوست را فردا نفیر
 از موم نفس چوں با علت
 گر بگیری گوهری سنگ شود
 و بگیری نکتی بکر لطیف
 که من این را بشنیدم بکنه شد
 چیز دیگر تازه و نو گفته گیر
 دفع علت کن چو علت خوشد
 تا که از کینه بر آرد برگ تو
 ما طبیبانیم دشاگردان حق
 آن طبیبان طبیعت دیگرند
 ما بدل بیواسطه خوش بنگیریم
 آن طبیبان غذایند و شمار

چوں بیامد در تن تو گنده شد
 چوں شکار شد بر تو خوار شد
 چوں شود هر دم فروں باشد دلا
 تو یقین می‌دال که هر دم کمتر است
 معرفت را زود فاسد می‌کند
 دوستی با عاقل و با عقل گیر
 هر چه گیری تو مرض را آلتی
 و بگیری مهر دل جنگی شود
 بعد در کشت گشت بد ذوق کشف
 چیز دیگر گو بجز این لے عضد
 باز فردا زان شوی سیر و نفیر
 هر حدیث بکنه پیش تو شود
 بشکافند بکنه صد خوشه زگو
 بحر قلزم دیده دارا فافلق
 که بدل از راه نبضه بنگرند
 کز فراست ما بجای منظریم
 جان حیوانی بدلیشیا استوار

| | |
|----------------------------|-----------------------------|
| ماطبیبان فحایم و مختال | ملہم ما پر تو نور جلال |
| کا بچنیں فعلے ترا نافع بود | وا بچناں فعلے زرہ قاطع شود |
| ایچنیں قولے ترا پیش آورد | وا بچناں قولے ترا پیش آورد |
| آبچناں و اینچنین از نیک بد | پیش تو بنہیم و بنہا یم جد |
| گر تو خواہی گزین و خواہی | ز ہر و شکر سنگ گوہر شد عیاں |
| وال طبیبان را بود بے دلیل | ایں دلیل ما بود و حی جلیل |
| دست مزدے می نخواہیم از کسے | دست مزد ما سدا ز حق بسے |
| ہیں صلابیاری نا سورا | اداروئے مالک بیک رنجور را |

انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ تمہارے دل میں بیماری ہے جو کہ اشیاء کو علی ماہی علیہ دیکھنے سے مانع ہے جب وہ مرض دل کے اندر ہوتا ہے تو بہر نعمت اُس سے روگ معلوم ہوتی ہے ویکہو اگر کوئی مریض ہو تو کتنی ہی غذائیں کھلاؤ کبھی قوت نہ آئیگی بلکہ اور مرض کی ترقی کا سبب ہوگی کیونکہ وہ خلط فاسد کی طرک تخیل ہوگی اور خلط فاسد کے بڑھنے سے مرض میں زیادتی ہوگی پس جس طرح یہاں اغذیہ نے اپنا برعکس اثر دکھلایا یہی حالت مرض قلب کے ساتھ نعمتوں کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو اچھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے تمہیں بُری معلوم ہوتی ہے اور صاف شے تم کو مکدر دکھلائی دیتی ہے اور اسلئے تم ان عمدہ اشیاء کے دشمن ہو رہے ہو اور جس چیز پر مائع ڈالتے ہو مکو بُری معلوم ہوتی ہے نیز جو تمہارا دوست ہو تاکہ وہ تمہارے نظریں حیرا در ذلیل نظر آتا ہے اور جو بیگانہ ہو تم سے وہ معزز اور مکرم سمجھا جاتا یعنی اہل اللہ حقیقت میں دوست ہیں انکو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اہل دنیا جو در حقیقت بیگانہ ہیں انکی قدر کرتے ہو یہ بھی اسی دبا و عام کا اثر ہے جسکا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے۔ پس اسوقت ضرورت اسکی ہے کہ اس مرض کو جس سے شکر یا خانہ

دکھائی دیکھی بہت جلد دور کیا جائے کیونکہ تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے منحرف ہو گیا ہے اور
جو بھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے وہ تمہیں بُری معلوم ہوتی ہے اگر آغیات بھی تمہارے پاس
پہنچتا ہے تو وہ بھی تمہاری نظر میں اُگ ہو جاتا ہے اس سے انجام کاحیات روحانی مبدل
ہو موت روحانی ہو جاتی ہے پس گویا کہ یہ موت اور رنج کی گیمیا ہے جو قلب مابینت کزبتی ہو
نیز دیکھو تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے اتنا منحرف ہو گیا ہے کہ جو غذائیں دل کو حیات
نخشہ داتی ہیں وہ تمہارے بدن میں جا کر فاسد ہو جاتی ہیں اور بجائے مفید ہونے کے مرض
بڑھاتی ہیں۔ اور بہت سے شکار ناز یعنی نازین محبوب جو اس قابل ہیں کہ اُنکی ناز برداری
لجھا دے جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تم اُنکو منہ بھی نہیں لگاتے یہ کس قدر فساد مزاج ہو
یاد رکھو کہ جب عقل غالب ہوتی ہے اور عقل کی عقل کیسا تھ دوستی ہوتی ہے اور نفسانیت
کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تو اُس سے محبت میں روزانہ ترقی ہوتی ہے اور جب نفس کا غلبہ
ہوتا ہے اور نفس کی کسی نفس کیسا تھ دوستی ہوتی ہے تو محبت دن بدن گہشتی جاتی ہے
اور جہاں سکی ہے کہ نفس بلا بس مرض یعنی شہوات داہوا ہے اسلئے دوستی
میں بہت بگاڑ پیدا کرتا ہے کیونکہ جب تک غرض حاصل ہوتی رہیگی دوست رہیگا اور جب
غرض حاصل ہو جائیگی یا اُنکی امید منقطع ہو جائیگی الگ ہو جائیگا۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ
دل کو دوست سے بگاڑ اور تفرق نہ ہو تو عاقل اور عقل سے دوستی کرنی چاہئے۔ یاد رکھو کہ جب تک
تم اثر نفس سے مریض ہو اسوقت تک تمہاری یہی حالت رہیگی کہ جو چیز تم کہاؤ گے وہ مرض بن
جاوے گی اور ہر شے ٹکوں خلافت مابہی علیہ دکھائی دے گی۔ مثلاً لوگ تم موتی اور ٹکوں نظر آئیگا چھر
کر دے محبت انجام کار بنجائیگی دشمنی اور سمجھو گے ایک نازک اور نئی بات اور سمجھنے کے بعد
ہو جائیگی بے مزہ اور بے مادی اور تم کہو گے کہ یہ تو میں سن چکا اور پُرانی بھی ہو گئی اب کوئی
اور نئی بات سناؤ اچھا فرض کرو کہ اور نئی بات بھی کہی گئی مگر یہ کیا وہ بھی کل کو معمولی اور قابل
نفرت ہو جائیگی۔ اور یوں ہی سلسلہ جاری رہے گا۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ یہ خرابیاں دفع
ہوں تو ان کی جڑ کو کاٹو اور اس مرض کو دمع کرو جو ان آثار کا منشا ہے پس جبکہ دہر مرض منقطع
ہو جائیگا تو ہر پُرانی بات میں بھی ٹکونی ہی کا مزہ آدے گا۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ پرانے ہی

درختوں میں نئی شاخیں نکلیں گی اور وہ بڑانے ہی درخت سے ٹکڑوں خوشے نکالیں گے یعنی وہی باتیں جو اس وقت تک ماسا طیارہ الا ولین نظر آتی ہیں یا پڑاتی باتوں کی طرح بے مزہ معلوم ہوتی ہیں۔ ہزاروں طرح کے ثمرات محمودہ بخشیں گے تم امراض جسمانیہ کے معالجہ کی طرف توجہ کرتے ہو اور ان متعارف طبیعوں سے رجوع کرتے ہو لیکن تم امراض روحانیہ کے معالجہ کی کیوں فکر نہیں کرتے اور ہم سے کیوں بھاگتے ہو۔ دیکھو تو سہی ہم میں اور ان میں کتنا فرق ہے۔ ہم وہ طبیب ہیں جنہوں نے حق سبحانہ سے تعلیم حاصل کی ہے اور بحر قلم بھی ہموک جانتا اور ہماری قدر کرتا ہے کہ ہموک دیکھ کر بیٹ جاتا ہے اور راستہ دینا ہے ہم وہ اہل طبیعت نہیں جو دل کے بعض حالات نبض سے لگنا معلوم کرتے ہیں وہ اور لوگ ہیں۔ ہمتو دیکھو خوب اچھی طرح اور براہ راست بلا واسطہ نبض عیناً دیکھتے ہیں کیونکہ ہم فراست کے مقام عالی پر ہیں۔ نیز وہ لوگ تو غذاؤں اور پہلوں کے طبیب اور ان کا نفع نقصان جانتے والے اور ان سے روح حیوانی کو تقویت دینے والے ہیں اور ہم طبیب افعال و اقوال ہیں ہموک ان کے خواص پر تو نور حق سبحانہ سے معلوم ہوئے ہیں اور اُس پر تو ہی سے ہموک معلوم ہوا ہے کہ فلاں کام تمہارے لئے نافع ہے اور فلاں فعل تمکو راہ حق سے جدا کرے گا۔ اور فلاں بات تمکو راہ حق میں آئے گی۔ اور فلاں بات تمکو نقصان پہنچاؤ گی اور سب ہم تمہارے سامنے رکھ دیتے ہیں اور ان کی مضرتوں اور منفعتوں کو اچھی طرح دکھلا دیتے ہیں۔ اس کے بعد تمکو اختیار حاصل ہے خواہ اشیاء نافعہ کو لیں خواہ مضارہ کو تمہارے سامنے مونی اور پھوٹا رکھیں صاف دیکھ رہے ہیں۔ نیز وہ طبیب تو قادر وہ سے بعض احوال پہچانتے ہیں اور ہموک وہی حق سبحانہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ نیز وہ فیس لیتے ہیں ہم فیس بھی نہیں لیتے بلکہ ہماری فیس خزانہ شہنشاہ حقیقی سے ملتی ہے پس جبکہ ہمارے علم میں اور ان کے علم میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے اور ہماری شخصیت اور ان کی شخصیت میں بھی زمین آسمان کا بل ہے اور وہ شخص جسکا ہم علاج کرتے ہیں اس مرض سے کہیں زیادہ مہتمم بالنباتان ہے جسکا متعارف طبیب معالجہ کرتے ہیں اور ہم ان کی طرح فیس بھی نہیں لیتے جس سے ہماری خیر خواہی و شفقت بالنباتان کی شفقت کے کہیں زیادہ ظاہر ہوتی ہے نیز اس میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا

کہ نعل ہی مانع ہو پھر کیا وجہ ہے کہ تم ہم سے علاج نہیں کراتے دیکھو ہوش میں آؤ اور اپنے
مسالجہ کی فکر کر دو ہم عام اعلان کرتے ہیں کہ ہم مسیر البرہ و امراض کا علاج کرتے ہیں اور ہر بیمار
کو بلا امتیاز اپنے شفا خانہ سے مفت اور بلا کسی فیس یا قیمت کے دوا دیتے ہیں جس کا جی
چاہے ہم سے علاج کرائے۔

شرح شبیری

جواب قوم کا انبیاء علیہم السلام کو

قوم گفتہ شکر مارا بر دغول ماشدیم از شکر و از نعمت ملول
یعنی قوم نے کہا کہ ہمارے شکر کو بہت لینگے اور ہم تو شکر اور نعمت سب ملول ہوئے
ہیں۔ مطلب یہ کہ شکر تو دھکرے جسکو نعمت سے راحت ملے ہم تو اس قدر نعمت ہونے سے
اکٹانگے ہیں۔ لہذا ہم شکر کیا کریں۔

نعمتے چہ سیر شد جاں لازیں شکر چہ گوئیم بر گوئیں میں
یعنی نعمت کیا ہوتی ہے ہماری تو جان اس سے سیر ہو گئی ہے ہم شکر کیا کریں
ارے کچھ بتاؤ تو۔

پیش ما این نعمت آرد محنتے شکر محنت کنش گفتہ است ای فتو
یعنی یہ نعمت تو ہمارے سامنے مصیبت کو لاتی ہے تو شکر مصیبت بھی کسی نے کیا ہوا جو ان
ماں چناں پیر مرد گشتیم از عطا کہ نہ طاعت ماں خوئی آید نے خطا
یعنی ہم تو اس عطا سے اس قدر پیر مردہ ہو گئے ہیں کہ نہ طاعت ہو سکتی ہے اور نہ خطا
مانی خواہیم نعمت یا و باغ مانخی خواہیم اسباب فراغ
یعنی ہم نعمتوں اور باغوں کے خواہشمند نہیں ہیں اور ہم اسباب فراغ کو نہیں چاہتے (خوبیہ)

انبیاء علیہم السلام کا قوم کو جواب دینا

انبیاء گفتند در دل ملتے است کہ انماں در حق شناسی فتواست

یعنی انبیاء علیہم السلام نے کہا کہ دل میں کوئی مرض ہے کہ اسکی وجہ سے حق شناسی میں آفت واقع ہو رہی ہے۔

نعمت ازوے جملگی علت شود طعمہ در بیمار کے قوت نشود
یعنی اُس علت کی وجہ سے نعمت بھی علت ہو جاتی ہے اور بیمار میں کہا ناکب قوت ہو تلہے۔ یعنی بیماری کی وجہ سے لذیذ کھانے بد مزہ ہو جاتے ہیں تو اسی طرح اس مرض قلبی کی وجہ سے نعمت علت ہو جاتی ہے۔

چند خوش پیش تو آملے مص جملہ ناخوش گشت صاف و کدر
یعنی اے مص (عبداللہ ذب) تیرے سلسلے کتنی ہی عمدہ اشتیاد آئیں (مگر) سب ناگوار اور اُن میں کی صاف کدہ ہو گئیں (یہ سب اُس مرض کی وجہ سے ہے)
تو عدوئے این خوش بہا آمدی گشت ناخوش ہر چہ بود کفندی
یعنی تو ان عمدہ اشتیاد کا دشمن ہو گیا ہے اور تو نے جس چیز پر ہاتھ مارا وہ بُری ہو گئی۔

ہر کہاد شد آشنا و یار تو شد حقیر و خوار در دیدار تو
یعنی جو شخص کہ وہ تمہارا آشنا اور یار ہے وہ تمہاری نظر میں حقیر و خوار ہو گیا ہے۔
ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم پیش تو او بس مہ است محرم
یعنی جو شخص کہ وہ تیری ساتھ بیگانہ ہوتا ہے وہ تیرے سامنے بہت عظیم و محترم ہے مطلب یہ کہ جو خیر خواہ ہیں جیسے کہ انبیاء علیہم السلام انکو تو بیگانہ سمجھتے ہو اور جو بیگانے ہیں اُنکے آشنا ہوتے ہو

ایں ہم از تاثیر آن بیماری است زیر اور در جملہ خلقان ساری است
یعنی یہ بھی اُسی بیماری کی تاثیر کی وجہ سے ہے اور اُس کا ہر ساری مخلوق میں سرایت کر گیا ہے
دفع آں علت بہاید کرد نفوذ کہ شکر یا آں حدت خواہد نمود
یعنی اُس مرض کو جلدی ہی دفع کرنا چاہئے کہ اسکی ساتھ تو شکر بھی نجاست دکھائی دیگی۔
ہر خوشے کا یادتو ناخوش شود آب حیواں گر نہ آتش شود
یعنی جو عمدہ شے کہ تجھ تک آوے وہ ناخوش ہو جاتی ہے اور آب حیواں اگر نہ آتش شود

آتش ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ اُس مرض قلبی کی وجہ سے نافع شے بھی تمہارے پاس آکر مضر ہو جاوے گی
کیمیا و مرگ جسک است آن صفت مرگ گرد زراں حیانت عاقبت
یعنی یہ صفت مرگ و ہلاکت کی کیمیا ہے اور اُس سے تمہاری حیات آخر کار مرگ ہو جاوے گی۔
مطب یہ کہ یہ مرض وہ بلا ہے کہ یہ حیات کو مبدل بہ مرگ کر دیتا ہے۔
بس غذائے کہ زو و دلان تندرہ شد چوں بیامد و تن تو گندو شد
یعنی بہت سی وہ غذائیں کہ اُن سے دل زندہ ہوتا ہے جب تمہارے بدن میں آئیں تو وہ
گندہ ہو گئیں۔

بس عزیزے کہ ہزارا شکار شد چوں شکار شد بہ تو خوا شد
یعنی بہت سے وہ معشوق کہ جو ناز کی وجہ سے آشکار ہو گئے تو جب وہ تیرے شکار ہوئے تو
تیرے نزدیک خوار ہو گئے مطلب یہ کہ بہت سے وہ حضرات جو اپنی شفقت کی وجہ سے
تم پر شفیع ہوئے اور خود تمہارا ساتھ دیا مگر جب تمہارے پاس آئے تو تم نے انکی ذلت کی جیسے
کہ حضرات انبیاء علیہم السلام شان میں ہمیشہ گستاخیاں کی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔
آشنائی عقل با عقل از صفا چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا
یعنی عقل کی عقل کیساتھ دوستی معنائی کیساتھ جب ہوتی ہے تو دوستی ہر دم زیادہ ہی ہوتی ہے
آشنائی نفس با ہر نفس پست تو یقین می دال کہ دم کم تر است
یعنی نفس کی ہر نفس پست کیساتھ آشنائی ہو تو تم یقیناً جان لو کہ دم پر دم کم ہو گے
ز انکہ نفسش گرد علت می تند معرفت را زو فاسد می کند
یعنی اسلئے کہ اُس کا نفس علت کے گرد تنہا ہے اور دوستی کو جلدی فاسد کر دیتا ہے۔
گر نحو ہی دوست را فرما نفیر دوستی با عاقل و با عقل گیر
یعنی اگر تو کل دوست سے نفرت نہیں چاہتا تو دوستی با عاقل و عقل کیساتھ اختیار کر۔
از سموم نفس چوں با علت ہر چه گیری تو مرض را آلتے
یعنی سموم نفس سے جب تو با علت ہے تو جو کچھ کہ تو نے گا تو مرض کیلئے آلہ ہو گا۔ یعنی
اگرچی بات بھی لیگیا تو اُس سے بھی مرض ہی کو ترقی ہوگی۔

گر بگیری گوہرے سنئے شود و بگیری مہر دل جنگے شود
یعنی اگر تو گوہرے تو دہ ایک پتھر ہو جاوے اور اگر محبت قلبی اختیار کرے تو طرائی ہو جاوے۔
و بگیری نکتہ بکر و لطیف بعد در کشت گشت بزوق و شیف
یعنی اگر کسی نکتہ نو و لطیف کو لوگے تو تمہارے لینے کے بعد وہ بے ذوق اور کثیف ہو جاوے گا
(اسلئے کہ تم اسکو سنکر کہتے ہو کہ)

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد چیز دیگر گو بجز ایں اے عضد
یعنی میں نے اسکو بہت مرتبہ سنا ہے پڑانا ہو گیا ہے تو اسکے سوا اے قوت بازو کوئی اور چیز
بیان کرو۔

چیز دیگر تازہ و نو گفتہ گیر باز فردا ز ازل شوی سیر و غیر
یعنی کوئی دوسری تازی اور نئی بات کہی ہوئی فرض کرو تو تم اس سے بھی توکل کو سیر اور غور ہو جاوے گا
و تو پھر اور نئی بات مانگو گے پھر اور مانگو گے علی غیر النہایت لہذا اب اس کا علاج یہ ہے کہ
دفع علت کن چو علت خوشود ہر حدیث کہنہ پیشست نو شود
یعنی اس مرض کو دفع کر دے کہ جب مرض دفع ہو جاوے گا تو ہر بات پڑانی تمہارے سلسلے
نئی ہو جاوے گی اسلئے کہ تم اس کے الفاظ پر نظر نہ رکھو گے بلکہ اس سے جو نفع ہے اُسپر تمہاری
نظر ہوگی اور اس سے منتفع ہو گے تو گو یا کہ ہر بات نئی بات ہوگی آگے اسکو فرماتے ہیں کہ
تا کہ از کہنہ بر آرد برگ نو بشکفا ند کہنہ صد خوشہ ز کو

یعنی یہاں تک کہ کہنہ سے برگ نو نکلیں گے اور وہی کہنہ گڑبے میں سے سو خوشے نکالے گا مطلب
یہ کہ اسی کہنہ سے ہر بار منتفع ہو گے تو گو یا کہ ہمیشہ نئی بات سنی اور تمکو ہر بار اس میں نیا لطف
آدیا تو قبل اس مرض کو کہود و ساری باتیں آسان ہو جاوے آگے پھر اُن انبیاء کا اہل سبکو
جواب ہے فرماتے ہیں کہ

ما طیبیا بنیم شاگردان حق بحر قلم دید مارا فافلق
یعنی ہم طیب ہیں اور شاگردان حق ہیں ہیکو بحر قلم نے دیکھا تو وہ بھی پیٹ گیا یعنی
متاثر ہوا مطلب یہ کہ ہم حق تعالیٰ سے مستفیض ہیں اور ہم سے ہر شے متاثر ہوتی ہے مگر تم

ہی (یعنی اہل سبائی) متاثر نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں کہ۔

اے طبیعیاں طبیعت دیگر نہ کہ بدل ازراہ نبضے بنکر نہ

یعنی وہ طبیعیاں طبیعت دوسرے ہیں جو کہ دلو نبض کی راہ سے دیکھتے ہیں۔

ما بدل بیواسطہ خوش جنگریم کہ فرست مایعہا لعی منظریم
یعنی ہم دل کو بے واسطہ (نبض وغیرہ) کے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں اسلئے کہ فرست کی وجہ سے ہم عالی منظر ہیں۔

اے طبیعیاں غذا اس قدر و شمار جان حیوانی بدیشیاں استوار

یعنی وہ طیب غذا کے ہیں اور شمار کے کہ جان حیوانی ان سے درست رہتی ہے۔

ما طبیعیاں فعالیم و مقال ملہم ما پر تو نور جلال

یعنی ہم طیب افعال و اقوال کے ہیں اور ہمارا ملہم نور حق کا پر تو ہے یعنی ہم افعال و اقوال کے ضرور نفع کو بتاتے ہیں اور ہمارا مبداء فیض نور حق ہے کہ اس سے مستفیض ہو کر مضر و نافع کی تشخیص کرتے ہیں اور بتا دیتے ہیں کہ۔

کامچنین فعلے ترا نافع بود و آنچنانا فعلے زہرہ قاطع بود

یعنی کہ ایسا فعل تو تجھے نافع ہوگا اور ایسا فعل تجھے راستہ (حق) سے قاطع ہوگا۔

آنچنینا قولے ترا پیش آورد و آنچنانا قولے ترا نیش آورد

یعنی ایسا قول تو تجھے آگے لا دے گا اور ایسا قول تیرے زخم لگا دے گا (غرض کہ مضر و نافع سب تمہیں بتا دیتے ہیں)

آنچنانا و نہ چنیں از نیک و بد پیش تو بینم و بینا سیم جد

یعنی ایسے ویسے (سب) نیک و بد سے تیرے سامنے رکھ دیتے ہیں اور حقیقت کو دکھا دیتے ہیں

کہ تو خواہی ایس گریں در خواہی زہر و شکر سنگ و گوہر شریاں

یعنی اگر تو چاہے تو اسکو قبول کر اور اگر چاہے اسکو زہر اور شکر اور سنگ و گوہر سب ظاہر ہوگا

اے طبیعیاں را بود بولے دلیل وین دلیل مابود و حی جلیل

یعنی ان طبیعوں کیلئے تو پیشاب دلیل ہوتی ہے اور یہ ہماری دلیل و حی جلیل سے ہے

دست مزد می خواہیم ارکے دست مزد ما رسد از حق بے
یعنی ہم کسی سے اجرت نہیں مانگتے۔ ہماری اجرت تو حق تعالیٰ سے پہنچ رہی ہے۔ یہ شعر
ترجمہ ہے ما اسئلکم علیہ اجر ان اجری الا علی العلیین کا اور فرماتے ہیں کہ
ہیں صلا بیماری نا سورا
یعنی ہاں بیماری نا سورا کیلئے اعلان ہے اور ہماری دو ایک ایک مریض کیلئے (مفت) ہے
مطلب یہ کہ وہ حضرات اعلان فرماتے ہیں کہ دیکھو نا سورا جو ایسی شے ہے کہ اُس کا علاج ہی
ہمیں مگر ہم نا سورا قلب کا علاج آج مفت کرتے ہیں اور ایک ایک کی ذوا تقسیم کرتے ہیں
جس کا دل چاہے علاج کراوے۔

شرح حبیبی

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| قوم گفتند اے گمراہ مدعی | کو گواہ علم طب نافعی |
| چوں شما بستمہیں خواب غمید | بہجوما با شید و در دہ می چرید |
| چوں شما در دام این آب و گلید | کے شما صیاد و سیمرغ و لید |
| جب جاہ و سروری دار ویدال | کہ شما در خویش از پیغمبران |
| مانخواہیم اینچنین لاف دروغ | کردن اندر گوش و افتادن بدو غ |
| انبیا گفتند کاین زان علت است | مایہ کوری حجاب رویت است |
| دعویہ ما را شنیدید و شما | می نہ بیند این گہر در دست ما |
| امتحانست این گہر مر خلق را | ماشش گردانیم گرد چشمہا |
| ہر کہ گوید کہ گوا گفتش گواست | کوئی بیند گہر حبس عماست |

آفتابے در سخن آمد کہ خیز
تو بگوئی آفتابا کو گواہ
روز روشن ہر کہ او جوید چراغ
ورنہ می بینی گمانے پردہ
کورئی خود را کن زین گفت فاش
فضل بے علت مگر در یادت
ورنہ مانی در چنین کوری ابد
در میان روز گفتن روز کو
صبر و خاموشی جذوبِ حرمت است
انصتوا پذیر تا بر جان تو
گر نخواهی نکس پیش این طبیب
گفت افزوں را تو بفروش و بخر
تا شنائے تو بگوید فضل ہو
چوں طبیبان را نگہ دارید دل
دفع این کوری بدست خلق نیست
این طبیبان را بجاں بندہ شوید

کہ بر آمد روز و بر جہ کم ستیز
گویدت لے کور از حق دیدہ خواہ
عین جستن کوریش دارد بلاغ
کہ صباح است و تواند پردہ
خامش و در انتظار فضل باش
زین شقاوت روئے دل بر تابد
آئینہ نہاں شد از تو در غر
خویش رسوا کرد دل ست ای تن خو
وین نشان جستن نشان علت است
آید از جاناں جزائے انصتوا
بر زمین زن زد سرا ای لبیب
بذل جان و بذل جاہ و بذل سر
کہ حسد دارد ملک بر جاہ او
خود بہ بینید و شوید از خود حجل
لیکن اگر ارام طبیبان از ہر لیت
تا بمشک و عنبر آگندہ شوید

ان لوگوں نے انبیاء کا وعظ سنا کہ کہا کہ اے طب دانی کا دعویٰ کر نیوالی جماعت تمہاری

طب نافع کے جاننے کا ثبوت کیا ہے جبکہ تم بھی ہماری طرح پابند خواب و غور ہو تو تم بھی ہماری
 ہی طرح ہو جیسے ہم شہر میں کہا کرتے پیتے ہیں تم بھی کہا کرتے پیتے ہو اور جبکہ تم اب دگل کے حال
 میں پہنچے ہوئے ہو تو تم سیمرغ دل کے شکاری کب ہو سکتے اور قلوب میں تصرف کیسے کر سکتے
 ہو۔ انبیاء نے جواب دیا کہ یہ سوال بھی اُسی مرض کا نتیجہ ہے امدیہ تمہارا اندہا بن حقیقت مبنی
 سے مائع ہے تنہ ہمارے طبیب روحانی ہونے کو سن تو لیا لیکن اس موقی (یعنی ہمارے
 طبیب روحانی ہونے) کو ہمارے ہاتھ میں نہیں دیکھتے ہو ہم اسکو لوگوں کی آنکھوں پر ہرگز
 ہیں یعنی وہ انکے پیش نظر ہے لیکن مخلوق ہے کہ اس کا ثبوت اور امتحان چاہتی ہے پس جو
 شخص شہادت مانگتا ہے ہم اُس سے کہتے ہیں کہ تیرا سوال خود شاہد ہے کہ تو موتی کو دیکھ
 نہیں سکتا اور اندھے پن میں عیوس ہے پس یہ شہادت خود اعتراف ہے ہمارے
 صدق کا کیونکہ اسکے یہی منہ ہیں کہ ایک شے واضح ہے مگر بکود کہلائی نہیں دیتی۔ مثلاً آفتاب
 کہتا ہے کہ اُٹھو دن ہو گیا دیکھو میری مزاحمت کرو پس اگر اسوقت تم یہ کہو کہ سورج گواہ لا
 جو شہادت دیں کہ تو سچا ہے تو وہ اُس کا یہی جواب دیگا کہ اندھے تو اپنے اندھے پن کا اقرار
 کر کے خود میری صدق کی گواہی دے رہا ہے پس تو خدا سے دعا کر کہ وہ تجھے آنکھ دے اور تو
 میرے صدق کا مشاہدہ بھی کرے۔ واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص روز روشن میں چراغ دھونڈتا
 تو یہ اس کا حماقتانہ ڈھونڈنا بھی لکے اندھے پن کی دلیل اور روز روشن کی شہادت ہو اب اگر
 تم دیکھ نہیں سکتے اور عجوب ہو اور تلوں پر صبح حق میں تردد ہے تو اسکی صورت یہ ہے کہ تم
 انکار کر کے اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کرو بلکہ خاموش ہی رہو اور دل سے اس بات پر آمادہ رہو
 کہ اگر کسی طرح چہر حق واضح ہو جاوے تو میں قبول کر لوں اور فضل حق کے منتظر ہو کیونکہ جب
 دل سے قبول حق پر آمادہ ہو گے اور مخالفت و محاندت نہ کرو گے تو شاید حق سبحانہ کا وہ فضل
 جو کسی سبب ظاہری پر مبنی نہیں تمہارے شامل حال ہو اور تمہارے دل کا رخ شقاوت کی
 طرف سے پھیر کر ہدایت کی طرف کر دے اور تم بہتری ہو جاؤ اور اگر اتنا بھی نہ کرو گے اور مخالفت
 و محاندت ہی پر آمادہ رہو گے تو سمجھ لو کہ آئینہ حق تا تم سے غلاف میں پوشیدہ ہو گیا اور اب
 و ضوح حق کی ظاہر کچھ امید نہیں مگر حق سبحانہ کو اب بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ دل کو پیر وین

اور ہدایت فرمادیں۔ یاد رکھو کہ دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے اپنے کو رسوا کرنا ہے۔ نیز صبر اور خاموشی اور دل سے وضوح حق کے بعد قبول حق پر آمادہ رہنا حق سبحانہ کی رحمت کو اس کی طرف کھینچنے والا ہے اور معاندانہ تیروت طلب کرنا مرض باطنی کی علامت ہے مگر حکم انصوا کو قبول کر کے اسپر کار بند ہونا چاہئے تاکہ حق سبحانہ کی طرف سے تمہارے رحمت ہو خوب سمجھ لو اگر تم عود مرض نہیں چاہتے ہو تو مگر اطباء کی عزت و توقیر کرنا چاہئے اور فضول گفتگو کے بدلہ میں بذل موال اور بذل جاہ اور بذل سرخریدنا چاہئے یعنی فضول باتیں نہ کرنا چاہئیں بلکہ اچھے لئے جان مل عزت و آبرو و سبکو صرف کرنے پر آمادہ رہنا چاہئے تاکہ حق سبحانہ تمہاری وہ تعریف کریں کہ اُسکی رحمت پر آسمان کو بھی رشک ہو۔ دیکھو جبکہ تم طبیعوں کی دلہاری کرو گے تو اپنے امراض تکو مشاہد ہوں گے اور تم کو اپنی حالت دیکھ کر خود ندامت ہوگی۔ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ ہدایت انبیاء کے قبضہ میں تھوڑا ہی ہے جو تعظیم و تکریم کے صلہ میں وہ انکو بخشنے دیں گے کیونکہ گویہ مسلم ہے کہ ہدایت مخلوق کے قبضہ میں نہیں مگر طبیعوں کا اکرام خود خدا کی ہدایت ہے جو مقدمہ ہی ہدایت الی قبول الحق، کا پس تم ان کے دل و جان سے غلام ہو جاؤ تاکہ مشک و عنبر سے پُر ہو جاؤ۔

شرح شبیری

قوم سبا کا انبیاء علیہم السلام سے معجزوں کی درخواست کرنا

قوم گفتند اے گروہ مدعی کو گواہ علم طب نافعی یعنی قوم نے کہا کہ اے گروہ مدعی (نبوت اُس) علم طب نافع کا گواہ کہاں ہے مطلب یہ کہ تم جو کہتے ہو کہ تمہارے پاس وہ علم طب ہے کہ جو بڑے بڑے امراض کا علاج کر سکتا ہے تو اس کے لئے کوئی گواہ بھی تو ہونا چاہئے جو اُس علم کے نافع ہونے کو بتا دے اور کہتے تھے کہ جوں شام بستانہ ہمیں خوابِ خورید ہچھو ما با شید و در وہ می چرید یعنی (اے گروہ انبیاء) جب تم اسی خواب و خور کے مقید ہو اور ہماری طرح رہتے ہو اور گاؤں میں کہا تے پیتے ہو۔

چوں شمار دام این آب و گلید کے شمار صیاد سیرغ دلید
یعنی جبکہ تم اسی آب و گل کے دام میں ہو تو تم سیرغ دل کے صیاد کلب ہو سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ
جب تم ہماری طرح ہمارے پیتے پلے پھرتے ہو پھر تمہارے اندر کوئی بات زیادہ ہے جو تم پر ہمراہ
طیب روحانی ہمارے کے مستحق ہو بلکہ

حب جاہ و سروری دار جہاں کہ شمار و خویش از پیغمبران
یعنی حب جاہ و سروری اُس پر کہتی ہے کہ اپنے کو پیغمبروں سے گئے یعنی تم میں سے ہر ایک
کو حب جاہ نے اس پر مجبور کیا ہے کہ دعویٰ نبوت کا کرتے ہو ورنہ اگر حب جاہ نہ ہوتی تو کبھی تم
ایسا دعویٰ نہ کرتے،

مانخوا، ایم یحنین لاف و دروغ کردن اندر گوش افکندن بدوغ
یعنی ہم ایسے لاف و دروغ کو کان میں کرنا اور فریب میں پڑنا نہیں چاہتے۔ مطلب یہ کہ جب ہم میں
اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے اور تم دعویٰ نبوت کا کرتے ہو تو ہمارا ہم ایسی شیخی اور دروغ کو کس
طرح مان لیں۔

انبیا گفتند کاین زان علت است مایہ کوری حجاب رویت است
یعنی انبیاء نے فرمایا کہ یہ اُسی مرض کی وجہ سے ہے اور کوری کی اصل رویت (حق) کا حجاب ہے
یعنی تمہارا مرض اور تمہاری کوری تمہیں رویت حق سے مانع ہو رہی ہے اور فرمایا کہ

دعویٰ مارا شنیدید و شما می نہ بینید این گہر و دست ما
یعنی تم نے (صرف) ہمارے دعویٰ کو سُن لیا اور ہمارے ہاتھ میں اس گہر (نبوت) کو دیکھتے
نہیں یعنی تم اس گہر نبوت کو دیکھتے نہیں حالانکہ یہ اس قدر درخشاں و تاباں ہے کہ اس کے لئے
گواہ کی خود ضرورت ہی نہیں مگر جو کوئی نہ دیکھے تو اس کا علاج ہی کیا ہے

امتی نسبت این گہر مخلق را ماش گردانیم گرد چشمہا
یعنی یہ گہر مخلوق کیلئے ایک امتحان ہے اور ہم اس کو آنکھوں کے گرد پیرا رہے ہیں۔
ہر کہ گوید کہ گواہ آفتش گواہ است گو نمی بیند گہر جس عاست
یعنی جو شخص کہ کہتا ہے کہ گواہ کیا ہے اس کا قول خود گواہ ہے کہ وہ گویا کہ نہیں دیکھتا اور

محبوس علی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ گوہر نبوت جو اس قدر درخشان و تاباں اور ظاہر ہے یہ مخلوق کے امتحان کیلئے ہے کہ معلوم ہو کہ کون اسکو دیکھتا ہے اور کون اس سے انداز ہے تو ہم اسکو آنکھوں کی گرد پیرا رہے ہیں اب بھی اگر کوئی اسپر گواہ کو طلب کرتا ہے تو اس کا یہ طلب گواہ خود اسکے اندر ہی ہونی کا گواہ ہے اور معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ شخص انداز ہے اسکو بصیرت حاصل نہیں ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

آفتاب در سخن آمد کہ خیز کہ بر آمد روز و برج کم ستیز

یعنی ایک آفتاب گفتگو میں آوے کہ اٹھ اسلئے کہ دن نکل آیا اٹھ جا مخالفت مت کر۔

تو بگوئی آفتابا کو گواہ گویدت لے کو راز حق دیدہ خواہ

یعنی تو کہے کہ اے آفتاب (اس امر کا) گواہ کون ہے تو وہ تجھے کہیگا کہ ارے احمق حق تعالیٰ تو آنکھ مانگ۔ مطلب یہ کہ مثلاً آفتاب جو تجھے آکر کہے کہ اٹھو دن ہو گیا ہے اور تم اس سے کہو کہ کون گواہ ہے اس امر کا کہ دن ہو گیا ہے تو وہ یہی کہے گا اندھ ہے تجھے علامت اور گواہ نظر نہیں آتا کہ جو تجھے کہہ رہا ہے وہی علامت و گواہ ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ طریق حق آگیا ہے اسکو قبول کر دو تم ان سے گواہ طلب کرتے ہو تو یاد رہے کہ اپنے بچے کے وہ خود ہی گواہ ہیں ان کا تشریف لانا خود طریق حق کا واضح ہوتا ہے ۵

آفتاب آمد دلیل آفتاب گردیلت باید از دے روتاب

آگے فرماتے ہیں کہ

روز روشن بہر کہ اوج وید چراغ عین جستن کو ریش دار و بلاغ

یعنی روز روشن میں جو شخص کہ چراغ کو تلاش کرے تو یہودگی سے خود اسکی یہ تلاش کوری رکھتی ہے یعنی اگر کوئی روز روشن میں یہ کہے کہ بچے کچھ نظر نہیں آتا معلوم ہوتا ہے کہ رات ہو گئی ہے اور اندھیرا چھا گیا ہے لہذا چراغ لاؤ تو اس کا یہ کہنا ہی خود اسکے اندھ ہے جو نیکی علامت ہے۔

ورنہ می بینی گمانے بردہ کہ صباح است و تو اندر پردہ

یعنی اگر تو دیکھتا جیسے ہے اور ایک گمان لے گیا ہے کہ صبح ہے اور تو پردہ میں ہے۔

کورئی خود اکن زین گشت خاش خاش و انتظار فضل باش

یعنی اس کہنے سے اپنے اندر بے پن کو ظاہر مت کر خاموش اور انتظار فضل (حق) میں رہ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آفتاب نبوت تکوین نظر نہیں آتا تو یہ تو طبعی امر ہے کہ کسی بات کو سنکر ایک مشبہ دل میں پڑ جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ صبح ہے تو اسکو سنکر تمہیں شبہ تو ہونا چاہئے کہ ممکن ہے کہ یہ نبی ہوں مگر کچھ نظر نہ آتا ہو اور میں بصیرت نہ ہوتا سمجھو اور مخالفت مت کرو بلکہ مخالفت سے خاموش رہ کر طلب احب سمجھو کہ وہ پھر فضل حق کا انتظار کروا لثا، اللہ اگر مخالفت و عناد نہ ہوگا اور طلب حق تو حق ضرور واضح ہو جائے گا اور فضل حق منطف ہوگا باقی اس آفتاب نبوت کا انکار کر کے اپنے اندر بے ہونی کو ظاہر مت کرو کیا فائدہ ہے بس مخالفت تو کرو مت (خاموش سے یہی مراد ہے) اور طلب کرتے رہو حق اٹھا، اللہ خود واضح ہوگا اور یہ ہوگا کہ۔

فصل فی علت مگر دیابت زیر شقاوت روی دل بر تاب

یعنی فضل (حق) بلا سبب ظاہری اس کے شاید تکوین پالے اور اس شقاوت سے تیرے روی دل کو بہر دے مطلب یہ کہ بلا تدا بیر ظاہری اٹھا، اللہ فضل حق تمہیں پالے گا اور اس بد بختی سے تکوینجات دیدے گا۔

در بکائی در حین کوری ابد آئینہ پنہاں شد از تو در نمد

یعنی ادا اگر تو ایسی ہی کوری ابدی میں رہے تو آئینہ تجھ سے نمدے میں پوشیدہ ہو گیا ہے مطلب یہ کہ اگر اب بھی نہ دیکھے تو بس ایسا ہے جیسے کہ آئینہ نمدے میں پوشیدہ کر دو تو وہ موجود تو ہے پاس مگر دکھائی نہیں دیتا اور اُس سے فتنع نہیں ہو سکتے۔

در میان روز گفتن روز کو خویش رسوا کر دل مست از تند خو

یعنی دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے لے تند خواہنے کو رسوا کرنا ہے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کی مخالفت کرنا خود اپنے کو رسوا کرنا ہے سب کو معلوم ہو جاوے گا کہ اسکو بصیرت حاصل نہیں ہو سکتا اور صبر و خاموشی جذوب رحمت است وین نشان جستن نشان ملت است

یعنی صبر و خاموشی جذوب رحمت ہے اور یہ نشان تلاش کرنا نشانی مرض کی ہے۔ صبر و خاموشی سے مراد مخالفت نہ کرنا ہے یعنی حضرات انبیاء کی مخالفت نہ کرنا یہ جذوب رحمت ہے اور صرف اس سے کہ مخالفت نہ ہو اکثر فضل حق ہو جاتا ہے۔

انصتوا پندیر تا بر جان تو آید از جانان جزائے انصتوا

یعنی انصتوا تو قبول کرتا تیری جان پر جانان کی طرف سے انصتوا کی جزا دے۔ مطلب یہ کہ قرآن شریف میں ہے انصتوا لکم ترجموں ہ انصتوا پر ترجموں کو محمول کیا ہے لہذا اگر تم مخالفت اہل ہدایت و انبیاء سے انصت کر دے گے تو وہ محمول تم پر مرتب ہو جاوے گا

گر خجائی نکس پیش این طبیب بر زمین زن زود سر را ای لبیب

یعنی اگر تو خود مرض نہیں چاہتا تو ایے لبیب زمین پر اس طبیب کے سامنے سر ٹیک یعنی عود مرض کو جو سخت ہلک ہے اگر تم نہیں چاہتے تو مخالفت ترک کرو اور اطاعت اختیار کرو انشاء اللہ پھر ایسا نہ ہو گا

گفت افزوں را تو لغو و شوق نخر بزل جان و بزل جاہ و بزل زر

یعنی زائد باتوں کو تو فروخت کر دو اور بزل جان اور بزل جاہ اور بزل سر کو خرید لو تا شنائے تو بگوید فضل ہو کہ حسد دارد ملک بر جاہ تو یعنی تاکہ تمہاری شناختل حق کہے کہ ملک تمہاری جاہ پر حسد کرے یعنی تم اگر اس گفتگو نازک و خوفناک کر کے بزل جاہ وغیرہ حاصل کر دے گے تو فضل حق نازل ہو گا اور اس وقت تمہارا وہ مرتبہ ہو گا کہ ملک بھی تمہارے جاہ پر رشک کرے گا۔

چوں طبیبان را نگہدارید دل خود بیمنید و شوید از خود خجل

یعنی جبکہ تم طبیبوں کی دل کی حفاظت کرو گے تو خود دیکھ لو گے اور اپنے سے شرمندہ ہو گے یعنی اگر تم مخالفت نہ کرو گے اور انکے دل کو صدمہ نہ پہنچاؤ گے تو پھر اسکی برکت سے حق تم پر خود واضح ہو جاوے گا اور اس وقت اپنے اس انکار سے تم خود شرمندہ ہو گے۔

دفع این کوری بدست خلق نیست لیک اکرام طبیبان از ہدایت

یعنی اس کوری کا دفع کرنا مخلوق کے قبضہ میں نہیں ہے لیکن طبیبوں کا اکرام ہدایت سے ہے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کے قبضہ میں تو ہدایت کر دیتا نہیں ہے جیسا کہ انکے لاف لاف و عین احبیت سے صاف معلوم ہوتا ہے مگر ان حضرات کی تعظیم اور انکی عدم مخالفت ضرور اسکے لئے شرط ہے اور ہدایت میں اسکو ضرور دخل ہے لہذا یہ کر دو کہ۔

این طیبیاں را بجای بنزد شویید تا بمشک و عنبر آگند شویید
یعنی ان طیبیوں کی جان و دل سے مطبوع ہو جاؤ تا کہ مشک و عنبر سے پُر ہو جاؤ (پس اصل عدم
مخالفت و عناد ہے انشاء اللہ اگر یہ نہ ہو گا تو فضل حق ضرور پا دہیگا)

شرح حبیبی

| | |
|--|---|
| <p>قوم گفتند این همه زرقاتی مگر ہر رسول شاہ باید جنس او مغز خر خور دیم تا پاچوں شما کو ہما کو پشہ کو گل کو خدا این چه نسبت ہیں چه پیوندی بود تا کجا این گفت یہو وہ کجا خود کجا کو آسمان کو رسیمان غالباً ما عقل داریم این قدر این بدایا ماند کہ خر گوشے بگفت کز رمہ پیلاں بر آن چشمہ زلال جملہ محروم و زخوف از چشمہ دور از سر کہ بانگ زد خر گوشے زلال شاہ پیلاں من رسولم بیش نیست باہ می گوید کہ لے پیلاں روید</p> | <p>کہ خدا ناسب کند از زید و بکر آب و گل کو خالق افلاک کو پشہ را داریم ہما سر از ہما ز آفتاب چرخ چه بود ذرہ را تا کہ در عقل و دماغے در رود این چه زرقست و چه شیدست و دعا می نگیرد مغز ما این داستاں گندنا را می شناسیم از گزر من رسول ما ہم و با ماہ جفت جملہ نخیراں بدنہ اندر و بال حیلہ کر و ندچوں کم بود زور سوئے پیلاں در شب غرہ ہلال بر رسولان بند و زہر و چشم نیست چشمہ آن ماست زال یکسو شویید</p> |
|--|---|

| | |
|---|---|
| <p>گفتم از گردن بروں اند ختم تا ز زخم تیغ من امین شوید مضطرب گرد در پیل آب خواه تا درون چشمه یابی زین دلیل تا درون چشمه یابی آن دلیل شاه پیل آمد ز چشمه می چرید مضطرب شد آب و مه کرد مضطرب چوں درون چشمه مه کرد مضطرب بعد از آن نامد یکے زیشان ہمہ کا اضطراب ماہ آرد مان شکوہ</p> | <p>ورنہ من تاں کو گر دامنم ستم ترک این چشمہ بگوئید و روید نک نشان آنست کا ندر چشمہ ماہ کہ بیارایع عشرای شاه پیل آن فلاں شب حاضر آئی شاه پیل چونکہ ہفت و ہشت از مہ بگذرید چونکہ ز در خرطوم پیل آن شد آب پیل باور کرد از روئے آن خطاب ترس ترساں باز گشتند آن رمہ مانہ آن پیلان گو لیم اے گروہ</p> |
|---|---|

انبیاء کا جواب ملکر لوگوں نے کہا کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے کہ خدا زید و عمر و دیگر کو اپنا نائب کر لیا
یہ تمہارا کرد و فریب ہے قاعدہ ہے کہ بادشاہ کا قصد اسکے جنس سے ہوتا ہے پھر کیا آب و
گل سے بنا ہوا آدمی اور کہاں خالق افلاک - جسے کچھ گد ہے کا بھیجا نہیں کہا یا ہے اور ہم
احق نہیں کہ مجھ کو یہ کلمہ قرار دیں - بھلا کیا مجھ کو کیا مٹی کا خدا اور آفتاب فلک سے
ذرہ کو کیا نسبت یہ کونسی مناسبت اور کونسا جوڑ ہے جسکو عقل باور کر سکے اور جو داغ میں
آسکے بھلا کیا ہم کہا یہ یہودہ گفتگو بھلا ہم منسنے والے ہیں پھر یہ فریب یہ مکر یہ دغا کیسی بھلا
کہیں ایسا ہو سکتا ہے تو یہ تو یہ کہاں آسمان کہاں رسیاں ہمارا داغ تو اس افسانہ کو قبول
نہیں کرتا اور غالباً ہم اتنی تمیز بھی رکھتے ہیں کہ گندہ اور گندہ میں بھی حق اور باطل میں تمیز کر سکیں

اسکی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا قاصد اور اس کا قریب ہوں اور وہ
 اُسکی یہ بھی کہ ایک شفاف چشمہ پر تمام شکار ہاتھیوں کے ہاتھ سے پریشان اور اُس سے نفع ہونے
 سے محروم اور خوف کے باعث اس چشمہ سے دور تھے اور قوت غبی نہیں اسلئے انکو تدبیر کی سوچی اور
 انہوں نے یہ چال کی کہ چاند رات کو پہاڑ پر سے ایک بوڑھے خرگوش بنے ہاتھیوں کو آواز دی اور
 کہا کہ اے ہاتھیوں کے بادشاہ میں محض قاصد ہوں اور ٹانگہ ہے کہ قاصدوں کو نہ قید کیا جاتا
 ہے اور نہ تیر غیظ و غضب کیا جاتا ہے۔ پس میں جو کچھ کہنے والا ہوں امید ہے کہ میں اس میں محذور
 سمجھا جاؤں گا۔ چاند کہتا ہے کہ اے ہاتھی تم چلے جاؤ اور ہمارے چشمہ سے الگ ہو جاؤ ورنہ میں تمکو
 بہت بُری طرح اندھا کر دوں گا۔ دیکھو میں تمکو اطلاع کر چکا ہوں اور اپنی گردن سے اس بار کو الگ
 کر چکا ہوں پس تم اس چشمہ کو چھوڑ دو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ
 رہو یہ تو یہی عام تھا اب اگر اُسکی تصدیق چاہتے ہو کہ واقعی یہ پیغام چاند ہی کا ہے تو اُسکی علامت
 یہ ہے کہ جو ہاتھی پانی پینے جاویگا چاند اُسکی اس حرکت سے چشمہ کے اندر بیچ و تاب کہاویگا پس
 میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ جو دھوپیں تاریخ کو آئیں تاکہ چشمہ کے اندر اُس علامت کو مشاہدہ کریں
 آپ اُس رات کو ضرور آئے تاکہ چشمہ کے اندر آئو یہ علامت معلوم ہو جائے جبکہ پندرہ راتیں
 چاند کی گزر گئیں یعنی گزرے کو مونس تو ہاتھیوں کا بادشاہ آیا اور چشمہ سے پانی پینے لگا جو ہی
 اُسے اُس رات کو پانی میں سونڈ ڈالی فوراً ہی پانی میں اضطراب پیدا ہوا اور چاند بھی مضطرب ہونے
 لگا جبکہ ہاتھی نے چشمہ کے اندر چاند کا اضطراب دیکھا تو اُسکو خرگوش کی بات کا یقین ہو گیا اور
 سارا گمہ خوف مند ہو گیا اور اسکے بعد اُس میں سے ایک بھی چشمہ کی طرف نہ پھٹکا تو صاحبو ہم احمق
 ہاتھی نہیں ہیں کہ ہمکو چاند کا خیالی اضطراب مرعوب کر سکے۔

شرح شبیری

قوم سبا کا انبیاء علیہم السلام مشہم قرار دینا

قوم گفتند این ہمہ زرقست کہ خدا نائب کند از زید و بکر

یعنی قوم نے کہا کہ یہ سب فریب ہے اور کہے کہ خدا زید و بکر میں سے کسیکو اپنا نائب

بنامی مطلب یہ کہ وہ نبوت ہی کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بشر رسول حق ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ۔

بہر رسول شاہ باید جنس او آب و گل کو خالق افلاک کو
یعنی ہر رسول شاہ اس کی جنس سے ہونا چاہئے اور آب و گل کہاں اور خالق افلاک کہاں مطلب
یہ کہ رسول مرسل کی جنس سے ہونا چاہئے تو خدا کا رسول خدا ہی ہوا اور یہ ہو گا نہیں تو میں رسول بھی
نہ ہو گا اور کہتے تھے کہ۔

مغز خر خور دیم تا ما چون شما پیشہ را در ایم ہمسرا از ہما
یعنی کیا ہمنے مغز خر کہا ایسا ہے تاکہ ہم تمہاری طرح پیشہ کو ہم از ہما کار کیں یعنی ہم کوئی بیوقوف تو
ہیں میں جو بشر کو رسول حق مان لیں اسلئے کہ۔

گو ہما کو پیشہ کو گل کو خدا ز آفتاب چرخ چہ بود ذرہ را
یعنی کہاں تو ہما اور کہاں پیشہ اور کہاں مٹی اور کہاں خدا اور آفتاب چرخ کو ذرہ سے کیا
نسبت ہو گی۔

ایں چہ نسبت ایں چہ ہونند و بود تاکہ در عقل و دماغ در رود
یعنی یہ کیا نسبت اور کیا خالق ہو گا کہ کسی عقل و دماغ میں جا دیگا۔

ما کجا ویں گفت یہ ہودہ کجا ایں چہ زر قست و چہ شیداست فنا
یعنی ہم (یعنی انسان) کہاں اور یہ یہودہ بات کہاں یہ کیا نریب اور کیا کر اور کیا دغا ہے۔

خود کجا کو آسمان کو ریشماں می نگیرد مغز ما ایں داستان
یعنی خود کہاں (نسبت) ہے کہاں آسمان اور کہاں ریشماں ہماری تو عقل سبات کو قبول نہیں کرتی
(کہ خدا کا رسول اور قاصد بشر ہو)

غالبا ما عقل داریم ایں قدر گند نارامی شناسیم از گند
یعنی غالباً ہم اس قدر تو عقل رکھتے ہیں کہ پیا کو کاجر سے ممتاز کر لیں (تو ایسا تو نہیں ہے کہ بشر کو
قاصد حق مان لیں آخر خدا اور بشر میں امتیاز کرنے کی لائق تو ہماری عقل ہے ہی اگے غرگوں
کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کفار نے کہا کہ بشر کو رسول حق کہنا تو ایسا ہے جیسے کہ اس خرگوش نے

(میں کا قصہ کلیلہ و دمنہ میں ہے) ہاتھی سے کہا تھا کہ میں قاصد ماہ ہوں تو بظہر کہ وہ غلط کہتا تھا اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے۔

حکایت خرگوشوں کی کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس مل
بنا کر بھیجا تھا کہ جا کر کہہ کہ میں چاند کا قاصد ہوں چاند نے
کہا ہر کہ اس چشمہ سے پانی مت پیا کر اور یہ قصہ کتاب
کلیلہ و دمنہ میں ہے

ایں بدال ماند کہ خرگوشی بگفت من رسول ماہم و با ماہ جفت
یعنی یہ (دعوی نبوت) اس سے مشابہ ہے کہ ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا رسول ہوں
اور اس کا قرین ہوں مطلب یہ کہ جیسا وہ غلط تھا ایسا ہی یہ بھی لغو باللہ غلط ہے اور اس خرگوش
نے ہٹا سنے کیا کہ۔

کز رمہ پیلاں ازین چشمہ زلال جملہ نخچیاں بدند اندر وبال
یعنی کیونکہ جماعت پیلوں کی وجہ سے اس چشمہ شیریں سے تمام نخچیر وبال میں تھے یعنی ان کو اس
پینا نصیب نہ ہوتا تھا۔

جملہ محروم و زخوف از چشمہ دور جیلہ کمر دند چوں کم بود زور
یعنی سب محروم تھے اور زخوف کی وجہ سے چشمہ سے دور تھے تو انہوں نے جیلہ قوت کم تھی ایک
جیلہ کیا (اور وہ جیلہ یہ کیا کہ)

از سرکہ بانگ ز درخوش زلال سوئے پیلاں در شب غرہ ہلال
یعنی ایک بوڑھے خرگوش نے سرکہ سے ہاتھیوں کی طرف غرہ ہلال کی شب میں آواز دی
یعنی اول شب ماہ میں اگر اسے سرکہ سے یہ آواز دی کہ۔

شاہ پیلاں من رسولم بدین نیست بر رسولان بند و زجر و نیش نیست
یعنی اے شاہ پیلاں میں رسول ہوں اور زیادہ (کچھ) نہیں ہوں اور قاصدوں پر بند اور زجر اور

پیش نہیں ہے مطلب یہ کہ میں اپنی ہول اور الجھی راچہ زوال۔
 ماہ می گوید کہ اے پیلاں روید چشمہ آن ماست زان یکسو شوید
 یعنی چاند کہتا ہے کہ لے ہاتھیو چلے جاؤ چشمہ ہماری ملک ہے اس سے ایک طرف ہو جاؤ۔ (راور
 کہتا ہے کہ)۔

ورنہ من تال کو گر دانم ستم گفتم از گردن بروں اندر ختم
 یعنی وردہ میں نہلو ستم سے اندھا گردوں کا تو میں نے کہہ دیا اور گردن سے باہر ڈال دیا ہے مطلب
 یہ کہ خرگوش نے کہا کہ چاند نے یہ پیغام دیا ہے کہ اس چشمہ سے ہٹ جاؤ ورنہ میں تمکو اندھا کر دوں گا
 قواب میں تو تم سے کہہ چکا ہوں تم جانو۔

ترک ایں چشمہ بگوئید روید تاز زخم تیغ من امین شوید
 یعنی اس چشمہ کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ تاکہ میری تیغ کی زخم سے بیخود رہو۔
 نمک نشال آنست کاندہ چشمہ ملہ مضطرب گردوز پیل آب خواہ
 یعنی لائس چاند کی ناراضگی کی نشان دہی ہے کہ چشمہ کے اندر چاند آنجواہ ہاتھی سے مضطرب
 ہو رہا ہے یعنی جب کوئی ہاتھی پانی پینا چاہتا ہے تو چاند غصہ کی وجہ سے چشمہ کے اندر کانپا کرتا ہے
 بس یہ اسکی علامت ہے کہ وہ ہاتھیوں کے پانی پینے سے ناراض ہے اور یہ کہہ کہ۔

کہ بیارابع عشر اے شاہ پیل تادرون چشمہ یابی زیں دلیل
 یعنی لے شاہ پیل چودھویں رات کو آنا تاکہ چشمہ کے اندر تو اس سے دلیل پاوے یعنی اُس
 خرگوش نے کہا کہ اے شاہ پیل تم چودھویں رات کو آنا اسوقت تمکو اُس کی عقلی اور اس کا
 اضطراب معلوم ہو جاوے گا۔

آں فلاں شب حاضر آنست پیل تادرون چشمہ یابی آن دلیل
 یعنی اُس فلاں رات میں لے شاہ پیل آتا کہ چشمہ کے اندر تو اُس دلیل کو پا لے۔
 چوں دو ہفتہ از مہ نو بگذرید شاہ پیل آمد ز چشمہ می چرید
 یعنی ماہ نو کے دو ہفتے گزر گئے تو شاہ پیل آیا کہ چشمہ سے چر تھا یعنی وہ بعد دو ہفتہ کے
 کہ چودھویں شب تھی چشمہ سے پانی پینے آیا۔

چونکہ نزد خرم پیل آن خراب
مضطرب شد آب و سرگردا مضطرب
یعنی ہاتھی نے جبکہ اس شب کو پانی میں سونڈ ماری تو پانی مضطرب ہوا اور چاند نے بھی اضطراب کیا
یعنی پانی کے بہنے سے چاند بھی ہلا۔

پیل باور کردار وے آن خطاب
بچن درون چشمہ مہ کردا مضطرب
یعنی ہاتھی نے اُس خرگوش سے اُس بات کہ تعین کر لیا جبکہ چشمہ کے اندر ماہ نے اضطراب کیا یعنی
جب چاند انکے پانی پینے سے بلا تو یہ سمجھے کہ بیشک یہ پانی پینے سے خفا ہوتا ہے اسلئے خفگی
کے مارے کانپ رہا ہے۔

ترس ترساں باز گشتند آں رہ
بعد از اں نامدیکے زایشال ہمہ
یعنی ڈرتے ڈرتے وہ گروہ واپس ہو گئے اور اُسکے بعد اُن سب میں سے ایک بھی نہ آیا اور سب
ڈر گئے اور وہ خجیر آرام سے بیٹ گئے۔ آگے اہل سبا کا مقولہ ہے کہتے ہیں کہ۔

ماند زان پیلان گو لیم لے گروہ
کا مضطرب ماہ آرد ماں شکوہ
یعنی لے گروہ (انبیاء) ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں کہ چاند کا مضطرب ہونا ہمارے
لئے خوف لاوے یعنی ایسے ڈرنے والے نہیں ہیں تو تم جو قاصد حق بنکر ہمیں ڈراتے ہو ہم اس سے
ڈرنے والے نہیں ہیں۔ جب انہوں نے یہ کہا تو حضرت انبیاء جواب فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

سخت تر کردا و سفیہاں بند تاں
گشت زہر جاں قہر آہنج تاں
چوں خدا بگماشت پردہ خشم را
کہ ریاست ما فردنست از سما
خاص گشتی بر سر گین گشتہ پُر

انبیاء گفتند آوہ پند ماں
لے درینا کہ دوا درنج تاں
ظلمت افزو دایں چراغ آن چشم را
چہ ریسیے جست خواہم از شما
چہ شرف یا بد ز گشتی بحر دُر

اے درخ آں دیدہ کور و کیود
 ز آدھے کو بود بے مثل و ندید
 چشم دیوانہ بهارش دے نمود
 اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ
 اے بسا معشوق کا دیدنا شناخت
 احمق را این چنین حرم چہ است
 این غلط وہ دیدہ را حرم است
 چوں بت سنگیں شمارا قبلہ شد
 چوں بشاید سنگ تاں انہا حق
 پشہ مرده ہمارا شد شریک
 یا مگر مرده ترا شیدہ شماست
 عاشق خویشید و صنعت کرد خوش
 نے درال دُم دولتی و نعمتی
 کرد سرگرداں بود آں دم مار
 آنچنان گوید حکیم غزلوی
 کم فضولی کن تو در حکم و قدر
 شد مناسب عضو با دبا نہا

کا فتاہے اندرو ذرہ نمود
 دیدہ ابلیس جُسر طینے ندید
 ز انطرف جنبید کو را خانہ بود
 پیش بے دولت بگردا و ز راہ
 پیش بدنختہ ندانند عشق باخت
 می نسازد گمراہ را راہ راست
 وین مقلب قلب را سواد القضا
 لعنت و کوری شمارا ظلمہ شد
 چوں نشاید عقل و جاں ہمرا حق
 چوں نشاید زندہ ہمرا از ملیک
 پشہ زندہ ترا شیدہ خداست
 دُم ماراں را سر ناراست کیش
 نے درال سرراحتہ و لذتے
 لائق اندر درخورند آں ہر دیار
 در الہی نامہ گر خوش بشنوی
 در خور آمد شخص خبر با گوش خرم
 شد مناسب و صفہا با جاہنا

| | |
|---|--|
| <p>وصف ہر جانے مناسب باشد چوں صفت با جاں قرین کردست شد مناسب صفہا در خوب و زشت دیدہ دل ہست بین الاصبغین اصبغ لطف است و قہر اندر میاں لے قلم بنگر گر اجل کیستی جملہ قصد و جنبشت زین اصبعست ایں حروف حالہات از نسخ اوست جز نیاز و جز تضرع راہ نیست ایں قلم داند ولے برفت در خود</p> | <p>بیگماں جانے کہ حق تبار شدش پس مناسب دانش ہچوں چشم ورد شد مناسب حر فہا کہ حق نوشت چون قلم در دست کاتب و حسین کلک دل با قبض و بسطے زین بنال کہ میان اصبعان کیستی فرق تو بر چار راہ مجمع است عزم و فسخت ہم ز غم و فسح است زین قلب ہر قلم آگاہ نیست قدر خود پیدا کند ورنیک و بد</p> |
|---|--|

انبیاء نے جواب دیا کہ اے اسحق لوگو افسوس کہ تمہاری نصیحت کا بڑا اثر پڑا اور اُس نے تمہاری بندش کو اور بھی سخت کر دیا کیونکہ پہلے تو صرف گمراہی تھی اور اب اس کے ساتھ عناد بھی شامل ہو گیا اور افسوس کہ ہماری دعا تمہاری بیماری کے بارے میں تمہاری مقہور جان کیلئے زہر بن گئی اور چونکہ حرکتوں سے حق سبحانی نے اپنے تہم کا پردہ تمہاری آنکھوں پر ڈال دیا ہے اسلئے اس چراغ ہدایت نے تمہاری آنکھوں کیلئے تاریکی ہی بڑھائی اسلئے احمقوں کو جو کوسہی کہ جبکہ ہماری ریاست آسمان سے بھی زیادہ ہے تو ہم تم سے ریاست کے کیا طلبگار ہو سکتے ہیں اور غور تو کرو کہ موتیوں والا سمندر ایک کشتی سے کیا عزت حاصل کر سکتا ہے بالخصوص اُس کشتی سے جو گوہر سے پُر ہو۔ اب مولانا فرماتے ہیں (اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقولہ انبیاء وہی ہو) واقعی اُس آنکھ کی حالت نہایت افسوسناک ہے جس میں آفتابِ ذرہ معلوم ہوا اور ایسا بہت ہوتا ہے چنانچہ آدم علیہ السلام باوجودیکہ لا جواب اور

بے مثل تھے مگر ابلیس کی آنکھ کو مٹی کے سوا اور کوئی بات نظر نہ آئی اور اس نے کہہ دیا انا خیر منہ
 خلقتی من نار و خلقتہ من طین اور اس کی ابلیس آنکھ نے اُن کی ہمار کو خزان ہی دکھلایا کیوں نہ ہو
 ہر کوئی اپنے گہری کی طرف سے حرکت کرتا ہے یعنی ہر شخص کے خیالات و افعال اُس کے مناسب ہوتے
 ہیں اسلئے ابلیس نے بھی وہی کیا جو اُس کے مناسب تھا۔ ارے بہت سی دولتیں ایسی ہوتی ہیں کہ
 کبھی کبھی اور اتفاق سے کسی مفلس کے سامنے آجاتی ہیں لیکن وہ بھائے اس کے کما سپر قبضہ کرے
 اُس کا ستہ ہی کو چھوڑ دیتا ہے اور بہت سے معشوق ایسے ہوتے ہیں کہ ایک بد نصیب عاشق
 کے پاس بھیس بدل کر آتے ہیں مگر وہ اپنے ارا مان نہیں نکال سکتا۔ یہ لوگ نہایت ہی احمق ہوتے
 ہیں۔ اب سنو کہ احمق اس قدر کیوں محروم ہوتے ہیں بات یہ ہے کہ گمراہوں اور کج رفتاروں کیلئے
 راہ راست موافق اور مناسب ہی نہیں اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر بات تقدیر سے قطعی رکیتی ہے
 پس ہماری آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والی ہماری شقاوت ازلی ہے اور ہمارے دلوں کو گمراہی کی طرف
 پھیر والی خوبی تقدیر ہے

ہندستان قسمت راجہ سوراز پر کمال کہ خضر از آب حیوان تشنہ می برد سکند را
 اس طرح آدمی مضمون کو یہاں تک پھرنے لگا کہ مولانا پھر جواب انبیاء بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ مضمون
 جو کہ تم نے بتوں کی پرستش شروع کی اسلئے یہ لعنت بلو عن الرحمة اور اند با بن پیر چھا گیا کہ
 تم کسی طرح حق کو قبول نہیں کرتے اور یہ آفتاب تمہیں نظر نہیں آتا تم کہتے ہو کہ تم خدا کے رسول
 کیسے ہو سکتے ہو اچھا تم ہی انصاف کرو جب تمہارے بُت خدا کے شریک ہو سکتے ہیں حالانکہ
 پتھر ہیں تو ذی روح اور ذی عقل خدا کا مقرب کیوں نہیں ہو سکتا اور جبکہ مردہ پتھر (بُت) ہوتا
 (حق سبحانہ) کا شریک و سہم ہو سکتا ہے تو زندہ پتھر (آدی) بادشاہ (حق سبحانہ) کا مقرب
 کیوں نہیں ہو سکتا یا شاید یہ فرق ہو کہ وہ مردہ تھا بنا یا ہوا ہے اسلئے وہ شریک ہو سکتا ہے
 اور زندہ خدا کا بنایا ہوا ہے اسلئے وہ خدا کا مقرب بھی نہیں ہو سکتا لا حول و لا قوۃ بات یہ ہے
 کہ تم لوگ خود اپنے اور اپنی مصنوعات پر عاشق ہو اسلئے تم اپنے کو انبیاء سے برتر سمجھتے ہو
 اور اپنی مصنوعات کو بھی اہم تمہارے مناسب بھی ہے کیونکہ سانپ کی دُم کا دیر و مذہب
 اس کا سر ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ ناس دم میں کوئی خوبی ہے نہ سر میں کوئی بہتری اسلئے وہ دُم

سر کے گرد گومتی ہے اور یہ جوڑا نہایت ہی مناسب ہے۔ دیکھو اگر تم غور سے سنو تو میں تمہیں بتاؤں
 کہ عظیم غزوی اپنی نامہ میں یوں فرماتے ہیں کہ تم حکم الہی میں گفتگو اور بحث و مناظرہ نہ کیا کرو۔ بلکہ تم جس مرتبہ
 کے جو اسی مرتبہ پر رہو کیونکہ جیسا کہ اپنے میل کیساتھ اچھی ہوتی ہے جنانچہ گوہے کا جسم گدہ ہے کے
 کاؤل ہی کے مناسب ہے اور گدہ ہے کے کان اُسے جسم کیلئے زیبائیں جو نہ تمہارا منہ نہیں
 کہ احکام الہیہ میں گفتگو کرنا سنے خاموش رہنا چاہئے یہ حاصل تھا عظیم غزوی کی نصیحت کا اگے
 مولانا اسپر اضا فرماتے ہیں یا یوں کہو کہ اُسکی تشریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ گدہ ہے ہی
 کی تخصیص نہیں بلکہ تمام اعضاء و ابدان میں مناسبت ہوتی ہے اور اعضاء و ابدان کی عمومی تخصیص
 نہیں بلکہ اوصاف ازوارح اور خود ازوارح میں بھی مناسبت ہوتی ہے اور جس حال میں جو صفت
 حق سبحانه پیدا فرماتے ہیں وہی اُسکے لئے مناسب ہوتی ہے پس جس حال میں جو وصف غیر امتیاز
 دیکھو سمجھ لو کہ یہی اُسکے مناسب ہر جیسے نکھ اور چہرہ میں مناسبت ہوتی ہے پس اچھے لوگوں اور
 برے لوگوں میں جو اوصاف ہیں وہ سب اُن کے مناسب ہیں کیونکہ وہ آثار و صفات حق ہیں اور حق جاتا
 حکیم مطلق اور صانع کامل ہیں پس ان کی صفت کے آثار میں ہرگز بے دھنگا پن نہیں ہو سکتا جب
 یہ مقدمہ مہمد ہو گیا تو اب سمجھ کر دل ادا نکھ حق سبحانه کی دو انگلیوں کی یوں ہی درمیان میں ہر جسطرح
 کہ کا تب کے ہاتھ میں قلم ایک انگلی لطف ہے دوسری تہرا اور ان دونوں کے درمیان میں قلم دل ہی
 وہ قلم بھی ان انگلیوں کے اثر سے متعقب ہوتا ہے اور کبھی مضبوط جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب وہ
 مضمون اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ تم اپنے کو اور اپنے بتوں کو انبیاء سے بڑا کر سمجھتے ہو تمہارے
 مناسب ہے بھی ہی۔ اب مولانا اس مضمون کے نتیجہ کے طور نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب
 یہ ثابت ہوا کہ تم حق سبحانه کے قبضہ میں ہو وہ جس طرف چاہیں تمہیں ہلٹ سکتے ہیں تو تم کو اس امر کا خوف
 کا ظاہر کرنا چاہئے کہ تم کس مقتدر کے قبضہ میں ہو یا دیکھو کہ تمہاری ہر حرکت اُسی کے حکم سے آ رہی
 تمہارا سر جو اہل پر رکھا ہوا ہے یعنی جسطرح جو اہل پر رکھے ہوئے سر کو ہر طرف کے آنے جانے
 والے لوگوں کی ہٹو کیوں کا خطرہ ہو تا ہے ادا اسکو اطمینان نہیں ہو سکتا کہ میں ایک حالت پر قائم ہو گیا
 یوں ہی تم کو بھی اپنی حالت پر اطمینان نہ ہونا چاہئے بلکہ تمہاری ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور اپنی
 طاعات و عبادت پر کبھی ناز نہ کرنا چاہئے کیونکہ تمہارے حالات قلبیہ اسیکے پیدا کئے ہوئے ہیں اور

تہمدا غزم و فسخ غزم سب اسیکی غزم و فسخ کا اثر ہے لیکن اسی حالت میں گنہگار اور ناز کا کوئی موقع نہیں
اور بجز نیاز و فسخ ناری و مسکن کے اور کوئی بہبودی کی صورت نہیں بہر شخص اس ثقل سے وقف
نہیں اس لئے وہ بے اعتدالوں میں مہمک ہے اور جو شخص کچھ جانتا بھی ہے وہ بھی اس کی حقیقت سے
واقف نہیں بلکہ اپنی حیثیت کی موافق جانتا ہے اور حیثیت اُسکی اُسکے افعال حسنہ اور سیئہ سے
ظاہر ہے کہ وہ کس درجہ کا آدمی ہے۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا اُن کے طعن کا جواب دینا اور

انکی مثال بہ بیان فرمانا

انبیاء گفتند آ وہ پند ماں سخت تر کر دے سفہاں پندل
یعنی انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ افسوس ہماری نصیحت نے اے بیوقوفو تمہاری بند کو زیادہ کر دیا
اور لیا کہ دوائے رنج تال گشت زہر جان قہر آہنج تاں
یعنی افسوس کہ تمہارے مرض کی دوا تمہاری قہر ش جان کیلئے زہر ہو گیا یعنی ان کی جو جان قہر کی
جاذب اور قہر حق کو کینچنے والی تھی اُسکے لئے یہ نصائح انبیاء زہر ہو گئی اور ان کا کفر اور بھی
زیادہ ہو گیا۔

ظلمت افزو ایں چراغ خشم را چوں خدا بگماشت بر دل خشم را
یعنی اس چراغ (نبوت) نے اُس آنکھ کو ظلمت ہی بڑھائی جبکہ خدا نے دل پر خشم کو مقرر فرمادیا تھا
یعنی چونکہ اُنکے دل پر خشم حق تھا لہذا انکو چراغ ہدایت اور آفتاب نبوت نے اور ظلمت ہی کھڑا کر دیا
کیا انکو ہدایت نہ ہو سکی اور انبیاء نے فرمایا کہ۔

چہر نیسی جیست خواہیم از شما کہ ریاست مال افزو نیست از شما
یعنی ہم تم سے کیا ریاست کو ڈھونڈیں گے کہ ہماری ریاست تو آسمان سے زیادہ ہے مطلب یہ کہ ہم
تم سے جادو مال کیا طلب کرتے ہماری سلطنت تو زمین و آسمان سب پر ہے۔ تو پھر ہکو تمہارا مال

و دولت لیکر کیا نفع ہو گا اگر اُسکی مثل دیتے ہیں کہ۔

چہ شرف یا بذر کشتی بحیرہ در خاصہ کشتی ز سر گیس گشتہ پُر

یعنی موتیوں کا دریا کشتی سے کیا شرف پاویج۔ خاصہ کشتی سے جو سر گین سے پُر ہو۔

مطلب یہ کہ جس دریا میں موتی بہرے ہوں اگر اُس میں ایک کشتی بھی آ جاوے تو اُس کشتی سے

اس دریا کو کیا شرف ہو سکتا ہے اور خاصہ کہ جبکہ وہ کشتی گوبر سے بہری ہو تو بجائے شرف کو

اور گندگی ہی زیادہ ہوگی تو اسی طرح انبیاء نے فرمایا کہ تہذیبی مال و دولت سے ہم کو شرف تو

کیا ہوتا اور گندگی ہی بڑھنے لگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے دریغ آن دیدہ کو رو کی بود آفتابے اندر و ذرہ نمود

یعنی افسوس ہے اُس کو رو کی بود آ نکھ پر کہ جو آفتاب اُسکے اندر ذرہ دکھائی دیا۔ مطلب یہ کہ اس

اندھے کی حالت قابل افسوس ہے کہ جسے آفتاب ذرہ دکھائی دے تو اسی طرح جو آفتاب

کو نہ دیکھے وہ بھی یقیناً اندھا ہے۔

ز آدمے کو بود بے مثل و ندید دیدہ ابلیس جز طینے ندید

یعنی اُن آدم سے جو کہ بے مثل و نظیر تھے دیدہ ابلیس نے سوائے مٹی کے (کچھ) نہ دیکھا۔

چشم دیوانہ بہارش دے نمود زالطرت جنبید کورا خانہ بود

یعنی چشم انبیاء نے اُسکو بہار دے دکھائی اور اس طرف سے جنبش کی جس طرف کہ اُس کا

گھر تھا یعنی چونکہ اس کا گھر اور مرجع ضلال تھا لہذا اُسکو غلط ہی دکھائی دیا۔

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ پیش بے دولت بگرد و از راہ

یعنی بہت سی وہ دولتیں جو کبھی کبھی بے دولت کے سامنے آتی ہیں تو وہ راہ سے بہرہ جاتا ہے

مطلب یہ کہ جب کو نعمت گہر بیٹھے دولت ہاتھ آ جاوے اُسکو اس دولت کی قدر نہیں ہوا کرتی۔

لے لیسا معشوق کا ید ناشناخت پیش بدختے ندانند عشق باخت

یعنی بہت سے وہ معشوق کہ وہ ناشناسا ہو کر کسی بد بخت کے سامنے آدین تو وہ عشق کو نہ جانتے

مطلب یہ کہ اگر کوئی معشوق کسی کی پاس خود چلا جاوے تو جو عاقل ہے وہ تو اُسکی اور قدر کر لیا

اور اُسکو نعمت غیر مترقبہ سمجھے تا کہ جو یہ وقت ہے وہ اُسکی بی قدری کرے گا اور اُسکی بچائے گا بھی

نہیں تو اسی طرح اُن لوگوں کے پاس دولت نبوت مفت ہی آگئی ہے لہذا یہ کجبت قدر نہیں کرتے آگے فرماتے ہیں کہ

احتمال را این چنین حرمانِ چہرست
می نسا زد گم ہا نرا راہ راست
یعنی احتمال کو ایسا حرمان کیوں ہیں (اس سوال کے بعد جواب خود فرماتے ہیں) گمراہوں کو راہ راست
موافقت نہیں آتی (لہذا محروم رہتے ہیں)۔

ایں غلط دہ دیدہ (حرمانِ ست)
وین مقلب قلب سوز القضا
یعنی آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والا ہمارا حرمان ہے اور یہ مقلب قلب کو سوز القضا ہے مطلب یہ کہ
ہماری محرومی باعث ہے غلطی دیدہ کی اور ہم اُسے قلب کو سوز القضا اقلیب کر رہے ہیں۔ لہذا
ہم غلطی میں پڑے ہوئے ہیں آگے انبیاء کا مقولہ ہے فرماتے ہیں کہ۔

چول بُت سنگین شمار اقبلہ شد
لعنت و کوری شمار اظلمہ شد
یعنی جبکہ بُت سنگین تمہارے لئے قبلہ ہو گئے اور لعنت و کوری تمہارے لئے سایہ ہو گئیں۔
چول بشاید سنگ تال نیاز حق
چول نشاید عقل و جان ہمار حق
یعنی جبکہ تمہارے پتھر خدا کے شریک ہو سکتے ہیں تو عقل و روح ہمار حق کیوں نہیں ہو سکتے۔

مطلب یہ کہ اُنہوں نے کہا تھا کہ پہلا بشر کس طرح رسول حق ہو سکتا ہے رسول تو مرسل کی جنس
سے ہونا چاہیے حضرات انبیاء علیہم السلام اس کا جواب دیتے ہیں کہ دیکھو تم پتھر کے بتوں کو خدا کا
شریک مانتے ہو تو کجبت پہلا مردہ بیجان بے عقل پتھر تو شریک حق ہو سکے اور جو کہ زندہ ہے اور
عقل و جان رکھتا ہے وہ رسول بھی نہ ہو سکے غضب کی بات ہے

پیشہ مردہ ہمارا شد شریک
چول نشاید زندہ ہمسرا از ملیک
یعنی مردہ چہر تو ہمارا شریک ہو جاوے تو زندہ ہمارا شاہ کیوں نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ کہ خدا
سوچو کہ مردوں کو تو تم شریک حق بتا رہے ہو اور انسان زندہ اگر کہے کہ وہ قاصد ہے تو اُس کو نہیں
مانتے (بظاہر لاہ فی الحقیقہ) انسان کا قاصد حق ہونا ان کے شریک ہونے سے اقرب ہے مگر یہ فرق
ہو سکتا ہے کہ۔

آن بُت مردہ تراشیدہ شماست
پیشہ زندہ تراشیدہ خلاست

یعنی وہ بہت مردہ تو تھا راہنایا ہوا ہے اور وہ لپسہ زرد بنایا ہوا خدا کا ہے تو اپنی بنائی ہوئی چیز کو تو اس قدر بڑھایا کہ اُسے بھی خدا بنادیا اور خدا کی بنائی ہوئی شے ایسی کہ وہ قاصد حق بھی نہ ہو سکے اتنی تو یہ حالت ہے کہ۔

عاشق خولیند صنعت کرد خویش دم ماراں ہر اسرار است کیش

یعنی یہ لوگ اپنے اور اپنے کی ہوئی صنعت کے عاشق ہیں اور سامنیوں کی دم کیلئے سانپ کا سر ہی مدد ہے مطلب یہ ہے کہ جب سانپ بیٹھتا ہے تو دم کو پکڑ دیکر منہ سے ملا لیتا ہے تو جس طرح کہ دم کیلئے سر مار مذیب ہوتا ہے کہ وہ اُسی طرف رجوع ہوتی ہے اسی طرح یہ لوگ اپنی مصنوعات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور انہیں پر مغرور اور خوش رہتے ہیں حالانکہ۔

نئے دریاں دم دولت و نعمت نے دریاں سر راحت و لذت

یعنی نہ تو اُس دم میں کوئی دولت یا نعمت ہے اور نہ اس سر میں کوئی راحت یا لذت ہے۔

گرد و سرگرداں بوداں دم مار لائق اند و در خورداں ہر دیار

یعنی وہ سانپ کی دم سر کے گرد گرداں رہتی ہے تو وہ دونوں یا لائق اور مناسب ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ اُس دم یا سر مار میں کوئی دولت یا نعمت یا راحت نہیں ہوتی اسی طرح نہ خود ان میں اور نہ ان کی مصنوعات میں کوئی راحت وغیرہ ہے تو یہ جو آپس میں ایک دوسرے کے عاشق ہیں یہ اسوجہ سے کہ دونوں آپس میں مناسب ہیں کہ دونوں مضر اور بیکار ہیں لہذا گنہگار ہیں اسوجہ سے کہ تو چونکہ ان کی مناسب فضالت اور گمراہی ہی ہے تو انکو وہی نصیب ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

آپچناں گوید حکیم غزوی در الہی نامہ گر خوش بشنوی

یعنی اگر تم خوب سنو تو (ہم تم کو بتائیں کہ) حکیم غزوی الہی نامہ میں اس طرح کہتے ہیں کہ۔

کم فصولی کن تو در حکم قدر در خور آمد شخص خرم با گوش خر

یعنی تم حکم قدر میں فصولی مت کرو (اسکے کہ) جسم خر گوش خر کیسا نہ مناسب آیا ہو مطلب اس کا اور اسکے کئی اشعار کا یہ ہے کہ حکم قدر میں تم اعتراض مت کرو حق تعالیٰ نے ہر شے کو اپنی جگہ کیساتھ بنالیا ہے تو اسی طرح انکے مناسب گمراہی تھی ان کو گمراہ کر دیا ہے

شد مناسب عضو با دبا ہنسا شد مناسب و صفحا با جانہا

یعنی اعضا، ابدان کے مناسب ہیں اور اوصاف جانوں کے مناسب ہیں۔

وصف ہر جانے مناسب شدش بیگمان جائے کہ حق تبراشدش۔

یعنی وصف ہر جان کا اُس کے مناسب ہوتا ہے اور اس جگہ تو یقیناً حبیب کہ حق نے بنایا ہو۔

چوں صفت با جال قرین کر و ستا و پس مناسب دانش بچوں چشم درو

یعنی جب کسی صفت کو حق تعالیٰ نے کسی جان کیساتھ قرین کیا ہے تو اسکو چشم درو کی طرح مناسب

ہو سکتا ہے۔ یعنی جس طرح کہ چشم درو مناسب ہیں اسی طرح اسقدر اوصاف وغیرہ حق تعالیٰ نے کسی میں پیدا کئے ہیں وہ سب بھی مناسب ہی ہیں۔

شد مناسب وصف در خوف و شت شد مناسب حرف نما کہ حق نوشت

یعنی اچھے بُرے کے تمام اوصاف مناسب ہیں اور وہ حرفت کہ حق نے لکھے ہیں سب مناسب ہیں یعنی جو کسی تقدیر میں لکھا ہے وہ اُس کے مناسب ہے۔

دیدہ و دل بہت میں اصبعین چوں قلم در دست کاتب احسین

یعنی دیدہ و دل بہت میں انگلیوں کے درمیان میں (اُس طرح) ہیں جس طرح کہ کاتب کے

ہاتھ میں قلم ہوتا ہے احسین۔ یعنی جس طرح کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے

اسکو پھیرے اسی طرح حق تعالیٰ کے قبضہ میں قلب ہے جس طرح وہ چاہیں اسکو پھیر سکتے ہیں خواہ اسکو

بینا کر دیں یا گور کر دیں جو چاہیں کریں۔

اصبع لطف است و قہر اندر میال کلک دل با قبض و بسط زیر بنال

یعنی لطف و قہر کی انگلی درمیان میں ہے تو اس انگلی کی وجہ سے کلک دل قبض و بسط میں ہے۔ یعنی

جب لطف ہے تو دل میں بھی بسط ہے اور اگر قہر ہے تو دل میں بھی انقباض ہے تو جب قلب قلم کی

طرح ہے تو اسکو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

اے قلم بنگر گر اجلا لیستے کہ میان اصبعین کیستے

یعنی اے قلم دیکھ لے اگر تو اجلا لی ہے کہ کسکی انگلیوں میں ہے۔

جملہ قصد و خبشت زیر اصبع است فرق تو بر چار راہ مجمع است

یعنی تیرے تمام قصد و حرکات اس انگلی سے ہیں اور سب تیرا محسوس ہے چوراہ ہے یعنی جس

طرح کہ ظلم کہ جوتا ہے کیا تب کی انگلیوں میں گراس کا سر چڑا رہا ہو جوتا ہے کہ وہ جو کہتا ہے اسکو سب دیکھتے ہیں۔ اسی طرح انسان کا قلب ہے تو خدا کے قبضہ میں مگر جو کچھ اعمال یہ کرتا ہے اسکو ایک عالم دیکھتا ہے۔

اب حروفِ جاہلات ازفتح است غزم و فحش ہم غزم و فسخ اوست
یعنی تیرے حالات کے یہ حروف اسکے کہنے سے ہیں اور تیرا غزم اور فسخ غزم اسکے غزم و فسخ سے ہے
(غرض کہ تمام حالات اُس کے قبضہ میں ہیں جب یہ حالت ہے تو اب سمجھ لو کہ)
جز نیاز و جزو فقر راہ نیست زین قلب ہر قلم آگاہ نیست
یعنی جز نیاز و فقر کے کوئی راہ نہیں ہے اور قلب سے ہر قلم آگاہ نہیں ہے مطلب یہ کہ بس
اب تمکو چاہئے کہ درگاہِ حق میں نیاز و فقر سے کام لو اور ان ہی سے اپنی درست حالت کو عرض کرو
کہ وہی اسکو درست کر دینے کے لئے باقی بے اسکے کئے کچھ نہ ہو گا۔ اور اس قلب سے ہر شخص جو نیک آگاہ نہیں ہے
اسی لئے گمراہ ہوتے ہیں۔

ابن ظلم دانہ دے بر قدر خود قدر خود پیدا کند در نیک و بد
یعنی اسکو ظلم جانتا ہے لیکن اپنی قدر کے موافق اور اپنی قدر کو نیک و بد میں ظاہر کر دیتا ہے یعنی اسکو
جانتا بھی ہے مگر ہر شخص اپنی قدر کے موافق ہی جانتا ہے اور جب اسکو لوگوں میں ظاہر کرتا ہے تو اپنی
قدر کو سب پر ظاہر کر دیتا ہے اور سبکو معلوم ہو جاتا ہے کہ انکی یہ حالت ہے اور ان کا علم اسقدر ہی
آگے ایک مضمون لاتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مثال یا مثل وہ بیان کر سکتا ہے جو اس مثال
یا مثل کی اور مثل کہ دونوں کی حقیقت سے واقف ہو اور اسکے افعال و خواص کو احاطہ کئے ہوئے
ہو ورنہ مثال مطابق واقع کے نہ ہوگی بلکہ یوں ہی ادا کر لیس ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی کہنہ
ذات کیسے معلوم نہیں ہے تو ان لوگوں نے جو مثل بیان کی کہ حق تعالیٰ کو ماہ کہا اور انکے قاصدوں کو
خرگوش کی طرح کہا اور پھر اس کا غلط ہونا ثابت کیا یہ مثل مطابق واقع کے نہیں ہے اسلئے کہ
مثال کی اگر حقیقت سمجھ لی تو طرفِ ثانی مثل کہ حقیقت کی تو خبر نہیں ہے پھر کس طرح مثال
بیان کر سکتے ہیں۔ اب اشار سے سمجھ لو۔

شرح حبیبی

آنچه در خرگوش پیل آویختند
 که رسد تال این مثلها ساختن
 آن مثل آوردن آن حضرت است
 توچه دانی سر چیزے ای توکل
 موسیٰ آنرا که عصا دید و نبود
 چون چنان شاہی نداند تیر خوب
 چون غلط شد چشم موسی در مثل
 آن مثلالت را چو آرد در باکت
 این مثل آورد ابلیس لعین
 این مثال آورد قارون از لجاج
 این مثال آورد عمرو د جہول
 این مثال اندیش گشته قوم عاد
 این مثال آورد شد ادلیم
 این مثال آورد فرعون از غلط
 این مثال آورد ہر بد بخت دوی
 این مثالالت را چو زاغ و بوم دای

تا ازل را با حیل آمیختند
 سوئے آن در گاہ پاک انداختن
 کہ بعلم سر و جہر و آیت است
 تا بہ زلف و یا بہ رخ آری مثل
 از دہا بد سر اولب بر کشود
 توچه دانی سر آن دام و حبوب
 چون کند موشی فضولی مدخل
 تا بہ پاسخ جزو جزوت بر کند
 تا کہ شد ملعون حق تا بوم دیں
 تا فرو شد در زمین با تخت و تاج
 تا کہ پشہ مغز سر خوردش عجول
 کا ستخوان شال خورد مرد آمد ز باد
 تا کہ شد محروم از ہر دو نعیم
 تا کہ اندر آب دریا شد سقط
 تا کہ شد در قعر دوزخ سرنگوں
 کہ از لیثال پست شد صد فاندال

ابا اہل سہا کی طرف رخ کرتے ہیں اور ان کی خبر لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ اُن احمق لوگوں نے جو زکوٰۃ اور باقی کے قصہ کو دست آور دینا یا جبکا نتیجہ یہ ہوا کہ حکم ازلی کو چالاکیوں کی مضمین میں داخل کر دیا۔ بھلا ان سے کوئی کہے کہ گد ہو تمہیں کب دیا ہے کہ مثیلین تراش تراش کر حضرت حق سبحانہ سے انکو منسوب کر دو ولہ المثل لا علیٰ مثال بیان کرنا تمہارا کام نہیں کیونکہ اُسکے لئے ضرورت ہے مثل یہ اور مثل کہ ہر دو کے پورے حالت معلوم ہونے کی تاکہ قیاس مع الفارق نہ ہو جاوے اور یہ بات تم میں مفقود ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہ تمہارا کام نہیں۔ بلکہ یہ حق سبحانہ کے نمایاں ہے جو کہ علم محیط رکھتے ہیں اور جن کا علم غیب و شہادت نہایت واضح امر ہے۔ مثلاً اگر کوئی گنجا زلف درخ کی مثال بیان کرے تو اس سے یہی کہا جا دیگا اے گنچے جب تیرے زلفیں ہی نہیں اور تو نے زلف کبھی دیکھی بھی نہیں تو تو زلف درخ کی حالت کیا جانے کہ تو ان کی مثال بیان کرتا ہے۔ یاد ہو کہ مثال بیان کرنا یعنی کسی شے کی حالت ظاہر کرنا کچھ آسان کام نہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے جس چیز کو محض لاشعی سمجھا تھا وہ صرف لاشعی ہی نہ تھی بلکہ باطن کے لحاظ سے از دہا بھی تھی جسکی اندرونی حالت بعد کو ظاہر ہوئی اور ایک وقت میں وہ منہ کہول کر کھڑی ہو گئی۔ بھلا جب اتنا بڑا شخص ایک لکڑی کی باطنی حالت نہ سمجھ سکے پھر تمہیں اُس دام و دانہ کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے جسے نگو پہنسا ایک بے اور جبکہ اظہار حال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو بھلا جو باہر ہو وہ اس میں بل کیا بنا سکتا ہے اور اس میں کیا مداخلت کر سکتا ہے یاد رکھنا کہ حق سبحانہ تمہاری مثال کو از دہا بنا دینگے کہ وہ جواب میں تمہارے عضو کو الگ کر دیگا۔ یعنی اس کا جواب یہ ہوگا کہ تم ہلاکت ابدی میں مبتلا ہو گے دیکھو انیس ملعون ہی اظہار حال آدم میں یوں ہی غلطی کی تھی اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیشہ کیلئے ملعون ہو گیا اور قارون نے بھی یوں ہی مکابرہ و مجادلہ کیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تخت و تاج سمیت زمین میں دھنس گیا اور جاہل فرد نے بھی اسی طرح مجادلہ کیا تھا جسکے سبب ایک چہرے فوراً اس کا بھیجا کہا لیا اور قوم عاد نے بھی یہی باتیں گہری تھیں جس سے ان کی بیویوں کو چور چور کر دیا گیا اور شداد پاجی نے بھی اسی قسم کا مکابرہ کیا تھا جبکا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں جنتوں سے محروم رہا نہ اپنی بہشت سے منتفع ہوا نہ خدا کی بہشت سے اور فرعون نے بھی یوں ہی غلطی چکر لیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باقی میں ڈوب گیا

غرض ہر بد بخت و فتنی ازلی نے اسی قسم کی قصول باتیں کیں حتیٰ کہ وہ دوزخ میں الٹا گردیا گیا
بس تم اپنی اس مثال کو ایک کو ایسا سمجھو جسے ہزاروں گہرائے تباہ کر دئے لہذا وہ
تم کو بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

شرح شبیری

بیان اُس کا کہ ہر شخص کا کام مثال بیان کرنا نہیں ہے
اور خاص کر کارخانہ حق میں جو کہ غیر متناہی ہو

انچہ دوزخ گوشوں میں آویختہ تنازل لایا حیل آئی مختہ
یعنی جو کچھ کہ وہ لوگ خرگوشوں کی پیل (کے قصہ) میں اچھے اور ازل کو حیل کیساتھ ملا دیا۔
کے رسد شان میں مثلاً ساختن سوئے آن در گاہ پاک انداختن
یعنی انکو یہ مثل بیان کرنا کہ بھونچتا ہے (اور پھر) اُس درگاہ پاک کی طرف ڈالنا۔ مطلب یہ کہ حکم
ازلی کو ان خرگوشوں کے میلہ کیساتھ ملا دیا اور ان دونوں باتوں کو ایک کر کے اندر میں تک بھونچ
کہ انکی مثال بیان کی تو ان لوگوں کو یہ کب مناسب تھا اسلئے کہ یہ تو حقائقِ اشیاء سے پوری
طرح واقف ہیں ہی نہیں۔

ایں مثال وردن آن حضرت است کہ بہ علم سر و جہر او آیت است
یعنی یہ مثال بیان کرنا کام (اس) درگاہ کا ہے کہ جو علم سر و جہر میں حجت ہے یعنی جسکو کہ حقائق
اشیاء کا علم ہے اس کا کام ہے کہ وہ مثال بیان کرے تو وہ مطابق واقع کے ہو گی اسلئے کہا سکو
طرفین کی حقیقت معلوم ہے۔

تو چہ دانی سرچیزے تا توکل تابہ زلف دیا بہ رُخ آری مثل
یعنی جب تک کہ تو گنجا ہے تو کسی چیز کا ہید کیا جانے تاکہ زلف یا رخ کی مثل بیان کرے مطلب
یہ کہ جب تم گنچے ہو تو تم کیا جانو کہ زلف کیسی ہوتی ہے اور رخ حسین کیسا ہوتا ہے اب تم اسکی
مثال بیان کرنے لگے تو یہ بسرا سرِ طاقت ہی ہے۔ اسی طرح جب تم کو کسی شی کی حقیقت معلوم

نہیں تو اسکی مثال ہی کیا بیان کر سکتے ہو آگے اس حقیقت پشناسی کی ایک نظر لاتے ہیں کہ۔

موسیٰ تازہ کہ عصا دید و نمود از دہا بند سہ اولب می کشود

یعنی موسیٰ نے جب کہ عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا (بلکہ) از دہا تھا (اس کے پھید کو لب کہو لٹا تھا یعنی دیکھو موسیٰ اس عصا کی حقیقت کو نہ سمجھے اور سوال حق پر یہی کہہ کہ عصا میری لاشعری ہے حالانکہ وہ از دہا تھا اور جب وہ لب کہو لٹا تھا تو اس کا پھید ظاہر ہوتا تھا۔

چوں چناں شاہی ننداند سرچوب تو چہ دانی سراس دام و جوب

یعنی ایسا بادشاہ ایک لکڑی کے پھید کو نہ جانے تو تم اس دام اور دایں کے راز کو کیا جالو یعنی دنیا میں جو دام و جوب ہیں تم ان کے اسرار کی کیا خبر ہو سکتی ہے

چوں غلط شد چشم موسیٰ بر مثل چوں کند موشے فضولے مرغ

یعنی جب مثل بیان کرنے میں چشم موسیٰ غلط ہو گئی تو ایک چوہا غفولی کس طرح دخل دے سکتا ہو۔ اور وہ مثال مطابق واقع کے تو کیا ہوتی بلکہ یہ ہوتا ہے کہ

اں مثال را چو از در ہا کند تا بیا سخ جزو جزوت بر کند

یعنی تہذیب اس مثال کو حق تعالیٰ از دہا بنا دیتے ہیں یہاں تک کہ جواب میں وہ تمہارے جزو جزو کو اکہا لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ مثال خود تمہیں کو نقصان دہ ہوتی ہے آگے ایسی مثال کے نقصان دہ ہونے کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ

این مثال آورد ابلیس لعین تاکہ شد ملعون حق تا یوم دیں

یعنی ابلیس ملعون یہ مثال لایا۔ یہاں تک کہ قیامت تک ملعون حق ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اس نے یہ کہا خلقتمنی من نار و خلقتم من طین تو دیکھو اسی وجہ سے ملعون بن گیا۔

این مثال آورد قارون از الجاج تا فرود شد در زمین باقی تاج

یعنی یہی مثال قارون کی لغت کی وجہ سے لایا۔ یہاں تک کہ زمین میں مع تخت و تاج کے چلا گیا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ انھا اوتیتہ علی علم عندی۔ اس دعوے ہی کی بدولت اسکو خسف ہوا

این مثال آورد دھرود جہول تاکہ ایشہ مغر سر غرورش عیول

یعنی بھی مثال غرورِ مایل لایا۔ یہاں تک کہ مجھ نے جلدی سے اُس کا مغز سر کہا لیا۔ مطلب یہ کہ اُس نے کہا تھا انا اچھی دُائیت تو خدا کی برابری کی تھی لہذا ہلاک ہوا۔

اس مثال اندیشِ گشتہ قوم کا
یعنی اس مثال کے سوچنے دے قوم غرور ہوئے کہ اُن کی بڑیاں ہوا سے چور چور ہو گئیں۔ یعنی انہوں نے تکبر و نافرمانی کی تھی جیسا کہ جاہِ باقرآن شریف میں ہے تو اُنکو سزا ملی۔

اس مثالِ وردِ شدا و لثیم تاکہ شد محروم از ہر دو نعیم
یعنی شدا و لثیم بھی اس مثال کو لایا یہاں تک کہ وہ دونوں نعمتوں سے محروم رہا۔ مطلب یہ کہ مشہور ہے کہ اُس نے ایک باغ بنایا تھا جسکو وہ بہشت کی مثال کہا کرتا تھا تو اُس کے اس دعویٰ کی بدولت ہلاک ہوا۔ اور دونوں نعیم سے محروم رہنے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مشہور ہے کہ جب وہ اُسکی مصنوعہ عنبت تیار ہوئی تو وہ اس میں داخل ہوتے لگا ہوا وہاں وہ قدم رکھتے ہی روح پر واز گر گئی خسارِ الدنیا و الاخرۃ کا مصداق ہو گیا۔

اس مثالِ آورد فرعون از غلط تاکہ اندر آب دریا شد سقط
یعنی یہی مثال فرعون غلطی کی وجہ سے لایا۔ یہاں تک کہ آبِ دیا میں ساقط ہوا یعنی اُس نے کہا انا ہر بصر کا غلطی اس دعویٰ میں مارا گیا۔ یہ نظائر تو خاص خاص تھی اگے عام طور پر فرماتے ہیں کہ۔

اس مثالِ آورد ہر بد بخت دول تاکہ شد در قعر دوزخ سرنگوں
یعنی ہر بد بخت کینہ اس مثال کو لایا یہاں تک کہ قعر دوزخ میں سرنگوں ہوا یعنی ہر بد بخت کینہ ایسے دعوے کرتا ہے تو ہلاک ہوتا ہے اگے فرماتے ہیں کہ۔

اس مثالِ راجو زارغ و بوم دال کہ از ایشاں پست شد صد خاندان
یعنی اپنی اس مثال کو زارغ و بوم کی طرح (مخوس) جالو کہ اُنکی وجہ سے سیکڑوں خاندان برباد ہو گئیں
یہی طرح ہماری ان مثالوں سے بھی بہت بربادی پہنچتی ہے اگے نوح علیہ السلام کے کشتی بنانیکے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ کشتی بنایا کرتے تھے اہل اُنکی قوم اپنے استہزاء میں مثالیں بیان کرتی تھی تو وہ قوم آخر ہلاک ہوئی یہ اُسی مثلِ ناکافی کی بدولت کہ حقیقت کو سمجھتے نہیں ہیں اور مثال بیان کرنے میں جھجھکتے ہیں اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

نوح اندر بادیه کشتی بساخت
 در بیابانی که چاه و آب نیست
 آن یکے میگفت این کشتی بتاز
 آن یکے میگفت دنبالش کتر است
 آن یکے میگفت پالانش کجاست
 و آن یکے میگفت کاش مشکوتی است
 آن یکے میگفت جو چوں میخورد
 آن یکے میگفت بیکاری مگر
 او سہی گفت این بفرمان خداست
 این مثل بشنو کہ شب دزد عنید
 نیم بیدارے کہ اور بخور بود
 رفت بر بام و فرود آوخت سر
 خیر باشد نیم شب چه می کنی
 در چه کارے گفت می کو بم دہل
 گفت فردا بشنوی این بانگ را
 من جو رستم بشنوی بانگ دہل

صد مثل گوازیئے تسخیر تاخت
 میکند کشتی چه نادان ابلہ و است
 و آن یکے میگفت پرسش ہم بساز
 و آن یکے میگفت پشتش کتر فرست
 و آن یکے میگفت پالانش کتر چرست
 و آن یکے میگفت این خبر بہر کیست
 ورنہ بارت کے بمنزل می برد
 یا شدے فروت شد عقلت ز سر
 این بچہ کہما نخواست اہد گشت کاست
 در بن دیوار حفرہ می برید
 طلق آہستہ اش را می شنود
 گفت اورا در چه کاری ای پدر
 تو کہ گفتا دہل زن ای سنی
 گفت کو بانگ دہل ای بوسل
 لغزہ یا حسرتا و اویلتا
 آن زمان واقف شوی بر خبر دہل

ادھر مولانا نے فرمایا تھا کہ مجاہدین تباہ و برباد ہو گئے۔ اب اسکو ایک مثال سے ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ دیکھو لوگوں نے نوح علیہ السلام سے بھی اسی قسم کے مجادلے کئے تھے پھر ان کا کیا حشر ہوا تفصیل اسکی یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کشتی بنارہے تھے اسکو دیکھ کر سیکڑوں مثالیں بیان کر رہے تھے کہ کھیلنے دو پڑے اہر کہا کہ اس شخص کی میں جہاں نہ کروں اسے نہ پانی یہ شخص کشتی بنارہا ہے نہایت برحق آدمی ہے (نوحو باللہ) کوئی کہتا تھا کہ جناب ذرا اسی چلائے تو سہی کہ کوئی کہتا تھا کہ چلنے کیلئے اسکے پاؤں تو ہیں نہیں لہذا آپ اس میں پڑ لگائیں کوئی کہتا تھا کہ اس کا بیچھا ٹیڑھا ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکی کمر ٹیڑھی ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکا پالان کہاں ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکے پاؤں ٹیڑھے کیوں ہیں کوئی کہتا تھا کہ یہ تو خالی مشک ہے کوئی کہتا تھا کہ یہ گدہ یا کس لئے ہے کہ اسکے منہ تو ہے نہیں پھر جو کیسے کہا تا ہے اور اگر کہا تا ہی نہیں تو آپ کا سامان منزل تک کیونکر لیجاتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ جناب معلوم ہو تلے کہ آپ کو کوئی کام نہیں جو اس فضول اور لاعنی کام میں مصروف ہیں یا آپ بڑھے ہو گئے ہیں اور دماغ سے عقل جاتی رہی ہے وہ سب کا یہی جواب دیتے تھے کہ میں حکم الہی بنارہا ہوں اور تمہاری پھبتیوں سے اس میں ہرگز کمی نہیں کی جاسکتی اب تو تم مذاق اڑا رہے ہو لیکن اللہ اللہ ایک دن تمکو اسکی ضرورت معلوم ہو جاوے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ طوفان آیا اور سب ڈوب گئے۔ نوح علیہ السلام اور انکی قوم کی حالت ایسی تھی جیسے ایک چور دیوار کی چڑ میں نقب لگا رہا تھا ایک ایسے شخص نے جو بیمار تھا اور بیماری کے سبب سے اچھی طرح نیند نہ آتی تھی اسلئے کچھ سو رہا تھا کچھ جاگ رہا تھا اسکی آہستہ آہستہ کہٹ کہٹ کو سنایا سنکر وہ کوٹھے پر چڑھا اور اُسنے سر پہ لٹکا کر اُس سے کہا کہ آپ کیا کر رہے ہیں خیر تو ہے آپ کون ہیں اور آدمی رات کے وقت کیا کر رہے ہیں اُسنے جواب دیا کہ میں ڈھول بجاتے والا ہوں پھر اُسنے کہا کہ اچھا آپ کر لیا رہے ہیں اُسنے کہا کہ میں ڈھول بجا رہا ہوں اُسنے کہا کہ ڈھول کی آواز تو کہیں معلوم نہیں ہوتی اُسنے کہا کہ یہ آواز اُسنبے خالی دیگی بلکہ کل سننا جبکہ میں مل لیکر چلتا ہوں گا اور تم داویدا اور داود فریاد سے کہہ کر کوسر پر اٹھا لے گے جب میں جاؤں گا اسوقت وہ آواز سنائی دیگی اور منتقل حالت معلوم ہو جائیگی پھر ہی قوم نوح کو بھی کشتی کی ضرورت اسوقت محسوس ہوئی تھی اور بعد کا کچھ اچھی طرح معلوم ہوئی۔

اں دروغ است و کثر و بر ساخته
بستر آں کثر را تو ہم نشناخته
در غلط افتادہ اے نیم خام
بختہ شو در آتش حق السلام

پس جس طرح قوم نوح علیہ السلام وغیرہ کی مثالیں غلط تھیں اور انکو کشتی وغیرہ کا لازم معلوم نہ تھا یوں
ہی ہماری مثال بھی خلاف واقع غلط اور تراشی ہوئی ہے نیز نکو اس کا لازم بھی معلوم نہیں دیکھو
تم غلطی میں پڑے ہوئے اور ادھر کچرے ہو پس نکو آتش حب حق میں بختہ ہونا چاہیے۔

شرح شبیری

قوم نوح کا انکی کشتی بنانے میں استہزا کی طور پر مشابہت کرنا
نوح اندر باد یہ کشتی بساخت
صد مثل گواز پئے سخن بتاخت

یعنی نوح علیہ السلام نے خشکی میں کشتی بنائی تو سیکڑوں مثل بیان کر نیوالے مسخرہ بن کیلئے دھڑ
اور کہتے تھے کہ۔

در یہا بلانے کہ چاہ و آب نیست
می کند کشتی چہ تاواں با بلو است

یعنی جس جگہ پر کہ کنواں یا باقی نہیں ہے کشتی بنا ہے میں کیا نادان اور احمق ہیں (نوح علیہ السلام)

اں یکے میگفت این کشتی بتاز
واں یکو میگفت پرش ہم بساز

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑاؤ تو اور وہ دوسرا کہتا تھا کہ اسکی پر بھی بناؤ یعنی بانی وغیرہ

تو ہے ہی نہیں میرے چلنے کی کیا سبیل ہے پڑنا لو کہ جس سے اڑا کرے

اں یکے میگفت و نہا لش کثر است
واں یکو میگفت پشتش کثر است

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ دنبال اسکا اثر ہے اور ایک کہتا تھا کہ اسکی پشت نیز می میڑی ہے۔

اں یکو میگفت پالانش کجا است
واں یکے میگفت پایش کجا است

یعنی ایک کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے اور ایک کہتا تھا کہ اس کا پاؤں کج کیوں ہے مطلب یہ کہ

خشکی میں تو گہرا وغیرہ چل سکتا تھا اور انداز سے مظلوم ہوتا ہے کہ تم اسکو خشکی ہی میں چلاؤ گے

تو یہ تو بتاؤ کہ اسکا پالان کہاں ہے کجست سارے مسخرے جمع تھے

اُس کی میگفت کا میں مشکے تھی است و اں کی میگفت ایں خبر بہر کیست
یعنی ایک کہتا تھا کہ یہ ایک مشک خالی ہے (یعنی فضول ہے) اور ایک کہتا تھا کہ یہ گدہا کے لئے ہے
اُس کی میگفت جو چوں میخورد ورنہ بارت کے بمنزل می برد
یعنی ایک کہتا تھا کہ یہ جو کس طرح کہتا ہے اور اگر نہیں کہتا تو تمہارے بوجھ کو منزل پر کس طرح
لجاتا ہے

اُس کی میگفت بیکاری مگر یا شدی فروت عقلت شدی مگر
یعنی ایک کہتا تھا کہ شاید تم بیکار ہو یا فروت ہو گئے ہو اور تمہارے سر عقل جاتی رہے
(نعوذ باللہ) غرض کہ وہ کجخت یہ باتیں کیا کرتے تھے اب اُن کا جواب سنئے کہ کس
مقامت سے فرماتے ہیں کہ۔

اوپر گفت ایں فرماں خداست ایں پیر بہر خواہ گشت کا ست
یعنی وہ فرماتے تھے کہ یہ حکم خدا سے ہے اور یہ ان مسخروں سے کہنے کی نہیں مطلب یہ کہ تم خواہ
کتنا ہی استہزا کرو یہ اسی طرح رہیگی اور نکوکل معلوم ہو جاوے گا کہ یہ مسخر کس پر پڑیں گے۔ قرآن
شریف میں بھی ہے کہ ان تسخر و امنافانا تسخر منکم کما تسخر و ن۔ آگے مولانا ایک
چور کی حکایت لاتے ہیں کہ جس طرح کہ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کل نکو معلوم ہو جاوے گا
اور یہ بات اُنکے کلام سے نکلتی ہے اسی طرح ایک چور نقب دے رہا تھا صاحب خانہ نے پوچھا
کہ ارے تو کون ہے اُس نے کہا کہ ڈھول بجانے والا ہوں صاحب خانہ نے کہا کہ کیا کر رہا ہے
بولاکہ ڈھول بجا رہا ہوں صاحب خانہ نے کہا کہ آواز کہاں ہے تو کہتا ہے کہ اُسکی آواز تجھے کل
کو سنائی دیگی جیسارے میں غل چاٹا پھر لگا۔ تو اسی طرح نوح ؑ نے کہا کہ کل کو خبر ہو جاوے گی
اب حکایت سنو۔

حکایت اُس چور کی کہ نقب لگا رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ میں
ڈھول بجا رہا ہوں
ایں مثل شو کہ شب درو عنید دربن دیوار حفرہ می برید

یعنی یہ مثل سنو کہ ایک شب کو ایک چور معاند ایک دیوار کی جڑ میں نقب لگا رہا تھا۔

نیم بیدارے کہ اور بخور بود طعققی آہستہ اش را می شنود
یعنی ایک نیم بیدار جو بیمار تھا اسکی آہستہ کہٹ کہٹ کو سنتا تھا۔

رفت بر بام و فرود آویخت سر گفت اوراد چه کارے اور پدر
یعنی وہ در بعض کو ٹپے پر گیا اور سر نیچے لٹکا کر اُس سے بولا کہ اے بابا تو کس کام میں ہے۔

یعنی خیر تو ہے تو ایت کو کیا کر رہا ہے ارے تو کوں ہے تو وہ چور لا رہا ہے جہاں تھیں گائیں وہاں

ہرچہ کاری گفت میکوم دہل گفت کو بانگ دہل ای پوسل
یعنی تو کس کام میں ہے گئے کہاں دہل بجا رہا ہوں تو صاحب خانہ نے کہا کہ اے پوسل دہل
کی آواز کہاں ہے۔

گفت فطرتشویں بیاںگ را لغزہ یا حیرتا دا وولیتا
 یعنی چہ کہ اکاس ازانہ کو توکل کو سن لیک (اور وہ) یا حیرتا یا وولیتا کا لغزہ پر یعنی حبیب تو
 یا حیرتا یا وولیتا کرے گا اس وقت معلوم ہو گا کہ یاں نہ ہوں بچ رہا تھا (اور بولا کہ)

من چور قسم بشنوی با ناک بل آں زمان واقف شوی بر جزو دل
یعنی میں جب چلا گیا تو تو دخول کی آواز سن لیا۔ اور اس وقت جزو دل بر واقف ہو جاوے گا۔ پس
اس طرح حضرت نوح علیہ السلام اس قوم سے فرماتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ کشتی کیوں بناتے ہو
تو فرماتے تھے کہ کل کو اسکی حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔ آگے پھر ان ہی انبیاء و قوم سب کا مقولہ ہے
کہ فرماتے ہیں کہ

آں مدوغ ست و کثرت و برکت
ستر آں کثرت و التو ہم نشناخته
یعنی وہ (مثل) جموٹ ہے اور کچ ہے اور گڑی ہوئی ہے اور اس کچ کے سر کو تم بھی نہیں پہچانتے۔

در غلط افتادہ لے نیم خام پختہ شو را آتش حق والسلام
یعنی لے نیم خام تو غلطی میں پڑا ہوا ہے تو حق تعالیٰ کی آتش (محبت) میں پختہ ہو جاؤ والسلام

مطلب یہ کہ چونکہ تم اس مثل کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اسلئے غلطی کر رہے ہو اور اگر اس مثل کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو پھر ایسی غلطی نہ کرتے تو اب تم حب حق دل میں پیدا کرو اُس سے پہلے غلطی رفع ہو جاوے گی۔ آگے اُس مثل کو خود اُن ہی پر صادق کرتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

| | |
|----------------------------------|--------------------------------|
| کہ یہ پیش نفس تو آدم رسول | ستر آں خرگوش دال دیو فضول |
| ز آب حیوانی کہ از وی خضر خورد | تا کہ نفس گول را محروم کرد |
| کفر گفتی مستعد شویش را | باز گو نہ کردہ مخیش را |
| کہ بترسانید پیلاں را اشغال | اضطراب ماہ گفتی در زلال |
| خشیت پیلاں زمرہ در اضطراب | قصہ خرگوش دیلاں ری و آب |
| با مہ کہ شد ز بولش خاص عام | ایں چہ ماند آخر ای کوران خام |
| چہ عقول و چہ نفوس چہ ملک | چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک |
| چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد | چہ و خوش و چہ طیور و چہ جماد |
| چہ مہ و چہ سال چہ لیل و نہار | چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار |
| چہ خریف و صیفت و چہ در و چہ بیار | چہ تراب و آب و چہ باد و چہ نار |
| پہچو گوئے در خم چو گال او | جملہ اندر حکم و در فرمان او |
| ایں چہ می گویم مگر بستم خواب | آفتاب آفتاب و آفتاب |

ہنہ جو کہا تھا کہ نکو اسکا راز معلوم نہیں سو سو حقیقت اس مثل کی یہ ہے کہ خرگوش شیطان ہے اور نفس کے پاس قاصد حق کا نہ نکلا یا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حق نفس کو

اچھٹہ آب حیات سے پانی پینے سے روک دیا جس سے حضرت خضر علیہ السلام نے پراگھا
 یعنی حقائق و معارف سے منتفع ہونے سے روک دیا۔ تنہ اس کے معنے اُٹے کئے اور کفر کیا
 تو اب اُسکی سزا کیلئے تیار ہوئے پانی میں چاند کے مغطب ہونے کا بھی تذکرہ کیا ہے
 جس سے خرگوش نے ہاتھ پیر نکھڑایا تھا۔ پہلا غضب ہے کہ انبیاء کے مقابلہ میں
 خرگوش اور ہاتھی اور پانی اور ہاتھ پیر کے پانی کے اندر چاند کی تشریب سے دُ جانے کا قصہ
 بیان کرتے ہوئے اندھو نہیں شرم نہیں آتی بھلا اسکو اس ماہِ حقیقی سے کیا نسبت جبکہ
 تمام عالم مغلوب و مسخر ہے۔ کیا چاند کی سورج کی آسمان کی عقل کی نفوس کی فرشتے کیا
 و جوشن کیا طیر کیا جامات کیا سلاطین کیا مفلس کیا سلاطین عظام مثل کیقباد کیا شہر کیا
 پھاڑ کیا دریا کیا ہمیت کیا سال کیا لوات اور دن کیا مٹی کیا پانی کیا ہوا کیا آگ کیا خراف
 کیا گرمی کیا خزان کیا بہار غرض کہ ہر چیز اُسکے حکم کے تابع ہے اور ایسی ہے جیسے گند پتے
 کے پلیٹ میں وہ سورج کے سورج کا سورج ہے اسے میں یہ کیا کہہ رہا ہوں میں شاید
 خواب میں ہوں جو سمجھتا نہیں اُس کا مرتبہ تو کہیں بڑھکے ہے آفتاب آفتاب آفتاب کو اس
 سے کیا نسبت (توضیح اہل سب نے) اپنی نقیض میں جو چاند کو حق سبحانہ سے تشبیہ دی
 تھی اس میں انکو اشتراک فی المعیود کا وصف بھی مد نظر تھا کیونکہ وہ قوم ستارہ پرست بھی تھی
 ایک مولانا وہ اس پر با شرف سے اس خیال کا ابطال کرتے ہیں ہذا ما قالہ بحر العلوم
 ایک توجیہ تو یہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اولاً مولانا نے اُنکی تمثیل کو خود اُن پر اُٹا تھا
 اب اُس کا عمل نزاع سے اجنبی ہونا ظاہر فرماتے ہیں یعنی اول حملہ تھا کفر پر اب اپنی طرف سے
 مداخلت ہے اور حاصل مداخلت یہ ہے کہ وہ قصہ غریب تھا خرگوش کا جو اُس نے اپنی ذاتی
 منقبت کیلئے کیا تھا اور جس میں کہ وہ کامیاب بھی ہو گیا اور چاند بانیِ عمر کے سبب سن میں کمال
 پر قادر نہ ہو سکا لیکن خدا تو قادر ہے اُسکے خلاف کسی کی تلبیس چل نہیں سکتی چنانچہ فرماتے ہیں
 ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين ثم نعطنه مائة الف دينار
 پس اس مثال کو حق سبحانہ سے کیا تعلق دھندا ہوا الزح عندی۔ وجہ اہل یہ کہ اول مولانا نے
 اس مثال کی نحویت کو اجمالاً ان الفاظ سے ظاہر فرمایا تھا۔ انچہ در خرگوش پیل آو نمند

تا ازل را با حیل آیم چند کے رسد تاں این مثلها ساختن + سوئے آن درگاه پاک انداختن +
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشائخوت اس کا قریب ہونا ہے اور یہ توجیہ بالکل اسکے مطابق ہے و پوری
 وجہ یہ کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری مثال این کا مشا را الیہ ہے نہ کہ فقط ماہ - تیسری
 وجہ یہ کہ مطلقانے جس انداز سے ان کی تقریر کو نقل کیا ہے اس سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انکو
 چاند کو حق سبحانہ کیساتھ وصف معبودیت میں شریک کیا کہ نامقصود ہے رہا علامہ بحرالعلوم کا یہ ارشاد
 کہ چوں تشبیہ دادید این رسالت را بر رسالت فرغوش از ماہ پس حق را مثل ماہ دانستند
 و این غلط عظیم ست و کوری شنیع شد اید آن قوم ماہ پرستان باشند کہ ماہ را عظیم مثل اللہ بنماستند
 در معبودیت پس رسل کوری انہا بیان فرمودند سو سراسر مخدوش ہے کیونکہ اول تو تشبیہ
 مرکب میں تشبیہ اجزا با جو اولیٰ نہیں پس اُن کا یہ ارشاد کہ پس حق را مثل ماہ دانستند امر
 غیر مسلم اور بر تقدیر تسلیم یہ ضرور نہیں کہ ثالث فی العبودیۃ ہی مراد ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ثالث
 فی الشرف و ای المشارکہ المطلقۃ فیہ مراد ہے جیسا کہ اُن کا سیاق کلام بتا رہا ہے پس اس سر
 اعتقاد مشارکت فی العبودیۃ یا اس مقام پر اس کا مقصود ہونا سمجھنا غیر موجد ہے اصل وجہ یہ ہے کہ
 علامہ نے جب دیکھا کہ تشبیہ بر حق سبحانہ کو بنایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے دو کہ این چہ ماند با ہے
 اسلئے انہوں نے این کا مشا را الیہ کو بنایا اسکے بعد اُن کو ایسی وجہ تشبیہ تلاش کرنے کی ضرورت
 ہوئی جسکی ترمیم کی ضرورت ہو اسلئے وجہ تشبیہ مشارکت فی العبودیۃ کو قرار دیا - اور یہ اسوقت ہو سکتا ہے
 جبکہ ان کا اعتقاد بھی یہ ہوا اسلئے فرمایا - شاید اُن قوم ماہ پرستان الخ و لاحاجۃ الی ہذہ الشکلفات البالدۃ
 فافہم

شرح شبیری

سراں فرغوش دان یوفول کہ پر پیش نفس تو آمد رسول
 یعنی اُس فرغوش کا راز شیطاں فصول کو جانو کہ وہ تمہارے نفس کے سامنے رسول ہو کر آیا
 تاکہ نفس گول را محسوس کرو ز آب حیوانی کہ از دے خضر غور
 یعنی یہاں تک کہ نفس بیوقوف کو اُس آب حیوانی سے جس سے کہ خضر نے کہا یا ہے عودم کرد یا طلب

یہ کہ وہ مثل اصل میں اس طرح ہے کہ وہ خرگوش تو شیطان ہے اور وہ چشمہ کیمیات ابدی ہے اور وہ باقی تھی تھا رافض ہے شیطان نے ٹکڑے ٹکڑے کر آب حیات سے روک دیا اور اصل میں تو یہ مثل بتا رہا ہے اور صادق آتی ہے مگر تم نے یہ کیا کہ

باز گو نہ کردہ معنیش را کفر گفتمی مستعد شنیش را

یعنی تو نے اُسکے معنی کو اُلٹ دیا ہے اور تو نے کفر بکا ہے اب تو سزا کیلئے مستعد ہو جا۔ مطلب یہ کہ تم نے اُس مثل میں حق نقالی کو ماہ سے تشبیہ دی ہے تو یہ کفر ہے لہذا اسکی سزا کیلئے مستعد ہو جاؤ۔ اب یہاں یہ تشبیہ ہوتا ہے کہ چاند سے تشبیہ دینے میں کیا حرج ہے خود مولانا ہی ملنا حق نقالی کو ماہ انقلاب وغیرہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں تو بات یہ ہے کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کو اکب پرست ہے قرآن شریف میں ہے کہ ہد ہد نے سلیمان علیہ السلام سے آکر عرض کیا کہ لیجھ دن للشمس۔ اور یہ قصہ اہل سبا کا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ کو اکب کو آئہ ملتے تھے تو اس تشبیہ میں بھی اُن کا یہی مقصود تھا کہ ماہ اور حق نقالی دونوں میں کل الوجہ مشابہتیں اور جیسے وہ خدا ہیں ویسے ہی یہ چاند بھی (نحوذ باللہ) خدا ہے تو مولانا اس طرح تشبیہ دینے کو کفر فرماتے ہیں اور انکی حالت سے اُن کا یہ اعتقاد صاف معلوم ہوتا ہے اب کوئی تشبیہ نہیں رہا تو انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ یہ مثل اصل میں تو تمہارے حق مگر تم نے اسکو اُلٹا کر دیا۔

اضطراب ماہ گفتمی در زلال کہ بترسانید پیلال را شغال

یعنی تم نے ماہ کے اضطراب کو آبشیر میں بیان کیا کہ پیلو نکو شغال نے ڈلوایا۔ (شغال مجازاً کہندا) مطلب یہ کہ تم یہ بیان کرتے اور اسکو مثل حق بیان کرتے ہو تو یہ تو صریح کفر ہے اور کفر اسی اعتقاد کی وجہ سے ہوا آگے فرماتے ہیں کہ۔

قصہ خرگوش و پیل آری و آب خشیت پیلال زمرہ اضطراب

یعنی قصہ خرگوش کا اور باقی کا اور پانی کا لاتے ہو۔ اور چاند سے اضطراب کی وقت میں ہاتھ پیر نکالنا (و بیان کرتے ہو)

ایں چہ ماند آخرائے کو را خام با ہے کہ شذر بولش خاص خام

یعنی اے اندر جو خام یہ آخر کیا مشابہ ہوگا اُس ماہ کے جبکہ کہ خاص و عام سب مخلوب ہیں (دیکھو)

یہاں خود ماد کہہ رہے ہیں تو کہ فرس اعتقاد ہی کی وجہ سے فرمایا آگے فرماتے ہیں کہ
چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک چہ عقلی چہ نفوس و چہ ملک
یعنی کیا ماہ اور کیا آفتاب اور کیا فلک اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا فرشتے۔
چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد
یعنی کیا وحوش اور کیا طیور اور کیا جماد اور کیا بادشاہ اور کیا فقیر اور کیا کیتھاد۔

چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و نہار
یعنی کیا شہر اور کیا پہاڑ اور کیا دریا اور کیا ہینہ اور کیا سال اور کیا مات اور کیا دن۔

چہ تراب و آب و چہ باد و چہ تار چہ خریف و صیف و چہ در و چہ بہار
یعنی کیا مٹی اور کیا پانی اور کیا ہوا اور کیا آگ اور کیا خریف اور کیا صیف اور کیا خزاں اور کیا بہار۔

جلہ اندر حکم و در فرمان او ہمچو گوتے در خم چو گالاں او
یعنی سب اسکی حکم اور فرمان میں ہیں مثل گیند کے انکی چوگان کے خم میں ہیں *

آفتاب آفتاب آفتاب ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب

یعنی وہاں آفتاب آفتاب آفتاب ہے اور میں یہ کیا کہہ رہا ہوں شاید میں خواب میں ہوں مطلب
یہ کہ جب اسکی یہ سب اشیاء تابع فرمان ہیں تو پھر کوئی شے الوہیت میں اسکی مشرک کس طرح
ہو سکتی ہے اسکی شان تو بہت بڑی ہے پھر آفتاب آفتاب آفتاب سے تشبیہ دی جگہتے ہیں
کہ میں یہ کیا کہہ رہا ہوں شاید خواب میں ہوں وہ دہائی باتیں کیوں کرتا اسلئے تشبیہ تو یہ بھی
ناقص ہی ہے لہذا اب اس سے خاموش ہو کر حضرات انبیاء علیہم السلام و اولئہم السلام کے خشم
احد دل دہکنے کے آثار کو زمین فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

سرنگوں کر دست ای بدگوہراں
آفتابے چوں خرا سے در طواف

صد ہزاراں شہر خشم شہاں
کوہ بر خودی شگاف صد شگاف

خشم مردان خشک گرداندر سحاب
 بنگریدے ہر دگاں بے حنوط
 پیل خود چہ بود کہ مرغ پران
 اضعف مرغان ابابیل ستاو
 کیست کوشنید آن طوفان نوح
 ریح شاں بشکست و اندر آب نخت
 کیست کوشنید احوال نمود
 چشم باری در چناں پیلاں کشا
 آنچناں پیلاں و شاہاں ظلوم
 تا ابد از ظلمتہ در ظلمتہ
 نام نیک و بد نگر شنیدہ اید
 دیدہ را نادیدہ می آرید لیک
 گرد و عالم پر بود خورشید و نور
 بے نصیب آنی ازاں نور عظیم
 تو دروں چاہ رفتے ز کاخ
 جاں کہ اندر وصف گر گے ماند او
 لحن داودی بر سنگ و کہ رسید

خشم دلہا کرد عالمہا خراب
 در سیاستگاہ شہرستان لوط
 کوفتند آن پیلاں را استخوان
 پیل را بدرید و نہ پذیرد روفو
 یا مصاف لشکر فرعون و روح
 ذرہ ذرہ آب شاں بر می گسخت
 و آنکہ صرصر عادیان را می ربود
 کہ بدندے پیل کش اندر و غا
 زیر خشم دل ہمیشہ در رجوم
 می روند و نیست غوثے رحمتہ
 جملہ دیدند و شما نادیدہ اید
 چشم تال را و اکشا دید مرگ نیک
 چوں روی در ظلمتہ مانند کور
 بستہ روزن باشی از ماہ کریم
 چہ گنہ دارد جہا نہائے فراخ
 چوں بریندروئے یوسف را نکو
 گوش آں سنگیں و لاش کم شنید

آفریں بر عقل و بر انصاف باد
 صدقوار سدا کراما یا سبا
 صدقوا ہم ہم شمس طالعتہ
 صدقوا ہم ہم بد درزا ہمرہ
 صدقوا ہم ہم مصابیح الدجی
 صدقوا من لیس یرجو خیر کم
 پارسسی گوئیم ہیں تازے بہل
 ہیں گواہیہا و شاہاں بشنوید
 یا بحال اولیماں سب گرید
 حرم چہ بود درد و تدبیر احتیاط
 اس کے گوید میں رہ ہفت یوز
 اس دگر گوید دروغ ستاں بد
 خرم اس باشد کہ بر گیری تو آب
 گوید در راہ آب اس را بریز
 لے خلیفہ زاد گال داوے کنید
 اس عدوے کز پدرتاں کی کشید
 اس شرہ شطرنج دل رامت کرد

ہر زماں واللہ اعلم بالرشاد
 صدقوا روحا سبا ہامن سبا
 یومنوا کم من مخازی القارعتہ
 قبل ان یلقو کم بالتاہرہ
 اگر موہم ہم مفاہیح الرجا
 لا تضلوا لا تصدوا غیر کم
 ہندوے اس ترک ٹاشل زجان
 بگرویدند آسمانہا بگر وید
 یا سوئے آخر بحرے بر پرید
 ازدو اس گیری کہ دورست از خباط
 نیست آب و بہست رنگ پانی سوز
 کہ بہر شب چشمہ بینی رواں
 تار ہی از ترس پاشی و صواب
 ورنہ باشد دوائے بہر دستیز
 حرم بہر روز میعادے کنید
 سو دوزندانش ز علین کشید
 از بہشتش سخرہ آفات کرد

چند جانبہ بش گرفت اندر نبرد
 اینچنین کردست با آن پہلواں
 مادر و بابائے مالال حسود
 کردشال آنجا برہنہ و خوار و زار
 کہ ز اشک خشم اور وید زینت
 تو قیاسے گیر طرار لیش را
 الحذر لے گل پرستان ز شرش
 کو بھی بدیند شمار از کیں
 دانا صیاد و ریزد دانا ہا
 ہر کجا دانہ بدیدے الحذر
 چونکہ دیدی دانہ بگر نیرای حام
 شاد مرغے کو تبرک دانہ گفت
 ہم بدال قانع شد و از دام رست

تا بکشتی در گندش رو بخورد
 سستش منگرید ای دیگر
 تاج و پیرایہ بچالا کے رجو
 ساہبا بگرست آدم زار زار
 کہ چہرہ اند جبریدہ لاست ثبت
 کہ چناں سرور کند زور لیش را
 تیغ لائحہ لے زیند اند سرش
 کہ شما اور انہی بینید ہا
 دانہ پیدا ہا شد و پنہان دغا
 تانہ بند و دام بر تو بال و پر
 ورنہ چوں خوردی و افتادی بلام
 در ریاض قدس بہر شل گفت
 ہیچ داسے پرو بال شل ثبت

اب مولانا اہل سہاکو ان کی گستاخی پر توبہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لے گستاخ تم اپنی توح
 جسمانی و دماغی پر کیا ہووے ہوئے ہو اور کیا گستاخیاں کر رہے ہو یا دیکھو کہ اہل اللہ کے غضب
 نے لاکھوں شہزادوں کو آٹ دیا ہے ان کی شوکت کی یہ حالت ہے کہ چھٹوں کے سیکڑوں
 ٹکڑے ہوتے ہیں اور آفتاب گدھا کی طرح ان کے سامنے گہرے ہوتا ہے اہل اللہ کا غضب ہر کجا
 پانی خشک کر دیتا ہے اور آٹھنہ بہت سے ملکوں کو تباہ کر دیتا ہے ۔ لے ذیل مرد اگر کہتہ

ہو تو قوم لوط کے ملک کو دیکھ لو کہ اُس کا کیا حال ہوا۔ باقی کی تو ان کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں
 کیونکہ ان کی ہڈیاں تو جب پرندوں نے کھل دی ہیں۔ دیکھ ابابیل بہت کمزور جانور ہے مگر اسے
 لنگر یوں سے اُنکویوں چید ڈالا کہ زخم مندمل نہ ہو سکے اور آخر کار مر گئے کون ہے جسے طوفان
 نوح کا واقعہ نہیں سنا یا موسیٰ ۴ اور فرعون کے لشکروں کی معرکہ آرائی نہیں سنی۔ دیکھ موسیٰ
 علیہ السلام نے اُن کو شکست دی اور پانی میں ڈبو دیا اور پانی نے انکو گلا کر ریزہ ریزہ کر دیا اور
 کون ہے جسے ثمود کا قصہ نہیں سنا اور یہ نہیں سنا کہ آندہ ہی نے قوم عاد کو اڑا دیا تھا بس تم
 خدا ان زبردست لوگوں کی حالت کو بغور دیکھو جو کہ لڑائیوں میں باقیوں کا مقابلہ کر کے اُن کو
 مار ڈالتے تھے اور دیکھو کہ ایسے زبردست لوگ ہمیشہ اہل دل کے غضب کے تختہ مشق رہے ہیں
 اور ہمیشہ مار کھاتے رہے ہیں اور ہمیشہ ایک نصیب کی تاریکی سے اُس سے بڑی مصیبت کی تاریکی
 میں مشعل ہوتے رہے ہیں۔ نہ اُن کا کوئی فریاد رس تھا اور نہ کوئی رحمت کرنے والا پس تم کو اپنی قوت
 پر ہرگز گہنڈ نہ ہونا چاہئے نہ اسے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تمہیں دین و دنیا کی کچھ بھی خبر نہیں
 کہ جن واقعات کو دنیا دیکھ رہی ہے تم اُنکو نہیں دیکھتے۔ نہیں بلکہ تم ضرور دیکھتے ہو مگر ان کی
 ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہو گویا کہ دیکھا ہی نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ موت تمہاری خوب آنکھیں کھول
 دے گی اور پھر تم کو اسی بھی کھلے گی یہاں تک تو بیچ کو شتم کیے آگے نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں
 کہ تم جو کمالات انبیاء علیہم السلام کو نہیں دیکھ سکتے یہ انبیاء کی تقصیر نہیں بلکہ خود تمہارا قصور ہی
 کیونکہ اُنکی کمالات ظاہر ہیں لیکن تم اُنکو دیکھنا ہی نہیں چاہتے اسلئے اسکی ذمہ داری خود تمہارے
 عائد ہے نہ کہ اُن پر مثلاً اگر ہر وہ عالم نور سے بڑھوں اور تم روشنی میں آؤ ہی نہیں بلکہ آنکھیں بند
 کر کے تاریکی میں چلو تو نور کا کیا تصور خود تمہاری خطا ہے۔ کیونکہ جبکہ تم ایسا کر دے گے تو اس کا لازمی
 نتیجہ یہ ہو گا کہ اُس نور وافر سے محروم رہو گے اور نور چھوٹے کا ذریعہ تمہارے لئے مسدود ہو گا نیز
 اگر دنیا لالچ ہو اور تم اُس سے خود فائدہ نہ اٹھاؤ بلکہ انویں میں اُتر جاؤ جیسا کہ تم نے کیا ہے کہ قصر
 بادست کو چھوڑ کر جاء مصلحت میں گرے ہوئے ہو تو پھر عالم کا کیا تصور وہ تم کو اپنی آغوش میں لینے
 اور راحت چھوٹلے کیلئے ہر وقت تمہارے تصور خود تمہارا ہے اب دیکھو اپنی قوم کا رخ بدلتے ہیں
 اور فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے کمالات انبیاء کو نہ دیکھنے کی وجہ انہماک فی الشہوات و لذات اور

لبض و عناد اہل الحق ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جروح و صفت گرگی میں مجبوس ہوگی یعنی جرم و طمع و مخالفت و عناد میں مشغول ہوگی وہ یوسفؑ کے چہرہ کو غور سے نہیں دیکھ سکتی یعنی اہل کمال کے کمالات کو غائر نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ پیڑ یا تو یہ چاہے گا کہ جستر علیہ ممکن ہو اس یوسف کو کہا جاؤں پھر اتنا موقع کہاں مل سکتا ہے کہ وہ اسکی خوبوں میں غور کرے اور دیکھے کہ یہ خوب صورت ہے یا بد صورت پس یہی حالت حواذین کی ہے کہ انکو عناد ہی سے فرصت نہیں پھر انکو انبیاء کے کمالات میں غور کرنے کا کب موقع مل سکتا ہے یہی سبب تھا کہ لحن داؤدی پتھروں اور پیراٹوں تک تو چھوٹی تھی مگر سنگدل آدمی اسکو نہ سنتے تھے پس ہم تو عقل و انصاف کو سراہتے ہیں کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے اشیاء کا حسن و قبح اور ان کا ادراک علی ماہی علیہ ہو سکتا ہے۔

اب پھر مولانا اہل سبک و مخاطب بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے اہل سبک! تم عقل اور انصاف سے کام لو اور انبیاء اگر کم کی تصدیق کرو اور اس روح (نبی) کی تصدیق کرو جسکو ایک بڑے پھانسنے والے محبوب نے پہنائیں لیلہ (یعنی حق سبحانہ نے) اسے کچھ تو وہاں کتاب روشن ہیں ان کی تصدیق کرو اور نگذیب کر کے اپنے اوپر اندھے پن کا دھبہ نہ لگاؤ۔ یہ لوگ قیامت میں تمہاری کلام آئیں گے اور تمکو اسدن کی رسوائیوں سے بچائیں گے اسے یہ ماہی ہاں ہیں ان کی تصدیق کرو قبل اسکے کہ وہ قیامت میں تم سے ملیں کیونکہ اسوقت کا ملنا نہایت خطرناک ہے اسے یہ اندر ہی بات کے چراغ ہیں ان کی تصدیق کرو اور یہ حصول امید کے ذرائع ہیں انکی تعظیم و تکریم کرو اسے یہ تم سے کسی نفی کی توقع نہیں رکھتے انکی ضرورت تصدیق کرو دیکھو نہ خود گمراہ ہو نہ دوسروں کو بھول حق سے روکو تم یہ کہو گے کہ ہم عربی نہیں سمجھتے جو کچھ کہنا ہے فارسی میں کہو بہت اچھا لفظ فارسی میں سنو تم اس معشوق حقیقی یعنی حق سبحانہ کے دل حجان سے عاشق بنو اور انبیاء علیہم السلام مقولہ اسکے کمالات کی شہادت دیتے ہیں سبکو مجبوس قبول سنو۔ دیکھو آسمانوں نے اسکی اطاعت کر لی ہے تم بھی اطاعت کرو۔ اور اسکی دو صورتیں ہیں یا تو پہلے انما نوز کی حالت دیکھ لو اور ان سے عبرت حاصل کرو یا مابعد کیلئے حزم کو کام میں لاؤ۔ حزم کے معنی ہیں دو تدبیروں کے بارہ میں احتیاط پر عمل کرنا۔ اور اس تدبیر کو اختیار کرنا جس میں شکوکہاں نیکانہ اندیشہ نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ اس سلت روز کے راستہ میں پانی کہیں نہیں۔ صرف پاؤں جلا نیوالا

ریت ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں صاحب یہ غلط ہے بلکہ نکو بہر بات ایک چشمہ جاری میگا۔ اس وقت احتیاط اس میں ہے کہ بانی لیلو تاکہ خطرہ سے محفوظ رہو۔ ٹھیک راستہ بن چلو اگر راستہ میں پانی ہوا تو اُس پانی کو گرا دینا اور اگر نہ ہوا تو تم پانی لیکر بھی نہ چلے تو تہمدی کبھی آگئی پیاسے مرو گے۔ اے بنی آدم خدار انصاف کو کام میں لاؤ اور قیامت کے بارو میں احتیاط پر عمل کرو۔ اور اعمال صالحہ کر کے اُسکے لئے توشہ تیار رکھو کیونکہ ضرورت پڑی تو کام دیگا اور اگر بالفرض سارا تھکا افسانہ ہوا تو کچھ ضرر نہیں اور وہ دشمن جو تمہارے جدا مجد سے دشمنی کرتا ہے اور اُنکو بہشت سے جیلخانہ دنیا میں لا داتا ہے اور وہ دشمن جسے اتنے بڑے دل کی شطرنج کو بادشاہ یعنی آدم علیہ السلام کو مات کر دی اور اُنکو بہشت سے نکال کر مصیبتوں میں پھنسا دیا اور مقابلہ میں اُنکو ٹکائی داؤ نہیں بچائیں لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کشتی میں نہایت شرمندگی کیساتھ اُنکو چاروں شانے چت پنک دیا غرض کہ اس کہلاڑی پہلوں کیساتھ اٹھانے یہ معاملہ کیا تو اے پتھو تم اس پُرائے گہاگ کو نظر حقارت سے نہ دیکھو تم اُسکے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہو اس بہشت حاسد نے تو تمہارے باپ آدم کا تاج اور تمہاری ماں خوا کا زیور اُتار دیا تمہارے انعام خداوندی تھا کہ اُنکو بھل گیا اور نہ اُسے کوئی کمی نہ کی تھی اُسے اُنکو برہنہ اور ذلیل خستہ کر دیا تھا جسکے سبب آدم کو اسقدر کثرت سے رونا پڑا کہ اُنکے آنسوؤں سے گہاس ٹپک آئی۔ وہ پھیتانے تھے کہ میں نے کیوں اس خبیث کا کہنا مانا کہ میرا نام دفتر عصا میں درج ہوا اب تم اسکی چالاکی کو اسکی قیاس کر لو کہ اتنا بڑا سردار اُسکے ہاتھوں اسقدر پریشان ہوتا ہے کہ غصہ میں اپنی ڈاڑھی نوچ لے پھر تمہاری توبہ سنی ہی کیلے۔ اے عالم ناموس اور اجسام و جسمانیات کے عاشقو! اُسکے شر سے بچو اور لاول کی تلوار اُسکے سر پر مار کر اسکو اسقدر مضحل کر دو کہ پھر غالب نہ آسکے کیونکہ وہ تمہیں اُس کین سے دیکھ رہا ہے جہاں کہ تم اُسکے نہیں دیکھ سکتے اسلئے تم اس سے صرف لاول کی تلوار سے مقابلہ کر سکتے ہو اور وہ بدو اُس سے نہیں لڑ سکتے اور اُسکے کھینچا میں مستور ہو نیکا یہ لازم ہے کہ شکاری جال میں دانہ ڈالکر خود چپ جاتا ہے پس دانہ تو ظاہر ہو جاتا ہے اور دھوکا خفی ہوتا ہے اسلئے جانور بچس جاتا ہے اسی طرح یہ خود تو چھپا ہوا ہے اور لذت تو ہوا

۵۔ یہ حاصل ہے لفظ جرمہ لاکا یعنی دفتر عدم اطاعت یا عدم تقرب وغیرہ ۱۲۴

دا لے تہارے سامنے ڈال دے میں تاکہ تم دھوکے میں آ جاؤ۔ پس دیکھو تم جہاں کہیں شیطان فی دانہ دیکھو اُس سے بچنا۔ ایسا نہو کہ تم جال میں پھنس جاؤ نہ کو دانہ دیکھتے ہی بچنا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ہم ہمیشہ سیاری کیساتھ دانہ بھی کہا لیں گے اور جال سے بھی بچ جائیں گے اسلئے کہ دانہ کہا کر جال سے بچنا ناممکن ہے نہایت خوشی ہے اُس شخص کیلئے جو اس دانہ سے بچارہ پا اور اس بے بہشت میں اُسکے لئے طرح طرح کی خوشی کے سامان نہایت ہو گئے اور اُس نے انہیں پر قناعت کی اور جال سے بچارہ پا۔ اور کوئی جال اُسکی مقید نہ کر سکا۔

شرح شبیری

صد ہزاراں شہر خاتم شہاں سرنگوں کردست و بدگوہراں
یعنی لے بدذاتو خشم شاہاں نے لاکھوں شہروں کو سرنگوں کر دیا ہے (یہاں خطاب اُن اہل سبا ہی کو ہے) مطلب یہ ہے کہ اسے تم اُن کا دل مت دکھاؤ ان حضرات کے دل دیکھنے کی وجہ سے لاکھوں شہر برباد ہو گئے ہیں اور یہ حالت ہے کہ۔

کوہ بر خودی شگاف ذر صدر شگاف آفتابے چوں خراسے در طواف
یعنی بہار اپنے اوپر سو شگاف ہو کر پیٹ جاتا ہے اور آفتاب مثل مکی کے طواف میں ہے
یعنی اُن حضرات کے خشم کیوقت بہار پیٹ جاتے ہیں اور آفتاب جو اس قدر عظیم الشان کر ہے سرگرداں پیر رہا ہے۔

خشم مرداں خشک گردانند سحاب خشم دلہا کرد عالمہا خراب
یعنی مردان حتی کا غصہ سحاب کو خشک کر دیتا ہے اور خشم قلوب (اہل اللہ) جمائوں کو خراب کر دیتا ہے۔

بنگرید اے مردگاں بے حنوط ... درسیاستگاہ شہرستاں لوط

یعنی لے بے حنوط مرد و قوم لوط کے شہروں کی سیاستگاہ میں دیکھو بے حنوط سے مراد ذلیل اسلئے کہ حنوط تو مرد کے اکرام کیلئے لگایا جاتا ہے مطلب یہ کہ اُنکے شہروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو کہ انہوں نے انبیاء کی نافرمانی کی تو ہلاک ہوئے اسی طرح یہ روز تہیہ ہوا

بھی آئیو الہ اور ان حضرات کے فضل کا یہ اثر ملتا ہے کہ۔

پیل خود چھ بود کہ سہ مرغ پرال کو فتنہاں پیلگانرا استخوان
یعنی ہاتھی خود کیا ہو تلبے کہ چند اڑنیوالے جانوروں نے اُن ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں
اضعف مرغال ابابیل سٹاو پیل را بدرید و نہ پذیرد در فو

یعنی سب زیادہ ضعیف جانوروں ہیں ابابیل سب اور اسے ہاتھی کو پہاڑ ڈالاکہ وہ بچو کہ
اقبول نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو چشم ہذا تو ایک ذرا سے جانور نے ہاتھیوں کو دریم
برہم کر دیا۔ اور اگرچہ چشم حق سے ہوا ہے مگر چشم انبیاء کیلئے چشم حق ضروری ہے اسلئے
چشم انبیاء بھی یہ سب باتیں ہو سکتی ہیں اور قرآن شریف میں جواب ابابیل یا ہے اُسکے معنی
اس ابابیل متعارف کے نہیں ہیں جو سیاہ سیاہ ایک چٹکی پر ابر ہو تلبے بلکہ ابابیل جمع ہوا بول
اکی اُسکے معنی ہیں جبند کے چہرے یعنی وہ جانور جبند کے چہرے تھے اب اُنکی تفصیل نہیں کہ کیا
تھے اور مولانا کا یہاں ابابیل کہنا بھی اسی معنی میں ہے یعنی وہ بہت چوٹے جانور تھے مگر
چونکہ متبع ہے یہ معلوم ہے کہ چھوٹا جانور الگ ہو کر نہیں اڑتا بلکہ لٹکارتے ہیں اسلئے مولانا نے
اُسکو اضعف مرغال کہہ دیا یعنی وہ جبند چھوٹے جانوروں کے تھے باقی مولانا کی مراد بھی یہ ابابیل
نہیں ہیں خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

کیست کو تشنید آں طیفان نوح یا مضاف لشکر فرعون و روح
یعنی وہ کون ہے جس نے کہ وہ طیفان نوح نہیں سنایا لشکر فرعون اور روح کی جنگ دکو
انہیں سنا تو یہ چشم انبیاء ہی کی بدولت ہوا ہے روح سے مراد موسیٰ ہیں۔

روح شان لشکست و اندر آیت نخت ذرہ ذرہ آب شاں بری گشت
یعنی موسیٰ نے اُنکو شکست دی اور پانی میں رختہ کر دیا۔ اور پانی اُنکو ذرہ ذرہ کر کے توڑ ڈالتھا
کیست کو تشنید احوال نمود و انکہ عرصہ عادیوں را می ربود
یعنی کون ہے جس نے کہ نمود کا حال نہیں سنا اور یہ کہ عرصہ عادیوں کو لے بھاگتی تھی۔

چشم بایں در چنایاں پیلان کشا کہ بدندے پیل کشاں ندر و غا
یعنی ایک دفعہ اُنکے اُن ہاتھیوں میں کہول کہ یہ لڑائی میں پیل کشاں تھے یعنی یہ لوگ بڑے

بڑے زبردست تھو۔ مگر

آں چناں پیلاں و شاہانِ ظالم
زیرِ شتم دل ہمیشہ درِ جوم
یعنی ایسے زبردست اور شاہانِ ظالم شتم دل کے نیچے ہمیشہ رجم میں تھے یعنی ذرا آنکھ کھول کر
عبرت پکڑو کہ ایسے ایسے زبردست لوگ اور اس طرح ہلاک ہوئے۔

تا ابد از ظلمتے درِ ظلمتے می روند و نیست غوثِ رحمتے

یعنی ابد الّا باد تک ایک ظلمت سے دوسری ظلمت میں چلتے رہیں گے اور کوئی فریاد رس
اور رحمت نہوگی مطلب یہ کہ دیکھ لو اُس شتم کی بدولت ابد الّا باد تک ظلمت ہی ظلمت میں
رہیں گے۔

نام نیک و بد مگر شنیدہ اید جملہ دیدن و شمانا دیدہ اید

یعنی نیک و بد کا نام شاید تم نے نہیں سنا ہے اور سنے تو دیکھا ہے اور تم نے دیکھے ہو۔

دیدہ را نا دیدہ می آرید لیک چشمِ تاں را و کشاید مگر نیک

یعنی دیکھی ہوئی چیز کو بے دیکھی ہوئی لاتے ہو لیکن آنکھ کو موت اچھی طرح کھول دیگی۔ مطلب
یہ کہ مہربانیت جو حاصل نہیں کرتے تو ایسا ہے کہ گویا کفن دیکھا ہی نہیں اور باوجود اس قدر واقف
کے موجود ہو نیک تم اندھے ہو تو خیر موت اچھی طرح تمہاری آنکھیں کھول دیگی اور اُس
روز اس غفلت اور اندھے پن کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی آگے اس عبرت کے چیزوں کے
موجود ہونیکو اور ان سے عبرت حاصل نہ کر نیکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

گر دو عالم پر بود خورشید و نور چوں روی درِ ظلمتے مانند کہ

یعنی اگر دونوں عالم خورشید و نور سے پر ہوں تو جب تم ظلمت میں اندھے کی طرح چلو۔

بے نصیب آنی ازاں نورِ عظیم بستہ روزنِ باشی از ماہِ کریم

یعنی اُس نورِ عظیم سے بے نصیب ہو گے اور اُس ماہِ کریم سے بستہ روزنِ باشی ہو گے۔ مطلب کہ
اگرچہ تمام عالم عبرت کی چیزوں سے بہرا ہوا ہے مگر جبکہ تم عبرت حاصل نہ کرو تو تمہارے اعتبار
سے وہ ایسا ہے گویا کہ ایک شے بھی موجود نہیں ہے اور تم اندھوں کی طرح تمام عالم میں
پھرتے ہو۔

تو در دل چاہ قستی ز کاخ چہ گنہ دار دہ جہا نہائے فراخ
یعنی تو کنویں میں محل سے چلا گیا ہے تو اس عالم فراخ کی کیا خطا یعنی اگر تو سارے جہان کو
چھوڑ کر ایک تاریک کنویں میں چلا جاوے تو اگر اُس جہان کے باغ و بہار تجھے نظر نہ
آویں تو اُسکی کیا خطا۔

جان کہ اندر وصف گرگی مانند چوں بہ بیند روئے یوسف نگو
یعنی وہ جان کہ وصف گرگی میں مشابہ ہے تو وہ روئے یوسف کو اچھی طرح کب دیکھ
سکتی ہے۔

لحن داودی پسنگ و کہ رسید گوش آن سنگین دلانش کم شنید
یعنی لحن داودی سنگ و کہ رسید گوش آن سنگین دلوں کے کانوں نے اُسکو
نہ سنا۔

آفریں بر عقل و بر انصاف باد بہر مال واللہ اعلم بالرشاد
یعنی (ایسے) عقل و انصاف پر ہر دم آفریں ہے۔ واللہ اعلم بالرشاد۔ مطلب یہ کہ بہائی
ایسی عقل و انصاف پر جو کہ حق کو دیکھے ہی نہیں ہزار آفریں۔ یہ طعن ہے۔ خلاصہ سب کا یہ ہے
کہ دنیا میں عبرت کی چیزیں موجود ہیں اُنکو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اور اہل اللہ اور انبیاء کا دل
و کہانے سے باز ہو گئے مولانا قوم سہا کو مطلب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

صدقوا سلاما یا سبھا صدقوا روحا یا سبھا یا سبھا
یعنی اے قوم سب! سلام کرو اللہ کی تعریف کرو اور اُس روح کی تعریف کرو کہ مقید کر کہا،
اُسکو جس نے کہ مقید کیا ہے۔ مطلب یہ کہ اُن حضرت کی تعریف کرو کہ اُنکو حق تعالیٰ نے مقید کیا
ہے اور وہ حق تعالیٰ کے مطیع ہیں۔

صدقوا ہم ہم شمس طالعتہ یومناکم من مخازی القارعتہ
یعنی اُن کی تعریف کرو وہ آفتاب میں چمکنے والے وہ نکو قیامت کی رسوائیوں سے نجات
دیں گے۔

صدقوا ہم ہم بدور زاہرہ قبل ان یلقوکم بالہرہ

یعنی اُن کی تصدیق کرو وہ چاند میں روشن قبل اسکے کہ وہ تم سے قیامت میں نہیں مطلب کہ قیامت میں ملنے سے پہلے پہلے اُن کی تصدیق کرو ورنہ قیامت میں وہ تم سے بہ حیثیت مدعی کر ملیں گے لہذا اس سے پہلے ہی کی تصدیق کام آو گی۔

صدقو ہم ہم مصابیح الدجی اگر ہو ہم ہم مفا تیج الرجا
یعنی اُن کی تصدیق کرو وہ تاریکی کے چراغ ہیں اور ان کا الگرم کرو وہ امید کی کنجیاں ہیں
صدقو امن لیس یہ جو اخیر کم لا تفضلوا الا تصدوا غیر کم
یعنی اُس شخص کی تصدیق کرو جو تمہاری خیر کا طالب نہیں ہے خود گمراہ مت ہو اور اپنے غیر کو روکو مت۔ یعنی جو کہ تم سے مال کے طالب نہیں اور کسی شے کے طالب نہیں اُن کی تصدیق کرو یہاں جو تھوڑی سی عربی لکھدی ہے تو آگے فرماتے ہیں کہ

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل ہندوئے آن ترک باشا بگل
یعنی ہم فارسی کہتے ہیں عربی کو چوڑا اور اُس ترک کا غلام ہو جاے اب دگل (ترک) سے مراد حضرت من (مطلب یہ کہ ہم فارسی کہتے ہیں عربی کو ترک کر داسلئے کہ شاید عربی کو کوئی نہ سمجھے اور بس خدا کے بندے بنے رہو یہی مطلوب ہے۔

ہیں گواہیہاں نشوید بگردند آسمانہا بگردید
یعنی ہاں بادشاہوں کی گواہی کو سبھو اور آسمان تو مطیع ہو گئے تم بھی مطیع ہو جاؤ۔
یا بحال او لینان بنگرید یا سونے آخرت خرمے بر پرید

یعنی یا پہلوں کے حال دیکھو یا آخر کی طرف حزم سے اُڑو مطلب یہ کہ یا تو اُن حضرات کی باتیں سنکر مان لو اور اگر یہ نہیں ہو تا تو پہلوں کے قصوں سے عبرت حاصل کرو۔ اور اگر یہ بھی نہیں ہے تو حزم سے کام لو کہ دیکھ لو احتیاط کس میں ہے اُسکو لیتو تو دیکھ لو کہ احتیاط اسی میں ہے کہ انبیاء کی تصدیق کیجاوے اسلئے کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر نہ مانو گے تو قیامت میں باز پرس ہوگی۔ سو اگر تصدیق کر لی اور یہ (نعم و نالہ) کاذب ہوئے اور قیامت وغیرہ نہ آئی تو تم سے کوئی بھی نہ پوچھے گا کہ تم نے کیا کیا تھا اور اگر یہ سچے ہوئے اور قیامت قائم ہوئی تو اسوقت تم باایمان ہو گے غرض کہ ہر صورت سے اُن کی مان لینا ہی بہتر ہے آگے حزم کے

معنی بیان فرماتے ہیں۔

حرم کے معنے کے بیان میں اور مرد حازم کی مثال

حرم چہ بود در دو تدبیر احتیاط از دو آں گیری کہ دورست از خطا
یعنی حرم کیا ہوتا جو دو تدبیروں میں احتیاط کرنا اور دو میں سے اُسکو لینا جو خط سے دور ہے
(اِس اسکا نام حرم ہے تو ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ احتیاط تصدیق انبیاء ہی میں ہے۔ لہذا اُنکی
مانر آگے ایک مثال سے حرم کے اس معنی کو اور واضح فرماتے ہیں کہ)
آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز نیست آب ہست از یک پائی سو
یعنی ایک شخص کہتا ہے کہ اس راہ میں سات روز تک پانی نہیں ہے اور ریت پاؤں کو
جلائیوالا ہے۔

آن ذکر گوید دروغ ستین سال کہ ہر شب چشمہ بنی عیال
یعنی دوسرا کہتا ہے کہ غلط ہے یہ سمجھ لے کہ ہر شب میں ایک چشمہ دیکھو گے ظاہر طور پر یعنی ہر
منزل پر چشمہ ملے گا۔

حرم آن باشد کہ برگیری تو آب تار ہی از ترس و باشی در صواب
یعنی حرم وہ ہے کہ تم پانی لیلو تاکہ خوف سے چھوٹ اور درست حالت میں رہو۔
کہ بود در راہ آب ایں را بریز در نہا شد داتے ہر مرد ستیز
یعنی اگر راستہ میں پانی ہو تو اُسکو گرا دینا اور اگر نہ ہو تو مخالفت کرنیوالے آدمی پر افسوس ہو
یعنی جبکہ اُسکو نہ مانے اور احتیاط نہ کرے اُسوقت اُسکی حالت افسوسناک ہو۔ آگے فرماتے
ہیں کہ

لے خلیفہ زاد گال دادی کنید حرم بہر روز میعادے کنید
یعنی اے شہزاد و انصاف کرو اور روز میعاد کیلئے حرم کرو۔ یعنی اُس روز کیلئے احتیاط سی
کام لو اور چونکہ حضرت آدم خلیفہ اور بادشاہ تھے اسلئے خلیفہ زادہ انسان کو کہدیا۔
آں عدوئے کز پدر تال کی کشید سو خورندانش ز علیین کشید

یعنی وہ دشمن جس نے کہ تمہارے باپ کیسے نہ کیا اور علیین سے اُن کو زندان کی طرف
بکسینچا۔

آن شہ شطرنج دل مات کرد از بہشتش سخرہ آفات کرد
یعنی اُس نے شطرنج دل کے شاہ کو مات کر دیا۔ اور بہشت سے (نکال کر) اُنکو سخرہ آفات
کر دیا یعنی وہاں سے نکال کر اُنکو آفات میں مبتلا کر دیا۔

چند جا بندش گرفت اندر بند تا بکشتی در گندش روی ندد
یعنی کشتی سے اُس نے بند لڑائی میں پکڑے یہاں تک کہ کشتی میں اُنکو نذر درو کر کے ڈال دیا۔

ابن جنس کر دست با آں پہلوں سستش منگریدای دیگران
یعنی اُس نے اُس پہلو ان کیساتھ ایسا کیا ہے تو لے دوسرے تم اُسکو گرفت دست جمبو۔

مادر و بابائے مارا اس حصور تاج و پیرایہ بچالاکے ر بود
یعنی ہمارے ماں باپ کا اُس حاصر نے تاج اور پیرایہ چالاک سے لے لیا ہے۔

کردشاں آنجا برہنہ خوار و زار سالہا بگرست آدم نزار زار
یعنی اُنکو اُس جگہ برہنہ اور ذلیل کیا تو آدم علیہ السلام سالہا سال تک زار زار روئے۔

کہ ز اشک چشم اور وئید منت کہ چہ اندر جبریدہ لاست ثبت
یعنی یہاں تک کہ اُن کی اشک چشم سے گہاس آگ آیا کہ کیوں دفتر لاین رمیر انام ثبت ہو
مطلب یہ کہ وہ اسلئے روتے تھے کہ میر انام اُس دفتر مخالفت میں کیوں ثبت ہو گیا۔ اور کیوں
کہا گیا سورعین نے لکھا ہے کہ اُن کی اشک چشم سے بوٹیاں پیدا ہوئی تھیں اور جب قدر
خوشبودار بوٹیاں مثل لاجبی وغیرہ کے پیل سے پیدا ہوئی تھیں۔ تو دیکھو اُس شیطان نے
ایسے زبردست کو بھی ایک دفعہ ہرا دیا۔

تو قیامت گیر طر ایش را کہ چناں سرور کند زویش را
یعنی تم اُسکی چالاک کو قیاس کر لو کہ ایسا سرور اُسکی وجہ سے ڈاڑھی کو اگھاڑے۔ یعنی
جب وہ اُس سے زیر ہو گئے تو پھر تم دیکھ لو کہ تمہاری ساتھ کیا کچھ کر سکتا ہو۔

الحذر لے گل پرستاں از سرش تیغ لائحے زیند اندر سرش

یعنی لے گل پر ستوا کے شر سے بچو اور لاول کی تلوار اُس کے سر میں مارو۔

کو بھی بیند شمار از کمین کہ شما ورامنی بیند میں

یعنی کیونکہ وہ تو نگہ کمین سے دیکھ رہا ہے اور تم اُس کو نہیں دیکھتے ہو (قرآن شریف میں بھی ہے کہ اُنہ پر لکم حق و قبیلہ من حیث لا تروہم تو اُس کی مثال ایسی ہے جیسی کہ صیاد کہ جانور کو صیاد تو دیکھتا ہے اور وہ جانور اُس کو نہیں دیکھتا اور صیاد کی یہ حالت ہوتی ہے کہ)

دانا صیاد ریزد دانا صیاد پیدا باشد و بہ نہال دغا

یعنی صیاد ہمیشہ دانے ڈالتا ہے نہ دانہ تو ظاہر ہوتا ہے اور دغا مازی پوشیدہ ہوتی ہے

ہر گجا دانہ بدیدی الحذر تانہ بند دوام بر تو بال و پر

یعنی جہاں کمین تم دانہ دیکھو تو بچو تاکہ جال تمہرے بال و پر کو باندھ نہ دے۔

چونکہ دیدی دانہ بگر نری حام دانہ چوں خوردی در افتادی بدام

یعنی بے کسو ترجیب تو نے دانہ دیکھا تو تو یہاں اور جو دانہ تو نے کہا لیا تو (مجھے نے کہ) تو جال میں پڑ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ شیطان بھی ہر دم شہوات کا جال بچھا تا ہے اور ہر دم اُس کے اندر لذات کے دانے ڈالتا ہے تو خدا کیلئے تم ذرا بچتے رہنا کہیں اُس کے جال میں نہ پھنس جاؤ پس جہاں کہیں ذرا شہ بھی ہو خرم اور احتیاط کی بات یہ ہے وہاں ٹیہر و مت لبس چلو۔

زانکہ ہر مرغی کہ ترک دانہ کرد دانا از صحرائے بے تزد ویر خورد

یعنی اسلئے کہ جس جانور نے کہ دانہ کو ترک کیا صحرائے بے تزد ویر سے دانہ کہا یا۔

شا مرغی کو ترک دانہ گفت در ریاض قدس بہر ش گل خلقت

یعنی خوش و وہ مرغ جس نے کہ ترک دانہ کیا اور ریاض قدس سے اُس کے لئے پھول کہلئے یعنی جس نے کہ ان لذات و شہوات کو ترک کیا اُس کیلئے ریاض قدس سے گل کہل گئے اور علوم و صاف حاصل ہو گئے

بہم بدایا قانع شد و از دست ہیج دایے پرو بالش از بست

یعنی اُس پر قانع ہو گیا اور دام سے چھوٹ گیا تو کسی دام نے اُس کے پرو بال کو نہ باندھا۔ یعنی پھر وہ کہیں پھنس ہی نہیں سکتا۔ تو اسی طرح جو شخص کہ شیطان کے جال کے دانوں کو ترک

کر گیا وہ کبھی اُسکے جال میں نہیں بھنس سکتا آگے ایک مثال میں حرم کا فائدہ اور ترک حرم کا ضرر بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

| | |
|---------------------------------|--------------------------------|
| باز مرغِ فوق دیوارِ نشست | دیدہ سوئے دانہ و دامی نسبت |
| بیک نظر او سوئے صحرا می کند | یک نظر حرص بد اے می کشد |
| این نظر با آن نظر چالیش کرد | ناگہا نے از نظر خالیش کرد |
| رفت و دانہ خورد و اندر دام ماند | صائد شش کشت و بخور و کام راند |
| باز مرغِ کان تردد را گذاشت | زاں نظر بر کند و بر صحرا گماشت |
| شاد پر و بال او بخنگ آله | تا امام جملہ آزاداں شد او |
| ہر کہ اور امتقد اس از دہرست | در مقام امن و آزادی نشست |
| زانکہ شاہِ حازمان آمدش | تا گلستان و چین شد منزلش |
| حرم از و راضی و اور راضی ز حرم | این چنین کن گر کنی تدبیر عزم |

اب ہم دو جا قیروں کی حالت بیان کرتے ہیں اس سے تمکو عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ ایک جادو دیوار پر آزاد میٹھا ہے اسی اثنائیں اُسے جال اور دانہ کو دیکھا۔ اب وہ ایک طرف تو صحرا کو دیکھتا ہے اور اپنی آزادی کا خیال کرتا ہے دوسری طرف لذت دانہ پر نظر کرتا ہے اور جس اُسکو اُسکی طرف کھینچتی ہے۔ اب دونوں نظروں میں جنگ ہوتی ہے اور نظر جس غالب آکر اُسکی عقل کو فنا کر دیتی ہے اور اُسکو عقل سے کوہرا کر دیتی ہے وہ جاتا ہے اور دانہ کہا کر جال میں بھنس رہتا ہے۔ شکاری اسے ذبح کرتا ہے اور کہا کر اپنی مقصد براری کرتا ہے اب ایک دوسرا جادو دیوار اُسکو بھی یہی تردد پیش آتا ہے مگر وہ تردد کو چھوڑ دیتا ہے اور

دوانہ سے نظر کو ہٹا کر صرف جھلک کو ملح نظر بناتا ہے ایسے جانور کے مزے ہیں اور اُسکے پردہ بال خوش ہیں اور وہ اپنے اس فعل سے تمام آزادوں کا مقتدا ہوتا جاتا ہے جو جانور اسکو مقتدا بنانا پسند نہ کر سکتے ہیں اور اس کا دل ہوشیاری میں گویا کہ ہوشیاروں کا بادشاہ تھا اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بچانے دام یا شکم صیاد کے گلستان و چین اُس کا مسکن بنا۔ اب وہ حرم و احتیاط سے خوش ہے کہ وہ اُسے کام آئیں۔ اور حرم و احتیاط اُس سے خوش ہیں کہ اُسے اُن کی قدر کی۔ پس اگر تلو کرنا ہے تو ایسی تدبیر اور ایسا غم اختیار کرو۔

شرح شبیری

اُس جانور کے حال کی پرانندگی جسے ترک خرم ہوا

وہوس کی وجہ سے کیا

باز مرغے فوق دیوار کشت ویدہ سیرے دانہ و دامی بہ نسبت
یعنی پھر (یہ سنو کہ) ایک جانور کسی دیوار پر بیٹھا اور آنکھ کو دانہ و دام کی طرف باندھا۔
ایک نظر او سونے صحرایمیکند یک نظر حشش بدانہ می کشد
یعنی وہ ایک نظر تو صحرای کی طرف کرتا ہے اور اُسکی حرص کی ایک نظر دانہ کی طرف کھینچتی ہے
یعنی ایک دفعہ دیکھتا ہے کہ جھلک اتنی دوق پڑا ہے مگر اُس میں دانہ نہیں ہے لیکن جال
بھی یقیناً نہیں ہے اور جہاں دانہ ہو وہاں جال کا احتمال ہے غرض کہ وہ دونوں طرف
فکر کر رہا ہے۔

ایں نظر بااں نظر چالیش کرد ناگہانے از خورد خالیش کرد

یعنی اس نظر نے اُس نظر کیساتھ لڑائی کی تو ناگہان عقل سے اُسکو خالی کر دیا۔

رفت و دانہ خورد و اندر دام ماند صائدش کشت و بخورد و کام ماند

یعنی گیا دانہ کھایا اور جال میں رہ گیا تو شکاری نے اُسکو ذبح کیا اور کھایا اور کام چلایا۔

مطلب یہ کہ اسی طرح انسان ایک طرف لذت دیکھتا ہے اور وہاں شیطان کے بہکانیکا
 یقین ہوتا ہے اور دوسری طرف شیطان نہیں مگر لذت بھی نہیں تو اسوقت یہ سوچتا ہے
 کہ لاؤ اسوقت تو مزہ لیلو پھر دیکھا جاوے گا بس یہ سوچ کر ادھر کو چلا اور پھنسا پھر ساری
 عقل وغیرہ رنجو چکر ہو جاتی ہے اور شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔

باز مرغے کان ترود را گداشت زان نظر بر کند و بر صحرای گداشت
 یعنی پھر اس مرغ کو سنو کہ اُس نے ترود کو تو چھوڑا اور اس (دانا) سے نظر الگ کر کے جنگل پر
 (نظر کو) مقرر کر دیا (اور احتمال ضرر پر وہاں سے چل دیا)

شاد پرو بال او بخت الہ تا امام حمله آزادان شد او
 یعنی اُس کے پرو بال خوش ہیں اور خوشی ہے اُس کے لئے یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام ہو گیا
 ہر کہ اور مقتدا سازد برست در مقام امن و آزادی نشست
 یعنی جسے کہ اُس کو مقتدا بنالیا وہ چھوٹ گیا اور مقام امن اور آزادی میں بیٹھ گیا۔

زاکہ شاہ حازماں آمدش تا گلستان و چین شد منزلش
 یعنی اس لئے کہ اُس کا دل حازموں کا بادشاہ ہی یہاں تک کہ گلستان اور چین میں اُسکی منزل ہو گئی
 خرم زدر ارضی و اور ارضی ز خرم ایں چنین کن گر کنی تدبیر و غم

یعنی وہ خرم سے راضی اور خرم اُس سے راضی تو تو ایسا ہی کر اگر تدبیر و غم کرتا ہے مطلب
 یہ کہ ایک تو وہ تھا کہ شیطان کے بہکانے میں آکر پھنس گیا اور ایک وہ ہے کہ اُس نے احتمال
 ضرر پر اُسیں لذت کو ترک کر دیا۔ اور وہاں سے چل دیا بس اب وہ کہیں بھی نہیں پھنس سکتا
 اور وہ سب کا مقتدا ہو گیا اب اور بھی جو کوئی اُس کو مقتدا بنانے وہ بھی اُسکی طرح دام نہیں
 سے چھوٹ جاوے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بار بار در دام حرص اُفتادہ خلق خود را در بریدن دادہ

بازت آں تو آب لطف آزا کرد
گفت ان عدم کذا عدنا کذا
چونکہ جفتے را بر خود آورم
جفت کردیم این عل را با اثر
چوں رباید غارتے از جفت شو
بار دیگر سوئے این دام آید
بازت آں تو اب بکشہ دآن گرہ
باز چوں پروانہ نسیاں رسید
کم کن اے پروانہ نسیاں و شکے
چو رہیدی شکر آں باشد کہ بیج
تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او
شکر آن نعمت کہ تاں آزاد کرد
چنداندر رنجسا و در بلا
تا چنین خدمت کنم احسان کنم
چو خلاصت داد حق از امتحاں
چوں رہا گردت فراموش کردیش
سگ زمستان حج کردہ استخوانش

توبہ پذیرفت و شما را شاو کرد
نخن ز وجنا الفعسال بالجزا
آید آن جفتش دوانہ لاجرم
چون رسد جفتے - رسد جفتے دگر
جفت می آید پئے او شوئے جوئے
خاک اندر دیدہ توبہ ز دید
گفت ہیں بگریز این سو پامنہ
جان تا باں را جانب آتش کشید
در پر سوزیدہ بسگر توبہ کی
سوئے آن دانه نداری پیچ پیچ
روزی بے دام و بے خوف عدو
نعمت حق را بساید یاد کرد
گفتی از دام رہا کن اینجا
خاک اندر دیدہ شیطان کنم
ہیچ ناستی کہ بودی ہیچناں
جان خود است دہیش کر کش
زخم سرا خود گرداند چنانش

کہ بگوید این قدر تن کہ منم
 چونکہ تالبتاں بیایین بچنگ
 چونکہ تالبتاں بیاید از کشاد
 رفت گرد پاک شد در سایہ
 گوید و چون زفت بیند خوش را
 گویش دل خانہ سازای عمو
 استخوان حرص تو در وقت درد
 گوئی از توبہ باز م خانہ
 رجون بشدر نج و شدت آن جرفست
 شکر نعمت خوشتر از نعمت بود
 شکر جان نعمت و نعمت چو پوست
 نعمت آرد غفلت و شکر انتباه
 نعمت شکر کند پر چشم و میر
 سیر نوشی از طعام و نقل حق
 نعمت و باب لا شکرے کنید
 شکر جذب نعمت او فر کند

خانہ از سنگ باید کرد نم
 بہر سر ما خانہ سازم ز سنگ
 استخوانہا پین گرد و پوست و
 کاہے سیر غری خود رایہ
 در کد میں خانہ گنج اے کیا
 گوید او در خانہ کے گنج بگو
 در ہم آید خورد گردد در خورد
 در زمستان با شدم کا شانہ
 پچو سگ سوداؤ خانہ از تو رفت
 شکر بارہ کے سوئے نعمت رود
 زانکہ شکر آرد تر تا کوئی دوست
 صید نعمت کن بدام شکر شاہ
 تا کنی صد نعمت ایسا فقیر
 تار و داز تو شکم خواری و دوق
 تا سر منجوس خود را لشکنید
 کفر نعمت مرد را کا فر کند

یہاں سے مولانا انسان کی بے اعتدالیوں کو دکھانا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو

تم بہت مرتبہ حرص کے جال میں پھنس کر معاصی میں مبتلا ہو چکے اور اپنے کو ہلاکی میں ڈال چکے ہو۔ لیکن پھر بھی جبکہ تم نے توبہ کی توجہ سب جاننے نے اپنی عنایت سے غایت سے تم کو اس جال سے ہٹا کر خوش کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ دیکھو اگر تم نے پھر یہ حرکت تو پھر یہی سزا موجو رہے گی۔ کیونکہ ہم نے افعال کو اُن کے نتائج کیساتھ وابستہ کر رکھا ہے اور گو یہ کہ افعال و نتائج آپس میں نہ وابستہ ہیں۔ اب فرض کرو کہ میں ایک جوڑے کے زریا مادہ کو اپنے پاس لاؤں تو اس تعلق کی بنا پر جو ایک کو دوسرے سے ہے دوسرا خود گنچا چلا آئیگا۔ پس یوں ہی ہم نے عمل کو اُس کے نتیجہ کیساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ پس عمل متحقق ہوگا تو لا محالہ (ہماری عادت کی موافق جسکے بدلنے پر ہوگا) کامل قدرت حاصل ہے اُس کے ساتھ اُس کا اثر بھی متحقق ہوگا۔ دیکھو موجب کوئی شخص ایک جوڑے میں سے نہ کوڑا لے تو اُس کے پیچھے پیچھے مادہ بھی بھینچ جائیگی۔ لیکن باوجودیکہ تمکو ہدایت کر دی گئی تھی مگر پھر اس جال میں آ پھنسے اور توبہ کی آنکھوں میں خاک جو نکل رہی مگر جب تم نے مجوزت کی توجہ سب جاننے نے اپنی رحمت سے پھر عقد کشائی کی اور کہہ دیا کہ جاہل گاہک دیکھ پھر ادھر آ کر نہ پھٹکنا لیکن پھر چونکہ وہ نسیان جو پروانہ کی طرح گناہ کی آگ پر عاشق ہے آوارہ ہوا یعنی تم پہلی توبہ کو بھول گئے تو وہ تمہیں آگ میں کھینچ لے گیا اور گناہ میں مبتلا کر دیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ لے پروانہ نسیان و شک میں بہت ہو چکی۔ اب تو جانے دے ذرا اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھو اور پہلے معاصی کے نتائج کو پیش نظر کر اور دوبارہ آگ میں گرنے سے بچ۔ یعنی بھول گئی کوئی حد بھی اس غفلت کو چھوڑو۔ دیکھو جب تمکو جن سب جاننے نے جال سے ہٹا دیا ہے تو تمکو اس انعام کا شکر کرنا چاہئے۔ اور شکر اس کا یہ ہے کہ پھر دانہ کی طرف نہ رخ نہ کرو۔ تاکہ جب تم شکر کرو تو توجہ سب جاننے تمکو ایسی فزنی عطا فرمائیں جس میں نہ کوئی جال پوشیدہ ہو اور نہ کسی دشمن کا خطرہ ہو یعنی غذائے روح یا غذائے جنت اُس نعمت کے شکر میں کہ اُس نے تمکو دامِ بے رہائی عطا فرمائی ہے۔ تمکو جن سب جاننے کی نعمت کو یاد کرنا چاہئے اور اُس کے مقتضایہ عمل کرنا چاہئے۔ (یاد رہے کہ اس مقام پر ایک دوسری توجیہ بھی ہے وہ یہ کہ ”شکر اُن نعمت کے تال آزاد کر دے“ بدل یا غفلت بیان ہوا شکر کا جو بیت بالا میں ہے یا خبر ہو مبتداء محذوف کی یعنی وہ

اُن شکر شکر اُن نعمت ست کہ تال آزاد کرد لیکن تنے اب تک ایسا نہیں کیا تم بہت
 مرتبہ تکلیفوں میں اور مصیبت کے جال میں پھنسے اور یہ کہا کہ اے اللہ مجھے اس پہنڈے
 سے چھڑا دے تاکہ میں یوں اطاعت کروں اور یوں اپنے کام کروں لیکن جب حق سبحا نے اُس
 تکلیف سے نجات دی تو پھر دلیسے کے ذلیسے ہی رہے جیسے تھے اور جبکہ تکو اس مصیبت سے
 چھوڑا دیا تو پھر تم اُسکو بھول گئے اور پھر اپنے کو اس ربائی اور راحت میں مست اور بیہوش
 کر لیا۔ ہمارا یہی مثال ہے جیسے ایک کتا کہ موسم سرما اُسکی ہڈیوں کو اکٹھا کر دیتا ہے
 اور سردی کی تکلیف سے وہ شکر کر دے اور ہوتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے اس
 جسم کی موافق جتنا کہ میں ہوں پتھروں کا ایک گھر ضرور بنانا چاہیئے اب تو جاڑے ہیں اور سردی
 کے مارے جان نکلی جاتی ہے گھر بنانا یہ کسے پوش سے ہاں جب گرمیاں آجائیں گی
 اُسوقت جاڑوں کیلئے اپنے پنجوں سے پتھروں کا گھر بناؤں گا پس جبکہ گرمیاں آتی ہیں اور
 اُسکا جسم اکٹھا ہوتا ہے اور ہڈیاں پھیل جاتی ہیں اور کہاں عمدہ ہو جاتی ہے تو خوب موٹا
 تازہ ہو جاتا ہے اور سایہ میں پاؤں پھیلا کر سو رہتا ہے اُسوقت وہ کاہل اور بے نیاز
 احمق اور خود رائے ہو رہتا ہے اب جبکہ وہ اپنے کو خوب موٹا تازہ دیکھتا ہے تو کہتا ہے
 بھلا میں اب کس گھر میں سما سکتا ہوں اُس کا دل اب بھی اُس سے کہتا ہے کہ ارے گھر بناؤ
 تو اُس کا یہ جواب دیتا ہے کہ زچہا تو ہی بتائیں کس گھر میں سما سکتا ہوں اور یہ وہ عذر
 کر کے گھر نہیں بناتا بس بالکل یہی حالت تمہاری ہے کہ تکلیف کی وقت تو تمہاری حرص کی
 ہڈیاں سمٹ کر اکٹھی ہو جاتی ہیں اور شکر کر چھوٹی ہو جاتی ہیں اُسوقت تم کہتے ہو کہ مجھے
 تو یہ کی ایک عمارت بنانی چاہئے تاکہ سرمائے مصائب و آلام و ہجوم سے نجات ملے لیکن
 جب وہ تکلیف جاتی رہی اور حرص موٹی تازی ہو گئی تو کتنے کی طرح گھر بنانے کا خیال تہہ
 دل سے بھی جاتا رہتا ہے یہ نہایت نازیبا روش ہے لہذا اسے چھوڑنا چاہئے اور جب
 مصیبت سے نجات حاصل ہو جاوے تو شکر کرنا چاہئے کیونکہ نعمت کا شکر خود نعمت سے
 بھی اچھا ہے اسلئے کہ شکر مصیبت میں نہیں پڑتا اور صاحب نعمت مصیبت میں گر کر قدر
 ہو جاتا ہے۔ نیز شکر نعمت کی روح ہے اور نعمت اُس کا قالب۔ اور یہ فرق اسلئے ہے کہ

شکر تکوین سبحانہ تک بھونچا فیوالا ہے ہر خلافت نعمت کے کہ وہ اکثر گمراہ کر دیتی ہے کیونکہ
نعمت کی غفلت پیدا ہوتی اور شکر سے ہوشیاری حاصل ہوتی ہے پس شکر نعمت افضل ہوا
نفس نعمت سے اچھا ہونے مانا کہ نعمت ہی پیہی چیز ہے لیکن نعمت بھی تو شکر ہی سے ملتی ہے
پس اگر تم نعمت خداوندی ہی کے طالب ہو تو اسکی تحصیل کا ذریعہ بھی شکر ہی ہے اسلئے
بھی شکر ضروری ہے۔ شکر جو کہ خود ہی ایک نعمت ہے اگر تمکو حاصل ہو جاوے تو تم چشم
اور دو لہند ہو جاؤ گے اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دوسروں کو نعمت دے سکو گے اور تم
غذائے روحانی خوب پیٹ بھر کر کھاؤ گے۔ یہاں تک کہ یہ جسمانی غذا کا زیادہ کھانا اور
اسکی تکلیف جسے دور ہوگی پس تم حق سبحانہ کی نعمت کا شکر کرو تاکہ یہ منحوس سر تہارا
بھوٹے سے بچ جاوے شکر نعمت فراداں کو کہنچتا ہے اور ناشکری آدمی کو کافر
تک کر دیتی ہے۔

شرح شبیری

بارہا در دام حرص افتادہ خلق خود را در بُردین دادہ
یعنی بارہا تم دام حرص میں پڑ چکے ہو اور اپنے خلق کو کاٹنے کیلئے تنے دیدیا ہے۔
بازت آں تو اب لطف آزاد کرو توبہ پدرفت و شمارا شاد کرو
یعنی اُس تو اب لطف نے تمکو آزاد کر دیا اور توبہ قبول کر کے تمکو خوش کر دیا یعنی تم نے بارہا
گناہ کر کے توبہ کی ہے اور حق تعالیٰ نے ہمیشہ تمہاری توبہ کو قبول فرمایا ہے اور تمکو خوش
کر دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے کہ۔

گفت ان عدتم کذا عدنا کذا نحن روجنا الفعّال بالجزا
یعنی فرمایا کہ اگر تم اس طرح لوٹو گے تو ہم اُس طرح لوٹیں گے ہمنے افعال کو جزائے ساتھ
ملادیا ہے یعنی فرمادیا ہے کہ اگر تم بھر گناہ کرو گے تو ہم سزا دیں گے اسلئے کہ ہمنے افعال کو
اُٹلی جزائی ساتھ قرین کر دیا ہے تو جب فعل ہوگا اسکی مطابق اسکی جزا بھی مرتب ہو جاوے گی آگے
ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چونکہ جفتہ را بر خود آدم آید آن جفتش دروانہ لاجرم
یعنی جبکہ ہم ایک جفت کو اپنے پاس لا دیں تو وہ دوسرا جو راجی لقیناً آویگا تو اسی طرح جب
افعال و جزا آپس میں جفت ہیں تو ایک کے آنے سے دوسری بھی آویگی۔
جفت کر دیم اس عمل را با اثر چوں رسد جفتہ رسد جفتہ دیگر
یعنی ہمنے ان اعمال کو اثر کی ساتھ جفت کر دیا ہے تو جب ایک جفت چھوٹے گی تو وہ دوسری
بھی چھوٹے گی۔

چوں رہا بد غارتے از جفت شہ
جفت می آید پئے اوشوی جوئی
یعنی جبکہ کوئی لوٹیر کسی جفت سے (اُسکے) شوہر کو اچک لے تو نہ جفت اُسکے پیچھے شوہر کو
تلاش کر تہ مونی آتی ہے۔ تو اسی طرح جبکہ اعمال اور جزا آپس میں جفت ہیں تو ایک کے
وجود سے دوسرے کا وجود ضروری ہے تو حق تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے مگر

بار دیگر سوئے اس دام آمدید خاک اندر دیدہ تو بہ ز دید
یعنی تہ دوسری دفعہ (پھر) اس جال کی طرف آئی۔ اور دیدہ تو بہ میں تھے خاک جھونکدی۔ یعنی باوجود
اُسکے کہ اول تو یہ قبول کر کے یہ سب کچھ کھدیا گیا تھا مگر تھے پھر تو بہ توڑ دی

بازت آن تو اب بکشود آل گرہ گفت ہیں بگریز رواں سونہ
یعنی پھر اُس تو اب تمہاری گرہ کہو لری اور کھدیا ارے بہاگ اس طرف نہ مت کر۔

باز چوں پروانہ نسیاں رسید جان تال را جانہ کشید
یعنی پھر جب نسیان کا پردانہ چھوٹا تو تمہاری جان کو (اُسنے) آتش کی طرف کہینچا۔

کم کن لے پروانہ نسیان دشنکے دہ پر سوزیدہ مبنگر تو یکے
یعنی لے (الشخص) پروانہ نسیان دشنک کو کم کر اور تو ایک مرتبہ جلے ہوئے پر کو دیکھ لے۔

(یہ سوزیدہ سے مراد محصیت کے نقیبات میں) مطلب یہ ہے کہ اس نسیان دشنک کو
چھوڑا اور محصیت جو تجھے نقصان مثل ضعف وغیرہ کے چھوٹا ہے اُسکو دیکھ کہ اگر تو پھر کر گیا
تو پھر ہی ہوگا تو اس سے عبرت پکڑ اور آئندہ اُن افعال کا مرتکب مت ہو۔ آگے
فرماتے ہیں کہ۔

چوں رہیدی شکر آن باشد کہ پیچ سوئے آن دانه غداری پیچ پیچ
یعنی جب تو چھوٹ گیا تو اُس کا شکریہ ہے کہ اُس دانه کی طرف کبھی رغبت نہ رہے۔
تاثر اچوں شکر گوئی بخشداد روزی بے دام دے خوف غلہ

یعنی تاکہ جب تو شکر کرے وہ تجھے روزی بے دام اور بے خوف غلامی مرحمت فرما دے مطلب
یہ کہ اُس چھوٹ جانیکا شکریہ تھا کہ تم کبھی پھر اس طرف کو رخ نہ کرتے اور جب تم اُس طرف کو رخ
نہ کرتے تو ان لذات و شہوات کو ترک کرتے تو حق تعالیٰ تم کو نہ لذت عطا فرماتے کہ جن میں ضرر کا
احتمال بھی نہ تھا

شکر آن نعمت کہ تان آزاد کرد نعمت حق را ہباید یاد کرد
یعنی اُس نعمت کے شکر میں کہ تم کو عذاب سے آزاد کیا نعمت حق کو یاد کرنا چاہئے۔
چند اندر رہنجا و در بلا گفنی از دام رہا کن اینجا
یعنی کتنی مرتبہ تو نے رنج و بلا میں گہا ہے کہ اے اللہ مجھ (اس وقت اس) دام سے چھوڑا دے
تاچنین خدمت کنم احسان کنم خاک اندر دیدہ شیطان کنم
یعنی تاکہ میں ایسی خدمت کر دوں اور احسان کر دوں اور دیدہ شیطان میں خاک ڈالوں۔ یعنی اُس
وقت خوب خوب دعارے کرتے ہو۔

چوں خلاصی داد حق نہ امتحان بچناستی کہ بودی، چمنال
یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تجھے اُس مصیبت سے خلاصی دیدی تو تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔
چوں رہا کردت فراموش کردیش جان خود را مست بہیش کردیش
یعنی جبکہ تجھے رہا کر دیا تو نے اُس (دعدہ) کو فراموش کر دیا۔ اور اپنی جان کو مست و
بہوش بنالیا (اور سارے دعدے و عید بھول گئے) آگے اس دعدہ کرنے اور پھر بھولنے
کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

حکایت کتون کے جاڑوں میں نذر کرنیکی کہ جب می
آویگی تو جاڑے کیلئے گھر بنا دیں گے

سنگستان جمع کرد و استخوانش زخم سر ما خورد گرداند چنانش
یعنی گتاجائے میں اُسکی ہڈیاں جمع ہوتی ہیں اور جاڑے کا زخم اسکو اس طرح چھوٹا کر دیتا ہے
کو بگوید کایں قدر تن کہ منم خانہ از سنگ باید کرد غم
یعنی کہ کہ کہتا ہے کہ جتھر کہ میرا بدن ہی مجھے ایک گھر پھر کا بنانا چاہئے یعنی جب بدن ستر جاتا ہے
تو کہتا ہے کہ میرا جسم دُبل پتلا تو ہے ہی لہذا ایک چھوٹا سا گھر مجھے کافی ہوگا اور کہتا ہے کہ
چونکہ تالستان بیاید من یہ جنگ بہر سر ما خانہ سازم ز سنگ
یعنی جب گرمی آوے گی تو میں اپنی ہاتھ سے سردی کے واسطے پھر کا ایک گھر بناؤں گا۔
چونکہ تالستان بیاید از کشاد استخوانہا میں گرد و پوست و
یعنی جیکہ گرمی آتی ہے تو خوشی کے مارے اُسکی ہڈیاں موٹی ہو جاتی ہیں اور کہاں بھی ہو جاتی ہے
زفت گرد و پاکشد در سایہ کاہلی سیرے غرے خود رایہ
یعنی موٹا ہو جاتا ہے تو سایہ میں پاؤں پہنچتا ہے کاہل اور سیر اور مغرور اور خود رانی (ہو کر)
گوید و چوں زفت بیند خویش را در کہ میں خانہ گنجم لے کیا
یعنی جب اپنے کو موٹا دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ لے میاں میں کس گھر میں سماؤں گا۔
گویدش دل خانہ سازی عمو گوید او در خانہ کے گنجم بگو
یعنی اُس سے دل کہتا ہے کہ چچا گھر بنالے تو کہتا ہے کہ یہ تو بتا کہ میں کسی گھر میں کس طرح سماؤں گا
اگے اس مثال کو مثل لہ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

استخوان حرص تو در وقت درد ہم آید خورد گرد در نور
یعنی تیری حرص کی ہڈیاں درد کے وقت میں ہم برہم ہو جاتی ہیں اور لپٹ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں۔
گوئی از تو بہ بسازم خانہ در زستان باشد م کاشانہ
یعنی (اُس وقت) تو کہتا ہے کہ میں تو بہ کا ایک گھر بناؤں گا کہ جاڑوں میں وہ میرے لئے کاشانہ
ہو جاوے

چون بلند رنج و شدت آں حرص فتا ہچو سگ سودائے خانہ از تو رست
یعنی جب رنج جاتا رہا تو تیری حرص عظیم ہو گئی اور کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا۔

را در پیرایہی طرح غافل ہو گئے تو ایسا نہ چاہئے بلکہ اُس رہا ہونے کا شکریہ یہ ہے کہ پھر بھی اُس کے
مترکب نہ ہو اور اس نعمت خلاصی کا شکر ادا کروا سئلے کہ

شکر نعمت خوشتر از نعمت بود شکر بارہ کے سوئی نعمت بود

یعنی شکر نعمت نعمت سے اچھا ہوتا ہے (اسئلے کہ) شکر نعمت کی طرف کب لیجاتا ہے۔

شکر جان نعمت جو پوست زانکہ شکر آرد ترا تا کوئی دوست

یعنی شکر نعمت کی جان ہے اور نعمت مثل پوست کے ہے اسئلے کہ شکر تو تم کو کوئی دوست
تک لاتا ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباه صید نعمت کن بدام شکر شاہ

یعنی نعمت تو غفلت لاتی ہے اور شکر بیداری لاتا ہے تو نعمت کا شکار شکر شاہ کے
دام میں کرو مطلب یہ ہے کہ شکر نعمت نعمت سے بہتر ہے اسئلے کہ دیکھو نعمت تو بعض مرتبہ
سبب ہلاکت کا ہو بھی جاتی ہے مگر شکر بھی سبب ہلاکت نہیں ہوتا۔ تو تم یہ کرو کہ شکر کیا کرو
کہ شکر خود غالب نعمت ہے نعمت شکر کی بدولت خود تم تک دوڑتی ہوئی آوے گی۔

نعمت شکر کند پر چشم و میر تا کنی صد نعمت ایستار فقیر

یعنی شکر جو ایک نعمت ہے وہ تجھے پر چشم اور امیر کر دے لگایا یہاں تک کہ تم سو نعمتیں فقیر پر نشان
کردو گے یعنی شکر سے اس قدر نعمت زیادہ ہوگی کہ خود تو رہا ہو ہی گے مگر اور دل کو بھی دو گے

سیر نوشی از طعام و نقل حق تارود از تو شکر خواری و دوق

یعنی تو حق تعالیٰ کے طعام و نقل سے سیر ہو کر کہاویگا یہاں تک کہ تجھے شکر خواری اور دوق (باب)
جاتا رہے لگایا یعنی اس قدر نعمت ملیگی کہ پھر حرص نہ رہے گی۔

نعمت و باب را شکر کنید تا سر منحوس خود را نشکنید

یعنی حق تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرو تا کہ اپنے سر منحوس کو نہ توڑ لو۔

شکر جذب نعمت او فرزند کفر نعمت مرد را کافر کند

یعنی شکر کرنا نعمت وافر کو جذب کرتا ہے اور کفر ان نعمت انسان کو کافر کر دیتی ہے۔ (اور)
بہر شے کا شکر انگ ہے تو اس خلاصی کا شکر یہی ہے کہ پھر اُس کام کے مترکب نہ ہو

آگے بل سب کا حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیحت سے روکنے کا تعبیہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

| | |
|---|--|
| <p>اچھے گفتیہ را دریں دہ کس بود کس نداند بر د بر خالق سبق ایں نخواستہ شد گفت و گو دگر کہنہ را صد بار گوئی باش نو آب را گوئی غسل شویا کہ شیر پیشہ را گوئی کہ سوئے بادرو یا کہ اکسیر شود چالاک شو آب کے گرد و غسل لے ارجبند خالق آب و تراب و خاکیان آب و گل را تیرہ روئی و نما کے تو اند آب و گل صفیت خرید کے کے گرد و بجمہدت چوں کہے</p> | <p>قوم گفتند اے نصوحان بس بود قفل بردہا نے ماہنہ ساد حق آتش ماہیں کرد آں تصویر گر سنگ را صد سال گوئی لعل شو خاک را گوئی صفات آب گیر نار را گوئی کہ نور محض شو قلب را گوئی کہ ز تر پاک شو ہیچ ازاں اوصاف دیگر گویں شوند خالق افلاک و ہم افلاکیاں آسمان را داد دوران و صفا کے تو اند آسماں در دے گزید قسمتے کردست ہر یک را رہے</p> |
|---|--|

غرض کہ جب انبیاء علیہم السلام نے انکو بہت کچھ نصیحت کی اور جنتوں سے انکو منسوب کیا تو انہوں نے جبر کو دستاویز بنا کر بچا چھوڑا ناجا ہا اور کہا کہ صاحب اگر اس کا دلی میں کوئی شخص آپ کی بات ماننے والا ہو تا تو جس قدر آپ فرما لپکے ہیں وہ ہی کافی تھا مگر کیا کبھی کہ حق سبحانہ نے دلوں پر قفل

لکھا دیا ہے کہ نصیحت کا اثر اُس میں پھونچتا ہی نہیں اور یہ کسی کی مجال نہیں کہ خدا کا مقابلہ کر کے اُس سے باری باری لہجہ کرے کما سنے تو قفل لگایا ہے اور دوسرے شخص اُسکو توڑ دے جبکہ اُس مصور نے ہماری تصویر ایسی بنائی ہے تو اب وہ کسی صورت سے نہیں بدل سکتی آپ پتھر کو سو برس تک کہیں کہ قفل ہوجاؤ پڑائے کو سو مرتبہ کہیں کہ تو نیا ہوجا۔ آپ مٹی کو کہیں کہ پانی کی صفات اختیار کرے اور پانی سے کہیں کہ شہد ہوجا۔ یا دودھ بنجا آگ سے کہیں کہ نور محض بنجا جلانے کی صفت چھوڑ دے پتھر سے کہیں کہ ہوا کے پاس جا کہوئے کہ کہیں کہ کہرا بنجا یا اکسیر ہوجا۔ اور چھت و چالاک ہوجا لیکن کہیں یہ صفات بدل سکتی ہیں ہرگز نہیں۔ پانی ہرگز شہد نہیں بن سکتا۔ افلاک اور ساکنین افلاک اور آب و خاک اور خاکیوں کے خالق نے آسمان کو چکر اور صفائی و عطا فرمائی ہے اور آب و گل کو تیرگی اور عطا فرمایا ہے اب آسمان تیرگی اختیار نہیں کر سکتا۔ اور آب و گل صفائی حاصل نہیں کر سکتی غرض کہ ہر چیز کو اُسے ایک خاص روش عطا کی ہے جس سے وہ نہیں پھر سکتی چنانچہ اگر پھاڑ لو گوشش سے کاد بنانا چاہو تو ناممکن ہے۔

شرح شبیری

منکروں کا انبیاء علیہم السلام کو نصیحت کرنے سے منع کرنا اور جبریوں کے طریقت پر حجت لانا

قوم گفتند اے نصوحان بس بود انجہ گفتند اردیں دہ کس بود
یعنی قوم (سبا) نے کہا کہ اے نا صحو جو کچھ کہتے تھے کہا ہے اگر کوئی کاؤں میں اسنے والا ہو تو
کافی ہے یعنی اگر ہم تمہاری بات مانیں تو صفائی ملے کہلے اس قدر کہنا کافی ہے مگر ہم کیا کریں
ہم سمجھ ہی نہیں سکتے اسنے کہ۔

قفل بردہ ہوائے بلہسا و حق کس نذراند بردہ بر خالق سبق
یعنی حق تعالیٰ نے ہمارے قلوب پر قفل لگا دیا ہے اور خدا پر کوئی سبقت لیجا نہیں سکتا
انہو کے کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا ہمیں اس حالت میں رکھے اور ہم تمہاری مان کر دوسری

حالت بدل لیں) نقش ما این کرد آن تصویر گیر
اس نخواہد شد بگفت و گو در گھر۔
یعنی اُس مُصوّر نے ہمارا نقش ایسا ہی بنایا ہے تو یہ گفتگو سے متغیر نہیں ہو سکتا۔ (اس لئے کہ)
اس کی تو ایسی مثال ہے کہ

سنگ اصد سال کوئی لعل شو کہنہ را صد بار کوئی باش نو
یعنی پتھر کو تیس سال تک تو کہہ کہ لعل ہو جا اور پڑا نے کو تتر تتر کہہ کہ نیب ہو جا۔
خاک را کوئی صفات آب گیر آب را کوئی عمل شو یا کہ شیر
یعنی تو خاک کو کہے کہ پانی کی صفات لیلے اور پانی کو کہے کہ شہد یا دود ہو جا۔
نار را کوئی کہ نور محض شو پشہ را کوئی کہ سیرے بلور
یعنی تو آگ کو کہے کہ نور محض ہو جا اور چھر کو کہے کہ ہوا کی طہت جا۔

قلب را کوئی کہ عین پاک شو یا کہ اکسیرے شود چالاک شو
یعنی کہوئے کو تو کہے کہ تو عین پاک ہو جا یا کہ اکسیر ہو اور چست و چالاک ہو جا۔
یہ صبح ازان اوصاف دیگر گویں شوند آب کے گرد و غسل اے ارجمند
یعنی کیا ان میں سے کوئی متغیر ہو سکتی ہے اور اے برخوار پانی شہد کب بن سکتا ہے۔

خالق افلاک و ہم افلاکیان خالق آب و تراب و خاکیان
یعنی آسمان اور آسمان والوں کے خالق نے اور پانی اور مٹی اور خاکیوں کے خالق نے۔

آسمان را داد دوراں و صفا آب و گل را تیرہ روی و دعا
یعنی آسمان کو تو چکر کہا نا اور صفائی دی۔ اور آب و گل کو۔ تیرہ روی اور نشو و نما دیا۔
کے تو اندر آسمان در دے گزید کے تو اندر آب و گل صفوت خرید
تو آسمان تو تیری گوی کو کب قبول کر سکتا ہے اور پانی اور مٹی صفائی کو کبے سکتی ہیں۔

قسمتہ کرد دست ہر یک را رہے کے کہے گرد و بھرت چوں گے
یعنی ہر ایک کیلئے ایک راہ تقسیم کر دی ہے تو تمہاری کوشش سے پہاڑ تنے کی برابر کب
ہو سکتا ہے (تو بس اسی طرح حق تعالیٰ نے ہمارے لئے بھی اس حالت کو مقرر فرما دیا ہے

اب ہم اسکو بھی کیسے کہنے سننے سے بدل نہیں کہتے لہذا نصیحت کرنا فضول ہے جب قبول
نے یہ کہا تو حضرات انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ -

شرح حبیبی

| | |
|---------------------------------|-------------------------------|
| انبیاء گفتند کارے آفرید | وصفہائے کہ نتاں زال کشید |
| وافرید او وصفہائے عارضی | کہ گے مبعوض می گرد و رضی |
| سنگ را گونی کہ زرشو بہودست | مس را گونی کہ زرشو راہ ہست |
| ریگ را گونی کہ گل شو عاجزست | خاک را گونی کہ گل شو جانرست |
| رنجہا دادہ است کا نرا چارہ نیست | آن بشل گنگے و فطس عی است |
| رنجہا دادہ است کا نرا چارہ ہست | آن بشل لقوہ و درد سرست |
| ایں دوا ہا ساخت بہر ایتلاف | نیست ایں درد و دوا ہا از گراف |
| بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست | چوں بجد جوئی بیاید آن بدست |

انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ ہم انکار نہیں کرتے بیشک ایسے اوصاف بھی ہیں جنکے آگے
تسلیم خم کرنا پڑتا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اوصاف بھی ہیں جو قابل
تغیر ہیں مثلاً دیکھو کبھی ایک شے مبعوض ہوتی ہے اور وہی شے دوسرے وقت میں پسندیدہ ہو جاتی
ہے یہ مسلم کہ پتھر سے سونا ہوتے کی طلب لغو ہے کیونکہ اسمیں اسکی قابلیت ہی نہیں پیدا
کی گئی لیکن تانبے سے سونا بننے کی طلب معقول ہے کیونکہ اسمیں قابلیت ہے ریت کو اگر چاہو
کہ پھول ہو جاوے تو ایسا نہیں ہو سکتا لیکن اگر مٹی کو یہ چاہو تو ممکن ہے علی ہذا امر اض بھی
حق سبمانہ نے دوسم کے پیدا کئے ہیں وہ بعض جنکا کوئی علاج ہی نہیں گو نگہ مادر زاد ہونا
یا ناک کا خلقت چپٹا ہونا یا مادر زاد اندھا ہونا ہے اور جو بعض امراض قابل زوال اور علاج

پزیر میں نقوہ یا درد سر یا بخار وغیرہ ہیں چنانچہ دواؤں کو جو حق سبحانہ نے پیدا کیا ہے تو مشمول نہیں پیدا کیا بلکہ انکو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو استعمال کیا جاوے اور ان سے امراض عارضہ کو زائل کیا جاوے بلکہ اکثر بیماریاں تو ایسی ہی ہیں جو قابل علاج ہیں۔ ہاں مگر کوشش کی ضرورت ہے جب کوشش کرو گے تو ایسی دوائیں مل سکتی ہیں جن سے انکو زائل کیا جاوے جبکہ امراض جسمانیہ کی حالت معلوم ہوگئی تو امراض روحانیہ کو بھی اسی پر تکیا کر لو۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا جبریلوں کو جواب

انبیاء گفتند کہ ارے آنکس رید و صفہائے کہ نشان زلال سر کشید
یعنی انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ ہاں حق تعالیٰ نے ایسے اوصاف پیدا فرمائے ہیں کہ ان سے کشری نہیں کر سکتے (لیکن)

وافرید اوصاف عارضی کہ گے مغض می گرد رضی

یعنی اہل اوصاف عارضی (یعنی) پیدا فرمائے ہیں کہ کبھی مغض پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک شخص مغض ہو جاتا ہے مگر پھر وہ پسندیدہ ہو جاتا ہے تو دیکھو اُسکے اندر مغض ہونیکا وصفت عارضی تھا۔ حاصل یہ کہ بعض اوصاف تو بیشک ایسے ہی ہیں کہ ان سے سرتابی نہیں ہو سکتی مگر بعض ایسے بھی ہیں کہ بدل سکتے ہیں۔ آگے دونوں کی نظر تشریح فرماتے ہیں کہ۔

سنگ را گونی کہ ز رشو بہرہ است مس را گونی کہ ز رشو راہ بہت

یعنی لوہے کو اگر تو کہے کہ سونا ہو جاتو یہ ہوگی ہے اور تانبے کو کہے کہ سونا ہو جاتو راہ ہے۔ یعنی مس کو کہہ سکتے ہیں اسلئے کہ وہ ہو جاتی ہے تو اُسکو کہنا ٹھیک ہے۔

ریگ را گونی کہ گل شو عاجز بہت خاک را گونی کہ گل شو عاجز بہت

یعنی ریت کو اگر تم کہو کہ گار ہو جاتو وہ عاجز ہے اور مٹی کو کہو کہ گار ہو جاتو جائز ہے۔ (اسلئے کہ اُسکا گار بنا کر تباہ ہے)

رنجما د دست کا نوا چار نہیست آن مثل گئے و فطس علی امت

یعنی اکثر امراض ایسے دئے ہیں کہ جن کا علاج نہیں ہے وہ تو مثل گوشت ہو نیکے اور ناک چٹپی ہو نیکے اور (مادر زاد) اندھا ہونے کے ہیں (کہ ان کا کوئی علاج ہی نہیں ہے)
 ریختہ باد دست کا نرا چارہ ہست آن بمثل لقوہ و درد سر است
 یعنی بعض امراض ایسے دئے ہیں کہ جھکا علاج ہے اور مثل لقوہ اور درد سر کے ہیں۔
 ایں دوا ہا ساخت بہر ایلتاف نیست این درد و دوا ہا از گران
 یعنی ان دواؤں کو الفت پکڑنے کیلئے بنایا ہے اور یہ درد اور دواؤں فضول نہیں ہیں۔ یعنی دواؤں کو
 امراض کیلئے مناسب بنایا ہے یونہی نہیں ہے کہ جودل میں آیا فضول ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ
 لگا دیا ہو۔

بلکہ اغلب ریختہ را چارہ ہست چوں مجد جوئی بیاید آن بدست
 یعنی بلکہ اکثر امراض کے علاج میں جب تم کو کشش سے تلاش کر دو یا تھاکے ہیں (تو بس
 جبکہ بعض چیزیں اپنی حالت سے خیر ہو سکتی ہیں اور امراض کا علاج ہو سکتا ہے تو تمہاری
 اس گمراہی کا علاج بھی ہو سکتا ہے اور تمہاری یہ حالت بدل بھی سکتی ہے ہاں اگر ان سے
 یہ کہا جاتا کہ تم فرشتہ بن جاؤ مثلاً تب تو یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نہیں بن سکتے مگر اس میں ان کا یہ
 کہنا ظاہر ہے کہ غلط تھا) آگے بھڑان منکرین کے جواب کو نقل فرماتے ہیں کہ انبیاء کے جواب منکر
 انہوں نے دوبارہ اپنی محبت کو مضبوط کیا اور اُس پر دوبارہ دلیل لائے۔

شرح حبیبی

| | |
|------------------------------|------------------------------|
| قوم گفتندے گروہ این ریختہ ما | نیست زال ریختہ کہ پذیرد دوا |
| سایہا گفتند زین افسوں و پند | سخت تر میگشت زال ہر لحظہ بند |
| اگر دوار این مرض قابل بدے | آخر از دے ذرہ زائل شدے |
| سدہ چوں شد آب ناید در جگر | گر خورد در یار و دجائے و گھر |
| لاجرم آماں گیر و دست و پا | تشنگی را نشکند آن استفا |

انبیاء گفتند نو میدی بدست
 از چنین محسن نشاید نا امید
 ای بسا کارے که اول صحبت
 بعد نو میدی بے امید ماست
 خود گرفتیم که شما سنگین شدید
 هیچ ما را یا قبولے کار نیست
 اول بفرمودست ما این بندگی
 جان برائے امر او داریم ما
 امر حق را ما گروہ بے ریا
 غیر حق جان نبی را راه نیست
 مزد تبلیغ رسالتش از دست
 ما بریں و گم ملولان نیستیم
 دل فرو بسته و ملولان کس بود
 دلبر و مطلوب با ما حاضرست
 در دل ما لاله زار و گلشن است
 دأما تر و جوانیم و لطیف
 پیش ما صدان یک ساعت یکست

فضل و رحمتها و باری بیدست
 دست در فراق این رحمت زنید
 بعد ازانی بکشاده شد سختی گذشت
 از پس ظلمت بے خورشید ماست
 قفلها بر گوش و بر دل برزید
 کار ما تسلیم و فرمان برد نیست
 نیست ما را از خود این گویندگی
 اگر بریگی گوید او کاریم ما
 می رسانیم این رسالت با شما
 با قبول و رد خلقش کار نیست
 زشت دشمن رو شدیم از هر دست
 تا ز بعد راه هر جا نیستیم
 که فراق یار و محبس بود
 در نثار حترش جان شاکرست
 پیری و پیر مردگی ما راه نیست
 تازه و شیرین و خندان ظریف
 که در از و کوه از ما منفک است

آن دراز و کوتی در جسمهاست
صد و نُه سال آن صاحب کف
وانگهی نمودن شان یک روزیم
چون نباشد روز و شب یا ماه و سال
در گلستان عدم چون بخودی است
لم یزق لم یدر هر کس کو نخورد
نیست موبوم اربدے موبوم آن
دورخ اندر و هم چون آرد هشت
ہیں گلوئی خود مبر پدای مہاں
را بہائی صعب پایاں برده ایم
ہیں بچہ شید از نجوم سدر راہ
ہر کہ مارا گشت پیر و باز رست
وانکہ نشنید از شقاوت پند ما

خود دراز و کوتہ اندر جان کجاست
پیش شان یک روز بے اندہدہ
کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم
کے بود سیری و پیری و ملال
مستی از سخرق لطف ایزدی است
کے بوہم آرد جمل نفاس ورد
ہمچو موبومان شدے معدوم آن
ہیچ تابدر روئے خوب از خاک شست
ہیچنین لقمہ سیدہ تاد بان -
رہ بر اہل خویش آسان کردہ ایم
زانکہ در ظلمت درید و قعر چاہ
از عذاب نار و در جنبشست
در عذاب جاودان شد مبتلا

انبیاء علیہم السلام کا جواب نہ کر چکے لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ تو آپکو بھی تسلیم ہے کہ امراض
دو قسم کے ہیں بعض ناقابل علاج اور بعض قابل علاج پس ہمارا مرض ان امراض سے نہیں
ہے جو قابل علاج ہوں اور دلیل اُسکی یہ ہے کہ آپ حضرات نے برسوں پہلو تختیں کیں ام
منتر پڑ ہے مگر مرض بڑھ گیا چون جون دو اکی اس سے ہمارے بندشوں میں اضافہ نہ
ہی ہوتا گیا اور ذرہ بہر بھی نہ آئی۔ پس اگر یہ امراض قابل علاج ہوتے تو کچھ تو کمی ہوتی۔

دیکھئے جب جگر میں سدا پیدا ہو جاتا ہے تو اس میں پانی نہیں پھونچ سکتا۔ خواہ وہ سمندر ہی کیونکر نہ پہنچا دے بلکہ وہ دوسرے مقامات پر جلا جاتا ہے اور اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیرا س تو نہیں بچتی جسکے لئے پیالگیا تھا بلکہ اور روگ پیدا ہو جاتا ہے یعنی ہاتھ پاؤں ورم کر جاتے ہیں۔ بس یہی حالت ہماری ہے اسپرانیہ آؤنے کہا کہ نا امید کی کوئی بات نہیں تم کوشش کرو۔ ان شاء اللہ سر امرض زائل ہو جا دگیا اسلئے حق سبحانہ کی رحمتیں اور اُنکے فضل عید ہیں اور ایسے صاحب مقام و اکرام سے نا امید ہونا زیبا نہیں تم کوشش کرو اور رحمت حق سبحانہ کو دستاویز بناؤ بہت سے کام استراؤ سخت ہوتے ہیں اُسکے بعد سب بہل ہو جاتے ہیں اور ساری شکلات دفع ہو جاتی ہیں اگر کسیکے مرض کی حالت یاس تک پھونچ جاوے تب بھی وقع میں اُسکے لئے بہت اُمیدیں ہیں اور اگر ظلمت قلب انتہا کو پھونچ جاوے تب بھی واقع میں بہت سے آفتاب معارف وغیرہ ہیں جو اسکو زائل کر سکتے ہیں۔ اچھا ہمنے فرض کیا کہ تم پتھر ہی ہو گئے اور تمہنے اپنے دلوں اور کانوں پر قفل لگا لئے ہیں کہ نہ تم ہماری نصیحتوں کو سننے ہو نہ سمجھتے ہو لیکن ہکو اسکی بھی کچھ پروا نہیں کیونکہ ہماری بیغرض نہیں کہ تم خواہ مخواہ قبول ہی کرو۔ ہمارا اصل مقصد تو حق سبحانہ کی اطاعت اور اُسکے حکم کی تعمیل ہے۔ اُسنے ہکو اس خدمت پر مامور کیا ہے اسلئے ہم کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے کہ مایوس ہو کر اسکو چھوڑ دیں ہماری جان تو اُسی کی احکام کی اطاعت کیلئے ہے پس اگر وہ ہیں حکم دے کہ تم ریت میں کیستی کرو ہم کرنے کو موجود ہیں خواہ پسدا دار ہو یا نہ ہو ہم لوگوں کو دکھانا تو مقصود ہے نہیں بلکہ ہکو تو اطاعت مقصود ہے پس ہم اُس امر حق سبحانہ کے سبب جو ہکو ہماری تبلیغ کی بابت ہوا ہے یہ پیغامات، تم تک پھونچاتے ہیں خواہ تم پر ان کا اثر ہو یا نہ ہو خوب سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام کا دست تو صرف حق سبحانہ ہوتا ہے اسلئے اُنکو اُسکی اطاعت مد نظر ہوتی ہے اُنکو مخلوق کے رد و قبول سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ اور اپنی پیغام رسانی کی اُجرت وہ اُسی کو خزانہ سے پاتے ہیں مخلوق سے نہ کسی نفع کے خواستگار نہیں ہوتے اور اپنے محبوب ہی کی خاطر لوگوں کی نظروں میں بُرے اور دشمن بنتے ہیں۔ نیز ہم لوگ نگاہ حق سبحانہ تک

پھونچے ہوئے ہیں اور چلتے چلتے اکتا نہیں گئے کہ بعد مسافت کے سبب تھک کر ہر جگہ بیٹھ
 جایا کریں۔ دل تنگ اور طول دہ شخص ہوتا ہے جو فراق یا ر کے قحیضہ میں ہو۔ مگر محمد اللہ تعالیٰ
 ایسے نہیں ہیں ہمارا مطلوب ہمارے پاس موجود ہے اور ہم پر اپنی رحمت برسر ہمارا ہے جسکی
 ہماری جان ہر دم شکر گزار کر تی ہے اور ہمارا دل باغ باغ ہے بڑا پے اور پڑ مردگی کو
 ہمارے یہاں کوئی دخل نہیں۔ ہم ہمیشہ تر و تازہ۔ جوان۔ پاکیزہ۔ شیرین۔ رخت واد
 خوش طبع ہوتے ہیں۔ ہمارے نزدیک سو برس اور ایک ساعت دونوں برابر ہیں اسلئے کہ دمازی
 دو کو تاہی کو ہم سے کچھ واسطہ نہیں دمازی دو کو تاہی کا تعلق اجسام سے ہے اور ہم سر پار روح ہیں۔
 روح میں درازی دو کو تاہی کہاں۔ دیکھو اصحاب کہف پر روحانیت غالب تھی اسلئے تین سو نو برس
 ان کے نزدیک ایک دن تھے جو بے غم و رخ گذر گئے اور جبکہ ان کی روح واپس ہوئی ہے اور وہ
 جاگے ہیں تو اس وقت ان کو اتنے سال ایک دن بھی نہ معلوم ہوئے اور جبکہ ہر کو ماہ و سال اور رات دن
 سے بھی تعلق نہ ہوا اور جبکہ گلستان فناء میں جس میں ہم یا اصحاب کہف وغیرہ ہیں بخود اور جام شراب
 لطف خداوندی کی سستی ہو تو ہم لوگوں کی طبیعت کیسے پیر سکتی ہے اور ہماری روح کیونکر بدھی
 اور کمزور ہو سکتی ہے اور ہم کیسے اکتا سکتے ہیں جس نے یہ شراب نہیں پی اور اس کا مزہ نہیں چکھا
 وہ اس سے واقف نہیں ہو سکتا دیکھو پھول کی بو گوہ کے کیڑے کے وہم میں بھی نہیں آ سکتی
 اور وہ نہیں جان سکتا کہ خوشبو بھی کوئی چیز ہے پس تم اسے کیسے سمجھ سکتے ہو جبکہ معلوم
 ہوا کہ ہم جن سبحانہ سے اکتا نہیں سکتے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہم تمہاری نصیحت کو نہیں چھوڑ سکتے
 کیونکہ ترک نصیحت ترک اطاعت حق ہے اور ترک اطاعت اکتانا ہے جو ہمارے لئے ناممکن ہے
 ہم جو کچھ اور غیبی کی نسبت بیان کرتے ہیں اسکو تم ہمارا دہم نہ سمجھنا اسلئے کہ اگر یہ بات وہی
 ہوتی تو اور وہ ہومات کی طرح یہ بھی فنا ہو جاتی لیکن یہ فانی نہیں پس وہ ہم بھی نہیں تم سوچو کہ وہ فانی
 کو آدمی ہشت کیسے سمجھ سکتا ہے اور بد صورت سو کا چہرہ کیونکر حسین معلوم ہو سکتا ہے جبکہ یہ
 نہیں ہو سکتا تو ہماری مدد کات کو وہم کیونکر کہا جاتا ہے دیکھو کہنا ماوا اور جبکہ ایسی نفیس غذا ہماری
 منہ تک پہنچ گئی ہے تو ایں کلا کلا کر اسکو معدہ میں جانے سے نہ روکو مانا کہ وہ غذا اس
 طرح معدہ میں نہ پھونچ سکی لیکن یہ یاد رہے کہ جان بھی نہ رہے گی پس تم اپنے کو ہماری

اصیحتوں کی خدمت اندر ہا ہر انہ بناد ہماری نصیحت خواہ اسے قبول کر دیکھو اس رستہ کی
کڑیاں خود اپنے اوپر اٹھا کر بہنے اپنے قلعین کیلئے اسکو آسان کر دیا ہے اب وصول الی اللہ کچھ
زیادہ دشوار نہیں رہا تم ذرا ہمت کرو انشا اللہ بہت آسانی سے پھونچ جاؤ گے ہم سعد
ستارے ہیں اور تم تلکری خلافت اور کنوئیں کی تہ میں ہو پس تم ہیکو راہ نمائند آؤ۔ یاد رکھو
جس نے ہماری پیروی کی عذاب دوزخ سے بچ گیا اور جنت میں جا بیٹھا اور جس نے اپنی بدعتی
سے ہماری نصیحت نہ سنی وہ عذاب ابدی میں مبتلا ہوا۔

شرح شبیری

اُن منکروں کا جبر یا نہ حجتوں کو دوبارہ کرنا

قوم گفتند کہ گروہ ایں پنج ما نیست زان رنج کہ بہ پذیرد دوا

یعنی قوم نے کہا کہ گروہ (انبیاء) ہمارا مرض اُن امراض میں سے نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے۔
مطلب یہ کہ انبیاء نے جو کہا تھا کہ بعض امراض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن کا علاج ہو سکتا ہو تو تم بھی
اپنا علاج کرو تو ان کہتے ہیں کہ ہمارا مرض ایسا نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے اور اس کا فریہ
یہ ہے کہ۔

سہا گفتند زیں افسون پسند سخت تر میگشت زان ہر لحظہ بند

یعنی سہا سال تک تھے ان افسون و پسند سے کہا (مگر) اُس سے ہر لحظہ بند زیادہ ہی
ہوئی گئی۔ یعنی تھے اتنا سمجھایا مگر ہمارا انکار اور مانعیت قبول حق سے بیماری بڑھتی چلی گئی۔

گردوار ایں مرض قابل بدے آخر از دے ذرہ زائل شدے

یعنی اگر یہ مرض دوا کے قابل ہوتا تو اس میں کچھ فساد ہو سکتا تھا تو ہوتا مگر ہمارے مرض بڑھ
رہا ہے لہذا معلوم ہوا کہ لا علاج ہے اور ظاہر ہے کہ اُن کا یہ کہنا غلط ہے اسلئے کہ یہ تو اس وقت

ہے کہ جو جبکہ انبیاء کے کہنے پر عمل کرتے اور اسکے بعد مرض زائل نہ ہوتا تو کہتے کہ مرض لا علاج ہی
جب علاج ہی نہ کرے تو پھر اسکا لا علاج ہونا کہاں سے معلوم ہوا آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ

سدہ چون شد آب ناید در دگر گر خورد دریا رود جائے دگر

یعنی سُدہ جب پدا ہو گیا تو پانی جگر میں نہیں آتا اگر دریا بجا دے تو وہ دوسری جگہ چلا جاد
 لاجرم آماں گیر دست و پا تشنگی را شکند آن استقا
 یعنی لامحالہ ہاتھ پاؤں آماں اختیار کرتے ہیں اور وہ پانی پینا تشنگی کو بھاتا نہیں ہے
 (تو چونکہ ہمارے اندر اسکے قبول کرنے سے مانع موجود ہے۔ لہذا ہمارے اندر یہ نصیحت وغیرہ اثر
 نہیں کر سکتی) آگے حضرات انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا جبر لوں کو دوبارہ جواب دینا

انبیاء افتخار نمیدی بدست فضل و رحمتہا و باری بیحدست

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ نا اُمیدی بُری ہے (اسلئے کہ) فضل و رحمت حق تو بیحد ہے۔

از جنین محسن نشاید نا امید دست در فراک این رحمت زبند

یعنی ایسے محسن سے نا اُمید نہونا چاہئے۔ اور اس رحمت کے فزاک میں ہاتھ مارو مطلب
 یہ کہ انبیاء نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے نا اُمید نہونا چاہئے بلکہ فزاک رحمت میں ہاتھ مارو تاکہ رحمت
 حاصل ہو جاوے اور نا اُمیدی بہت بُری چیز ہے۔ نا اُمید ہرگز نہوا سلئے کہ۔

لے بسا کارو کہ اول صبح گشت بعد از ان بکشاوہ شد سختی گذشت

یعنی بہت سے وہ کام کہ اول سخت ہوئے اور اسکے بعد کھل گئے اور سختی گذر گئی (تو ٹکوجی چاہئے
 کہ نا اُمید نہوا ممکن ہے کہ پہلے مرض کا علاج نہ ہو اور اب ہو جاوے)۔

بعد نو میدی بسے اُمید باست از پس ظلمت بسو خورشید باست

یعنی نا اُمیدی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں اور ظلمت کے بعد بہت سے خورشید ہیں (لہذا نا اُمید
 بہت ہو) ایک جواب تو یہ دیا آگے ایک دوسرا جواب فرماتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کہنے مانا کہ
 تم قبول نہیں کرتے مگر ہکو اس سے کیا غرض تم مانو یا نہ مانو ہم تو اس کام کو حکم حق سمجھ کر کرتے ہیں۔
 خدا کا حکم ہے کہ تبلیغ کرو کرتے ہیں چاہے کوئی سُنے یا نہ سُنے۔ آخر سُرنی تک ہی مضمون
 ہے فرماتے ہیں کہ۔

خود گرفتہ کہ شما سنگین شدید قفلہا برگوش و برہل برزید

یعنی میں نے فرض کر لیا کہ تم سنگین (دل) ہو گئے ہو اور گوشتی دل پر تم نے قفل لگا لئے ہیں۔

یہ سچ مارا با قبولے کا نیست کار ماسلیم و فرمان برؤ نیست
یعنی ہکو بالکل کسی قبول سے کام نہیں ہے۔ ہمارا کام تسلیم اور حکم بجالانا ہے۔

امر حق را ما گر وہ بے ریا می رسانیم این رسالت با شما
یعنی ہم گرد وہ بے ریا امر حق کیلئے اس رسالت کو تم تک پہنچاتے ہیں۔ مطلب کہ ہکو حکم حق ہے
کہ چھو چٹاؤ تم چھو پچاتے ہیں چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے اسلئے کہ۔

غیر حق جان نبی را یا نیست با قبول و رد خلق کا نیست

یعنی جان نبی کیلئے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی یا نہیں ہے اُسکو مخلوق کے قبول و مردود کرنے سے
کام نہیں ہے یعنی نبی کا یہ کام نہیں کہ وہ یہ دیکھے کہ میں کوئی قبول کرتا ہے یا نہیں اُسکے لئے تو
کام کرنے کیلئے یہ حرکت کافی ہے کہ خدا کا حکم ہے کہ تبلیغ کرو پس وہ پہنچاتا ہے

مرد تبلیغ رسالتش از دست زشت و دشمن او شدیم از ہر دست
یعنی اُسکے احکام کی تبلیغ کی مزدوری اُسی کی طرف سے ہے اور ہم بُرے اور دشمن مزدوست کے
واسطے ہو گئے ہیں۔

ما برین درگہ ملولان نیستیم تاز نجد را ہر جا نیستیم
یعنی ہم اس درگاہ پر ملول نہیں ہیں تاکہ نجد را کی وجہ سے ہر جگہ کڑے ہوں یعنی ہم ملول نہیں ہیں
کہ اس کام کو سخت سمجھ کر بار بار شہرین اور حلیکین اس کام میں ہم محسوس و غم میں اسلئے کہ۔

دل فرو بستہ و ملول آنکس بود کز فراق یار در محبس بود
یعنی دل مقبض اور ملول تو وہ شخص ہو جو کہ فراق یار کی وجہ سے محبس میں ہو۔

دلبر و مطلوب با ما حاضرست در شمار حشش جان شاگردست
یعنی ہمارا دلبر اور مطلوب ہماری ساتھ موجود ہے اور اُسکی رحمت کے نثار کرنے سے ہماری
جان شاگرد ہے یعنی جو کہ اُس طرف سے ہر دم رحمت برسر رہی ہے تو اُسکا مشکر ہماری جان
کہ رہی ہے تو جب وہ ہر دم ہماری ساتھ ہے پھر ہم ملول اور مقبض کیوں ہوں

مدل مالالہ زار و گلشنہ است پیری و پڑمردگی زار راہ نیست

یعنی ہمارے دل میں ایک لالہ اندر اور ایک گش ہے کہ پیری اور پڑ مردگی کو (ہمارے اندر) راہ نہیں ہے
یعنی اس قرب محبوب کی وجہ سے ہمارے اندر ایک ایسا باغ کھلا ہوا ہے کہ ہمارے اندر پڑ مردگی اور
کل پیدا ہی نہیں ہوتا۔

دا کا تر و جوانیم و لطیف تازہ و خندان و شیرین ظریف
یعنی ہم ہمیشہ تروتازہ اور جوان اور لطیف ہیں۔ تازہ ہیں اور خندان اور شیرین اور ظریف ہیں۔
مطلب یہ کہ ہمیشہ خوش و خرم ہیں۔

پیش ما صد سال کی ساعت کیست کہ دراز و کوتہ از ما منفک است
یعنی ہمارے سامنے سو برس اور ایک گھڑی ایک ہے کیونکہ دراز و کوتہ ہم سے الگ ہے۔ مطلب یہ کہ
خوش رہنے اور طول نہ ہونیکے اعتبار سے ہر کو ایک ساعت اور سو برس برابر ہیں کہ نہ ہم ایک
ساعت میں طول ہوں اور نہ سو برس میں اسٹے کہ یہ زمانہ کا طول قصر ہمارے پاس ہے ہی نہیں
بلکہ ہم سے ایک طرف ہوا اسلئے کہ۔

آن دراز و کوتہی در جسم ہماست خود دراز و کوتہ اندر جان کیاست
یعنی وہ درازی اور کوتاہی تو اجسام میں ہے اور جان میں دراز و کوتاہ کہاں ہے۔ مطلب یہ کہ
روح تو مجرد ہے اس کے اندر زمانہ کے طول و قصر کا اعتبار نہیں ہے تو چونکہ انبیاء و مطہم اسلام میں
روحانیت بڑھی ہوئی ہوتی ہے لہذا فرماتے ہیں کہ ہم طول و قصر زمانہ سے الگ ہیں ہمارے اوپر اس کا
اثر نہیں چوتا۔ اس طول و قصر کے موثر نہ ہونے کی ایک نظیر فرماتے ہیں کہ۔

صد و نہ سال آن اصحاب کہف پیش شان یک روز بے اندوہ و لطف
یعنی تین سو نو برس ان اصحاب کہف کے ان کے سامنے ایک دن بے رنج و غم کے تھا۔ یعنی دیکھو
اصحاب کہف کہ تین سو نو برس تک سوئے مگر چونکہ ان کے اندر روحانیت غالب تھی لہذا انکو وہ مدت
ایک دن کی برابر معلوم ہوئی جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔

وانگھے نمودن شان یک روز ہم کہ بہ تن باز آمد ارجاع از عدم
یعنی اس وقت انکو ایک روز بھی نہ معلوم ہوا جبکہ ارجاع بدن میں واپس آئیں مطلب یہ کہ اگر توبہ و توحید
کا استغراق تھا کہ وہ تین سو نو برس کی مدت ان کو ایک دن سے بھی کم معلوم ہوئی جیسے کہ قرآن شریف

میں بحالت فراتے ہیں کہ کمال قائل منہ سے کہ لیتم قالوا البشایہ ما اذ بعض یوم۔ تو دیکھو اول تو اس
دلت کو ایک دن کہا اگر میرے اسیں بھی شبہ ہو گیا اور برے کہ شاید ایک دن سے بھی کم ہم اسیں نہیں رہ
ہیں تو یہ سب اسوجہ سے تھا کہ اُنکے اندر روحانیت بڑی ہوتی تھی اور روح زمانہ کی مقید ہوتی نہیں بلکہ
انکو زمانہ کا طول کچھ طول کن نہ تھا اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی فرماتے ہیں کہ ہم طول زمانہ
سے طول نہیں ہوتے

چون بنا شد روز و شب با ماہ و سال کے بوسیری و پیری و ملال
یعنی جبکہ روز و شب مع ماہ و سال کے نہیں ہوتا تو کب سیری اور پیری اور ملال ہو گا۔ یعنی جب طاعت
غالب ہے اور اس اعتبار میں روز و شب وغیرہ کچھ ہوتا نہیں ہے تو پھر ملال نہ پڑے گا اور کبھی بھی نہیں ہوتی
در گلستان عدم چون بخود نیست مستی از سغراق لطف این ولایت
یعنی گلستان عدم میں جب تم بخود ہو اور لطف حق کی شراب کی وجہ سے مستی ہے (تو بھلا پھر ملال
کہاں ہو سکتا ہے)

لم یذق لم یدر ہر کس کو بخورد کے بوجہم آرد جمل النفاس ورد
یعنی جسے کھایا نہیں وہ (مصدق) لم یذق لم یدر (کا ہے) اور گوہ کا کیرا گلاب کی خوشبو کو کب ہم
میں لاسکتا ہے مطلب یہ کہ جسے ابھی کھلایا ہی نہیں کسی تو وہ حالت ہے کہ جسے نہ کھلایا اسے نہ جانا تو پھر
تم اسکی لطف سے بھی واقف نہیں ہو اور جطر کہ گوہ کا کیرا گلاب کی خوشبو کا تصور نہیں کر سکتا اسی
طرح تم اسکی لطف اور طول نہ چو نیک اندازہ نہیں کر سکتے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ یہ سب
دہم ہے کہ سوچ لیا کہ مستی ہے تو مستی ہو گی ورنہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے اسکا جواب
فرماتے ہیں کہ۔

نیست موبوم اربدے موبوم آن ہچھو موبوم ان شدے موبوم آن
یعنی موبوم نہیں ہے اور اگر وہ موبوم ہوتا تو شل اور موبوموں کے یہ موبوم ہو جاتا۔ یعنی جو طرح کہ
اور موبوم چیز بن ہوتی ہیں کہ ان کا وجود بہت تھوڑی دیر کا ہوتا ہے اور پھر فنا ہو جاتی ہیں اسی طرح
اگر یہ حالت موبوم ہوتی تو فنا ہو جاتی۔ مگر اس سستی کا اثر نہایت زیادہ ہوتا تھا رہا ہے کہ موبوم نہیں ہے
بلکہ واقعہ میں کچھ ہے ورنہ آخر وہم کہاں تک چلتا آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

دورخ اندر وہم چون آرد بہشت بیچ تابد روئے خوب کوئی گشت
یعنی وہم دورخ کو بہشت کس طرح کر دیگا۔ اند کیا روئے خوب ایک بھونڈے سوسر سے ظاہر ہو سکتی
مطلب یہ کہ جو شے واقعی ہو اسکو وہم میں بھی نہیں لاسکتے اسلئے کہ دیکھو مصیبت کو راحت کس طرح فرض
کر دے گے یا ایک بھونڈی صورت کے سورا کی حسین اور خوب دس طرح فرض کر لو گے اور اگر فرض کر لیا
بھی اور تصور باندہ بھی لیا تو وہ تصور بھی تھوڑی دیر میں جاتا رہیگا اور یہ حالت بڑھتی ہے اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ حالت واقعی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہین گلوئے خود بہرید ای ہمان این چنین لقمہ سیدہ تادمان
یعنی ہاں لے چو دہر یہ اپنے گلے مت کاٹو ایسا لقمہ منہ تک چھونچا ہوا ہے۔ یعنی ہلاکت قریب آگئی ہے
اب تم اسکو قبول کر لو اور انکار مت کرو ہلاکت ہو۔

راہ ہائے صعب پایاں بردہ ایم رہ بر ابل خوش آسان کردہ ایم
یعنی مشکل راہ میں تو ہم ختم کیجئے ہین اور راستہ کو اپنے ابل پر پہنچے آسان کر دیا ہے مطلب یہ کہ
جو خود کامل ہوتے ہیں اور مکمل بھی ہوتے ہیں وہ اول خود اپنے اوپر مشکلین برداشت کرتے ہیں
اور خود سارے کام کے اور ان میں تجربہ حاصل کر کے دوسروں کیلئے آسانیاں کر دیتے ہیں تو
اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام نے اول خود مشکل کام تو ختم کر لئے۔ اب فرماتے ہیں کہ راہ ہلاکت
کو ٹھہرا کر آسان کر کے پیش کرتے ہیں۔

ہین بجز سید از نجوم سدر راہ زانکہ در ظلمت درید و قمر چاہ
یعنی راستہ نجوم سدر سے راہ تلاش کر داسلئے کہ تم غلط ہو اور قمر چاہ میں ہو۔ یعنی ہمارا اتباع
کر دو اور ہماری پیروی اختیار کر دو قلاح پاؤ گے۔

ہر کہ مارا گشت پیرو باز دست از عذاباں و درخت نشست
یعنی جو شخص کہ ہمارا پیرو ہو گیا وہ عذاباں سے چھوٹ گیا اور جنت میں بیٹھ گیا۔

وانکہ شنید از شقاوت پند ما در عذاب جاودان مشر مبتلا
یعنی اور جس نے کہ بد بختی کی وجہ سے ہماری نصیحت نہ سنی وہ عذاب جاودانی میں مبتلا ہو گیا۔ درجہ تباہ
علیہم السلام نے یہ فرمایا تو قوم نے دوبارہ اس کا جواب دیا کہ۔

شرح شبیری

| | |
|--------------------------------|------------------------------|
| قوم گفتند ارشما سعد خود دید | نخس مائید و ضد دید و مرتدید |
| جان ما فارغ بد از اندیشها | در غم افکندید مارا و عنا |
| ذوق جمعیت که بود و اتفاق | شد ز فال بد شما صد افتراق |
| طوطی نقل و شکر بودیم ما | مرغ مرگ اندیش گشتیم از شما |
| هر کجا افسانه غم گستری است | هر کجا افسانه مستنکری است |
| هر کجا اندر جهان فال بد می است | هر کجا نسخ نکالے موخدی است |
| در مثال و قصه و فال شما است | در غم انگیزی شمارا مشتها است |

آہنوں نے کہا اگر آپ سعدین تو اپنے لئے ہمارے واسطے تو آپ منجوس خالف اور مرتدین کیونکہ ہماری جلان تفکرات سے خالی تھی آپ لوگوں نے ہکو غم اور تکلیف میں ڈال دیا جو ذوق جمعیت اور اتفاق ہمارے لئے حاصل تھا آپ کی فال بد سے پارہ پارہ ہو گیا اس کے پیشتر ہم طوطی نقل شکر خوار تھے اب ہکو موت ہی کا اندیشہ رہنے لگا جہاں کہیں غم پھیلائے گا قصہ اور جہاں کہیں بھی کوئی ناخوشی ہے اور جہاں کہیں بھی کوئی نال بد ہے اور جس جگہ بھی کوئی مسخ عذاب یا گرفت ہے وہ ہمارے ہی مثال اور قصہ اور فال بد کی بدولت ہے (اس وجہ پر درسیہ ہو گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ طریقہ میں اس وقت مطلب یہ ہو کہ ہر طرح کی رنجہ باتیں آپ لوگوں کے بیان میں موجود ہوتی ہیں لعل ہذا و الاظہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد ہی لوگوں کو غم میں مبتلا کرنا ہے۔

شرح شبیری

قوم کا اعتراض کو انبیاء علیہم السلام پر مکر کرنا

قوم گفتند ارشما سعد خود دید نخس مانید و ضد دید و مرتدید
یعنی قوم نے کہا کہ اگرچہ تم اپنے سعد ہو (مگر) ہمارے تو نخس ہو اور ضد ہو اور مرتدید ہو (نوذ بانشد)
جان ما فارغ بد از اندیشہا در غم افکندید مارا و عنا
یعنی ہماری جان اندیشوں سے فارغ تھی تم نے ہکو مصیبت اور غم میں ڈال دیا۔ مطلب یہ کہ آرام سے
رہتے تھے تم نے اگر فضول فکر میں ڈال دیا کہ یوں ہو گا اس طرح باز پرس ہوگی وغیرہ وغیرہ اب کبھی نہیں
بھی شبہ ہو ہی جاتا ہے اور فکر لگ گیا۔

ذوق جمعیت کہ بود و اتفاق شد ز فال زشت تان صد افتراق
یعنی جمعیت کا ذوق اور اتفاق جو تھا تمہاری فال بد کی وجہ سے سو افتراق ہو گئے مطلب یہ کہ سب ایک
تھے اور آپس میں اتفاق تھا تمہارے آنے سے سب میں بھٹ پر گئی اسلئے کہ کچھ انبیاء کو مان گئے کچھ
متروک ہوئے کچھ مخالفت سے باز رہے اور کچھ مخالف ہی رہے تو یہ سارا افتراق انبیاء ہی کی وجہ سے ہوا
وہ کہتے تھے کہ انہوں نے اتفاق کو بکھودیا ہم کہتے ہیں کہ اگر سب ایمان لے آؤ تب بھی تو اتفاق ہو سکتا
ہے بلکہ اس اتفاق سے بدتر جہاں ولی ہو گا وہ کہتے تھے کہ

طوطی نقل و شکر بودیم ما مرغ مرگ اندیش گشتیم ز شما
یعنی ہم طوطی نقل (غوار) اور شکر تھے تمہاری وجہ سے مرغ مرگ اندیش ہو گئے (کہ اکثر یہی فکر رہتی ہو)
کہ دیکھو مرے تو کیا ہو گا شاید یہی (انبیاء) صبح کہتے ہوں

ہر کجا افسانہ غم گستری است ہر کجا آوازہ مستنکری است
یعنی جہاں کہیں کہ افسانہ غم گستری کا ہے اور جس جگہ مستنکری کا آوازہ ہے۔

ہر کجا اندر جہان فال بدی است ہر کجا بسخ و نکالے موخدی است
یعنی جہاں کہیں جہاں میں فال بدی ہے اور جہاں کہیں بسخ یا نکال یا کڑد ہوئے (یہ سب)
در مثال قصہ و فال شما است در غم انگیزی شمار امشبہا است

یعنی تمہاری قصہ و فال کی مثال ہے اور غم انگیزی میں تمکو رغبت ہے مطلب یہ کہ دنیا میں جو خرابی

اکیں آ رہی ہے وہ تمہاری خواست کا نمونہ ہے اہل تمہارے اندر ہے اور باقی سب نمونے ہیں (نور یا نشر)
آگے انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے کہ۔

شرح حبیبی

انبیاء گفتند فال زشت و بد
گر تو جائے خفتہ باشی باخطر
مہربانے مہر تر آگاہ کرد
تو بگوئی فال بد چون میزنی
از میان فال بد من خود ترا
چون نبی آگاہ کنندہ است از نہاں
گر طیبے گویدت غورہ مخور
تو بگوئی فال بد چون میزنی
در منجم گویدت امروز هیچ
زانکہ نیکو نیست روزا مروزہاں
صدرہ اربینی دروغ اخترے
این نجوم مانشد ہرگز خلاف
آن طیب و آن منجم از گمان
دو دمی بینیم و آتش از گمان

از میان جان تان دارد مدد
اثر دہا در قصد تو آید بسر
کہ بجہ زودار نہ اثر در ہات خورد
فال چہ بر جہ بین در روشنی
می رہا نم می برم سوؤ سرا
کو بدید آنچه ندید اہل جہاں
کہ چنین رنجے بر آرد شور و شر
پس تو ناصح را موثم می کنی
آنچنان کارے مکن پند هیچ
تا نگردی نادم و خاسر دراں
یکدوبارہ راست آمدی خرے
صحتش چوں ماند از تو در غلاف
می کنند آگاہ ما خود از عیان
حملہ می آرد بسوئے منکران

کہ زبان ماست قال شوم فال
فال بد باتست ہر جامی روی
اوز باے بیندت آگہ کند
گویدت خوش باش خود رفت این سخن
تلخ گردد جملہ شادی کردنت
چون نہ بدریدی گریبان فغان
تا مرا از جد نمودی آن بدی
تو بگوئی نے کہ شام کردہ
تار ہانم من ترا زین خشک بند
مایہ ایذا و طغیان ساختے۔

تو بھی گوئی خوش کن ز مقال
ایکے نصیح ناصحاں را نشنوی
افعیہ بر پشت تو برے رود
گویش خاموش غمگینم مکن
چوں زند افعی دہان برگردنت
پس بدو گوئی ہمین بودا و فلان
یا ز بالا یم تو سنگے میزدی
او بگویدنے کہ می آزدہ
گفت من کروم جو افردی پسند
از لینی حق آن نشاختے

انیہا علیہم السلام نے جواب دیا کہ بختو تم فال بد نکالنے کا الزام سیکو دیتے ہو فال بد کو تو خود تمہاری
جان پر لبر مرد چھو بچا رہی ہے۔ دیکھو اگر تم خود خوش حالت میں کسی مقام پر سو رہے ہو اور اژدہا
تکو ہلاک کرنے کیلئے تمہارے سر پر آچھوئے اُس وقت ایک مشتق تمکو مطلع کرے کہ ارے جلدی
اٹھ ورنہ اژدہ نے تجھے کہا لیا۔ اسپر تو کہے کہ میان ایسی بڑی فال کیوں منہ سے نکالتے ہو تو وہ
اس کا جواب یہی دینا کہ ارے منجوس فال کی تو اٹھ اور کوشتی میں دیکھ لے کہ میں سچ کہتا ہوں یا
بد فال زبان سے نکال رہا ہوں۔ میں فال بد نہیں نکالتا بلکہ میں تو تجھے اژدہ سے چھوڑا کر
صحیح و سالم تیرے گھر بھونچا ناچا رہا ہوں۔ اہ میں تجھ کو یوں ہی مطلع کرتا ہوں جس طرح ایک نبی
جو ان مصائب کا مشاہدہ کرتا ہے جسکا اہل عالم مثلاً وہ نہیں کرتے۔ اپنی اُمت کو ان مصائب سے
مطلع کرتا ہے یا یوں سمجھو کہ اگر کوئی طیب ہے کہ دیکھو کچے انگور نہ کہا تا ورنہ فلاں بیماری زور

کر جائیگی اسپر تم ہو کہ حکیم صاحب کپ فال بد منہ سے کیوں نکالتے ہیں آپکو ایسا نہ چاہئے تو یقیناً
یہ ہو گا اور اسکو تم بھی مانتے ہو کہ تم ایک خیر خواہ کو خطا مار ٹھہرا رہے ہو غور تو کرو کہ اگر کوئی بخوی یہ کہے
کہ دیکھو آج کسی کام کا سرگزشتہ نہ کرنا کیونکہ آج کا دن اچھا نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ تم بد کو بچتا دو اور
نقصان اٹھاؤ تو وہاں تم یہ نہ کہو گے کہ آپ بد فال کیوں منہ سے نکالتے ہیں وہاں تو ہماری
حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر تم سومر تہ بخوی کی غلط بیانی کا تجربہ کر چکے ہو اور ایک مرتبہ اُسکی بات
صحیح بھی ثابت ہوئی ہے تو تم اُسکو قبول کر لیتے ہو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ہماری پیشین گوئی ایک
بھی غلط ثابت نہیں ہوئی تو پھر تمکو ہمارے قول کی صحت میں کیوں شک ہے اور اُسکی صحت سے کیوں
خفی ہے طیب اور مخم تو جو بیان کرتے ہیں محض ظن سے کہتے ہیں حسین صحت اور غلطی دونوں کا
احتمال ہے لیکن ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ مشاہدے کی بنا پر کہتے ہیں حسین غلطی کا احتمال ہی نہیں اور
ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہاں اب آگ ایک طرف سے منکر وں پر حملہ آور ہو رہی ہے مگر با این ہمہ تمکو
طیب مخم کی باتوں کا یقین ہو رہا ہے اور جسے کہتے ہو کہ بس جی ایسی باتیں نہ کرو کہ یہ بد فال کی باتیں ہیں
اور ان سے ہو کہ نقصان ہو تا ہے دیکھو تم جو خیر خواہوں کی نصیحت نہیں سننے اور اُسکو بد فال کہتے ہو
یاد رکھو کہ وہ فال بد جہاں تم جاتے ہو تمہارے ساتھ ہوتی ہے اور ایک دن تمکو ایسا ضرر پہنچے گی
کہ تم سر پکڑ کر رو گے اور خیر خواہوں کی نصیحت کی قدر کرو گے فرض کرو کہ ایک سانپ تمہاری
کمر پر مل رہا ہے ایک شخص کو ٹھٹھے پر سے دیکھتا ہے اور تمہیں مطلع کرتا ہے تم اُسے کہتے ہو کہ میں جی
چپے رہوں خواہ خواہ پریشان نہ کرو وہ شخص کہتا ہے کہ بہتر ہے اور بات رفت گذشت ہو جاتی ہے
اُسکے بعد سانپ تمہاری گردن میں کاٹتا ہے اور جبکہ وہ کاٹتا ہے تو تمہارے نشے ہرن ہو جاتے
ہیں اور ہر خوشی تمکو بڑی معلوم ہوتی ہے اسوقت تم کہو گے کہ اے شخص آؤ ٹھیک کہتا تھا ارے تو ایک
دفعہ نصیحت کر کے خاموش کیوں ہو رہا۔ تو نے نالہ و فریاد کر کے گریبان کیوں نہ پھاڑ لیا یا پھر سے
میرے پتھر کیوں نہ مارا تاکہ مجھے یہ بُرائی واقعی معلوم ہوتی۔ اور میں اُسکو دل لگی نہ سمجھتا اسپر وہ کہتا کہ
جی نہیں تم خواہ مخواہ پریشان ہوتے اسپر تم یہ ہی کہو گے کہ نہیں بلکہ میں بہت خوش ہوتا تب وہ
یہ کہتا کہ میں نے تو انیثار سے کام لیا تھا اور تمکو نصیحت کی تھی تاکہ تمکو اس سخت پھندے سے بچاؤں
مگر تم نے اپنے باجی بن سے اُسکی قدر نہ کی اور اُسکو تم نے تکلیف اور سرکشی کا فائدہ بنا لیا میرا کیا قصور

پس تم انبیاء کی بالکل ایسی ہی حالت سمجھو انکی بات مانو اور اُن پر بد فحالی کا الزام نہ لگاؤ۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا اُنکو دوبارہ جواب دینا

انبیاء گفتند فال ازشت و آید از میاں جان تان دار و درو

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ فال ازشت و آید ہماری ہی جان کے اندر سے مدد کرتی ہے مطلب یہ کہ یہ فال بد سب تمہارے ہی اندر سے پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ فال ظان کہ معکم آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

گر تو جائے خفتہ باشی بے خطر از دو ہا در قصد تو آید بسر

یعنی اگر تو کسی جگہ پر بے کھٹکے سو رہا ہو اور از دو ہا تیرے (کہانے کے) قصد سے سر کی طرف سے آوے

مہر بنے مرثرا آگاہ کرد یعنی کسی مہربان نے پیچہ آگاہ کیا کہ جلدی سے اُٹھو ورنہ پیچے از دو ہا نے کہا لیا۔

تو بگوئی فال بد چون میزنی فال چہ برجہ بین درو شنی

یعنی تو کہتا ہے کہ کون فال بد بارہا ہے (تو وہ ناصح کہتا ہے کہ) فال کیا ہوتی ہے اُٹھو اور درو شنی میں دیکھ لے (اور کہتا ہے کہ)

از میاں فال بد من خود ترا می رہا غم می برم سوئے سرا

یعنی ارے میں تو پیچھے فال بد میں سے خود چھوڑا رہا ہوں اور گھر کی طرف لیجا رہا ہوں (مولانا فرماتے ہیں کہ)

چون نبی آگہ کندہ است از نہان کو بدید انچہ ندید اہل جہان

یعنی یہ پیشیدگی سے آگاہ کرینو الا شل نبی ہی کے ہے کہ اُس نے دیکھ لیا ہے جو کہ اہل جہان نے نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ بطرح کہ اس ناصح نے از دو ہا کو دیکھ لیا ہے اور اس سوئے والیکو ڈرا رہا ہے اور وہ اُسکو فال بد خیال کرتا ہے۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی کفار کو ناراض

سے ڈرا رہے ہیں اور انہوں نے تو اسکو دیکھ رکھا ہے مگر کفار نے نہیں دیکھا لہذا یہ اسکو نالی خیال کرتے ہیں آگ دوسری مثال ہے کہ

گر طیبے کو دیرت غورہ مخور کہ چنین رنجے برآرد شور و شر
یعنی اگر کوئی طیب ہے کہے کہ کچا انگور مت کھاؤ اسلئے کہ ایسا رنج شور و شر پیدا کرتا ہے۔ مطلب کہ اُسکے کھانے سے تکلیف ناند ہوگی۔

تو بگوئی فال بد چون میزنی پس تو ناصح را موخم می کنی
یعنی تم کہو کہ فال بد کیوں مار رہے ہو تو تم ناصح کو گہنگار ٹھہرا رہے ہو مطلب یہ کہ اُس طیب سے یہ کہنا کہ جناب آپ مرض کا نام کیوں لیں یہ تو فال بیہے ایسا ہے گویا کہ تم اُس سے کہہ رہے ہو کہ گناہ کیوں کرتے ہو کہ مجھے نصیحت کرتے ہو آگے تیسری مثال ہے کہ۔

در منجم گویدت امروز هیچ آنچنان کارے کن اندر هیچ
یعنی اور اگر منجم تجھے کہے کہ آج ہرگز ایسے کسی کام کو قصد میں مت کرنا۔ یعنی اُس کا قصد مت کرنا
تا نگردی نادم و خاسر ددان زانکہ نیکو نیست روز امر و نہان
یعنی تاکہ تم اُس میں نادم اور خاسر نہو اسلئے کہ آج کا دن اچھا نہیں ہے۔

صدرہ از بینی دروغ آخرے یک دوبارہ راست آید می خرے
یعنی سو بار اگرچہ تو نے ستاروں کا جھوٹ ہونا دیکھ لیا ہے اور دوبرتہ درست آتا ہے (مگر تو خیر لیتا ہے۔

این نجوم مالشہرگز خلاف صحتش چون ماند از تور غلاف
یعنی یہ ہمارا نجوم کبھی خلاف نہیں ہوتا تو اسکی صحت تجھے حجاب میں کس طرح رہ گئی۔ مطلب یہ کہ انبیاءؑ نے فرمایا جو یہ تجھے کہتا ہے کہ اس کام کو مت کرنا ورنہ نقصان ہوگا اور سیکرڈن مرتبہ اُس کا غلط ہونا انکو معلوم ہو چکا ہے مگر وہ جو کہتا ہے اسکو مانتے ہو اور ہمارا جو یہ نجوم ہے یہ کبھی بھی غلط نہیں ہو مگر اسکو تم صحیح نہیں مانتے اور تم جو کہتے ہیں کہ فلان کام مت کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے تو اسکو غلط مانتے ہو یہ کیسے غضب کی بات ہے۔

آن طیب آن منجم از گمان می کنند آگاہ ما از خود عیان

یعنی وہ طبیب اور مخبر تو لگان سے آگاہ کرتے ہیں اور ہم معائنہ سے۔ یعنی وہ انکل سے کہتے ہیں کہ نقصان ہوگا اور ہمتو اس نقصان کو دیکھ کر کہتے ہیں۔

دودمی بینیم و آتش از کبریاں حملہ می آرد لبوئے منکراں
یعنی ہم دھوین اور آگ کو ایک کنارہ سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ منکبین پر حملہ کر رہی ہے (تو اسکو دیکھ کر ہم تھک ڈراتے ہیں اور اس سے بچاتے ہیں)۔

تو بھی گونی خموش کن زین مقال کہ زیاں ماست قال شوم فال
یعنی تو کہتا ہے کہ اس بات سے چپ رہ کیونکہ فال بد کی بات ہوگی نقصان دیتی ہے (فرماتے ہیں کہ)

ایک نصیح ناصحان را شنوی فال بد با تست ہر جا میردی
یعنی اے شخص جو کہ ناصحان کی نصیحت کو نہیں سنتا فال بد تو تیرے ساتھ ہے تو جہان کیس جاویگا یعنی جہان بھی تو جاوے گا فال بد تیری ساتھ موجود ہوگی اسکی ایسی مثال ہے کہ۔

افغے بر پشت تو بر می رود اور با سے بلیندت آگ کہ کند
یعنی ایک سانپ تیری پشت پر چل رہا ہے تو وہ (ناصر) ایک کو غی پر سے دیکھ کر تھکوا آگاہ کرتا ہے۔

گویش خاموش غلگنم کن گویدا و خوش باش خود رفت این سخن
یعنی تو اس (ناصر) سے کہتا ہے کہ چپ رہ مجھے غلگن مت کہ تو وہ کہتا ہے کہ اچھا خوش رہا وہ یہ بات رفت گذشت ہو گئی یعنی جب اس نے تمہیں سانپ کی اطلاع کی تو آپ فرماتے ہیں کہ ایسی بات مت کہو سوچا ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ بہتر ہے رہو اسی حالتیں ہمارا ہی کیا حرج ہے اب یہ بات تو ہو چکی اور تم اسی حالتیں رہتے۔

چون زندا فی دہان برگردنت تلخ گردد جلد شادی کردنت
یعنی جبکہ سانپ تمہاری گردن پر مارے گا تو تمہارا سارا خوشی کراتلخ ہو جاوے گا یعنی تم جو کہتے تھے کہ مجھے غلگن مت کہ خوش رہنے و ذاک وہ ساری خوشی نکلے گی۔

پس بد و گونی ہمین بودای فلان چوں نہ بدریدی گریبان فلان

یعنی پھر تو اُس سے کہتا ہے کہ ارے میان کیا یہی تھا تو تنے خان میں گریبان کیوں نہ بچا دیا۔
یا زہ بالا لیم تیرے سگے می زدے تاہرا از جد نمودے این بدے
یعنی یا ادھر سے تو نے پتھر مارا ہوتا۔ تاکہ مجھے یہ بدی جد سے دکھانا۔ مطلب یہ کہ اب اُس سے کہتی ہو
کہ میان تنے تو بڑی متانت سے کہا کہ تمہاری پشت پر سانپ ہے ارے میان میرا گریبان پہاڑ
ڈالتے یا ادھر ہی سے ایک پتھر مارتے تاکہ مجھے معلوم ہوتا کہ تو صحیح کہتا ہے میں تو سمجھا کہ یونہی کہہ
ہے میں

او بگویدے کہ می آزرده تو بگوئی نے کہ شادم کردہ
یعنی وہ کہتا ہے کہ نہیں تم آزرده ہوتے تھے تو تو کہتا ہے کہ نہیں (اب) مجھے تنے شاد کیا ہے
مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ نہیں بھلا میں کیسے عرض کرتا آپکو اور زیادہ رنج ہوتا۔ تو تو کہتا ہے کہ
اب مجھے آپ نے بہت خوش کیا ہے کہ جو سانپ سے کٹوا دیا۔
گفت من کردم جو انگری دی و پند تار یا نم من ترا زین خشک بند
یعنی ناصح نے کہا کہ میں نے تو جو انگری دی اور نصیحت کی تاکہ میں تجھے اس قید سخت سے چیرا دوں۔
از لیم می حق آن نشناختے مایہ اید او طغیان ساختے۔
یعنی لیم می کی دہر سے تو نے اُس کا حق نہ پہچانا اور (اُسکو) مایہ اید او طغیان بنالیا۔ تو اب میں
کیا کروں ادھر میری کیا خطا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

بد کند با تو چو نیکوئی کنے
کہ لیم ست و نسا زد نیکویش
ہر یکے را اد عوض ہنفسد دہد
بندہ گرد و ترالس با و فا
باز در دوزخ ندا شان رہنا

این بود خوئے لیمان دے
نفس را زین صبر میکن منجیش
با کریمے گر کنی احسان سزد
بالیمے چون کنی قہر و جفا
کافران کارند در نعمت جفا

که لیلمان در جفا صافه شوند
 مسجد طاعات شان خود دوزخ است
 هست زندان صومعه درویشیم
 چون عبادت بود مقصود از بشر
 آدمی راهست در هر کار دست
 ما خلقت الحی و الانس این بخوان
 گر چه مقصود از کتاب آن فن بود
 لیک از مقصود این بالش نبود
 گر تو میخی ساختی شمشیر را
 گر چه مقصود از لبشر علم و هدایت
 معبد مرد کریم اگر مست
 مر لیلمان را بزین تاسر نهند
 لاجرم حق هر دو مسجد آفرید
 ساخت موسی قدس در باب صغیر
 زانکه جباران بزد و سرفراز
 آنچنان که حق ز چشم استخوان
 این نیاسجده ایشان کنند

چون وفا بینند خود جانی شوند
 پای بند مرغ بیگانه فح است
 کاندان ذاکر شود حق را مقیم
 شد عبادت گاه گرد نکش سقر
 لیک از مقصود این مستبد است
 چه عبادت نیست مقصود از جهان
 اگر تو اش بالش کنی هم می شود
 علم بود و دانش داشت و سود
 بر گزیده بر ظفر ادبیر را
 لیک هر یک آدمی را معبد است
 معبد مرد لیثم اسفست
 مر کریمان را بده تا بر دهند
 دوزخ آنها را و اینها را مزید
 تا فرو آرند سر قوم زحیر
 دوزخ آن باب صغیرست و نیاز
 از شهان باب صغیر ساختن
 چونکه سجده کبریا را دشمنند

ساخت سرین دانگے محراب شان
 لائق این حضرت پا کے نیند
 آن سگان را این خزان خاضع شوند
 گرہ باشد شخم ہر موش خو
 خوف ایشان از کلاب حق بود
 ربے الاعلیٰ است و رد آن ہمان
 موش کے ترس دز شیران مصفا
 رو بہ پیش دیگ لیس و کاسہ لیس
 بس کن از شرعے بگویم دور و ست
 حاصل آن آمد کہ بد کن ای کریم
 بالیم نفس چون احسان کند
 زین سبب بد کامل ز رحمت شاکرند
 بست طاعی بگل ز زرین قبا
 شکر کے روید ز املاک و نعم

نام آن محراب میر و پہلو اں
 نیشکر نے لیک در صورت نیند
 شیر را عارست کو را بنگر و ند
 موش کہ بود تاز شیران ترسدا
 خوف شان کے ز آفتاب حق بود
 رب ادنی در خور این البہان
 بلکہ آن آہو تگان مشکث و
 تش خداوند ولی نعمت نویس
 خشم گیر و میر و ہم داند کہ بست
 بالیمان تا ہند گردن لیم
 چون لیم آن نفس بد کفران کند
 اہل نعمت طاعی اند و ما کرند
 بست شاکر خستہ صاحب عبا
 شکر می روید ز بلوائے و سقم

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی کشتی کا سبب یہ تھا کہ ان پر افتامات و احسانات کئے گئے
 کیونکہ باجی لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان کی ساتھ نیکی کیجاتی ہے تو وہ اسکے عوض میں برائی
 کرتے ہیں۔ جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو دیکھو تمہارا نفس بھی باجی ہے اور اسکو نیکی اس نہیں پس

تم اسکے ساتھ برائی کرنا اور عبادت سے اسکو نڈھال کر دینا اسوقت یہ مطیع ہوگا۔ احسان کریم کے موافق ہے کہ نہ لیم کے۔ کریم کے ساتھ جب احسان کیا جاتا ہے تو وہ اُس کا بدلہ سات سو نیکو کر کے تاہم اور نعم کی حالت اُس کے برعکس ہے۔ اسپر جب سختی کی جاتی ہے اسوقت وہ وفادار غلام ہوتا ہے دیکھو کافر لوگ نعمتوں کے اندر تو ظلم و ستم کرتے ہیں اور ہرگز اطاعت حق پر آمادہ نہیں ہوتے مگر جب دوزخ میں جائیں گے تو اسوقت سربتکسر بننا پکاریں گے کیونکہ پاجیون کی عادت ہے کہ وہ سختی ہی سے ٹھیک ہوتے ہیں اور جب انکے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے تو اکثر بجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی عبادت گاہ دوزخ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ حیثی جائز بدون جال کے قابو میں نہیں آتا۔ اور چور کی عبادت گاہ قید خانہ ہی ہوتی ہے۔ جہنم کہ وہ خدا کو ہر وقت یاد کرتا ہے۔ نیز چونکہ آدمی کی پیدائش کا مقصد اطاعت حق سبحانہ ہے اور کفار دنیا میں عبادت و اطاعت کرتے نہیں لہذا انکے لئے دوزخ کو عبادت خانہ بنایا گیا کہ اچھا تم زبان عبادت نہیں کرتے تو یہاں کر دو اسپر یہ شبہ نہ کرنا کہ آدمی تو ہر قسم کے کام کرتا ہے پھر یہ کیسے کہا گیا کہ اُسکو عبادت ہی کیلئے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ گو آدمی کو ہر کام میں دخل ہے لیکن سوائے طاعت کے اور کوئی کام مقصود اصلی نہیں۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے: **وَاخْلَقْتُ الْبَشَرَ وَالْإِنْسَ وَالْجِبَّادِ**۔ اس کلام میں حق سبحانہ نے مقصود خلقت انسان کو منسفر فرمایا ہے عبادت و اطاعت میں۔ پس معلوم ہوا کہ انسان کی خلقت سے عبادت کے سوا اور کوئی امر مقصود نہیں اور توضیح اسکی اس مثال سے ہوگی کہ کتاب سے مقصود علم ہے مگر بایں ہمہ وہ امر کام میں بھی آسکتی ہے مثلاً اگر تم اسکو تکبیر بنا لو تو بنائیسگی اگر اُس سے روٹی پکاو تو پک جائیسگی وغیرہ وغیرہ لیکن مقصود اس سے یہ نہیں کہ اُسکو تکبیر بنایا جاوے بلکہ مقصود اصلی علم عقل برایت اور نفع خاص ہے۔ پس اگر کتاب سے وہ کام نہ لیا جاوے جسکے لئے وہ ہے بلکہ اُس سے دوسرے کام لئے جائیں تو ہر قسم عداوت ہے علیٰ ہذا تم لو کہ مقصود اصلی اپنی حفاظت ہے اور اسکی ساتھ ہی کہہ دینے کا کام بھی آسکتی ہے۔ پس اگر تم اُسکو کہو نہ بنا لو تو گو یا کہ نفع کے مقابلہ میں تیرے بخی کی توجہ دی اور اسکی اختیار کیا اس سے معلوم ہو گیا کہ انسان سے مقصود عبادت ہے اور مع زیادہ دوسرے کام بھی کر سکتا ہے لیکن اُس کا دوسرے کاموں میں نہ ہنک ہونا اسکی بخی ہے اب ہم کہتے ہیں کہ گو مقصود خلقت انسان سے معرفت حق سبحانہ اور اطاعت ہے لیکن ہر قسم کے آدمی کیلئے ایک

جدا گاہ مجید ہے پہلے آدمیوں کا معبود قہر و انعام واکرام ہے اور پاجیوں کا معبود مل تکلیف کیونکہ یہ عام
 قاعدہ ہے کہ اگر پاجیوں سے اطاعت کرنا ہو تو انکو خوب مارنا چاہئے تاکہ وہ مطیع ہو جاویں اور اگر پہلے
 مانسوں سے کام لینا ہو تو ان پر انعام واکرام کرنا چاہئے تاکہ وہ کام دین اسی اصول کی بنا پر حق سبحانہ لے
 دو مسجد بنائیں ایک دوزخ جو کافروں کیلئے ہے اور دوسری جنت جو مصداق ولدین امزید اور
 عبادت گاہ مومنین ہے موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تاکہ ذلیل لوگ آئیں
 جھکیں کیونکہ یہ لوگ متکبر و مغرور تھے حق سبحانہ کے سامنے سر جھکانے سے انکو عار تھی اسلئے انکے سریوں
 جھکوانے کے پس دوزخ کو بھی اسی کھڑکی مثل اور محل خضوع سمجھو وہ باب مغیرہ دوزخ ایسا ہی ہے جیسے
 کہ دنیا میں بادشاہین کے گشت اور بیڑیوں کی انکے لئے کھڑکی بنائی گئی ہے کیونکہ جب اہل دنیا حق سبحانہ
 کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں تو ان سے بادشاہوں کے سامنے سجدہ کر لیا گیا اور گوہ داؤں کو انکی عیب
 عبادت بنالیا گیا جنکا لقب دنیا میں مغز اور بہاد وغیرہ ہے کیونکہ یہ کھت ناپاک اس درگاہ پاک کے قابل نہیں
 ہیں کہ وہ ان سجدہ کریں اسلئے ان کی محراب بھی وہی تھوڑی کیٹی جیسے یہ خود تھے یعنی گوہ دان اور گوہ کے تھیلے
 یہ کئے اہل دنیا اگر ہوں کے سامنے تو ذلت اختیار کرتے ہیں مگر حق سبحانہ کی اطاعت انکو عار آتی ہے کیونکہ
 قاعدہ ہے کہ چوباتی سے ڈرتے اور شیر سے نہیں ڈرتا حالانکہ دونوں میں کوئی بھی نسبت نہیں لڑی
 یہ لوگ بھی حق سبحانہ کے کتوں زائل دنیا سے تو ڈرتے ہیں مگر حق سبحانہ سے جو کہ آفتاب جتنی ہیں نہیں ڈرتے
 بلکہ ان سے اہل اللہ ڈرتے ہیں چنانچہ دوسرا توں والا علی کہتے ہیں یعنی جو سب اسلئے وہ میل پروردگار ہے
 اتنے یہ احمق ان کی منہ میں گزیرنا حلال بر لا کاؤنی کہتے ہیں یعنی ذلیلوں کو معبود بناتے اور ان کی پرستش کرتے
 میں اور ہر ایک کا طریق اس کے موافق ہے کیونکہ کفارست و عنایت میں جو ہے کی مثل ہیں اسلئے وہ
 حق سبحانہ سے نہیں ڈرتے جس طرح چو با شہیر ان جنگلی سے نہیں ڈرتا اہل اللہ اپنی پاکیزگی اور عبادگی میں
 آہ و شک کے مثل ہیں اسلئے وہ حق سبحانہ سے ڈرتے ہیں جس طرح آہوئے شک شیر سے ڈرتا ہے اب مولانا
 کفار کو مخاطب کیے کہتے ہیں کہ اوپا مالہ چائے والوں حق سبحانہ کے دربار میں تمہارا کچھ کام نہیں تم ہانڈی
 چائے وہاں ہی کے پاس جاؤ اور انہیں کہو خداوند ادر دلی نعمت کھو جو تمہارے مناسب اور تمہارے
 مناسب گوشت خوردن ایک اب مولانا متنبہ ہو کر فرماتے ہیں کہ بس جی اسکو ختم کر دو کیونکہ اگر میں
 مفصل شرح کروں گا تو معزز حضرات خفا ہوں گے کہ ہماری توہین کرتے ہیں یہ ضرہ بطور ظرافت کے

ہے نہ کہ بوجہ خوف کے اور سمجھیں گے کہ ہم بھی کچھ ہیں تب ہی تو یہ ہماری طرف متوجہ ہیں گو برائی ہی کیساتھ
ہیں خلاصہ مقصد یہ ہے کہ بایچوں کی قطع کرنے کیلئے ضرورت ہے کہ ان کی ساتھ برائی کیجاوے تاکہ وہ قطع
ہوں انفس کیساتھ کبھی سکوت نہ کرنا چاہئے اسلئے کہ جب کوئی اس پانچ کیساتھ احسان کرتا ہے
تو وہ بایچوں کی طرح ناشکری کرتا ہے یہی وجہ کہ مبتلائے تکلیف لوگ شاکر ہیں اور خوش عیش
لوگ کشر اور مکار ہیں معزز طبقہ کے خوش و شک لوگ کشر ہیں اور کبیل پوش خستہ حال
شکر گزار کہو نہ کہ ریاست اور نعمتوں سے شکر پیدا نہیں ہوتا بلکہ شکر سختی اور تکلیف سے پیدا
ہوتا ہے (یاد رکھو کہ یہ حالت اہل نفس لوگوں کی ہے نہ کہ اہل اللہ کی جو نفس کا خاتمہ کر چکے ہیں چنانچہ
خود ہماری تقریر سے واضح ہے پس اہل اللہ کے حال سے شبہ نہ ہونا چاہئے)

شرح شبیری

این بود خوئے لیمنان منے بدکنند با تو چونیکوئے کنے

یعنی کینے لیمنوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ہماری ساتھ برائی کریں جب تم نیکی کرو۔

نفس را زین صبری کن مخنیش کہ لیم ست ولساز و نیکویش

یعنی نفس کو اس صبر سے منحنی کر کیونکہ لیم ہے اسکو نیکی موانع نہیں ہے مطلب یہ کہ جب لیمنوں کی
عادت معلوم ہوگئی اور نفس لیم ہے لہذا اسکی ساتھ بھی برائی کر داور اسکو مجاہدات و ریاضات میں
کینچو تب باز ہے گا۔ آگے فرمائے ہیں کہ

با کریمے گر کنی احسان سزد ہر یکے را ادعوض بہ مقصد و ہد

یعنی اگر کسی کریم کے ساتھ احسان کرو تو لائق ہے کہ وہ ہر ایک کا سات سو بدلے دیکھا یعنی ہمیشہ اس
احسان کو مانے گا اور تمہارا شکر گزار ہوگا

با نیسے چون کنی قہر و جفا بندہ گرد و ترابس با وفا

یعنی کسی لیم کیساتھ جب تو قہر و جفا کرے تو وہ تیرا غلام بہت با وفا ہو جائے گا۔ اسکی ایک مثال یہ ہے کہ

کافران کا رند و رغبت جفا باز و رند و رنج نداشتان ربنا

یعنی کافر لوگ جو کشت میں توجہ لائے ہیں اور پھر دوزخ میں ان کی خدا یا ربنا ہوگی

کہ لئیماں در جہاں صافی شوند چون وفا بینند خود جانی شوند
یعنی لئیماں لوگ جہاں صافی ہو جاتے ہیں اور جب وفادار کہتے ہیں تو خود جفا کر بیو اے ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ
دیکھو کافر دنیا میں نعمت میں رہتے ہیں تو ہمیشہ کفر میں رہتے ہیں اور جب دوزخ جہنم کی توبہ مان لیا کہ یاد
کرین گے تو یہ اسی لئے ہے کہ چونکہ وہ لئیماں ہیں اصلان کیساتھ تو کافر ہے مگر جب ان پر جفا ہوئی تو درست
ہو گئے آگے ایک نکتہ تشریح فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون
تو جب غایت خلق عبادت ہے تو اس غایت کو ہر فرد بشر پر مرتب ہونا ضروری ہے تو ان میں سے بعض
افراد تو ہیں کہ جنہوں نے طوعاً قبول کر لیا اور ان پر یہ غایت مرتب ہو گئی جیسے کہ مؤمنین مگر بعض وہ
ہیں کہ جنہوں نے یہاں نہ مانا اور اس غایت کا مرتب ہونا ضروری تھا تو حق تعالیٰ ان کیلئے دوزخ بنائی کہ
وہ وہاں جا کر فدا کی یاد کر سینگے اور دوزخ میں ان پر یہ غایت مرتب ہوگی اور ان کا سبب بڑی آگ ہے کہ
فرماتے ہیں کہ۔

حکمت دوزخ کے اس جہان میں اور زندان کا اس
جہان میں پیدا کر نیکی یہ کہ تاکہ وہ منکروں کا معبد کیونکہ حکم ہواستیا
طوعاً و کرہاً تو جو طوعاً نہ آوے اسکا اسکو ذریعہ ذکر ہا لایا جاوے گا

مسجد طاعات شان خود دوزخ بہت پائے بند مرغ بیگانہ فح است
یعنی ان (لئیماں) کی طاعات کی مسجد دوزخ ہے کہ چونکہ ہر مرغ بیگانہ کا پائے بند مرغ بیگانہ ہے کہ دیکھو
پلا ہوا چاقو تو ہانک کے پاس خود آتا ہے اور جو بیگانہ ہو تلے اسکو چال نیند نکال کے لاتے ہیں تو جو
نومنین تھے وہ تو خود آ گئے اور جو بچکاتے تھے انکو دوزخ و زندان کے ذریعے لایا جاتا ہے کہ دیکھا گیا ہے
کہ اکثر زندان خودی میں جا کر بھی فدا کی یاد آ جاتی ہے تو کفار کو اس ذریعے عبادت میں لگایا جاتا ہے۔

ہست زندان صومعہ دزد لئیم کا نذران ذکر شود حق را مقیم
یعنی قید خانہ دزد لئیم کا عبادت خانہ ہے کہ چونکہ ان کے اندر فدا کی ہمیشہ کیلئے ہو جاتا ہے
چون عبادت بود مقصود از البشر شد عبادت کا ہرگز نکش سقر

یعنی جبکہ عبادت ہی انسان سے مقصود تھی تو اگر یہ کنون کی عبادت کا دوزخ ہو گئی

آدمی را بہست در ہر کار دوست لیک از مقصود این خدمت بہت

یعنی آدمی کو ہر کام کی استعداد ہے لیکن اُس سے مقصود یہی خدمت (عبادت) ہے

ما خلقت الجن والانس این بخوان جز عبادت نیست مقصود از بہمان

یعنی ما مخلقت الجن والانس کو تو پیدا کیا کہ وہ اپنے عبادت کے بہانے سے کچھ مقصود نہیں ہے مطلب یہ کہ انسان دینے دنیا میں سارے کام کرنا ہے مگر اسکی پیدائش سے اصل مقصود عبادت ہی کرنا ہے اب دوسری کام ملنا کرنا ہے اُسکی ایسی مثال ہے کہ

گرچہ مقصود از کتاب آن فن بود گر تو اش باش کنی ہم می شود

یعنی اگرچہ مقصود کتابت ہی فن جو کتاب ہے (جسکی وہ کتابت) مگر جو تم اُسکو تکیہ کرنا تو نہ ہر کتاب ہے۔

لیک از مقصود این باش نمود علم بود و دانش وارث او سود

یعنی لیکن اُس کتابت یہ تکیہ بنانا مقصود نہ تھا (مقصود علم اور دانش اور ارشاد اندفع تھا) مگر تکیہ بنالیا تو یہی گئی اسی طرح انسان اگر اہل کام کر تہے تو وہ بھی ہو جاتے ہیں مگر اصل مقصود اسکی پیدا کرنے سے اُس سے عبادت کرنا ہی تھا (آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گر تو منی ساختی ششیر را بر گزیدی بر ظفر او بیر را

یعنی اگر تو نے تلوار کو کہ تیرا تاب لیا تو فتح پر اور بار کو تیرا کھیل یعنی جس سے کہ فتح ہوئی تو اسکو ایسے کام میں لایا کہ اسکو بیکار کر دیا۔ گو یا کہ اور بار کو خرید لیا آگے فرماتے ہیں کہ

گرچہ مقصود از بشر علم و بدلیست لیک ہر یک آدمی را معبدلیست

یعنی اگرچہ مقصود انسان سے علم و بدلیست ہے لیکن ہر ایک آدمی کا ایک معبد ہے۔

معبد مرد کریم اگر مست معبد مرد لثیم اسقمت

یعنی مرد کریم کا معبد تو اگر مست ہے (اور لثیم کا معبد اسقمت ہے یعنی کریم کا اگر کم کر دینا اور شکر گزار ہو کر خیر کام کرے گا۔ اور لثیم کو اگر جتنے کچھ بکرتا وہ دیکھتا ہے۔

مر لثیم را بزن تا بنسند مر کہ کان را بدہ تا بدہند

یعنی لثیم کو مارا تا کہ اطاعت کریں اور کہ یوں کو دے تاکہ پیل دین نہ تو جب ہر ایک کچھ معبد دوسرے

تو جو حق تعالیٰ نے دونوں کیلئے الگ الگ ممبر بھی بنا یا ہے۔

لاہرم حق ہر دو مسجد آفرید دوزخ انہارا و اینہارا امرید
یعنی لامالہ حق تعالیٰ نے دونوں مسجدیں پیدا فرمائیں دوزخ ان کیلئے اور ان کیلئے مزید یعنی اشتباہ
کیلئے تو دوزخ کو مسجد بنا یا کہ وہ تو وہاں یا کعبہ عبادت کر سیتے اور کرمیوں کیلئے جنت کو جبین ہر دو
نعمت زیادہ ہو کہ وہ نعمت پاکر شکر گزار ہوں گے اور یہ عبادت ہی اپنی طرح کر سیتے آگے اُسکی ایک
نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

ساخت موسیٰ مقدس در باب صغیر تا فردا زند سر قوم ز حسیر
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک چھوٹا دروازہ بنایا تاکہ قوم کشمکش نہ کریں۔
زانکہ جباران بدنزدن سرراز دوزخ آن باب صغیر ست دنیا ز
یعنی اسلئے کہ نہ لوٹ نہ جت راستہ ہر مسجد تھے تو دوزخ وہی صغیر اور نیاز ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام
نے بیت المقدس میں ایک چھوٹا سا دروازہ بنایا تھا تاکہ ہر ایک مسجد میں نہ کرتے وہ اس میں اگر چہ کہیں
اور اس طرح ان کا سر چھو تو اسی طرح حق تعالیٰ نے دوزخ کو بنایا ہے کہ جو ایک یہاں خدا کی یاد نہیں
کرتے وہ دوزخ میں جاکر خدا کو یاد کریں اور مآخضت الہی والا صریح کی غایت اس طرح ان پر مرتب ہو جاوے
آگے ایک مضمون بیان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جو ظالم اور جاہل پیدا کئے ہیں وہ اسلئے ہیں کہ
جو لوگ خدا کے سامنے سرنگون نہ ہوں ان کے سامنے سر جھکا دیں اور انکو برا سمجھ کر ان کی تعظیم کریں
تو ان کا عجز معلوم ہو کہ خدا کے سامنے تو نیچے کے بندوں کے آگے ہونگا پڑا۔

بیان میں اسلئے کہ حق تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت کو ان جباروں
کے منہ پر ہونیکا سبب بنایا ہے جو کہ مسخر حق نہیں ہیں جیسا کہ موسیٰ
علیہ السلام نے باب صغیر المقدس میں جباران بنی اسرائیل
کے چمکنے کی واسطے بنایا تھا کہ جب اُس میں آویں تو عاجزی کریں
اور علم ہدایت کا داخل البانی مسجد او قلو واجطۃ الی آخرہ

آنجنابان کہ حق از محکم استخوان ارشمان باب صغیر و حسان

یعنی سی طرح حق قتالی نے ہڈی اور گوشت کا بد بادشاہوں میں سے ایک باب صغیر بنایا ہے یعنی بادشاہوں کو ہڈی اور گوشت کا ایک باب صغیر بنایا ہے کہ جس طرح باب صغیر موسیٰ بن جابرین کو جھکنا پڑنا تھا اسی طرح جو خدا کے آگے جھکے ان کو ان بادشاہوں کے آگے جھکنا پڑتا ہے اب یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ بعض مرتبہ مقبولان حق اور مطیعین کو بھی تو بادشاہوں کے سامنے جھکنا پڑتا ہے تو بھیر غایت کمان رہی۔ بات یہ ہے کہ یہ جو چکے ہیں تو کراہت کیا تھا انکو تعظیم مقصود نہیں ہوتی بخلاف ان جبارین کے کہ وہ ان کی تعظیم کے اعتبار سے چکے ہیں۔

اہل دنیا سجدہ الیشان کنند چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند

یعنی اہل دنیا انکو سجدہ کرتے ہیں چونکہ حق تک کو سجدہ کرنے کے دشمن ہوتے ہیں۔

ساختہ گرین نامتے محرابین نام آن محراب میر و پہلو ان

یعنی حق قتالی نے ایسا گودان ہے اس کو ان اشتیاقیئے محراب بنا ہے کہ وہاں جا کر یہ چکے ہیں اور اس گودان کا نام میر و صاحب پہلو ان صاحب وغیرہ وغیرہ ہے اور یہ سب اسلئے ہے کہ۔

لایق این حضرت پاک کنیند نے شکرے لیک در صورت آنند

یعنی (لاستغیا) اس دعا کا پاک کے لائق نہیں ہیں نے شکر نہیں ہیں لیکن صورت میں نے ہیں یعنی صورت و لسانی ہے مگر حقیقت ان کی نہیں ہے

آن مکان از این خزان خنوع شوند شیر را عارست کورا بگر وند

یعنی ان گتے ان گدھوں کے مطیع ہوتے ہیں اور شیر کو تو عار آتی ہے کہ اس کے تابع ہیں مطلب یہ کہ حق قتالی کی اطاعت کے دیگ لائق نہ تھے تو ان مکان دنیا کے مطیع ہوئے۔

گریہ باشد شمشیر بر پیش خو موش کہ بود تاز شیران ترسداو

یعنی بلی ہر پیش خصلت کی کو قتل ہوتی ہے چو باکون چو تلبہ جو کہ شیبوں سے ڈرے یعنی دیکھو چو بالی سے تو ڈرتا ہے مگر شیر سے نہیں ڈرتا تو اسی طرح یہ اشتیاقیہاں دنیا سے تو ڈرتے ہیں مگر حق قتالی سے نہیں ڈرتے دیگو یا موش خصلت میں۔

خوف ایشان از کلاب حق بود خوفشان کوز آفتاب حق بود

مگر وہ دان ۱۶۶ کو ان اشتیاقیہاں کی محراب بنایا ہے اور اس محراب کا نام میر و صاحب پہلو ان ہے یعنی انسان جو ایک

یعنی انکو حق کے کتون سے خوف ہوتا ہے اور آفتاب حق سے کب خوف ہوتا ہے اسے کہ آفتاب
حق کی معرفت ہی نہیں کہتے اُس سے ڈرین کیا

ربنی الاعلیٰ ست اور دوان جہاں رب ادنیٰ درخور این اہلہاں

یعنی اُن سداون کا تو دور ربی الاعلیٰ ہے اور اُن بیوقوفوں کے لائق رب ادنیٰ ہے یعنی انو ان مشابہان
دنوی ہی کے مطیع ہوتے ہیں اور اہل اللہ اللہ کے مطیع ہوتے ہیں۔

موش کے ترسدر شیران مصاف بلکہ آن آہو تگیاں مشکناں

یعنی چوہا شیران جنگ سے کب ڈرتا ہے بلکہ وہ آہو قدم مشکناں (ڈرتے ہیں اسلئے کہ چوہے کو شیر
کی معرفت ہی نہیں ہے اور آہو کو معرفت ہے اسی طرح عارفین حق حق سے ڈرتے ہیں اور ان کی حاجت
کرتے ہیں اور غیر عارف نہیں ڈرتا اور نہ اطاعت کرے)

رو بہ پیش دیگ لیس ای کا لیس نش خداوند ولی نعمت نویس

یعنی کا لیس تو دیگ لیس کے پاس جا۔ اور تو اسکو خداوند اور ولی نعمت لکھ لینی لے دنیا دار تو دنیا دار
ہی کے پاس جا اور اسکی خوشامد کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بس کن از شر جو بگویم دور دست خشم گیر و میر و ہم دانند کہ ہست

یعنی بس کر اگر میں کوئی شر طویل کہوں گا تو امیر غصہ ہو جاوے گا۔ اور جائیگا کہ چہ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر
میں بہت کچھ مشاہان دنیا کی مذمت کروں گا تو امیر صاحب خفا ہو جاوے گا اور دوسری خرابی ہوگی کہ
اُنکو خیال ہوگا کہ ہم کچھ نہیں جب تو ہماری اس قدر بھجکجا رہی ہے اور ہماری شان کچھ ہے جب تو اسکو
توڑا جا رہا ہے تو اسکو اپنے اوپر کچھ گمان ہو جاوے گا لہذا میں اسکو ہمیں تک کہتا ہوں اور آگے بیان
نہیں کرتا۔

حاصل این آمد کہ بدکن ای کریم بالیمن تانہد گردن لیم

یعنی حاصل یہ ہے کہ اے کریم تم لیمن کیساتھ سختی کرو تاکہ لیم اطاعت قبول کرے

بالیمن نفس چون احسان کند چوں لیمنان نفس بد کفران کند

یعنی نفس لیم کیساتھ جب (کوئی) احسان کرے تو لیمن کی طرح نفس بدنا پر شکر کی کرتا ہے
زین سبب بد کا بل محبت شاگرد اہل نعمت طاغی اند و ما کرند

یعنی یہ سب کمالِ نعمت تو شکر ہیں اور الٰہی نعمت طاعی ہیں اور کار ہیں یعنی چونکہ نفس شہیم معصیت ہی میں درست رہتا ہے لہذا جلالِ معصیت ہیں وہ آتشِ کرب ہیں اور جلالِ نعمت ہیں وہ طاعی ہیں اسلئے کہ۔

ہست طاعی بگلر زربین قبا ہست شاکر خستہ و صاحب عبا

یعنی طاعی تو بڑے اور زربین قبا ہیں اور شاکر خستہ اور صاحب عبا ہیں۔ یعنی اکثر ایسا ہے وہ نہ بہت سو نہ لوگ بھی ہیں کچھ قدر نعمت زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر وہ زیادہ شکر کرتے ہیں انکے غرور وغیرہ نہیں ہوتا تو یہ حکم اکثری ہے مگر نہیں۔

شکر کے روید ز املاک و نعم شکر می روید ز بلوا و سقم
یعنی شکر املاک و نعم سے کب اگتا ہے شکر تو بلاؤں اور بیماریوں سے جتنا ہے یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے وہ نہ بہت مرتبہ اسکے خلاف بھی ہوتا ہے کہ وہ نعمت کو دیکھ کر شکر کرتے ہیں آگے ایک مونی کی حکایت آئی ہے کہ اُسکو کہوئی پر دسترخوان پڑا ہوا دیکھ کر جب روایہ لوگوں نے دریافت کیا تو اُسے کہا کہ مجھے اسکو دیکھ کر یاد آیا کہ کبھی اسکے اندر روٹیاں ہوئی تودیکھئے اور پوچھا تھا کہ الٰہی نعمت شاکر ہوتے ہیں تو یہ مونی چونکہ مجاہدِ دریا منت کئے ہوئے تھا اسکو تصورِ نعمت پر جب ہوا اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

چرخ می رود جا ہمارا نے درید
قحط پاؤ درد یار انک دوا
ہر کہ صوفی بود با او یار شد
تا کہ چندین مست و بیخودی شدند
سفرہ آونختہ از نان تنی است
یخبر از خوش و عاشق نیستے

صوفی بر منج روزے سفرہ دید
بانگ میزدنک لوائے بینوا
چونکہ وہ وسوسہ اور بسیار شد
کنکھ و ہائے و ہوسے می زدند
بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیت
گفت رور و نقش بے معنیستے

دولانے اور زبان کیا تھا کہ شکر ریاست اور نعمت سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ معصیت اور تکلیف سے

پس ماہر تلے اسکی تائید میں ایک تھیں بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی صوفی نے کہوئی پور دسترخوان
 پڑا ہوا دیکھا۔ اسکو دیکھتے ہی ماہر دھڑکی حالت طاری ہو گئی اور اُس نے ناچنا اندکڑے پر اونا شروع
 کیا۔ اور کہنے لگا کہ ارے یہ مفلسوں کی دولت ہے اور بھوک اور تکلیف کا علاج ہے جبکہ اسکا درد و سوز
 زیادہ بڑھا تو جو وہاں اور صوفی تھے انہیں بھی وہی حالت طاری ہو گئی اور ان بھی اُسکے ساتھ و بعد
 میں مشرک ہو گئے یہ قبیحہ لگاتے اور ہاؤ ہو کرتے رہے حتیٰ کہ بیست اور پندرہ ہو گئے کسی بیوی
 بیٹ بھرے نکہا کہ ارے بات کیا ہے جو تم اتنے خوش ہو رہے ہو ایک دسترخوان پڑا ہوا ہے جن
 ردی و دنی کچھ بھی نہیں صوفی نے جواب دیا کہ جالبابن تو ایک بے مضے تصویر ہے تو محض غافل ہے اور
 عاشق نہیں ہے۔ ہم تجھے اسکا راز کیونکر سمجھائیں یہ تو اجمال ہے۔ اسکی تشریح و طرح سے ہو سکتی تو
 ایک تو یہ کہ صوفی لوگ بھوکے تھے اسلئے وہ روٹی کے طالب اور قدردان تھے اور شدت گرسنگی سے
 یہ کیفیت ان کی استعداد ترقی کر گئی تھی کہ روٹی دیکھنا یا کھانا تو دیکھنا روٹی کے فطرت کو دیکھنے میں بھی لطف
 آتا تھا اور چونکہ نعمت الہی کے قدردان تھے اور نعمت کی قدر کرنا بھی شکر ہے اسلئے وہ شکر تھے اور
 اس شکر کا منشا انکی تکلیف اور مصیبت تھی برخلاف اسکے کہ مسافر شخص چونکہ عیش میں تھا اسلئے وہ مبتلا
 غفلت تھا اور روٹی کی قدر اسکے دل میں نہ تھی اسلئے وہ انہیں ہنستا تھا اور قد ذکر نیکے سبب ناشکر تھا
 و ہذا احوال الظاہر۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صوفی طالب حق تھا اور دسترخوان کے خالی ہونے سے
 اُسے اسلئے خوش ہوئی کہ اُس کا خالی ہونا مناسب ہے۔ بھوک کے اور بھوک ذریعہ حصول غنائے
 روحانی کا اور علاج ہے امراض و جوانیہ کا اور تندی و شغالی روحانی مطلوب ہے تو خلوی سفر ذریعہ
 ہما مطلوب کا اور جطر مطلوب لذت بخش ہو لین ہی ذریعہ مطلوب بھی لذت بخش ہے اسلئے اُنکو خالی
 دسترخوان دیکھنے سے خوش ہوئی اور مترض چونکہ غیر طالب حق تھا اسلئے اُسے اُن کی حرکت کو تو سمجھا
 اور اعتراض کر دیا اسپر صوفی نے جواب دیا کہ تو عاشق حق سمجھتا نہیں ہے اسلئے تجھے دسترخوان کے خالی
 ہونے کی قدر نہیں اور تو نہیں جانتا کہ یہ کس مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہے اس واقعہ سے بھوک کی فضیلت
 اور اسکا میل الی اللہ جو ناظر ہوا اس سیر کی انقض اور اس کا فائدہ حصول ہونا ثابت ہوا اور بھوک از حلقہ
 مصائب و اس سیر از قیل و تم پس ثابت ہوا کہ نعم مانع شکر نہیں اور مصائب باعث شکر

شرح شبیری

ایک صوفی کا عشق خالی دسترخوان پر جو کہ کہا نیسے خالی تھا

موتے پر میخ روزے سفرہ دید چرخ میزد جاہرا را می دید

یعنی ایک صوفی نے کدوئی پر ایک دسترخوان دیکھا تو چکر کرنے لگا اور کپڑے پہاڑنے لگا یعنی اسکو جسد پر گیا۔

ہانگ میزد تک ڈرائے بینا قوط ہا و درو بارانگ دروا

یعنی آواز دیت تھا کہ یہ بے دایوں کا پوشہ ہے اور قوط اور درو دوں کی یہ دو اہے

چونکہ درو و سوزا و بسیار شد ہر کہ صوفی بود با و یار شد

یعنی جبکہ درو سوزا سکاز زیادہ ہوا اور جو کوئی صوفی تھا اسکے ساتھ یا ہو گیا یعنی جتدر صوفی تھے وہ بھی اسکی حالت کو دیکھ کر اسکے شریک ہو گئے اور وہ بھی جسد کرنے لگے۔

کھنچے و با و ہوئے می زدند تاکہ چندین مست و بخود می شدند

یعنی قہقہہ ادا ہائے بو کر رہے تھے یہاں تک کہ خوب مست و بخود می شد ہو گئے۔

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست سفرہ آویختہ از نان تہی است

یعنی ایک بوالفضول نے صوفی سے کہا کہ کیا ہے ایک دسترخوان روئی سے خالی لٹکا ہوا ہے

یعنی ایک آدمی نے کہا کہ میان دسترخوان لٹکا ہوا ہے اسپر و جسد کیلئے۔

گفت رور و نقش بے معنیست تو بخوستی کہ عاشق نیستی

یعنی صوفی نے کہا کہ با جا کہ نقش بے معنی ہے توستی کو تلاش کر اسلئے عاشق نہیں ہے۔

شرح حبیبی

بندہ مستی نیست ہر کو صادق است

عاشقان را ہست بے سرمایہ سود

عشق نان و غذا و عاشق است

عاشقان را کار نبود با وجود

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| دست نے وگوز میدان می ہرند | بال نے وگرد عالم می ہرند |
| دست ہریدہ ہمی زنبیل یافت | آن فقیرے کوز معنی بوئی یافت |
| چوں عدم مگر نگ و نفس واحدند | عاشقان اندر عدم خیمہ زدند |

یہاں سے مولانا کا کلام شروع ہوتا ہے اور جہر بط یہ ہے کہ اوپر چونکہ عاشق کی ایک حیرت انگیز صفت بیان کی تھی جو غیر عاشقوں کے حالات تھی یعنی دسترخوان میں باوجود روٹی نہ ہونے کے اُسکو دیکھ کر خوش ہونا لہذا یہاں سے مولانا عاشق آگے کی حیرت انگیز اور اس کے ساتھ مخصوص صفات کو گناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ واقعی عاشقوں کے اوصاف غیر عاشقوں کی صفات سے ممتاز اور حیرت انگیز ہوتے ہیں چنانچہ ایک صفت اُن کی یہ ہے جو دوسروں میں نہیں کہ اُن کی غذا عشق ہے جسکو غذا چونیکے اعتبار سے روٹی اور نفس الامر کے لحاظ غیر نان کہا جاسکتا ہے (اس توجیہ پر عشق نان بے نان ترکیب اضافی نہ ہوگی اور نان بے نان کنایہ جو ع سے نہ ہوگا بلکہ نان بے نان صفت ہوگی عشق کی۔ اے عشق کہ اور بوجے نان است و باعتبار سے غیر نان۔ اور اس توجیہ پر محشین کی توجیہ کا بے لطف بلکہ غیر صحیح ہونا ظاہر ہو جائیگا کیونکہ اس وقت معنی یہ ہوگئے کہ عاشق خدا کی غذا ہو کہ عاشق ہے (لا یخفی خافتہ) اور دوسری صفت یہ کہ وہ صادق ہیں اور جو صادق ہوتے ہیں ان سبھی میں محسوس نہیں ہوتے لہذا اُنکو وجود سے خواہ اپنا ہو یا غیر کا کچھ کام نہیں وہ تو نیستی اور فنا چاہتے ہیں اور نیستی ہی سے اُنکو دولت و وصل با خدا آتی ہے جو گویا کہ اُنکو بے مال کے نفع ملتا ہے یہ ایک عجیب بات ہے اور دیکھو اُنکے بازو نہیں ہوتے مگر عالم کا چکر لگاتے ہیں یعنی اپنے کشف سے عالم کی حالت معلوم کرتے ہیں نیز اُنکے ہاتھ نہیں ہوتے مگر میدان سے گیند اُڑا لجاتے ہیں (یعنی یہاں محبوب کے کامیاب ہو کر دوسروں پر سبقت لجاتے ہیں اور کئی حیلہ و تدبیر ذاتی نہیں دیکھتے کیونکہ کافی ہوتے ہیں اور خودی کو مٹا چکے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اپنے کو حق سبحانہ کا تابع سمجھتے ہیں) عام محسوسات میں بھی تمکو اس کی نظیر ملیگی دیکھو وہ فیترشیخ اقطع جسکو معنی اور حقیقت کا پتہ لگ گیا تھا بدون ہاتھ کے زنبیل جتنے تھے پس بلا ہاتھ کے گیند اُڑا لیتا نہایت ہی قریب فہم ہو گیا اور دیکھو چونکہ عاشق نیستی کو فنا کر کے نیستی میں سکونت اور بود و باس اختیار کرتے ہیں اسلئے

ہم کی صفت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور بطرح اعلیٰ میں تمایز نہیں ہوتا یونہی یہ بھی سب ایک رنگ اور مثال کیے جان کے ہوتے ہیں۔ یعنی چونکہ ان کے اغراض و مقاصد میں اختلاف نہیں ہوتا جو کہ منشا تفرق ہے اسلئے سب ایک جان و ذوق غالب ہوتے ہیں (تنبیہ قولہ) عشق نان بے نان غذائے عاشق است میں یہ بھی احتمال ہے کہ قولہ معنی ہو اسوقت مطلب یہ ہوگا کہ ہم تو روٹی کے عاشق... ہیں اور ہماری غذا تو روٹی کا عشق ہے نہ کہ روٹی پس ہمارے عشق میں بھی مزہ آتا ہے اور اسکی طرف کو دیکھ کر بھی ہم آپ میں نہیں رہتے اسلئے تیری غذا روٹی ہے اور تو سبھی نان چاہتا ہے اور عشق سے تجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ یہ تقریر موفیٰ برصیح لہٰذا جو ان اشعار کے متصل پیشتر شرح ہو چکے ہیں) کی مذکورہ بالا دو توجیہوں میں سی پہلی توجیہ کی توبہ ہے)

شرح شبیری

عشق نان و نان غذائی عاشق است بندہ ہستی نیست ہر کو صادق است

یعنی عشق روٹی کا ہے روٹی کے غذا عاشق کی ہے اور صادق ہے وہ عقیدہ ہستی نہیں مطلب یہ کہ چونکہ تو عاشق نہیں ہے لہٰذا تو اسکو ڈھونڈ کر روٹی ہے یا نہیں ہیکو تو عشق و کانی ہے ہیکو اس محسوس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایسے نان محسوس کے ہیکو غذا ملتی ہے اصل میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس معنی نے جو دسترخوان دیکھا اور اس سے ذہن غذائے محسوس کی طرف منتقل ہوا اس غذائے محسوس سے غذا و معنوی کی طرف ذہن منتقل ہو گیا بس اس پر وجہ کر رہا تھا اور صوفیہ معنویات کو عدم سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں اور وہ عدم خافی ہوتا ہے نہ کہ حقیقی تو ان کا یہ کہنا کہ تم سستی کو تلاش کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس سستی محسوس کو ڈھونڈو ہیکو اسکی غرضت نہیں ہیکو سستی معنوی ہیکو عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے کافی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

عاشقان را کار نبود از وجود عاشقان را ہست بے سرمایہ سود

یعنی عاشقوں کو وجود محسوس اسے کام نہیں ہے عاشقوں کو بے سرمایہ (محسوس) کو دفع ہوتا ہے

بال نے دیگر دعوالم می برند دست نے دگوز میداں می برند

یعنی بازو (محسوس) نہیں ہے اور عالم کے گرداڑتے ہیں۔ ہاتھ (محسوس) نہیں ہیں اور گیند میدان سے لچکاتے ہیں اسلئے کہ ان کی سیر اسان کی ترقی تو معنوی ہوتی ہے اسلئے ان محسوسات

کی ضرورت ہی نہیں ہوتی) آگے اسکی ایک نظیر لاتے ہیں کہ

آن فقیرے کو ز معنی پوی یافت دست ببردہ ہمی ز نمیل یافت
یعنی وہ فقیر جسے کہ بومعنی سے پائی ہاتھ کٹے ہوئے بھی ز نمیل بنتا تھا۔ (تو دیکھئے انکو اس دست محسوس
کی ضرورت نہ تھی انکے لئے دست منوی موجود تھا)

عاشقان اندر عدم خیمہ زدند چوں عدم یک رنگ و نفس واحدند
یعنی عاشق لوگ عدم میں خیمہ کھاتے ہیں اور ازل عدم کے یک رنگ اور نفس واحد ہیں۔ مطلب یہ کہ جو عاشق
ہیں انکو ایسی ہی محسوس کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اسکی ہی معنوی کے محتاج ہوتے ہیں جسکو
کہ عدم سے خیمہ کرتے ہیں اور اسکے اعتبار سے وہ عدم کی طرح یک رنگ ہوتے ہیں کہ جس طرح عدم میں
باعتبار وجود کے تشبہ نہیں ہے بلکہ نسبت کم ہے اس طرح تشبہ اند بھی تشبہ اور اخلافت نہیں
رہتا اگرچہ شخصات مختلف ہوتے ہیں مگر اخلافت اور تشبہ نہیں ہوتا۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ
آپکو ہی معلوم ہوتا ہوگا ہکو تو کچھ لطف نہیں آتا تو آگے مثالوں سے اسکی استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

| | |
|----------------------------|-------------------------------|
| شیر خوارہ کے شناسد ذوق بوت | مر پر ی را بوئے باشد لوت پوت |
| آدمی کے بو برداز بوئے او | چونکہ خورما و ست فند خوی اوست |
| پیش قبط خون بود آن آب سبیل | آب باشد پیش سبے جمیل |
| جادہ باشد بحر زاسر ائلیساں | غرہ کہ باشد ز فرعون عوان |
| باد بد بر عادیان گرز و بتر | لیک بر بود و بر قوش ظفر |
| گلستان باشد بر ابرہیم نار | لیک بر فرود باشد ز بر مار |
| بر سمندر باشد آتش خاندان | لیک باشد بر دگر مرغان زیان |

لیک حلوا بر خسان بلوا بود

نزد عاشق درد و غم حلوا بود

ایک مولانا عاشق کے احوال عجیبے استبعاد کو دور فرماتے ہیں اور مقررہ کے اعراض کی یہودگی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہر چیز اور ہر شخص کیلئے کچھ نہ سببات ہوتے ہیں سو وہ اپنی مناسب اشیاء سے واقف ہوتا ہے اور دوسروں کے مناسبات سے ناواقف۔ اسی لئے وہ دوسروں کی باتوں پر اعتراض کرتا ہے مثلاً کچھ کی غذا دودھ ہے اسلئے وہ نہیں جانتا کہ لذیذ کھاناؤں میں کیا مزہ ہے اور پری کی غذا امض بیہ ہے تو آدمی جسکی غذا اجسام میں وہ کیسے جان سکتا ہے کہ وہ بھی غذا ہو سکتی ہے کیونکہ اسکی طبیعت اور ہے اور پری کی اور۔ اور دیکھو انبیل قبی کیلئے خون ہے اور سبیل کیلئے پانی۔ دیر یا اسرار ایلین کے لئے رہ گزر رہے اور فرعون کیلئے محل غرق۔ آندقی عدا کیلئے گرز و تبر کی طرح ہلک ہے اور ہودا اور ان کی قوم کیلئے آتش۔ آگ ابراہیم کیلئے لنگستان ہے اور فرد کو لئے سانپ کے زہر کی طرح ہلک۔ آگ سمندر کا گہر ہے اور دوسرے جانور دن کیلئے موجب ضرر ہے ہذا عاشق کیلئے درد و غم حلوا ہوتے ہیں اور نالائقوں کیلئے حلوا بھی مصیبت ہے کہ ان کا حلوا کھانے منہ دکھاتا اور کچڑی کھاتے پہنچا اترتا ہے یا یوں کہو کہ عشاق کیلئے مصائب بھی موجب راحت ہوتے ہیں کیونکہ ان کی بدولت وہ وصال محبوب سے متعلق ہوتے ہیں اور نالائقوں کیلئے لعنائے اکہم بھی مصیبت ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان میں مشغول ہو کر حق سبحانہ کو بھول جاتے ہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اشیاء کے احوال اختلاف اشخاص و طبائع سے مختلف ہوتے ہیں جو شخص اس سے واقف ہو جو اسکے لئے حاصل ہے وہ اس اثر کا منکر ہے جو دوسروں کیلئے ہے حالانکہ وہ انکار اسکا سوہو ہی پس اسکی تم مقررہ کے اعراض کی نوعیت اور عاشق کیلئے ان عجائبات مذکورہ کا غیر مستبعد ہونا بخوبی سمجھ سکتے ہو کیونکہ اعراض اور استبعاد کی بنیاد دوسروں کی حالت کو اپنے اور قیاس کرنا ہے اور یہ باطل ہے جیسا کہ واضح ہو چکا اگر اسقید بیسان سے سیرق نہ ہوتی تو تھوڑے۔

شرح شبیری

مر پری را بونے باشد لذت پلوت

شیر خواہ کے شناسد ذوق پلوت

یعنی شیر خوار بچہ غذا کا ذوق کب پہچانتا ہے اور جبکہ وہی غذا ہوتی ہے (مشہور ہے کہ جنات کا
غذاؤں کی بوسونگہ کر سبت بہر جاتا ہے تو مولانا بن لاء علی اللہ مشہور فرما رہے ہیں) مطلب یہ ہے کہ
دیکھو بچہ کو غنڈے کی خبر نہیں ہوتی اسی طرح جن خوشبو سے غذا حاصل کر سکتا ہے اہم نہیں
کر سکتے تو اس طرح اگر اسکو بھی تم ہمیں کہو اہل اللہ سمجھ لیں تو کیا استبعاد ہے آگے خود فرماتے
ہیں کہ۔

آدمی کے بوبرد از بوسے او چونکہ خورے اوست غری او
یعنی آدمی کب بولجاتا ہے اسکی بوسے جیکھا اسکی فبت اسکی خوک مطلب یہ کہ صطرح کہ جن بوسے
غذا حاصل کر لیتے ہیں تو اسکی نکو بوسا بھی نہیں لگ سکتی اسلئے کہ تمہاری خاصیت اہم ہے اہل ان کی
خاصیت اہم ہے۔

یابد از بوان پرئی بوی کش قونیابی آن ز صد من لوت خوش
یعنی وہ جن بولکا کینچنے والا بوسے وہ چیز بالقلب کہ تم سون غده غذا سے ہی جنیں پاسکتے (اسلئے کہ تم تو
بے کہلئے ہوئے اسکی متع نہیں ہو سکتے اہم صرف بوسونگہ کر اس سے متع ہو سکتے ہیں اسی طرح
اگر اہل اللہ ایک چیز سے غذا حاصل کر سکیں اہم ذکر کر سکتے اس میں استبعاد ہی کیا ہے) آگے ایک اہم
مثال فرماتے ہیں کہ۔

پیش قطعی خون بود آن آبسبیل آب باشد پیش سبلی جمیل
یعنی قطعی کے آگے تو آبسبیل خون ہو جاتا ہے اہم سبلی جمیل کے سامنے وہ پانی ہوتا ہے (تو دیکھو ایک
کیلئے خون اہم ایک کیلئے پانی)

جادو باشد محرز اسرا سلیان غرقہ کہ باشد ز فرعون عوان
یعنی دیا اسرا سلیان کے لئے تو راستہ ہوتا ہے اہم فرعون عوان کیلئے غرق کی جگہ پہنچاتی ہے
باد بد بر عادیال گرز و تبر لیک بد بر بود بر قوش ظفر
یعنی ہمارے دیوں کیلئے تو گرز و تبر ہو گئی تھی لیکن ہمارے ان کی قوم کے لئے فتح ہو گئی رکمانے
(مولا کو ہلاک کیا)

گلستان باشد برابر اسم ناز لیک بر فرود باشد زہر مار

یعنی آگ ابراہیم علیہ السلام پر تو گلستان ہو جاتی ہے لیکن غم پر زہر بار ہوتی ہے،

برسمندر باشد آتش خاندان لیک باشد بر دگر مرغان زیان

یعنی سمندر پر تو آگ گھر ہوتی ہے لیکن دوسرے جانور دن کیلئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ (تو دیکھو)
ایک شے ایک کیلئے مفید اور دوسرے کیلئے نافع تو اس طرح اہل اللہ کو وہ اشیاء معنوی کار آمد ہوتے ہیں
اور وہ ان محسوسات کے محتاج نہیں ہوتے اور نکو یہ میسر نہیں ہے)

نزد عاشق درد و غم حلوا بود لیک حلوا بر خسان بلوا بود

یعنی عاشق کیلئے درد و غم حلوا ہوتا ہے لیکن خسوں پر یہی حلوا بلوا ہو جاتا ہے آگے اسی کی تائید دین
ایک حکایت لاتے ہیں۔

شرح حبیبی

وانچہ او از بونے او اندر کشید
خاص رو بد او با غوان کر سید
وان بکین از ہر او چہ میکند
پیش یعقوب است پر کوشتہ ہست
لاصلوۃ گفت الا بالحضور
جمع ازین روایت قوت جانہا
بونے نان خوش می رسید از دور جا
بونے پیرا ہاں یوسف می نیافت
چونکہ بد یعقوب می بونید بو

انچہ یعقوب از رخ یوسف بدید
وانچہ دروے بود و اندر وے بدید
این عشقش خویش در چہ میکند
سفرۂ او پیش این از نان تہیست
روڈو ناشستہ نہ بیند و محو
عشق باشد لوت پلوت جانہا
جمع یوسف بود مر یعقوب را
آنکہ بستد پیر ہن را می شتافت
وانکہ صد فرسنگ رہ از النوبد او

| | |
|-------------------------------|-----------------------------|
| ایسا عالم زدانش بن نصیب | حافظ علم است آنکس بن حبیب |
| مستمع از وی بھی یا بد مشام | گر چه باشد مستمع از جنس عام |
| زانکے سیر این بدستش عاریہ است | چوں بدست آل نخاسی جاریہ است |
| جاریہ پیش نخاسے سرسری است | در کف او از برای مشتری است |

دیکھو جو بات یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے چہرہ میں نظر آتی تھی اور جو سرور کہ انکو انکی بسے حاصل ہوتا تھا اور جو خوبیاں کہ یوسف علیہ السلام میں تھیں اور جن کمالات کو یعقوب علیہ السلام ان کی اندر دیکھتے تھے یہ سب باتیں انہیں کیسا تھہ مخصوص تھیں۔ بھائیوں کو انکی بوجہی نہ لگی تھی۔ نیز یعقوب علیہ السلام تو انکے غم میں اپنے کو ہلاک کئے دیتے تھے اور بھائی انکے لئے کنواں کہوتے اور انکو مارنے کی فکر میں تھے انکو تو وہ خالی دسترخوان کی طرح معرا من الکمالات دکھلائی دیتے تھے اور یعقوب علیہ السلام کیلئے روٹیوں سے پردہ دسترخوان کی طرح کمالات کو بریزتے تھے وہ فرق کیسا ہے وہ یہ کہ انکو طلب اور عشق تھا اور بھائی اس سے بے بہرہ تھے اصل بات یہ ہے کہ برطینت اور نالایق لوگوں کو جو کا چہرہ حسین نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ اخوان یوسف کو یوسف کا چہرہ نہ دکھلائی دیا۔ اسلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلا حضور کے نماز ہی نہیں ہوتی کیونکہ حقیقت صلوة مشاہدہ محبوب حقیقی ہے اور یہ بدون حضور قلبک نہیں ہوتا۔ اور حضور قلب بدون صفائی باطن و ازالہ صفات رذیلہ کے نہیں ہوتا۔ اسلئے ضرورت ہوتی صفائی باطن اور ازالہ صفات ذمیمہ کی (اس شعر کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار کو جو کچھ کا چہرہ نظر نہ آئے گا کیونکہ انکو اس سے مناسبت نہیں۔ علی ہذا نماز بدون حضور کے نہیں ہوتی کیونکہ نماز اور عدم حضور میں مناسبت نہیں اس موقع پر یہ دو مستقل نظریں ہونگی) اور چونکہ انکو روئے خوب اسلئے دکھلائی نہیں دیتا لہذا اس پر صفات نفسانیہ کا غلبہ ہوتا ہے اسی لئے انکو اہل کمال سے عشق بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ عشق اہل کمال تو ارواح کی غذا ہے اور وہ سر یا نفس میں تو انکو یہ دولت کیونکہ حاصل ہو سکتی ہے لہذا یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے عشق تھا اور بھائیوں کو نہ تھا جبکہ ارواح کی غذا عشق ہی ہے اور

اسی لئے کہا گیا ہے الجمع طعام الصداقین یا یون کہو کہ بھوک ارواح کی غذا ہے (اسکی دو تیسہ حصہیں ہوگی)
 بن اول یہ کہ جمع استعارہ ہو عشق سے تب تو واضح ہے دوسری یہ کہ جمع اپنے حقیقی معنی پر ہو اس
 وقت اسکی تفسیر ہوگی کہ بھوک سے سورۃ نفس منکسر ہوتی ہے اور نفس کی قوت حقد رکھنے کی مٹتی
 ہی روح کو قوت ہوگی اسلئے بھوک قوت روح کا سبب ہے لہذا اسکو روح کی غذا کہا گیا اور وہ
 تفرغ غذا نیست جو عہد غنائت عشق یہ ہوگی کہ جمع سبب عشق ہے کیونکہ بھوک سے نفس کی قوت
 ٹوٹے گی اُس سے صفات ذمیمہ زائل ہونگی اس سے روح کو صفائی اور قوت حاصل ہوگی اس سے
 اسکو عشق حق سبحانہ حاصل ہوگا والا قرب ہو الاول حکما ایدل علیہ البیت الاتی) پس چونکہ
 یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی بھوک یعنی عشق اور طلب بھی اسی لئے اُنکو دور دراز جگہ
 سے روٹی (یعنی اپنے مطلوب یوسف علیہ السلام) کی بو آتی تھی دیکھو جو شخص کرتے ہوئے اسکا تھا
 چونکہ اسکو بھوک (عشق) نہ تھی لہذا اسکو روٹی آتی تھی اور جو شخص کہ سفر سنگ اُدھر تھا چونکہ وہ
 یعقوب (عاشق) تھا وہ اسکو سونگھتا تھا اسی طرح بہت سے عالم ایسے ہیں جو علم باعلیٰ سے بے بہرہ
 ہیں اور انہیں اُس کا کچھ اثر نہیں لہذا گویا کہ اُنکو علم ہی حاصل نہیں ایسے لوگ علم کا صندوق ہیں اور خود
 کو فی کمال نہیں دیکھتے مگر سننے والا اُس سے متاثر ہوتا ہے گو وہ عامی ہو وہ اسکی ہے کہ وہ
 علم اُنکے لئے نہیں ہے اُنکے پاس تو بطور عاریت کے ہے اور منتفع ہونے والے اس سے مستفید ہیں
 مگر اس کے بردہ فروش کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ وہ اسکی پاس برائے چندے ہوتی ہے اور وہ
 اسپر شری تک چو نچا دینے تک قابض ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ مشتری کیلئے ہوتی ہے اور
 وہی اُس سے منتفع ہوتا ہے

شرح شبیری

یعقوب علیہ السلام کا یوسفؑ کے چہرے سے جام حق کو پینے

میں مخصوص ہونا اور بولے یوسفؑ سے بولے حق لینے میں

اور یہابیون کا ان دونوں معنوں کو محروم ہونا

انچہ یعقوب از رخ یوسف بدید وانچہ ادا ز بونے اواندر کشید
یعنی یعقوب علیہ السلام نے یوسفؑ کے رخ سے جو دیکھا اور جو کچھ کہ اُنہوں نے اُنکی بوسہ کھینچا
وانچہ دروے بود اندر دگر بدید خاص اود ادا و باخوان کورسید
یعنی جو چیز کہ اُنکے اندر تھی اُنہوں نے اُن میں دیکھ لی اور وہ اُنہیں کا خاصہ تھا وہ بہائیوں کو
کب بچو نچا مطلب یہ کہ دیکھو یعقوب یوسف سے بونے حق پاوین اور اُنکے بھائی اُس سے محروم
رہیں۔

اوز عشقش غولش در چہ میکند وان یکین از بہر او چہ میکند
یعقوب علیہ السلام تو اُن کے عشق کی وجہ سے اپنے کو کنوین میں کرتے ہیں اور وہ بھائی اُن کے
واسطے کنواں کہو در ہے ہیں۔

سفرہ او پیش این از نان تہی است پیش یعقوب است پر کو مشتی است
یعنی اُن (یوسفؑ) کا دسترخوان ان (بہائیوں) کے سامنے تو خالی ہے اور یعقوبؑ کے سامنے
پُرسے کہو نہ کہ وہ اشتہار دالے ہیں۔ (تو دیکھئے یوسفؑ اور یعقوبؑ میں مناسبت ہوا اور بھائیوں
میں ادا ان میں مناسبت نہیں ہے)

روئے ناشستہ نہ بیند حق و نور لاصلوۃ گفت الا بالاحضور
یعنی تجسّم کا نہ نہ دیکھے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاصلوۃ الا بحضور (القلب)
تجسّم سے مراد کا فر مطلب یہ کہ حضور قلب اور صلوۃ میں اور عین اور عین مناسبت ہے تو یہ تو
انکی ساتھ جمع ہو جائیں گے اور دوسروں کے ساتھ جمع نہ ہوں گے۔

عشق باشد لوت پوت جاہنا جوع ازین رویت قوت جاہنا
یعنی ادا کی غذا عشق ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قوت ادا جوع ہے مطلب یہ کہ بزرگوں
نے کہا ہے کہ الجوع طعّام الصدیقین تو جواہل اللہ ہیں اُنکو اس غذائے ظاہری عیسوی کی ضرورت
نہیں ہوتی بلکہ اُنکی غذا عشق اور غذائے معنوی ہو جاتی ہے۔

جوع یوسفؑ بود در یعقوب را یوسفؑ ناشی رہی رسید از دور جا
یعنی یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جوع تھی تو اُنکو اُنکی نان کی بود در ملکہ سے بچو نچو تھی یعنی جو نہ کہ وہ اُنکے

طالب تھے لہذا وہ سے انہوں نے بوئے پیر ابن محسوس کر لی۔

آنکہ بستر پیر ابن رومی شتافت بوئے پیر ابان یوسف می نیافت
یعنی جس نے کہ پیر ابن (یوسفی) کو لیا اور وہ (اُس کو لئے ہوئے) دوڑ رہا تھا اُس نے بو پیر ابان یوسف
کی نہ پائے۔

وآنکہ صد فرسنگ زال سو بودا و چونکہ بد یعقوب می بوئید او
یعنی اور وہ کہ وہ سو فرسنگ اُس طرف تھے چونکہ وہ یعقوب تھے وہ سونگہ رہے تھے (تو دیکھو
چونکہ وہ لائے والا تو طالب یوسف نہ تھا اسلئے وہ اُس سے متمتع نہ ہو سکا اور یعقوب علیہ السلام
طالب تھے وہ اُس سے متمتع ہوئے اب مولانا اسپر تفسیر فرماتے ہیں کہ)

لے بسا عالم ز دانش و نصیب حافظ علم است آنکس و حسیب
یعنی بہت سے عالم ہیں جو عقل سے بے نصیب ہیں وہ شخص حافظ علم ہے نہ کہ کوئی بڑا آدمی یعنی جو
لوگ کہ عالم بے عمل ہیں وہ علم کے محافظ ہیں باقی خود کامل نہیں اور چونکہ طالب حق نہیں لہذا اس
علم سے متمتع نہیں ہوتے

مستمتع از دے ہی یا بد مشام گرچہ باشد مستمع از جنس عام
یعنی سننے والا اُس سے خوشبو پاتا ہے اگرچہ وہ سننے والا عوام میں ہی سے ہو مطلب یہ کہ اس
عالم سے جو اور لوگ سنتے ہیں وہ اگرچہ عوام ہی ہیں اُن کو نفع ہو تا ہے اسلئے کہ وہ طالب ہوتے ہیں
اُس کے اسکی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ پیر ابن بدستش عاریہ است چون بدست آن غناسی جاریہ است
یعنی اسلئے کہ پیر ابن اُس کے ہاتھ میں عاریت ہے جیسے کہ غناسی کے ہاتھ میں جاریہ ہوتی ہے
مطلب یہ ہے کہ حبطر غناسی کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ اُس کو اُس کے حسن و جمال سے کوئی
واسطہ ہی نہیں اُس کو اپنے ملکوں سے کام اسی طرح عالم بے عمل یا وہ آریہ پیر ابن ہے کہ اُس کو اسکی
خوبی اور اُس کے صفات سے کوئی غرض ہی نہیں وہ صرف اُس کی حفاظت کرتا ہے اور مثلاً جو خریدار
جاریہ لکھتے وہ اسپر جان فدا کئے دیتا ہے اور سارا گہرا ہر اسپر سے نثار کرنے کو تیار رہے
اسلئے کہ وہ اُسکی قلد جانتا ہے اسی طرح جو طالب علم وہ بھی علم پر سوجان سے قربان ہوتا ہے

اور اُس سے متمتع ہوتا ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ

جاریہ پیش نخاسی سرسری مست در کف ادا زبرائے مشتری است

یعنی جاریہ نخاسی کے سامنے تو ایک سرسری چیز ہے اور اُسکے ہاتھ میں خریدار کیلئے ہے (جو نہ وہ اس کے پاس عارضی طور پر بلکہ اُس سے متمتع بھی نہیں ہوتا) پس معلوم ہوا کہ ایک ہی شے ایک کیلئے کوئی اثر کرتی ہے اور دوسرے کیلئے دوسرا اثر کرتی ہے تو اگر اہل اثر غذائے معنوی کو حاصل کریں اور تم ذکر سکوت و اسمین استبعاد ہی کیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

قیمت حق است روزی خواہنے

یک خیال نیک باغ آن شدہ

آن خیالے از اثر باغے شدہ

آن خدای کز خیالے باغ ساخت

پس کہ داند راہ گلشنہائے او

دیدہ بان دل نہ بنید در مجال

جز مگر آن دل کہ دارد دعویٰ حق

گر بدیدو مطالعش از احتیال

کے رسد جاسوس را آنجا قدم

دامن فضلش بکف کن کو روار

دامن او امر و فرمان ولیست

ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے

یک خیال زشت راہ آن زدہ

واں خیالے عالے بر ہم زدہ

وز خیالے دوزخ و جاؤ گداخت

پس کہ داند راہ گلشنہائے او

کز کہ امین رکن جاں آید خیال

کون اور انیست کردہ کون حق

بند کر دے راہ بر ناغوش خیال

کہ بود مرصاد در بند عدم

قبض اعمی پس بود لے شہر یار

نیکبختی کہ تھی جان ولیست

وان یکے پہلوئے ادا اندر عذاب
این عجب مانده کہ این در جس کسیت
ہین چرا زردی کہ اینجا صد و است
اگو بد لے جان من نیارم آمدن
اگو میش نے نے نتا تم تو بالیت
ابو کہ یابی زین بیان سر نہفت
اگو ش بلکشا تا بری زان حصہ

آن یکے در مرغزاری جوئے آب
او عجب مانده کہ ذوق آن ز طحیت
ہین چرا خشکی کہ اینجا چشمہ است
ہین بیائے ہمنشین در انجمن
ہین بیجا جانان کہ پایت بستہ نیست
ایں مثل آمد دریں معنی بگفت
اندرین معنی بگویم قصہ

اب ہر ہی بیات کہ جو بات ایک کو حاصل ہوتی ہے دوسرے کو کیوں نہیں ہوتی اُسکی وجہ یہ ہے کہ یہ
تقسیم حق سبحانہ کی ہے جو اُسنے اپنی حکمت بالغہ کی بنا پر کی ہے خود لوگوں کی نہیں کہ جو جس چیز کو چاہے
حاصل کرے اسلئے کوئی شخص بطور خود دوسرے کی صفت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ دیکھا ایک خیال تو اچھا ہی
جو صاحب خیال کیلئے باغ کی طرح فرحت افزا اور مسرت بخش ہے ادا ایک خیال ہر لہے جو صاحب
خیال کو خوشی تک نہیں پہنچنے دیتا۔ اور ایک خیال تو اپنے اثر سے عالم کو گلشن بنا دیتا ہے (مثلاً
خیال عدل) دوسرا خیال ہے کہ عالم کو تہ وبالا کر دیتا ہے (خیال جہد) یہ کس کا پیدا کیا ہو لے وہ
خدا ہی ہے جس نے ایک خیال کو باغ کی طرح مسرت بخش اور سرور افزا بنا دیا ہے اور دوسرے خیال کو
دوزخ کی طرح موجب تکلیف اور گہلائے دلا بنا دیا ہے جبکہ یہ تصرف کرے تو خدا ہی ہے تو اب اس کے
باغوں یعنی عمدہ خیالات اور اُسکی دوزخوں یعنی بُرے خیالات کا رستہ کون جان سکتا ہے کہ وہ کہاں
سے اور کیوں نکرتے ہیں۔ دل جو لا نگاہ روح میں چاروں طرف دیکھتا ہے کہ انکار رستہ معلوم کر دن کہ وہ
کہاں سے آتے ہیں لیکن اُسکو معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کس دیوار میں کو چھوٹ آتے ہیں الا وہ دل جو کہ
حق سبحانہ کی تائید حاصل ہو اور موید بقوت تہ سید جو ادا اپنی ہستی کو حق سبحانہ کی ہستی میں فنا کر کے
متعلق باخلاق الہی ہو گیا۔ اور خدا کے رنگ میں رنگ گیا ہو جسے کہا ہے کہ ہر دل نہیں دیکھ سکتا اُسکی

یہ ہے کہ اگر ہر دل دیکھ سکتا کہ وہ خیالات کہاں سے چھوٹے ہیں تو وہ تدبیر سے ہر پاسندیدہ خیال کا رستہ
بند کر دیتا اور کبھی تکلیف دہ خیال دآنے دیتا۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں کر سکتا نیز چونکہ یہ شخص حق سبحانہ سے
تعلق نہیں رکھتا اسلئے اسکی یہ تلاش ایسی ہوگی جیسے جاسوسوں کی اور جاسوس کی وہاں رسائی
ہو نہیں سکتی کیونکہ وہ گہات تو عدم و فنا میں محبوس ہے اور عدم و فنا تک اس جاسوسی کی رسائی ہی نہیں
کیونکہ یہ ہستی میں محبوس ہے پس یہ وہاں تک کیسے چھوچ سکتا ہے اور وہاں کی حالت کیونکر معلوم
کر سکتا ہے پس اے جاسوس تو اس فکر کو چھوڑ دے اور حق سبحانہ کے فضل کا دامن پکڑ لے۔ کیونکہ
اندھے کیلئے رستہ کو دیکھنے کی فکر فوہ ہے اسلئے تو دامن پکڑ لینا ہی کافی ہے دامن فضل حق اسلئے
اطہر ہیں۔ یعنی بس تو احکام پر کار بند رہ اور زائد فکر نہ کر تو چھوڑ دے یہی بڑی سعادۂ ہے کہ آدمی
کی جان سویر مشر عشق الہی سے جلتی ہو اور وہ طلب حق میں ہنمک ہو اور انگشتات اسرار کو فی مقصود
کمال نہیں جسکی فکر میں آدمی پڑ جائے۔ انقباض حق کی ایک اور دلیل سنیا ایک شخص ایک باغیچہ میں نہر کے
کنارہ بیٹھا ہے۔ دوسرا اسکے قریب ہی مصیبت میں مبتلا ہے مصیبت زدہ و عجب کر رہا ہے کہ اسے
کاہے کی خوشی ہے اور وہ عجب کر رہا ہے کہ کجخت تکلیف میں کیونکہ مقید ہے یہ میرے پاس کیونکہ نہیں
آجاتا کہ اسے راحت ہو یہ خیال کر کے وہ اس سے کہتا ہے کہ ارے تو پیاسا کیونکر رہا ہے آجا
یہاں بہت چشے ہیں اور تو پیاسا کیونکہ ہے میرے پاس آ یہاں تیرے مرض کا علاج موجود ہے۔
ارے یا تو بھی اس محفل عیش و نشاط میں آجا مصیبت کیونکہ چیل رہا ہے وہ کہتا ہے میں تو نہیں کر سکتا
وہ پھر کہتا ہے کہ ارے آجا تیرے پاؤں میں بیڑیاں تو نہیں پڑیں وہ اسپر بھی یہی جواب دیتا ہے کہ بس
کر دبی تو میں معلوم نہیں میں تو بھی نہیں سکتا غلام یہ کہ ایک شخص خوش و غم ہے اور دوسرا تکلیف میں
بتلا ہے وہ بیڑیاں حال کہتا ہے کہ تو بھی مجھ سا جو گدہ بیڑیاں حال جواب دیتا ہے کہ میں ایسا نہیں
کر سکتا اور قید حال بنا براغلب ہے ورنہ گنگو میں بھی ایسا ہوتا ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس مضمون
کو ایک قصہ واضح کرتے ہیں شاید سمجھ میں آجا دے اچھا اب میں بیان کرتا ہوں تم غور سے سنو تاکہ
انکو اس سے کچھ بلجاوے۔

شرح شبیری

قسمت حق است روزی خواہنے ہر یکے را سوئے دیگر رلہ نے
یعنی تقسیم حق ہے روزی خواہ کی نہیں ہے اور ہر ایک کو دوسری کی طرف راہ نہیں ہے مطلب یہ کہ
کسی انسان نے تو تقسیم کیا نہیں ہے کہ جو عہدہ اپنے لئے رکھ لیتا یہ تو تقسیم حق ہے جو جسکی مناسب
تھا ویسا اسکو کر دیا کسی نے خوب کہا ہے کہ سہ خالق نے ایک ایک سے بہتر کیا ہے خلق - دانا
کوئی کسی کو سکندر بنادیا تو یکہ ہی شے ہے ایک کیلئے اور اثر دوسرے کیلئے دوسرا اثر آگے بھی سیکڑ فرماتے ہیں کہ
یک خیال نیک باغ آن شدہ یک خیال زشت راہ این زدہ
یعنی ایک خیال خوب اُسکے لئے تو وہ باغ ہو رہا ہے اور ایک بُرے خیال نے اُس (دوسری) کی رہنمائی کی
آن خیالے از اثر باغے شدہ وان خیالے عالے بہر مزودہ
یعنی وہ خیال تو اثر کی وجہ سے باغ ہو رہا ہے اور اُس (دوسرے) خیال نے ایک عالم کو درہم برہم کر دیا ہے
آن خدائے کز خیالے باغ ساخت وز خیالے دوزخ و جائے گداخت
یعنی وہ خدا ہے کہ ایک خیال سے اُسے باغ بنایا اور ایک خیال سے دوزخ اور جگہ گیلنے کی بنائی
پس کہ داند راہ گلشنہای او پس کہ داند جائے گلشنہائے او
یعنی پس اُسکے گلشنوں کی راہ کون جانتا ہے اور پھر اُسکے گلشنوں کی راہ کا کسکو علم ہے۔
دیدہ بان دل نہ بیند در مجال کز گدا این رکن جان آید خیال
یعنی دل کی آنکھ والا جو لانگاہ میں نہیں جانتا کہ کون سے رکن جان سے خیال آتا ہے یعنی دل کو بھی
خبر نہیں ہوتی کہ یہ خیال خوب و زشت کہاں سے آ رہے ہیں اور صاحب دل کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ
یہ میرے خیالات کہاں سے آ رہے ہیں۔

چہر گر آن دل کہ دارد خون حق کون اور نیست کردہ کون حق
یعنی مگر سوائے اُس دل کے جو کہ حق تھا لے کی مدد کرتا ہے اور اُسکی ہستی کو ہستی حق نے نیست کر دیا ہو
مطلب یہ کہ جو فانی الحق ہو چکا ہو وہ تو سمجھ سکتا ہے وہ نہ دوسرے کو تو خبر بھی نہیں ہو سکتی۔ آگے اس
خبر نہ ہونے کی صحت بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر بدیرے مطاعش راز احتیال بند کردے راہ ہر ناخوش خیال
یعنی اگر اُس خیال کے مطلع کو جبکہ سے دیکھ لیتا تو ہر بُرے خیال کی راہ کو بند کر دیتا۔ (مگر)

کے رسد جاسوس را آنجا قدم کو بود در صادر و در بند عدم
یعنی جاسوس (عقل) کا قدم وہاں تک کب پہنچتا ہے جبکہ کینکاہ بند عدم میں ہو مطلب یہ کہ اگر انسان
کو معلوم ہو جائے کہ یہ میرا خیال کہاں سے ناشی ہے اور کہاں سے یہ خیالات آتے ہیں تو جب قدر خیالات
برے ہوتے انکو وہ آنے ہی نہ دیتا اور انکے مطلع کو بند کر دیتا مگر جہاں سے یہ خیال آتے ہیں وہاں
تک عقل کی رسائی ہی نہیں ہے اسلئے کہ یہ خیالات تو حق تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں وہاں کون جاسوسا ہی
جو ان کے مطلع کو بند کرے ہاں ایک تدبیر ہو سکتی ہے وہ یہ کہ

دامن فضولش بکف کن کو ردار قبض اعمی این بود اے شہر یار

یعنی ہاسکی دامن فضل کو ہاتھ میں اندھے کی طرح لے لے اور اندھے کا پکڑنا اس وجہ سے ہوتا ہے
اے شہر یار یعنی بس اس کے فضل کا دامن پکڑ لو تو انشاء اللہ کبھی جھٹکے گئے بس جدھر کو وہ چلے اُدھر
کو تم چلو اور کہتے ہیں کہ اندھا جو دامن پکڑ تلبے وہ بھی تو اسلئے تاکہ جدھر کو دامن والا چلے اُدھر
ہی کوئی بھی چلے تو بس تم دامن حق کو استوار پکڑ لو۔ اب کوئی کہتا ہے کہ کیا اللہ میان کے بھی دہن
ہوتا ہے تو بتاتے ہیں کہ۔

دامن اوامر و فرمان و لیست نیکیختے کہ تھی جان و لیست

یعنی اُن کا دامن اُنکے امر و فرمان ہیں اور وہ نیکیخت ہے اُسکی جان گری دالی ہے مطلب یہ کہ اُنکے
احکام پر چلنا اور فرمان کو بجالانا بھی دامن کو پکڑ کر چلنا ہے اور جسکو گری عشق حق نصیب ہے وہ شخص
بڑا ہی خوش نصیب ہے۔

آن یکے را مرغزار و جوئے آب دان یکے پہلوئے اواندر عذاب

یعنی ایک کیلئے تو مرغزار اور جوئے آب ہے اور وہ ایک اُسکا پہلوئے عذاب میں ہے مطلب یہ کہ ایک
خیال ہو تلبے مگر ایک شخص کیلئے جنت ہے اور دوسرے کے لئے دہی دوزخ ہے

او عجب ماندہ کہ ذوق آن نہ چست دین عجب ماندہ کہ این در جس کسیت

یعنی وہ تعجب میں رہا ہے کہ اسکو خوشی کسکی ہے اور اُسکو تعجب ہے کہ یہ کسکے جس میں ہے کہ
جو غمگین ہے اور وہ اسکو غمگین دیکھ کر کہتا ہے کہ

ہن چرا خشکی کرا اینجا چشمما است ہن چرا زردی کرا اینجا صدودا است

یعنی ارے تو خشک کیون ہو رہا ہے اس جگہ تو چٹے ہیں اور تو زرد کیون ہے یہاں تو سودا میں ہیں۔
 بن بیالے ہنشین در انجن گویدے جان من نیارم آمدن
 یعنی (وہ کہتا ہے کہ) ارے لے ہنشین انجن میں آ تو وہ کہتا ہے کہ لے جان میں آ نہیں سکتا۔
 (تو وہ پھر کہتا ہے کہ)

بن بیاجانان کہ پاست بستہ نیست گویدش نے نے نتانم تو بالیت
 یعنی لے جان آ جا تیرا پاؤں بند ہوا تو نہیں ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ میں نہیں آ سکتا تو کہلارہ
 مطلب یہ کہ ایک شخص ذکر اللہ میں خوش ہے اور وہ دوسرے کہتا ہے کہ میان تم دنیا میں پھنس کر
 غمیں کیون ہوتے ہو یہاں آ جاؤ دیکھو کیسی خوشی ہے وہ کہتا ہے کہ نہ مجھے تو ہوتا ہی نہیں وہ کہتا ہے
 کہ ارے اس میں بڑی لذت ہے اور یہ تو بڑا آسان ہے وہ کہتا ہے کہ ہو گا مگر مجھ سے تو کچھ بھی نہیں
 جوتا تو دیکھ لیجئے ایک ہی شے ہے ایک کو آسان ایک کو مشکل ایک کو آرام دہ ایک کو سواں روح ہر
 آگے فرماتے ہیں کہ۔

یک مثل آمد درین معنی بگفتہ بود کہ یابی زین بیان سر نہفت
 یعنی ایک مثال میں گفتگو میں آئی ہے شاید کہ تم اس بیان سے سر پوشیدہ کو پاؤ۔ اے ایک
 حکایت لاتے ہیں کہ ایک آقا اور ایک غلام جارہے تھے غلام غازی تھا راستہ میں غار کا وقت لگا تو
 غلام بہارت لیکر غار کو چلا گیا اور وہاں بہت دیر ٹھکادی آٹانے کہا کہ ارے بھائی آتا کیون نہیں آئی
 کہا کہ آئے نہیں دیتے۔ آٹانے کہا کون نہیں آئے دیتے غلام بولا کہ جو آپ کو اندر نہیں آئے دیتے وہ مجھے
 باہر نہیں آئے دیتے۔ یعنی حق تعالیٰ کو مسجد کے دروازہ پر ہوا داند نہیں آ سکتے اسی طرح وہ بچے
 روکے ہوئے ہیں تو دیکھئے ایک ہی شے غار ہے ایک کو مسعد آسان اور دوسرے کو مسعد مشکل
 اندرین معنی گویم قصہ گوشش بکشا تا بری زان حصہ
 یعنی اس معنی میں میں ایک قصہ کہتا ہوں تو کان بول تاکہ اُس سے حصہ لجا سکے (اب قصہ سنئے)

شرح حبیبی

در زمانے بود امیرے از کرام بود سفر نام اور ایک غلام

میر شد محتاج گر مابه سحر
طاس و مندیل و گل از التون گیر
سنقر آمد طاس و مندیل نکو
مسجدی در ره بد و بانگ صلا
بود سنقر سخت مولع در نماز
تو بدین دکان زمانه صبر کن
رفت سنقر میر بهر دکان شست
میر از بهر دل آن زنده جاں
چون امام و قوم بیرون آمدند
سنقر آنجا ماند تا نزدیک داشت
گفت ای سنقر چرا نانی بیرون
صبر کن نک آدم اے روشنی
بهفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد
پاسخش این بود می نگذارم
گفت آخر مسجد اندر کس نماند
گفت آنکه بسته است از بیرون
آنکه نگذارد ترا کافی درون

بانگ زد سنقر بلا بر دار سر
تا بگر مابه رویم از ناگزیر
بر گرفت و رفت پا او دو بدو
آمد اندر گوش سنقر بر ملا
گفت ای میر من ای بنده نواز
تا گذارم فرض و خواهم لم یکن
منتظر از یاده پندار مست
کرد یک ساعت توقف بر دکان
از نماز و وردها فارغ شدند
میر سنقر از مانه چشم داشت
گفت می نگذارم ای ذوفنون
نیستم غافل که در گوش منی
تا که عاجز گشت از قیاس مرد
تا بیرون آیم هنوز ای محترم
کیست و امیدار د آنجا کت نشانند
بسته است او هم مرا از اندرون
می نه بگذار مرا کایم بیرون

آنکھ نگذار دگر بین سو پاہنی | اور بدیں سولست پائے این رہی

کسی زمانہ میں ایک شریف امیر تھے اور سنقر نام اُن کا ایک غلام تھا ایک روز صبح کیوقت اُن کو حمام کی ضرورت ہوئی تو اُنہوں نے آواز دی سنقر اُٹھو۔ اور کنیزک سے طشت اور تولیہ اور سرد پورے کی مٹی لو تاکہ حمام چلین سنقر آیا اور اُسے طشت اور تولیہ وغیرہ پالیا اور ساتھ بولیا۔ رستہ میں ایک مسجد پڑتی تھی اس میں سے نماز کی آواز آئی سنقر کو چونکہ نماز کا شوق تھا اسلئے اُسے امیر سے کہا کہ حضور ذرا اس دوکان پر تشریف فرما ہوں تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔ میں چھوٹی چھوٹی سورتیں لم کین وغیرہ پڑھوں گا۔ یہ کہکر سنقر روانہ ہو گیا۔ اور امیر دوکان پر اُسکے انتظار میں بادہ پندار میں مست بیٹھ گئے کیونکہ نماز میں تو کُسرِ شان تھی نماز کیلئے کیسے جاتے وہ امیر اس زندہ دل کی دلجوئی کیسے کچھ دیر تک دوکان پر بیٹھے رہے جبکہ امام اور مقتدی نماز اور درود وظائف فارغ ہو کر نکلے تو سنقر نہ نکلا وہ چاشت (اشراق) کا چاشت معدوم) تک وہیں رہا امیر نے ایک عرصہ تک تو انتظار کیا جب وہ نہ آیا تو آواز دی کہ اے سنقر تم آتے کیونہیں اُس نے جواب دیا کہ جناب مجھے آنے نہیں دیتا ذرا توقف فرمائے میں ابھی حاضر ہوا مجھے خود خیال ہے اور میں جناب کی طرف سے غافل نہیں ہوں۔ غرض یوں ہی سات مرتبہ اُسے آواز میں دین اور ساتوں مرتبہ وہی جواب ملا۔ اور اُسے صبر کیا۔ آخر وہ اُسکے غمزہ سے عاجز ہو گیا۔ کیونکہ اسکا جواب ہر مرتبہ یہی ہوتا تھا کہ حضور مجھے آنے نہیں دیتا۔ بالآخر اُسے مجبور ہو کر کہا کہ مسجد میں تو کوئی شخص بھی نہیں رہا پھر تجھے کون روک رہا ہے اور کس نے ٹھکارا کہا ہے اُسے جواب دیا کہ حضور جیسے جناب کو باہر روک رہا ہے اُسی نے مجھے اندر روک رکھا ہے اور جو اُپکوا اندر آئے ہیں دیتا وہی مجھے باہر نہیں آنے دیتا اور جو حضور کو اس طرف قدم نہیں بڑھانے دیتا وہی اس غلام کو اس طرف قدم نہیں بڑھانے دیتا یعنی وہ حق سبحانہ ہیں جو مقلب القلوب ہیں اور جو لوگوں کو مختلف خیالات میں مجبوس کرتے ہیں۔

شرح شبیری

حکایت ایک امیر کے غلام کی جو کہ نماز اور مناجات کا بہت شوق رکھتا تھا

در زمانے بود امیر و از کرام بود سنقر نام اور ایک غلام
یعنی ایک زمانہ میں ایک امیر کرام میں سے تھا اور اس کا سنقر نامی ایک غلام تھا۔
میرشد محتاج گر مابہ سحر بانگ زد سنقر بلایر داکسر
یعنی امیر کو صبح کی بوقت نہانے کی ضرورت ہوئی تو آواز دی کہ سنقر ہوشیار ہو جاؤ اور سر اٹھا
طاس و مندی لک گل از التون بگیر تا بگر مابہ رویم و ناگزیر
یعنی تشلہ اور رومال اور نمین لونڈی سے لے لے تاکہ ہم ضرورتاً گر مابہ کو جاوین
سنقر اٹھ طاس و مندی لک نکو بر گرفت و رفت با او دو بدو
یعنی سنقر نے اُسی وقت تشلہ اور عمدہ رومال لے لیا اور اُسکے ساتھ ساتھ چلا۔
مسجدے در رہ بد و بانگ صلا آمد اندر گوش سنقر بر ملا
یعنی ایک مسجد راہ میں تھی اور آواز اذان کی سنقر کے کان میں ظاہر طور پر آئی۔
بود سنقر سخت مولع در نماز گفت لے میر من ای بندہ نواز
یعنی سنقر نماز کا بہت حلیص تھا تو بولا کہ میرے امیر اور لے بندہ نواز۔
تو برین دکان ز ملنے صبر کن تا گذارم فرض و خراغم لم یکن
یعنی تم اس دوکان پر تھوڑی دیر نہیں دتا کہ میں فرض ادا کر لوں اور لم یکن پڑھ لوں لم یکن پڑھنے
سے یہ مراد ہے کہ نماز مختصر تھی لوں گا زیادہ طویل نہ دوں گا۔
رفت سنقر میر بر دکان نشست منتظر از بادہ پندار مست
یعنی سنقر تو چلا گیا اور امیر صاحب دوکان پر منتظر بیٹھ گئے اور غرور سے مست تھے
میر از بہر دل آن زندہ جان کہ و یک ساعت توقف بر دکان
یعنی امیر نے اُس زندہ جان کی خاطر ہے ایک گھڑی دوکان پر توقف کیا۔
چون امام و قوم بیرون آمدند از نماز و در د با فارغ شدند

یعنی جب امام وقوم سب باہر نکلے اور غار اہلداد سے فارغ ہو گئے۔
 سفر انجام دتا نزدیک چاشت میر سنقر بازمانے چشتداشت
 یعنی سنقر اس جگہ اشراق کے قریب تک رہا تو امیر نے سنقر کا کچھ دیر تو انتظار کیا
 گفت لے سنقر چرا نائی بروں گفت می نگذارم لے ذوقون
 یعنی اسنے کہا کہ لے سنقر تو باہر کیوں نہیں آتا تو وہ بولا کہ لے ذوقون مجھے چھوڑنا نہیں۔
 صبر کن تک آدم لے روشنی نیستم غافل کہ در گوش منی
 یعنی صبر کر مین ابھی آیلے (صاحب) روشنی میں غافل نہیں ہوں آپ میرے کان میں ہیں یعنی مجھے غور
 خیال ہے۔

ہفت نوبت صبر کرو و با لگ کرو تاکہ عاجز گشت از تیباشش ہو
 یعنی سات مرتبے آواز دی اور صبر کیا یہاں تک کہ اُسکے انتظار سے یہ مرد عاجز ہو گیا
 پاشش این بودی نگذارم تا بروں آیم ہنوز لے محترم
 یعنی اس کا جواب یہی تھا کہ مجھے چھوڑنا نہیں تاکہ میں باہر آؤں لے محترم۔

گفت آخر مسجد اندر کس ماند کیست و امیدار و آنجا کت نشاند
 یعنی اُنہوں نے کہا کہ آخر مسجد میں تو کوئی نہیں رہا کون اُس جگہ ہے جسے کہتے تھے ٹھالیا ہے
 گفت آنکہ بستم است از بروں بستہ است او ہم مرا از اندرون
 یعنی غلام نے کہا کہ جسے کہتے تھے باہر ماندہ رکھا ہے اُسی نے مجھے اندر سے ماندہ رکھا ہے۔

آنکہ نگذارو ترا کائی درون می نہ نگذارم را کایم بروں
 یعنی وہ ذات کہتے تھے جس چھوڑی کہ تو اعداؤں سے مجھے نہیں چھوڑی کہ میں باہر آؤں۔
 آنکہ نگذارو ذکر این سو با نبی او بدیں سو بست پائی این رہی

یعنی جو کہ نہیں چھوڑا تاکہ تم اُس طرف پاؤں رکھو اُسی نے اس غلام کے پاؤں اس طرف باغہ دوئے
 لاندہ ذات حق ہے تو دیکھو ایک ہی کام ایک کو مکمل دے کر دیکھو انسان آگے بولا نا اس کی
 مثال لانے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

خاکیان را بجز بگذار و درون
حیلہ و تدبیر اینجا باطل است
دست در تسلیم زن و اندر رضا
این کشایش نیست جز از کبریا
یابی آن بخت جوان از پیر خویش
بنده گشتی آنکہ آزادت کنند
بندگی کن بندگی کن بندگی
فانی حق شو کہ تا یا بی بخت
محو شو و اللہ اعلم بالیقین

ماہیاں را بجز بگذار و درون
اصل ماہی ز آب حیوان از گل است
قفل زفت است و کشایندہ خدا
ذره ذره گر شود مفتاح ہما
چون فراموش شود تدبیر خویش
چون فراموش خودی یادت کنند
گر تو خواہی حری و دل زندگی
از خودی بگذر کہ تا یا بی خدا
گر تر آبا بد وصال راستین

دیکھو سمندر ہے کہ مچھلیوں کو باہر نہیں آنے دیتا اور خاکین کو اندر نہیں آنے دیتا۔ وہ اسکی
یہ ہے کہ مچھلی کی اصل پانی ہے اور دیگر حیوانات کی مٹی۔ پس وہ اپنی جنس کو جاذب ہے اور غیر جنس
کو مانع۔ اور بقلے مغائرت کیسا تھ کوئی تدبیر ایسی نہیں جس سے سمندر میں رہنے کے قابل ہو سکے
پس تم بھی مناسب با حق سبحانہ پیدا کرو۔ اور مغائرت و خضادت کو دور کر دیا اسکی صورت یہ ہو
کہ ہمہ تن متقاضی سبحانہ اور راضی برضائے حق سبحانہ ہو جاؤ۔ تو گو قفل نہایت سخت ہے مگر
خدا اسکو کھول بھی سکتا ہے۔ قفل کھینچا دیکھا اور بدون حق سبحانہ کے کہولے ہوئے اگر ذرہ
کنجیاں ہو جاوے اور بگوشش اس کے کہولنے کی کرے تو ناممکن ہے کہ اسکو خدا ہی کہول سکتا ہو
بشرطیکہ تم خودی کو مٹا دو اور اپنی تدبیر کو بھول جاؤ۔ اور یہ بات کہ یہ کیونکر ہو اس کا طریقہ بھی ہم
بتاتے ہیں اور اس کا پتہ دیتے ہیں دیکھو یہ خوش نصیبی تمکو اپنے شیخ سے حاصل ہو گی اس کا نام سن
پکڑو۔ پس جب تمکو اپنی شیخ کی بدولت یہ دولت حاصل ہو جائیگی اور تم اپنے کو بھول جاؤ گے

اُس وقت یہ قفل ٹوٹ جاویگا۔ اور وہ بھی تنکو یاد کرینگے اور جبکہ تم بندگی اختیار کر لو گے اُس وقت تنکو قیدنا سوئی سے آزاد کر دین گے پس اگر تم قید نفس سے آزادی اور نجات دلی چاہتے ہو تو ضرور ضرور بندگی کرو۔ اور خودی کو چھوڑو تاکہ خدا کو پاؤ۔ اور فنا فی الحق ہو جاؤ تاکہ بقا بالحق حاصل ہو اور اگر تنکو حقیقی محبوب کا وصال مطلوب ہے تو اپنے کو مرنا دے واللہ اعلم۔

شرح شبیری

ماہیان را بحر نگذار در بدن خاکیان را بحر نگذار در بدن

یعنی مچھلیوں کو تو دریا باہر نہیں آنے دیتا اور خاکیان کو بحر ہی اندر نہیں آنے دیتا۔ یعنی مچھلیوں دریا ایک شے ہے مچھلیاں اُس سے نکلنے میں ہلاکت سمیٹتی ہیں اور مرغان خاکی اُسکے اندر جانے میں اپنی ہلاکت متصور کرتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ

اصل ماہی ز آب و حیوان از گل است حیلہ و تدبیر اینجا باطل است

یعنی مچھلی کی اصل تو پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے تو حیلہ و تدبیر اس جگہ باطل ہے مطلب یہ کہ چونکہ اصل فطرت سے اختلاف ہے لہذا نہ وہ دریا میں جاسکے اور نہ وہ دریا سے نکل سکے اور چونکہ اصل فطرت اس طرح ہے لہذا اس میں حیلہ و تدبیر بھی نہیں چلتی کہ حیلہ کر کے فطرت کو بدل کر خاکی دریا میں چلے جا دیں یا مچھلیاں اُس سے باہر نکل آ دیں تو اسی طرح جو کہ فناء فی اللہ ہو چکے ہیں وہ تو احکام حق میں خوش ہیں انکو تو وہاں سے نکلنا موت ہے اور جالگ ہیں انکو انکی بجائے اور موت ہے نہ وہ ادھر آسکتے ہیں اور نہ وہ ادھر جاسکتے ہیں۔ اب یہاں سننے والے کو یا اس ہو سکتی تھی کہ بس پھر تو کوئی اُمید ہی نہیں رہی جیسی اصل ہوگی اُسکے مطابق رہیں گے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی لہذا آگے فرماتے ہیں کہ

قفل زلفت است کشایندہ خدا درت در تسلیم زن و اندر رضا

یعنی قفل تو عظیم ہے اور کھولنے والا خدا ہے تو تم ہاتھ تسلیم درضامین مارو مطلب یہ کہ اگر چہ قفل تو عظیم ہے مگر اُسکو کھولنے والے حق تعالیٰ ہیں تم تسلیم درضا حاصل کر لو اور رضی برضا ہو انشاء اللہ قفل عظیم حق تعالیٰ کھول دینگے۔

ذرہ ذرہ کر شود مفتاح ہما این کشایش نیست جز از کیریا
 یعنی ذرہ ذرہ اگر کنجیان ہو جا دین تو یہ کہلنا سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے نہیں ہے یعنی اگر تمام
 ذرات عالم کنجیان بن جا دین تب بھی اس قفل کو سوائے خدا کے کوئی نہیں کھول سکتا۔
 چون فراموش شود تدبیر خویش سخت یابی لے جوان از پیر خویش
 یعنی جبکہ تجھے اپنی تدبیر فراموش ہو جا دین گی تو لے جوان اپنے شیخ سے بہت پاد و لگا مطلب کہ
 جب تم تدبیر کو فنا کر دو گے تو ٹکڑوں کوئی رہبر مل جا دیگا اور وہ حق تعالیٰ تک پھونچا دیگا۔
 چون فراموش خودی یادت کنند بندہ گشتی و آنکہ آزادت کنند
 یعنی جب تو اپنے کو فراموش کرے تو وہ تجھے یاد کرین تو غلام ہو جا دے اس وقت تجھے آزاد کرین
 (اس لئے کہ ارشاد ہے فاذا كودتى اذ كركم یعنی مجھے یاد کرو میں ٹکڑیاں کروں گا۔ اور یاد کامل
 وہ ہے کہ اُس میں اپنی بھی خبر نہ رہے تو بس جب اپنے کو پہلا دیا تو اُس طرف سے اذ کر حکم
 صادق آگیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ
 ۱۔ گر تو خواہی حری و دل زندگی بندگی کن بندگی کن بندگی
 یعنی اگر تم آزادی اور دل زندگی کے طالب ہو تو بندگی کرو بندگی کرو بندگی (کہ اسی سے دل
 زندگی حاصل ہوگی)
 از خودی بگذر کہ تیا یابی خدا فانی حق شو کہ تیا یابی بقا
 یعنی خودی سے گزر جا تاکہ تو خدا کو پالے اور فانی حق ہو جا تاکہ تو بقا کو پالے۔
 گر تر یا بید وصال راستین محو شو واللہ اعلم بالیقین
 یعنی اگر تجھے وصال صدیق کی ضرورت ہے تو تو محو ہو جا۔ واللہ اعلم بالیقین۔ تو بس فانی الحق ہو کر بقا
 حاصل ہوتی ہے اور اپنے کو مٹا کر خدا ملتا ہے خوب سمجھ لو آگے پھر ان انبیاء علیہم السلام کا قصہ
 بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

انبیاء گفتند با خاطر کہ چند میدہیم این را دان را و عطا ویند

چند کو بهیم آهن سردی نغ
 جنبش خلق از قضا و وعده است
 عقل اول را ند بر عقل دوم
 لیک هم میدان و خرمیران چو تیر
 تو نمیدانی که آخر کیستی
 چون نبی پرشت کشتی بار را
 تو نمیدانی که از هر دو کئی
 اگر بگویی تا ندانم من کیم
 من دین ره ناجیم یا غرقه ام
 من نخواهم رفت این ره بالکان
 هیچ بازگائنه ناید ز تو
 تا جبر تر سنده طبع شیشه جان
 بل زبان دارد که محروم ست و خوار
 چونکه بر لبک ست جمله کارها
 نیست دستورے درین جاذع باب
 داعی هر پیشه امید است و لبوک
 باندوان چون سودکان رود

درو میدان در قفس پرتاب
 تیزی دندان ز سوز معده است
 ماهی از سرگنده گرد و نه ز دم
 چونکه بیخ گفت حق شد ناگزیر
 چند کن چندانکه دانی جیستی
 بر تو کل میسکنی آن کار را
 غرقه اندر سفر یا ناجی
 در نخواهم تاخت بر کشتی ویم
 کشف گردان کز کد این فرقام
 بر امید خشک همچو دل دیگران
 زانکه در غیب ست ستر این دور
 در طلب نے سود دارد نه زبان
 نور او یا بد که باشد شعله خوار
 کار دین اوے کنان یابی رها
 جز امید الله اعلم بالصواب
 گرچه گردن شان ز کوشش شد چو دود
 بر امید و لبوک روزی می دود

بلوک روزی نبودت چنان میروی
 خوف حرام ازل در کسب و ت
 گوئی از چه خوف حرام است پیش
 هست در کوشش امیدم بیشتر
 پس چرا در کار دین ای بدگما
 یا ندیدی کابل این بازار با
 زین دکان رفتن چه کان شان نمون
 آتش آن را رام چون خلخال شد
 از دم آن مرده زنده شده
 آهن آنرا رام همچون موم شد
 شده را در دفع و شمن چوب مار
 قوم دیگر سخت پنهان می روند
 اینهمه دارند و چشم هیچ کس
 هم که امت شان هم ایشان درم
 یا نمیدانند که هر هائے خدا
 شش جهت عالم همه اکرام است
 اگر کیسے گویدت آتش در

خوف حرام هست چونی قوی
 چون نکر دان سست اندر سخت
 هست اندر کابلی این خوف پیش
 دارم اندر کابلی افزون خطر
 دامنت میگرد این خوف زیان
 در چه سود ندا نبیا و اولیا
 اندر این بازار چه بستند سود
 بحر این را رام چون حمل شد
 ابر آنرا سایه بانے آمده
 باد آنرا بنده و محکوم شد
 غنکبوتے شد مرا آنرا پرده دار
 شهرة خلقان ظاهری شوند
 بر نیفتد بر کیان شان یک نفس
 نام شان را نشنوند ابدال هم
 کوثر امی خواند این سو که بی
 هر طرف که بنگری اعلام اوست
 اندر آزد و دو مگو سوزد مرا

| | |
|-----------------------------|---------------------------|
| گورائش نرگس و نسیر کن۔ | وز میانش غنچا سر برزند |
| در حقیقت آتش از ہیبت چو است | گا در دستار خوان نبیا است |

انبیاء علیہم السلام نے جب ان لوگوں کو بہت نصیحت کی اور انہیں کہہ کر انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم نے ہر ایک کو بہت کچھ نصیحت مگر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ یہ لوگ جو اپنی نگرانی سے ہنڈا ہوا بنے ہوئے ہیں آخر انہیں ہم تک کو بین اور سوراخ دار بنجے سے من کب تک چوٹ پہرنے کی کوشش کریں۔ یہ ایک دوسرے کو جھکوا انہوں نے یوں دفع کر دیا کہ ہر چیز کے مخلوق کی حرکات بلکہ قضا و قدر میں اور جب اوپر ہی سے ملے ہو اور ان کے اندر طلب پیدا ہو تب ہی کچھ ہو سکتا ہے کیونکہ بدون طلب کچھ نہیں ہو سکتا۔ دانت اسی وقت چلتے ہیں جب پیٹ میں بھوک کی آگ لگی ہوئی ہو۔ اور چونکہ جس بھجانے ان کی عقل پر حاکم اور مقصود ہیں اور ان کو منظور نہیں اسلئے کچھ نہیں ہوتا اور یہ فساد جو ان میں پیدا ہوا ہے اوپر ہی سے ہے جس میں کوئی حکمت مضرب کیونکہ چھٹی سر ہی کی جانب سے سسڑتی ہے دم سے نہیں سسڑتی۔ سب کچھ ہے لیکن ہکوا اسکو فقط علم ہی تک محدود رکھنا چاہئے اس کا اثر عل پر نہ ہونا چاہئے اور کام پر راہ کرتے رہنا چاہئے کیونکہ جب حق سبحانہ نے یہ حکم تبلیغ فرمایا ہے تو اسکی اطاعت فروری ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ جسطرح انبیاء نے قدر کا راز سمجھ کر نصیحت کی نہیں چھوڑا اسی طرح تم بھی نہ چھوڑو یہ ماننا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارا کیا خسر ہو گا لیکن تم کو اسی وقت تک کوشش کرتے رہنا چاہئے جب تک کہ تمکو نتیجہ معلوم ہو جاوے اور تم جان جاؤ کہ مقبول ہو یا مردود نیک ہو یا بد اور یہ مرنے کے بعد ہو گا۔ تو مرنے وقت تک کوشش سے دست بردار نہ ہونا چاہئے۔ دیکھو کہ جتنی پر توجہ لادتے ہو تو یہ کام تمہارا محض توکل ہی پر ہوتا ہے تمکو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم دو فریق میں شے کس فریق میں ہو آیا ذوق جانو گے یا نہ جانو گے۔ اب اگر تم یہ کہو کہ صاحب جب تک میں نہ جان لوں گا کہ میں دوسرے والا ہوں یا نہ ہوں والا اسوقت تک نہ کشتی پر سوار ہوں گا نہ دریا میں چلوں گا۔ پس پہلے تم مجھے بتاؤ کہ میں کس فریق میں ہوں آیا ذوق جانو گا یا نہ جانو گا یا نہ جانو گا تب چلوں گا۔ ورنہ میں اوروں کی طرح خالی امید اور محض گمان پر نہ جانوں گا تو اس صورت میں تم سے ہرگز سوداگری نہیں ہو سکتی کیونکہ ان دونوں میں ہلکوں کی حقیقت پر وہ غیب میں مستور ہے۔ دیکھو جو تاجر ڈرپک اور نازک مزاج ہوتا ہے بلاتجارت کے

بارہ میں نہ اسکو فائدہ ہوگا نہ نقصان کیونکہ یہ دونوں باتیں تجارت کرنے کے بعد ہوتی ہیں اور وہ
 در کے مارے تجارت ہی نہیں کرتا۔ پس اسے نفع یا نقصان کیونکہ ہو بلکہ اگر نظر کو غائر کیا جاوے
 تو اس حالت میں اسکو نقصان ہی ہوگا کیونکہ محروم اور ذلیل ہوگا فوراً اسکو ملتا ہے جو آگ بکھاؤ
 یعنی راحت بفاکش ہی اٹھاتا ہے۔ پس چونکہ ہر کام کا مدار توقع اور اُمید پر ہے لہذا دین کا
 کام اس کا زیادہ مستحق ہے کہ احتمالات کی بناء پر اسکو نہ چھوڑا جاوے اور یہی صورت رہائی کی ہو
 دین کے معاملہ میں بجز اُمید کے اور کسی طرح دروازہ ہمت کھٹکانے کی اجازت ہی نہیں صرف یہ
 اجازت ہے کہ اُمید رکھو اور کام کرو۔ نہ اسکی اجازت ہے کہ کام چھوڑ دو اور نہ اسکی کہ تم نتیجہ کے
 پیچھے پڑو۔ دیکھو اُمید یہی وہ ہے جو آدمی کو ہر کام پر آمادہ کرتی ہے خواہ اُس میں اسکو کتنی ہی
 مشقت برداشت کرنی پڑے اور خواہ اُن کی گردن سو لکھ کا نٹا ہو جاوے۔ مثلاً تاجر جب صبح
 کو دوکان پر جاتا ہے تو رزق کی ضرور اُمید ہوتی ہے کیونکہ اگر اُمید نہیں ہوتی تو پھر کیوں جاتا
 ہو اور اگر محرومی کا خوف ہے تو تم کیسے اس کام پر مضبوط ہو۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ روٹی کمانے
 کے بارہ میں حرام ازلی کا خوف نکو جستجو میں کیوں کمزور نہیں کرتا وہاں تو تم کہتے ہو کہ گورمان کا خوف
 بھی سامنے ہے مگر کالی میں یہ خوف اور بھی زیادہ ہے وہاں اگر احتمال تھا تو یہاں یقین ہے اور
 کوشش بھی میں کامیابی کی اُمید زیادہ ہے اور ترک سعی میں تو غلبہ حرام ہی کو ہے پس دین کے
 کام میں خوف نقصان ہمارا دامنیہ کیوں ہوتا ہے اسکی دو وجہیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ کہ تم نہیں دیکھتے
 کہ اس بازار کے تاجر انبیاء اور اولیاء سعی کی بدولت کیسے کیسے نفع اٹھا رہے ہیں اور دوکان پر
 جانے سے انکو کس قدر دولتیں مل رہی ہیں اور بازار میں انکو کس قدر نفع ہوا ہے کہ بعض کیلئے آگ
 خلیاں کی طرح ملے ہو گئی۔ بعض کا سمندر بار بار دار ہوا ہے۔ اور بعض کے ہاتھوں مردے زندہ
 ہوئے ہیں اور بعض پر ایسا کہ تاقھا۔ اور بعض کے ہاتھ میں لوہا موم ہو گیا۔ اور بعض کی ہوا
 محکوم تھی۔ بعض کیلئے دفع دشمن کیواسطے لکڑی سانپ بن گئی۔ اور بعض کی حفاظت کیلئے لکڑی
 جالا بنا دیا۔ اور کچھ ایسے ہیں جو مخفی ہیں اور مخلوق میں مشہور نہیں۔ وہ دولت ہر قسم کی کہتے ہیں
 لیکن ان کے کمال پر کسی کی نظر نہیں پڑتی۔ انکو شرف بھی حاصل ہے اور قرب بھی مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے
 تک یہاں کا نام نہیں سنتے یا یہ کہ ہمیں حق سبحانہ کی عنایتیں معلوم نہیں کہ وہ خود ہمیں بھاری عطا

کہ ارے ادھر آ تمام عالم اُسکے انعام سے پُر ہے اور ہر طرف اُسکے وجود اُسکی وحدانیت اُسکی عظمت و جلال اُسکے لطف و کرم کی شہادتیں موجود ہیں پس تمکو اُن باتوں پر غور کرنا چاہئے اور اطاعت پر کمر بستہ ہونا چاہئے اور اگر کوئی بھی کرم تمسے یہ بھی کہے کہ تم آگ میں کود پڑو تب بھی اندریشہ ضرر کو پیش نظر نہ رکھنا چاہئے بلکہ اُس میں فوراً کود پڑنا چاہئے کیونکہ وہ آگ ہی سے نرگس و شہرین منافع دنیویہ و اخرویہ پیدا کر دے گا۔ اور اسی میں انواع و اقسام کے پھول کھلیں گے۔ آگ تمہارے نزدیک آگ ہے اُسکے سامنے تو مارے ڈر کے پانی ہے اور ممکن نہیں کہ خلاف منشا کوئی نصرت کر سکے وہ تو انبیاء کے دستِ رفیع کا دھوبی ہے پس اُن کے حکم کے ہوتے ہوئے کیسے ضرر پہنچا سکتی ہے اب وہ قصہ سنو جس سے معلوم ہو کہ آگ انبیاء کے دستِ رفیع کا دھوبی ہے

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام ہنکرون کے حق کو قبول کرنے سے مایوس ہو جانا قولہ تعالیٰ حتی اذا استبیاں لرسولہ

انبیاء گفتند در خاطر کہ چند می دہیم این را و انرا د عطا و پند
یعنی انبیاء علیہم السلام نے دل میں کہا کہ ہم کب تک اسکو اور اُسکو د عطا و نصیحت کریں۔
چند کو ہم آج بن سر دوزخے در د میدان در قفس بن تابکے
یعنی ایک آج بن سر کو ہم غلطی سے کب تک کوٹیں اور قفس میں پھونکنا کب تک مطلب کہ
اگر کوئی قفس میں پھونکے تو ہجر اسکے کہ ساری پھونک بیکار جاوے اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے
ہاں اگر مشک وغیرہ میں پھونکیں تو ہوا کے اسی طرح ان لوگوں کے سمجھانے سے کوئی فائدہ نہیں
ہے جبکہ یہ مانتے ہی نہیں اور اس کا اثر یہ نہیں ہوا کہ وہ تبلیغ ترک کر دیتے نہیں بلکہ مرت اُنکو اُنکے
راہ پر آئیے یا اسی جگہ کی کہ اب یہ ہدایت نہ پاویں گے۔

دُم خریچو دن آخر تا چند چون میرا دید جوئے جزو رشتہ خند
یعنی کہ ہے کی دُم کو آخر تا پنا کب تک جبکہ وہ ایک جو بھی ہجر مسخرہ بین کے نہیں بڑھتے مطلب یہ کہ

گدھے کی دم کو اگر ناپو تو وہ بڑھے گی تھوڑا جتنی تھی اسی قدر ہے گی۔ ہاں ایک مسخرہ بین زیادہ ہوتا ہے
اسی طرح انکو سمجھنا نافضل ہے اور فرماتے ہیں کہ

جنبش خلق از قضا و وعدہ است تیزی دندان ز سوز مہ است

یعنی خلوق کی جنبش قضا و قدر کی وجہ سے ہے اور دانتوں کی تیزی مسدہ کی ملین سے ہوتی ہے
یعنی جب خوب بھوک لگی ہو اسوقت دانت خوب تیز چلتے ہیں تو اسی طرح جب قضا و قدر سے
توفیق ہوتی ہے اسوقت انسان کام کر سکتا ہے ورنہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

نفس اول را ند بر نفس دوم ماسی از سر گند یا شدن ز دم

یعنی نفس اول نے نفس دوم پر حکمرانی کی اور پہلی سر کی طرف سے سڑتی ہے نہ کہ دم کی طرف
سے۔ نفس اول سے مراد متصرف اول یعنی روح اور نفس دوم سے مراد انسان۔ مطلب یہ کہ اول
روح ہی خراب ہے تو اسے جب انسان پر حکمرانی کی تو وہ بھی ویسی ہی ہوگی اور جبکی اصل فطرت اچھی
ہوتی ہے اسکے سب کام اچھے ہوتے ہیں دوسرے مصرعہ میں مثال دیتے ہیں کہ پہلی سر کی طرف سے
اول سڑتی ہے اسی طرح انسان ابتدا فطرت ہی سے خراب ہوتا ہے اور قضا و قدر نے جن طرح
اصل میں بنادیا ویسا ہی رہتا ہے تو چونکہ کفار اصل فطرت سے منکرت ہیں لہذا اب بھی وہی حالت ہے
لیک ہم میدان و خمیران چو تیر چو نکہ بلخ گفت حق شنید ناگزیر

یعنی لیکن جانتے بھی بد ہو اور گدھے کو تیر کی طرح چلاتے بھی رہو جبکہ حق نے بلخ فرمادیا ہے تو اب لچاری
ہے مطلب یہ کہ یہ بھی سمجھتے رہو کہ یہ مانتیں گے نہیں ان کی اصل فطرت ہی خراب ہے مگر تبلیغ بھی کرتے
رہو اسلئے کہ حق تعالیٰ نے بلخ کا حکم کر دیا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تو نمیدانی کردین دو کیستی جہد کن چند انکہ بینی چستی

یعنی تو نہیں جانتا کہ تین دو کیستی ہے تو کون ہے تو کوشش کر اتنی کہ تو دیکھ لے کہ تو کون ہے
مطلب یہ کہ ابھی تجھے خبر نہیں ہے کہ آیا تو سعید ہے یا شقی ہے لہذا اتنی کوشش کر کہ تجھے یقین معلوم
ہو جاوے کہ تو کون ہے اور علم یقینی موت کے بعد ہو گا لہذا امر نیکی وقت تک کوشش میں لگے رہو مگر
ہے کہ سعید ہی ہو ابھی سے شقی ہو نیکیا فیصلہ کس طرح کرتے ہو آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون نبی بر پشت کشتی بار را بر توکل میکنی آن کار را

یعنی جب تم کشتی پر سباب رکھتے ہو تو اُس کام کو توکل پر کرتے ہو (اسلئے کہ)
 تو نیدانی گزین ہر دو کئے غرقہ اندر سقر یا ناجیے
 یعنی تو نہیں جانتا کہ تو ان دونوں میں سے کون ہے سقر میں غرق ہونی والا ہے یا ناجی ہے یعنی دونوں
 احتمال ہیں کہ ممکن ہے کہ کشتی ڈوب جاوے اور ممکن ہے کہ کنارہ لگے اور مال فروخت کر کے نفع ہو
 گرہگوئی تاندانم من کیم درنخواہم تاخت برکشتی دیم
 یعنی اگر تو کہنے لگے کہ میں جب تک کہ معلوم نہ کروں کہ میں کون ہوں (اُسوقت تک) میں کشتی یا دریا میں
 سوار نہ ہوں گا یعنی اگر تم کہو کہ جب تک مجھے خبر نہ ہو جاوے کہ آیا میں ڈوبوں گا یا بچوں گا اُسوقت تک
 میں تو کشتی میں سوار ہوتا نہیں اور کہو کہ۔

من درین رہ نا جیم یا غرقہ ام کشف گردان کز کدا بن فرقام
 یعنی میں اس راہ میں ناجی ہوں یا غرق ہونی والا ہوں مجھے بتا دو کہ میں کس فرقہ سے ہوں یعنی یا تو بچو
 بتا دو کہ میں ڈوبوں گا یا بچوں گا اور اگر نہیں بتاتے تو سن کر کہو کہ۔

من نخواہم رفت این رہ با گمان بر امید خشک ہچون دیگران
 یعنی میں تو اس راہ میں (صرف) شبہ پر اور امید خشک پر دوسروں کی طرح نہ چلوں گا۔
 یعنی اگر تم کہو کہ جس طرح کہ امداد صرف احتمال نجات پر چل کرے ہوتے ہیں ایسے احتمالات پر
 نہ چلوں گا بلکہ مجھے بتا دو یقیناً کہ میں بچوں گا یا نہ بچوں گا۔ تو اگر تم اس طرح کہنے لگو یہ ہو گا کہ
 هیچ باز رگا نئے ناید نہ تو زانکہ در غیب ست سیران دورو
 یعنی تجھے کوئی تجارت نہ ہوگی اسلئے کہ ان دونوں پہلوؤں کا راز تو غیب میں ہے یعنی کسی کو یقینی طور
 پر معلوم تو ہے نہیں اور بے یقین کے آپس فر نہیں کرتے تو بس تجارت ہو چکی۔

تاجر تر سندہ طبع شیشہ جان در طلب نے سود دار دے زیان
 یعنی تاجر ڈرنیوالا نازک جان طلب میں نہ نفع رکھیکانہ نقصان یعنی اسکو نہ نفع ہو گا نہ نقصان آگے
 ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

بل زیان دارد کہ محروم است خوار نور او یا بد کہ باشد شعلہ خوار
 یعنی بلکہ نقصان ہی رکھے گا۔ کیونکہ محروم و خوار ہے نور تو وہ رکھے جو شعلہ خوار ہو یعنی جھاکش ہو

اسکو نفع ہوتا ہے ورنہ ایسے نازک مزاجوں سے کیا ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ
چونکہ ہر لوگ است جملہ کارہا کار دین اوئے گزین یا بی رہا
یعنی جبکہ تمام کام احتمال پر ہیں تو دین کے کام اولیٰ ہیں کہ اُن سے رہائی پائے۔ مطلب یہ کہ
جب معلوم ہو گیا کہ صرف احتمال نفع پر ہی کوشش کرتے ہیں تو تھو بھی توسعید ہو نیکا
احتمال تو ہے اسی احتمال پر دین کے کام کرو یہ کیا ضرور ہے کہ جب تم توسعید ہو نیکا یقین ہو جاؤ
جب ہی کام کرو اس احتمال پر کہ خدا کے یہاں تم شاید سعید ہو کیونکہ کام نہیں کرتے جیسا کہ
وہ سوداگر صرف احتمال نفع پر تجارت کرتا ہے بلکہ اُسکو تو اُسمین احتمال ضرر بھی ہے اور کار دین
مین تو احتمال ضرر ہے ہی نہیں تو افسوس ہے کہ یہاں تو یقین کے جو یا ہو اور وہاں احتمال پر
بھی کام شروع کر دو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

نیست دستورے دین با قرع باب جز امید اللہ اعلم بالصواب
یعنی اس جگہ سوائے امید کے قرع باب کی اجازت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ
باب حق کو کہنٹھانے میں سوائے امید کے یقین وغیرہ کی اجازت نہیں ہے کہ جب یقین ہو
اُسوقت تو کام کرو ورنہ نہیں بس یہاں تو کام امید کا ہے امید پر سب کام کرو۔

بیان اس کا کہ ایمان مقلد کا خوف ورجا میں ہے

داعی ہر پیشہ امید است و بلوک گرچہ گردن شان ز کوشش شد چو دو
یعنی ہر پیشہ کیلئے محرک امید و احتمال ہی ہے اگرچہ اُن کی گردن کوشش سے مثل تھکے کے ہو جاؤ
یعنی اگرچہ کوشش کے مارے گردن تھکے کی طرح ہو جاوے مگر وہ ساری کوشش صرف ایک
احتمال پر ہوتی ہے کہ شاید نفع ہو جاوے۔

یامدادان چون سوئے دکان رود بر امید و بلوک روزی می دود
یعنی (تاجر) صبح کو جب دکان کی طرف جاتا ہے تو امید اور احتمال روزی پر دوڑتا ہے
بلوک روزی نبوت چون می روی خوف حرمان است تو چوئے قوی
یعنی شاید کہ تیرے لئے روزی نہ ہو تو کیونکہ جارہا ہے اور تجھے خوف حرمان ہے تو تو کس

طرح قوی ہے۔

خوف حرمان ازل در کسب لوت چون نکر دست اندر جستجو
یعنی کسب لذی میں خوف حرمان ازل نے تیجے جستجو میں سست کیوں نہ کر دیا۔ مطلب یہ کہ احتمال
تو نقصان کا بھی ہے۔ پھر کس طرح قوی ہو کر کوشش کر رہے ہو اس میں اس احتمال پر چہرہ نہیں
بیٹھے بلکہ

گوئی کہ سے خوف حرمان بہت پیش بہت اندر کا ہلی این خوف پیش
یعنی کہتے ہو کہ ہاں خوف حرمان تو سامنے ہے (مگر) کا ہلی میں یہ خوف اور زیادہ ہے (اور کہتا ہے کہ)
بہت در کوشش امیدم بیشتر دارم اندر کا ہلی افزون خطر
یعنی کوشش میں تو مجھے اُمید زیادہ ہے اور کا ہلی میں خطرہ زیادہ رکھتا ہوں یعنی کہتے ہو کہ کوشش
کرنا رہوں گا تو غالباً امید نفع کی ہے اور اگر کوشش چھوڑ دوں گا تو پھر تو خطرہ زیادہ ہو جاوے گا۔ اور
اُمید نفع مطلوب ہو جاوے گی مولانا اس پر تفریح فرماتے ہیں کہ

پس چرا کار دین ای بدگمان دامن می گیرد این خوف زمان
یعنی پہلے بدگمان کار دین میں یہ نقصان کا خوف تیرا دامن کیوں پکڑتا ہے مطلب یہ کہ جب کار
دنیا میں خوف نقصان مانع کوشش نہیں ہوتا تو کار دین میں خوف نقصان مانع کیوں ہے
دوسری شق پر کیوں نظر نہیں کرتے۔ نفع کا بھی تو احتمال ہے اُس احتمال کی بنا پر کام میں لگو کر نفع ہو
یا نہ دیکھی کا بل این بازار با درجہ سود نذر انبیاء و اولیاء

یعنی ما تو نے دیکھا نہیں کہ اس بازار والے کیسے نفع میں ہیں انبیاء اور اولیاء یعنی آیا تیجے خوف
نقصان مانع ہے یا کہ تیجے اُس کے اندر نفع ہی دکھائی نہیں دیتا۔ اور جو اس بازار کے سوداگر
ہیں یعنی انبیاء اور اولیاء کیا تو نے اُن کو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کیسے نفع میں ہیں اور کیا انکو اس کی خبر
نہیں ہے کہ۔

زین دکان رفتن چه کاران رونو اندین بازار چون بستند سود
یعنی اس دکان سے جانے سے اُنکو کسی سود نے منہ دکھایا۔ اور اس باتار میں اُنہوں نے
کس طرح نفع باندا یعنی کیا تھے اُن کے نفوی کو کبھی دیکھا نہیں ہے آگے حضرات انبیاء علیہم السلام

کے کہیں معجزات، بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو ان حضرات کو یہ نفع ہوئے اور وہ ایسے ہو گئے۔
آتش آذر ارام چون خلتل شد بحرین رار ارام چون حمل شد
یعنی آگ اُنکے لئے خفتل کی طرح مطیع ہو گئی اور اُنکے لئے دریا حمل کی طرح مطیع ہو گیا۔ مطلب یہ کہ
جس طرح کہ خفتل پاؤں میں پڑا رہتا ہے اور حمل صاحب مال کا مطیع ہوتا ہے اسی طرح آگ اور دریا
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مطیع ہو گئے۔ یہ کیا تھا یہ اُسی بازار جب
حق کا سودا اور نفع تھا۔

از دم آن مردہ زندہ شدہ ابراہیم راسیہ بانے آمدہ
یعنی اُن کی چھونک سے مُردہ زندہ ہوتا تھا اور ابراہیم کیلئے سائبان آیا۔ یعنی علیہ السلام کے
دم سے مُردہ زندہ ہوتا تھا اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض مرتبہ ابراہیم کر کے چلا ہے۔
آہن آذر ارام ہچون موم شد باد آذر اسندہ و محکوم شد
یعنی لوہا اُن کیلئے مثل موم کے ہو گیا۔ اور لوہا اُن کیلئے غلام اور محکوم ہوئی یعنی داؤد علیہ السلام کے
لئے لوہا موم نرم ہوتا تھا اور سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا مسخر تھی۔

شہر دار دفع دشمن چوب مار عنکبوتے شہر آذر ابراہیم دار
یعنی دفع دشمن ہیں اُن کیلئے لکڑی سانپ بن گئی اور ایک مکڑی اُن کیلئے پردہ دار ہوئی۔ یعنی پستی
کیلئے دفع دشمن ہیں عصا و آذر ہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکڑی سے حفاظت ہوئی کہ غارت
میں جب آپ پوشیدہ ہوئے تو مکڑی نے جالاتن دیا تھا تو یہ سب اُسی یا حق کا نفع اور اُسی کا
سود تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ تو انبیاء ہیں کہ جبکہ معجزے ظاہر و باہر ہیں حق تعالیٰ کے بہت سے
اولیاء پوشیدہ ہیں کہ نہ کسی کو اُن کی کرامات کی خبر اور نہ اُنکی بزرگی کی اطلاع مگر ہیں سبقتان حق

معنی اُس حدیث کے کہ ان اللہ اولیاء و اخفیاء

(حق تعالیٰ کے بہت سے اولیاء پوشیدہ ہیں)

قوم دیگر سخت پہناں آمدند شہرہٴ خلقان ظاہر کے شوند

یعنی قوم دوسری سخت پوشیدہ آتی ہیں اور مخلوق ظاہری میں کب شہرہ ہوئی ہیں۔

ایہمہ دارند و چشم بچکس بر نیفتد بر کیا شان یک نفس

یعنی یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ اُن کی بزرگی پر ایک ہلڑی کو نہیں پڑتی۔

ہم کرامت شان ہم ایشان در جرم نام شان را نشود ابدال ہم
یعنی اُن کی کرامت بھی ہیں اور وہ حرم (حق) میں بھی ہیں (مگر) نام اُن کا ابدال بھی نہیں سنتے (تو)
دیکھیے حق تعالیٰ کے اولیا ظاہر بھی ہیں اور خفی بھی ہیں اور یہ سب برکات و فیوض اُسی فیض حق کے
ہیں) آگے رجوع ہے ماقبل کی طرف اور کہا تھا۔ یا ندیری کاہل این بازار ہا الہم کہ کیا تو نے
اس بازار والوں کو نہیں دیکھا ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ،

یا نمدانی کہ ہمائے خدا کو ترا میخواند این سو کہ بسیا
یعنی یا کہ تو حق تعالیٰ کے انعامات کو نہیں جانتا کہ وہ تجھے بلا ہے ہیں کہ اس طرف آ مطلب
یہ کہ حق تعالیٰ تجھے اپنے انعامات کی طرف بلا ہے ہیں۔

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست
یعنی شش جہت عالم تمام اُسی کا اکرام ہے اور جس طرف تو دیکھے اُسی کی نشانیان ہیں
چون کرے گویدت آتش درا اندر آرزو دو ملو سوزد مرا
یعنی جیسا کوئی تم سے کہے کہ آگ میں چلے آؤ تو اُسکے اندر آ جاؤ اور یہ مت کہو کہ مجھے جلاد گی۔ کرم
سے مراد وہ ہے جسکو کہ وحی آتی ہو سو اگر ایسا شخص یہ بھی کہے کہ آگ میں گر پڑو تو وہ چو نکہ من اللہ
ہو گا اُس کا کہاں لینا جائز ہے نہ کسی دوسرے کہنے سے اپنے کو ہلاک کرنا حرام ہو خوب
یاد رکھو تو جب انبیاء علیہم السلام کے کہنے سے اپنے کو ہلاک کر سکتے ہو تو حق تعالیٰ اگر احکام شافقہ
کا حکم فرمادین جس میں کہ بظاہر نقب بھی ہو تو کیا حرج ہے اس لئے کہ اگر اُن کے احکام کو بجالاؤ گے تو
یہ ہو گا کہ۔

کو ز آتش نرگس دل سرین کند و زمیانش غنچہا سر بر زند
یعنی کیونکہ وہ آگ میں نرگس دل سرین کر دیں گے اور اُسکے درمیان سے غنچہ بر نکالیں گے
یعنی وہ اگر احکام مشاققہ کا بظاہر حکم بھی کریں تو وہ اُسکو آسان فرمادیں گے۔

و حقیقت آتش از ہیبت چو ماست گا در دستار خوان انبیاء است
یعنی حقیقت میں آگ (اُن کریموں کی ہیبت کی وجہ سے) مثل پانی کے ہے اور حضرات انبیاء

علیہم السلام کے دسترخوان کی دہوئی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ کریم آگ میں گرنے کو کہیں تو گر جاؤں گا۔
 کہ اُن کی ہیبت سے آگ مضر نہیں رہی ہے اور غیر مضر ہونے میں پانی کی طرح ہو گئی ہے اور انبیاء و
 اہل بیت کی تو دہوئی ہے آگے حضرت انس بن مالکؓ کی حکایت لاتے ہیں کہ اُن کا دسترخوان میلا تھا
 اُہوں نے آگ میں ڈال دیا تو جلا نہیں بلکہ صاف ہو گیا تو دیکھو لو آگ غیر مضر اور گندہ ہو گئی اب
 حکایت نہ

شرح حبیبی

| | |
|---|--|
| <p>از انس فرزند مالک آگ مدہ است او حکایت کرد کہ بعد طعام چرکن و آلودہ گفت ای خادمہ در تنور پرز آتش در فگند جملہ مہمانان در آن حیران شدند بعد یک ساعت بر آورد از تنور قوم گفتند لے صحابی عزیز گفت زانکہ مصطفیٰ دست ہاں لے دل ترسندہ از نار و عذاب چون جمادے را چنین تشریف داد مہر کلوخ کعبہ را چوں قبکہ کرد بعد از آن گفتند با آن خادمہ</p> | <p>کہ مہمانے او شخفہ شدہ است دید انس دستار خوال را زرد فام اندر افگن در تنورش یکدمہ آن زمان دستار خوان را ہوشمند انتظار دو دو کند وری بدند پاک و اسپید و از آن ساخ دور چون نہ سوزید و منقہ گشت نیز بس بالید اندر این ستار خوان با چنان دست و لبے کن اقربا جان عاشق را چہ خواہد کشاد خاک مرواں با شای جان در برد تو نگہی حال خود یا اینہمہ</p> |
|---|--|

| | |
|------------------------------|-----------------------------|
| چون فگندی زود این را گفتی | کیرم او بردست در اسرار پئے |
| این چنین دستار خوان قیمتی | چون فگندی اندر آتش هستی |
| گفت دارم از کریمان اعتماد | از عباد اللہ دارم بس اُمید |
| میرے چه بود اگر او گویم | در رواند عین آتش بدم |
| اندر افتم از کمال اعتقاد | نیستم ز اکرام ایشان نا امید |
| سرور اندازم نہ این ستار خوان | ز اعتماد ہر کریم لے مازدان |
| لے برادر خود برین اکسیر زن | کم نباید صدق مرد از صدق زن |
| آن دل مروے کہ از زن کم بود | آن دے باشد کہ کم ز اشکم بود |

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (واللہ اعلم بالصحتہ) کہ اُنکے یہاں ایک جہان آئے۔ ان جہان صاحب نے بیان کیا کہ کہاں سے فراغت پانیکے بعد انس رن نے دسترخوان کو شور بے میں زردا دویلا اور سالن میں سنا ہوا دیکھا تو لونڈی سے فرمایا کہ اسکو تھوڑی دیر تھوڑی دیر دو اُسے آگ سے لبریز تھوڑی اُسکو ڈال دیا یہ دیکھ کہ تمام جہان حیران ہوئے اور منظر تھے کہ اب دسترخوان چلے گا اور اس سے دہوان نکلے گا تھوڑی دیر کے بعد جو دسترخوان نکالا تو پاک صاف اور سفید تھا۔ میل کچل کچھ بھی باقی نہ رہا تھا لوگوں نے دریافت کیا اے صاحبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صاف کیوں کر ہو گیا جلا کیوں نہیں اُنہوں نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دسترخوان سے ہاتھ منہ پونچھا تھا یہ وجہ ہے نہ جلنے کی پس اس سے تم ہمارے بیان کی تصدیق کرو اور عبرت پکڑو اور واضح ہو کہ تلو جو آگ اور عذاب کا ڈبے اسکی بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اس ہاتھ اور منہ سے تقرب حاصل کرو یعنی محبت اور اطاعت آنجناب پیدا کرو تم اس خوف سے مامون ہو جاؤ گے تم سمجھو کہ جنوں نے ایک

جماد کو صوری اقبال اور قرب کی بدولت یہ شرف بخشا کہ وہ ضرراً تش سے محفوظ ہو گیا تو جان عاشق جسکو معنوی اقبال و قرب ہے اسپر کس قدر کرم کے دروازہ کھولیں گے اور اسپر کیا کیا عنایتیں نہ ہوں گی۔ دیکھو تو سہی آپ کے کعبہ کے پہرون کو کیونکر قبلہ بنا دیا اور اسکو کس قدر شرف عطا کیا۔ پس ان واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ اور مردان خدا کی خاک ہو جاؤ اپنے کو ان کے سامنے فنا کر دو۔ دیکھو اُس خادمہ نے اپنے کو کیونکر فنا کر رکھا تھا چنانچہ جب لوگ حضرت انس سے جواب سن چکے تو اُس خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم اپنی حالت کیون نہ بیان کرتیں کچھ تم بھی تو کہہ سہنے مانا کہ اُنکو راز معلوم تھا اسلئے اُنہوں نے بے تکلف حکم دیدیا مگر تمکو تو راز معلوم نہ تھا تم نے ان کے کہنے سے اس قدر جلد دسترخوان کو آگ میں کیوں ڈال دیا اور اس قدر قیمتی دسترخوان کو آگ کے حوالہ کیسے کر دیا اُس نے جواب دیا کہ مجھے اہل اللہ پر پورا ہر وہ ہے اور مجھے حق سبحانہ کے خالص بندوں سے بڑی امیدیں ہیں ازار کیا چیز ہے اگر وہ مجھے بھی کہیں کہ بے کھٹکے آگ میں کہس جا۔ تو مجھے اُن سے اتنا اعتقاد ہے کہ فوراً آگ میں گر پڑوں۔ مجھے ان حضرات کی عنایت سے بہت کچھ امیدیں ہیں اور میں نا امید نہیں ہوں۔ اسلئے میں ہر اہل اللہ کے اعتماد پر صرف دسترخوان ہی نہیں بلکہ سرتنگ آگ میں چھوٹنے لئے تیار ہوں۔ پس جب ایک عورت کے اعتقاد اور خوں کی یہ حالت ہے تو تمکو عورت سے تو کم نہ ہونا چاہئے اور خود بھی کمال اعتقاد حاصل کر کے کس دن ہو جانا چاہئے۔ یاد رکھو کہ جس مرد کا دل عورت کے دل سے بھی کم ہو وہ دل دل نہیں بلکہ پیٹ سے بھی ادنیٰ ہے کہ وہ جس کام کا ہے اُسکو انجام دے رہا ہے اور یہ اپنے فرض سے غافل ہے اسپر نظر کر کے تمکو ان کے کرام سے نا امید نہ ہونا چاہئے اور اعتقاد کرنا چاہئے۔ اور اُن سے اقبال حاصل کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بڑے کریم ہیں اور ان کے ساتھ صوری اقبال میں بھی بڑی برکت ہے چہ جائیکہ معنوی۔ چنانچہ ان دونوں باتوں کی تصدیق تمکو قصہ ذیل سے ہوگی۔

شرح شبیری
حکایت النس بن مالک کی رومال کو آگ میں ڈال دینے کی
اور اُسکے نہ جلنے کی

از انس فرزند مالک آمدہ است کہ بہمانے او شخصے شدہ است
یعنی انس بن مالک سے رفاقت ہے کہ ان کی ہمانی میں ایک شخص ہوئے یعنی ایک شخص اُنکے ہمان
ادحکایت کرد کہ زبجد طعام دید انس دستار خوان از رد قام
یعنی اُس ہمان نے بیان کیا کہ کہانے کے بعد انس نے دستہ خوان کو زرد قام دیکھا یعنی شور یا لگا ہوا
چرکن و آلودہ گفت ای خادمہ اندرا فگن در تنور شش یک دم
یعنی میلا اور آلودہ دیکھا تو فرمایا کہ اے خادمہ اسکو ایک دم کیلئے تنور میں ڈال دے۔
در تنور بر ز آتش در فگند آن زمان دستار خوان از ہشمند
یعنی تنور آگ کے بہرے ہوئے میں اُس ہوشمند نے اُسی وقت دستہ خوان کو ڈال دیا۔
جملہ ہمانان در ان حیران شدند انتظار دو وکتہ دوری بدند
یعنی سارے ہمان اس بات میں حیران تھے اور دستہ خوان کے دہوین کے منتظر تھے یعنی منتظر تھے
کہ وہ اب جلیگا اور دہوان اُٹھے گا۔

بعدیک ساعت بر آ دروازہ تنور پاک اسپید و ازان او ساخ دور
یعنی بعد ایک گھنٹی کے خادمہ نے تنور سے پاک اور سفید نکالا اور اُس سے تمام میل کھیل دور تھے
قوم گفتند اے صحابی عزیز چوں نہ سوزید و منقی گشت نیز
یعنی قوم نے کہا کہ اے صحابی عزیز جلا کیون نہیں (بلکہ) اور صاف بھی ہو گیا۔
گفت زانکہ مصطفی دست دہان بس بالید اندرین دستار خوان
یعنی فرمایا کہ سائے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ اور ہاتھ اس دستہ خوان میں بہت پونچھے ہیں
آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

او دل تر سندہ از نار و عذاب با چنان دست دلے کن اقرب
یعنی او دل نار و عذاب سے ڈرتے والے تو ایسے دست و لب کیساتھ نزدیکی حاصل کرے۔
چون حمادے را چنین تشریف داد جان عاشق را چہا خواہد کشاد
یعنی جبکہ ایک جامہ کو ایسی خلقت عطا فرمائی جو جان کو تو کتنی کشادگی دیں گے (اور اب اس زمانہ میں
اقرب اُس دست و لب کیساتھ ہے کہ دست سے افحال سرزد ہوئے ہیں اور لب قوال

بندہ افضل و اقوال پر عمل کرنا یہی دست و لب کیسا تھا اقرب ہے۔

مرکلوخ کعبہ را چون قبلہ کرد خاک مردان باں ای جان در نمر
یعنی کعبہ کو قبلہ کر دیا تو تو اے جان مردان (حق) کے مقابلہ (نفس) میں خاک ہو جا
مطلب یہ کہ دیکھ لو کہ ابراہیم علیہ السلام کا دست مبارک لگنے سے کعبہ کی اینٹ پتھر قبلہ ہو گئے
تو بس تو بھی خاک مردان حتی ہو جا کہ اُس سے کام چلے گا اور نفس کے مقابلہ میں اُسی وقت تکو
کامیابی ہوگی۔

بعد از ان گفتند با آن خادمہ تو نگوی حال خود با اینہم
یعنی بعد اسکے سب اُس خادمہ سے کہا کہ تو اپنا حال با وجود ان سب باتوں کے نہیں کہتی مطلب
یہ کہ انکو تو اعتماد تھا اسوجہ سے اُنہوں نے تو کہہ دیا مگر تجھے تو چاہئے تھا کہ پوچھ لیتی با وجود خوف
جلنے کے پھر تو نے ڈال دیا تو تو ذرا اپنا حال بیان کر کہ تجھے کیا ہو گیا تھا۔

چون فکندی زود این ز گفت و گویم او بر دست در اسرار پے
یعنی اُن کے کہنے سے تو نے جلدی کس طرح ڈال دیا اپنے فرض کیا کہ وہ اسرار میں قدم لگئے ہیں
یعنی اپنے فرض کیا کہ انکو تو اسرار پر اطلاع تھی لہذا اُنہوں نے کہہ دیا تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تو نے اسکو
اگ میں جھونک دیا۔

انچنین دستار خوان قیمتی چون فکندی اندر آتش ای سستی
یعنی ایسا قیمتی دستار خوان اری بی تو نے آگ میں کیونکر ڈال دیا۔

گفت دارم بر کربان اعتمید از عباد اللہ دارم بسئ امید
یعنی اُس خادمہ نے کہا کہ مجھے کربان پر اعتماد ہے اور میں اللہ کے بندوں کو بہت امید رکھتی ہوں
مطلب یہ کہ مجھے اعتماد تھا کہ اس میں کوئی مصلحت ہوگی اور مجھے تو اللہ کے بندوں سے بڑی بڑی
امیدیں ہیں یہ تو کوئی بات نہ تھی۔

میزبے چہ بود اگر او گویدم درد و اند عین آتش بے ند
اندر ا فتم از کمال اعتقید نیستم ز اکرام الیقین نا امید
یعنی کبوتر کو کیا اگر وہ مجھے فرماوین کہ عین آتش میں جلی جاؤ بے پشیمانی کے میں کمال اعتقاد کی

و جسے چلی جائوں اہمیں اُن کے کلام سے ناامید نہیں ہوں۔ مطلب یہ کہ اُن پر مجبے استقامت اور اعتقاد ہے کہ اگر خود مجھے بھی آگ میں جانے کو کہیں تو میں خود بھی آگ میں چلی جاؤں اور اُس کا یہ کہنا جو نیک غلبہ حال میں ہے لہذا جو جس نے وہی صاف ہے ورنہ بے غلبہ حال کے کسی غیر نبی کے کہنے سے ایسا کرنا ابلاک نفس ہے جو کہ حرام ہے اہم کہتی ہے کہ۔

سرور اندازم نہ این دستار خوان ز اعتماد ہر کریم راز دان
یعنی میں تو سر ڈالوں نہ کہ یہ دستار خوان بوجہ اعتماد ہر کریم راز دان کے یعنی جو نیک مجھ اعتماد ہے کہ یہ جو کر رہے ہیں اس میں مصلحت ہے لہذا دستار خوان تو کیا میں تو سر ڈالنے کو موجود ہوں گے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

لے برادر خود برین اکسیر زن کم نباید صدق مرد از صدق زن
یعنی لے بھائی اپنے کو اسلکسیر پر بار اور مرد کا صدق مرد از صدق زن سے کم تو نہ ہونا چاہیے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اُسکو اعتماد تھا اور اُس نے ان حضرات سے تعلق پیدا کر کے اپنے کو کامل بنالیا تھا اسی طرح تم بھی اولیاء اللہ اور کاملین سے تعلق پیدا کرو کہ تم بھی کام کے ہو جاؤ گے۔ بہلا ایک عورت سر تو کم مت ہو۔

آن دل مردے کہ از زن کم بود آن دے باشد کہ کم زرا شکم بود
یعنی وہ دل اُس مرد کا کہ جو عورت سے کم ہو دے وہ دل جو شکم سے بھی (مترتباً) کم ہے یعنی ذلیل و خوار ہونے میں وہ شکم سے گیا گذرا ہو جو نیک ادیر کہا تھا کہ ایسے حضرات کے دستِ ثلب سے اقرب حاصل کرو اُسکے مناسب آگے حکایت لائے ہیں کہ ایک حبشی غلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اپنے چہرہ پر پیر لیا تو اُس کا چہرہ روشن ہو گیا۔ تو اسی طرح اگر تم اُس سے اقرب پیدا کرو گے تو تمہارے قلوب اہر چہرے سب روشن ہو جائیں گے اب حکایت نو۔

شرح حبیبی

خشک شد از قطب باران قرب
کار و ان مرگ بر خود خواندہ

اندر ان وادی گرد و ہزار عرب
در میان آن بیابان ماندہ

ناگہانے آن مغیث ہر دو کون
 دید کا نجا کاروانے پس بزرگ
 اشتران شان رازبان آویختہ
 رجمش آمد گفت ہین زو تر روید
 کہ سیاہی بر شتر مشک آورد
 آن شتر بان سیہ را با شتر
 سو و کشبان آمدند آن طالبان
 بندہ می شد سیہ با شترے
 پس بدو گفتندے خواند ترا
 گفت من نشناسم اورا کیست او
 سید و سرور محمد نور جان
 نوعہا تعریف کردندش کہ بہت
 کہ گرد ہے راز بون کرد او بسحر
 کش کشانش آوردند آن طرف
 چون کشیدندش بہ پیش آن عزیز
 جملہ رازان مشک او سیراب کرد
 راویہ پُر کرد و مشک از مشک او

مصطفی پیدا شد از رہ پیر عون
 بہر قف ریگ رہ صعب و سترگ
 خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
 چند یارے سو و آن کبتان روید
 سوئے میر خود ہرودی می رود
 سوئے من آرید با فرمان مر
 بعد یک ساعت بدیدند آنچنان
 راویہ پُر آب چون ہدیہ برے
 این طرف خیر البشر فخر الورے
 گفت او آن ماہ روئے قند خو
 مہتر و بہتر شفیع مجرمان
 گفت مانا او مگر آن ساجست
 من نیایم جانب او بیشم بہر
 او فغان برداشت بر تشنیع و قف
 گفت نوشید آب و بردارید نیز
 اشتران و بہر کسے زان آب خورد
 ابر گردون خیرہ ماند از رشک او

این کسے دیدہ است کز یک راویہ
 این کسے دیدہ است کز یک شکیاب
 مشک خود رو پوش بود و موج فضل
 آب از جوشش بھی گرد دہوا
 بلکہ بے اسباب بیرون زین حکم
 تو ز طفلی چون سبہا دیدہ
 با سبہا از سبب غافلہ
 چون سبہا رفت بر سر میر نے
 رب می گوید بر سوئے سبب
 گفت زین پس من ترا بینم ہمہ
 گویش رُردا لَعَادُوا کار تست
 لیک من آن ننگرم رحمت کنم
 ننگرم عہد بدت بد ہم عطا
 از من آید جملہ احسان و وفا
 حاصل آنکہ در سبب پیچیدہ
 قافلہ حیران شدند از کار او
 گردہ رو پوش مشک خور در او

سر و گرد و سوز چن دین با و بیہ
 گشت چن دین مشک پر و فضا ب
 میر سید از امر او از بحاصل
 وان ہو اگر دوز سر دی آبہا
 آب رویا نید تکوین از عدم
 در سبب از جہل بر حفسیدہ
 سوئی این رو پوش ہما زان مائل
 ربتنا و ربتنا ہا مے کنے
 چون ز صنعم یاد کردی عجیب
 ننگرم سوئے سبب وان دیدہ
 اے تو اندر توبہ و میثاق مست
 رحمت پرست و بر رحمت تنم
 از کرم این دم چو میخو لے مرا
 دزد تو بد عہدی و نسیان خطا
 لیک محذورے ہمین را دیدہ
 یا محمد چیست این لے بحر خو
 غرقہ کردی ہم عرب ہم کردہا

ایک وادی میں عربوں کی ایک جماعت کی یہ حالت تھی کہ بارش نہ ہونے اور پانی نہ ملنے کو سبب
 اُن کی مشکیں خشک ہو گئی تھیں اور اُس میدان میں ایک قافلہ بڑا ہوا تھا جو شدت مصیبت سے
 اپنی موت کی دعا میں مانگ رہا تھا کہ دفعۃً اُن کی مدد کیلئے ہر دو عالم کے فریاد رس (دنیا میں بزرگوں
 دعا و ہدایت اور عقبنی میں بزرگوں شفاعت) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے آتے ہوئے
 وہاں پہنچ گئے۔ یہاں چھوٹے اپنے دیکھا کہ ایک بہت بڑا قافلہ گرم ریت اور دور دورہ ازاں اور
 کھنکھنے پر پڑا ہوا ہے یہ دیکھ کر اُپکور جم آیا اور فرمایا کہ تم میں سے چند آدمی اُن ٹیلوں پر
 جاؤ دیکھو ایک حبشی مشک لارہا ہے اور اپنے آقا کی طرف تیز جا رہا ہے تم اُس حبشی کو اونٹ
 سمیت میسر پاس چیرا لے آؤ۔ وہ متلاشی ٹیلوں پر آئے تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے
 ویسا ہی دیکھا جیسا آپ نے فرمایا تھا کہ ایک حبشی غلام اونٹ پر سوار ہے اور اُس کے پاس ایک بڑی
 مشک پانی سے بھری ہوئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کسی کے واسطے ہدیہ لئے جاتا ہو اُس سے
 انہوں نے کہا کہ تمکو فخر البشر خیر اور اُس طرف بلاتے ہیں۔ اُس نے کہا میں نہیں جانتا فخر البشر
 خیر اور اُسے کون میں اسپران میں سے کسی نے کہا کہ ماہر و شیرین خصال سرور سید بہتر بہتر
 شفیع مجرمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایسی ہی اور ترقین کین کہو نیک آپ واقع میں ایسے
 ہی ہیں اُس نے کہا ہونہو یہ وہی جادوگر ہے جس نے اپنے جادو سے ایک بڑی جماعت کو مغلوب کر لیا
 میں اُس کی طرف تو آدہ یا شت بھی نہ چلون گا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ خوشی سے نہیں آتا تو وہ
 کہنے لگے ہوئے اُس طرف لائے اُس نے چلا تا شروع کیا اور طعن و تشنیع اور جلی کٹی باتیں کہنی شروع
 کیں۔ مگر انہوں نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور لے ہی آئے جبکہ اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 مبارک میں حاضر کیا تو اپنے فرمایا کہ اچھا تم سب اس میں سے پانی پیلو اور اپنی اپنی مشکیں بہر لو اپنے اُسی
 مشک سے سب کو سیراب کر دیا۔ اور آدمیوں اور اونٹوں سے اُس سے خوب اچھی طرح پانی پیا
 اور اُسکی ایک مشک سے چھوٹی بڑی مشکیں بھی پُر کر لیں وہ مشک یوں ہی پانی دے رہی تھی کہ اگر
 آسمانی کو اُس پر رشک ہوتا تھا اور وہ بھی تیر تھا کہ اتنا چھوٹا ظرف اور اس میں اس قدر پانی کسی نے ایسا
 دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخوں کی آگ بجھ جائے یعنی اتنے پیٹوں میں ہنڈک پڑاؤ
 اور کسی نے یہ دیکھا ہے کہ ایک مشک سے بے زحمت اتنی مشکیں بہر جائیں۔ اصل بات یہ ہے کہ

کہ مشک تو ایک ساقی در نہ یہ موج فضل حکم خداوندی بجز قدرت بے پایان سے آ رہی تھی اسکی قدرت
 نہایت وسیع ہے دیکھو پانی بخارات بنکر ہوا بنتا ہے اور ہوا سردی پا کر پہ پانی بنجاتی ہے بلکہ اُسے
 نوع آب کو عدم محض سے پیدا کیا ہے جب اسکی قدرت اتنی وسیع ہے تو اسمین کیا انا ہے کہ مشک آب
 کو حجاب بنایا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ تنے پھین سے اسباب ہی کو دیکھا ہے اسلئے تم اسباب
 ہی کو لے ہوئے ہو۔ اور بلا سبب کے کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ تنے سبب میں مشغول
 ہو کر اُس سبب کو بھلا دیا ہے جسے خدا سباب کو بنایا اور اُس سے پہر کر ان مجاہدوں کی طرقت مل
 ہو گئے ہو لیکن جب اسباب تم ہو جاتے ہیں اسوقت تم بھی سرپیٹے اور لے اللہ یہ کر دے اے
 اللہ وہ کر دے کہتے ہو اور حق سبحانہ کی قدرت کا اعتراف کرتے ہو اسوقت حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ
 اب تمہیں میرا بلا اسباب کے فاعل ہونا کیسے یاد آیا تم کو اسباب ہی کو سبب کہہ مانتے تھے بس
 جاؤ اسباب ہی کو ذریعہ مقصود بناؤ۔ اسپر تم کہتے ہو نہیں لے اللہ اب میں بھی کو سبب کہہ سچو گا
 اور اسباب ہو کہد ہو کہ کی ٹی ہیں اُن پر کبھی نظر نہ کروں گا۔ اسپر حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم جانتے
 ہیں کہ تم اپنے عہد و پیمان میں بُرے ہو دے ہو تمہاری تو یہ حالت ہے کہ دوزخ کو دیکھ کر بھی
 معاصی میں مبتلا ہو لیکن ہم تمہارے پاجی بن پر نظر نہ کر سینگے بلکہ تمہر رحمت کریں گے کیونکہ ہماری
 رحمت وسیع ہے اور ہم رحیم ہیں ہم تمہارے جوئے عہد کو نہ دیکھیں گے بلکہ اسوقت تم ہم سوا نگ
 رہے ہو تو ہم اپنے کرم سے تمہیں دینگے ہمارا کام احسان و وفا ہے اور تمہارا کام بد عہدی بیول
 اور غلطی خیر فلا صبر کہ تم اسباب میں پلٹے ہوئے ہو گوا ایک حد تک معذور ہو کہ تنے آنکھ ہو کہ لکر
 اسباب ہی دیکھے ہیں اسلئے اُنکی ضرورت ہوئی خیر جب یہ واقعہ ہوا تو قافلہ متحیر ہوا اور کہا کیا بیول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا بات ہے کہ آپنے ایک چوٹی ہی مشک کو آر بنا کر اس میں اتنا پانی
 نکالا کہ تمام عربوں اور کروں کو گویا کا سین ڈبو دیا

شرح شبیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عرب کے قافلہ کی فریاد کو

پیونچنا کہ تشنگی اور بے آبی کی وجہ سے عاجز ہو رہا تھا اور
دل موت پر رکھے ہوئے تھا اور اُنکے جانور بھی قریب ہلاکت تھے

اندرال وادی گرم و بے ازرب خشک شہ از قحط باران شال قرب
یعنی اُس جنگل میں ایک عک گردہ کے قحط بارش کی وجہ سے مشکیزے خشک ہو گئے تھے (چونکہ
مشک میں پانی بہرنے سے وہ تر رہتی ہے ورنہ خشک ہو جاتی ہے تو چونکہ پانی تھا نہیں لہذا
ساری مشکین خشک ہو گئی تھیں۔

در میان آن بیابان ماندہ کاروان مرگ بر خود خواندہ
یعنی اُس بیابان میں رہے ہوئے اور موت کے قافلہ کو اپنے اوپر بلائے ہوئے۔
ناگمانے آن منیٹ ہر دو کون مصطفیٰ پیدا شد از رہ بہر عون
یعنی ناگمان وہ دونوں جہان کے فریاد رس (یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ سے مرد
کیواسطے پیدا ہو گئے یعنی ناگمان اُس جنگل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی گزر ہوا
دید کا نجا کاروانے بس بزرگ بر قف ریگ در بے صعب ترگ
یعنی اپنے ایک بہت بڑے قافلہ کو گرم ریت اور ایک بڑی سخت راہ پر دیکھا۔

اشتران شان را از بان آویختہ خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
یعنی اُنکے اونٹ زبان ڈالے ہوئے تھے اور لوگ ریتے میں ہر طرف پڑے ہوئے تھے،
رحش آمد گفت بین ز تو تر وید چند بائے سوئے آن کبتان روید
یعنی آپکو رحم آیا تو فرمایا کہ ہاں جلدی سے جاؤ چند آدمی اُن ٹیلوں کی طرف جاؤ۔

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد سوئے میر خود برودی می برزد
یعنی ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے اور اپنے امیر کی طرف جلدی سے لیجا رہا ہے
آن شتر بان سیہ را با شتر سوئے من آرید یا فرمان مر
یعنی اُس حبشی اونٹ والے کو معا اونٹ کے میرے پاس حکم قطعی کی ساتھ لاؤ مطلب یہ کہ

اُسکی رضالینے کی حاجت نہیں ہے بس حکم قطعی ہے کہ اسکو میرے پاس لے آؤ۔
 سوئے کنبان آمدند آن طالبان بعد یک ساعت بدیدند آنچنان
 یعنی وہ تلاش کر نیوالے ٹیلوں کی طرف آئے تو ایک گھڑی کے بعد انہوں نے دلیسا بچی لکھا
 بندہ می شد سید با شترے راویہ پُر آب چون ہریہ برے
 یعنی ایک غلام حبشی معہ ایک اونٹ کے مشک پانی سے پھری ہوئی ہدیہ لیجا نیوالے کی طرح چارہاڑ
 یعنی بہت اہتمام سے وہ اُس مشک کو لیجا رہا ہے۔

پس بدو گفتند می خواند ترا این طرف فخر البشر خیر الورے
 یعنی پس اُن لوگوں نے کہا کہ تجھے اس طرف فخر البشر اور خیر الورے بلا رہے ہیں۔
 گفت من نشا سم اور اکیست گفت او آن ماہ روئے قند خو
 یعنی اُسے کہا کہ میں اُنکو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہیں تو صحابہ نے فرمایا کہ وہ ماہر اور قند خو ہیں۔
 سید و سرور محمد نور جان بہتر و بہتر شفیع مجرمان
 یعنی سید و سرور شہزاد محمد علیہ وسلم نور جان بہتر اور بہتر اور مجرموں کے شافع،
 نو عبا تو رفیع کردندش کہ بہت گفت مانا او مگر آن ساحر است
 یعنی اُن کی قسم قسم کی تحریفیں کیں کہ وہ ایسے ہیں تو بولا کہ شاید وہ فلان ساحر ہیں،
 کہ گر وہ راز بون کرد او سحر من نیایم جانب او نیم شبیر
 یعنی کہ ایک گردہ کو انہوں نے جادو سے مغلوب کر رکھا ہے تو میں اُن کی طرف آدہی بالشت بھی
 نہ آؤں گا۔

کش کشا نش آوزیدند آن طرف او فغان برداشت بر تشنیع و تلف
 یعنی اُسکو کھینچتے ہوئے اُس طرف کو لائے اور وہ تشنیع و طعن میں غل مچا رہا تھا۔
 چون کشیدندش بہ پیش آن عزیز گفت نو شید آب و بردارید نیز
 یعنی جبکہ وہ اسکو اُس عزیز کے سامنے لائے تو فرمایا کہ پانی پیو اور کہہ بھی لو
 جملہ راز ان مشک او سیراب کرد اشتران و ہر کسے زان آب خورد
 یعنی سبکو اپنے اُس مشک سے سیراب فرمایا۔ انہوں نے اور ہر شخص نے اُس پانی سے پیا،

راویہ پر گرد و مشک از مشک او ابر گرد و دل خیرہ ماند از رشک او
یعنی بڑی اور چوٹی سبب کینا سکی مشک سے بہر لیں اور ابر آسانی بھی آپ کے رشک سے میراں رہ گیا
یعنی اسکو حیرت تھی کہ میں بھی اسقدر فیاض نہیں ہوں جیسے کہ آپ ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ
این کسے دیدہ است کہ یکا یہ سر گرد و سوز چندین ہاویہ
یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخوں کی آگ بجھ گئی ہو۔
این کسے دیدست کہ یکش کلکب گشت چندین مشک پر بے اضطراب
یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ پانی کی ایک مشک سے اتنی مشکیں بے کسی اشکال کے بہر گئی ہوں
مشک خود رو پوش بود و فوج فضل می رسید از امر او از بحر اصل
یعنی مشک خود ایک حجاب تھا (در نہ) فضل کی موج حکم حق سے دریائے اصل سے پھونچ رہی تھی
یعنی یہ مشک تو ایک درمیان میں واسطہ اور حجاب تھی درم اصل میں تو پانی دریا ئے اصل اور
بحر رحمت میں سے آ رہا تھا آگے اُسکے استعجاب کو دور فرماتے ہیں کہ۔

آب از جوشش ہی گرد و ہوا وان ہوا گرد و سردی آہا
یعنی پانی اپنے جوشش سے ہوا بنجاتا ہے اور وہ ہوا سرد کی وجہ سے پانی ہو جاتی ہے مطلب یہ
کہ دیکھو اسباب ظاہری سے اکثر اوقات ہوا پانی بن جاتی ہے اور پانی ہوا بن جاتا ہے لیکن
بلکہ بے اسباب و بیرون زمین آب رویا نید تکوین از عدم
یعنی بلکہ بے اسباب کے اور اُس حکم سے باہر تکوین عدم سے پانی آگاتی ہے مطلب یہ کہ
اسباب ظاہری سے تو ہوا سے پانی اور پانی سے ہوا بن جاتے ہیں لیکن بعض مرتبہ اُسکے خلاف
بھی ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہو رہا تھا کہ بے اسباب ظاہری کے حکم تکوینی عدم سے اُس پانی کو
پیدا کر رہا تھا اور یہ پانی آ رہا تھا آگے فرماتے ہیں کہ۔

تو ز طفلی چو بچہ بہا د بیدہ در سبب از جہل جہل چفسیدہ
یعنی تو نے بچپن سے جب اسباب کو دیکھا ہے تو جہل کی وجہ سے سبب پر چکا بہا ہے
یا سبہا از سبب غافلے سوئے این رو پوشہما زان نامی
یعنی تو اسباب میں سبب سے غافل ہے اور ان حجابات کی طرف اسوجہ سے مائل ہے

چون سبب ہمارفت ہر سبب مزی فی ربنا و ربنا ہا می کنی
یعنی جب اسباب جاتے رہے تو سبب بنتا ہے اور ربنا ربنا اگر تا ہے مطلب یہ کہ مولانا
فرماتے ہیں کہ لے انسان تو نے چونکہ بچپن سے ان اسباب ہی کو دیکھا ہے اسلئے تیری نظر
میں صرف اسباب ہی ہیں اور تو سبب سے غافل ہو رہا ہے اور تیری سمجھ میں بے اسباب ظاہری
کے اس طرح پانی کا پید ا ہو جانا زمین آتا۔ لیکن جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں اور قضا و
قدر کی طرف سے کوئی امر واقع ہوتا ہے تو اس وقت دعائیں کرتا ہے اور حق تعالیٰ کو پکارتا ہے
کہ لے اللہ اسباب تو ہیں نہیں اب آپ ہی پکائیے۔ اور آپ ہی پناہ دیجئے جب یہ دعا کرتا ہے
تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

رب ہی گوید بر دو سو سبب چون ز صنم یاد کردی عجب
یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسباب ہی کی طرف جاتے ہیں کہ تو نے صنوع سے مجھے یاد کیا
مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو نے مصنوع کو چھوڑ کر مجھے یاد کیا تو ہمیشہ اسباب ہی کی
طرف متوجہ رہتا تھا تو اب کہیں اس طرف متوجہ ہوا جا اسباب ہی کی طرف جابج ادھر سے یہ
ارشاد ہوتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ

گفت زینا پس من شتر ا بینم ہمہ ننگم سوئے سبب وان وندہ
یعنی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں باہل پیچھے ہٹی دیکھوں گا۔ میں سبب اور کمر و سبب کی طرف نہ دیکھوں گا
یعنی انسان اس ارشاد حق کو سنکر عرض کرتا ہے کہ یا الہی اب آئندہ اسباب کی طرف نظر نہ کروں گا
اور اب تو ہمیشہ تمام امور کو آپ ہی کی طرف سے سمجھوں گا۔

گویدش رُود و اَلْعا دُوا کا رست لے تو اند تو بہ و بیثاق سست
یعنی حق تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ تیرا کام سرد و العاد دا ہے اسی وہ کہ تو تو بہ اور بے دین سست
حق تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں ولوتری اذ وقفوا علی الناس فقالوا یا لیتنا
مزد و لا نکذب بآیات ربنا و نکون من المؤمنین بل بدلہم ما کالوا یخفون
من قبل و لو رد و العاد و لما تھاوا عنہ و انہم لکذ بون مطلب یہ کہ حق تعالیٰ ارشاد
فرماتے ہیں کہ لے انسان توجہ وعدہ کرتا ہے کہ میں آئندہ اسباب کی طرف متوجہ نہ ہوں گا یہ وعدہ

اور تو بہ بالکل سبست اور تو اس وعدہ اور میثاق پر پورا رہنے والا نہیں ہے اسلئے کہ تیری توبہ
حالت ہے اور تو تو ایسا ہوئے والے ہے کہ جب جہنم کو دیکھ لیگا اور اس کے عذاب کا مشاہدہ کر لیگا
تو اس وقت کہیگا کہ اگر میں دنیا میں لوٹ جاؤں تو اس مرتبہ جا کر ضرور عبادت حق کروں اور
ایمان لاؤں لیکن چونکہ ہم علیم ہیں ہم جانتے ہیں کہ تو وہاں جا کر وہی عین بیہول جاوے گا اور اسی طرح
شرک و معاصی میں مبتلا ہو جاوے گا تو بالکل جھوٹا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تو یہاں سبب کی
طرف متوجہ ہوگا اور تو ان اسباب ہی میں لگے گا اور اپنے کاروں کو اب بھی ہماری طرف سے
نہ سمجھے گا اور تیرا تو بہ کرنا اور تیرے یہ عہد و میثاق سبست ہیں لیکن خیر کسی نے کہ

لیک من آن ننگرم رحمت کنم رحمت پرست بر رحمت تنم
یعنی لیکن میں اسکو نہیں دیکھتا اور رحمت کرتا ہوں میری رحمت زیادہ ہے میں رحمت پر غنا ہوں
ننگرم عہد بدت بد ہم عطا از کرم اسبندم جو میخوانی مرا
یعنی میں تیرے عہد بد کو نہیں دیکھتا بلکہ کرم کی وجہ سے تجھے عطا دیتا ہوں جبکہ تو مجھے پکار رہا ہو
افزون آید جملہ احسان و وفا و ز تو بد عہدی اور نسیان اور خطا

یعنی مجھے تو بالکل احسان اور وفا آتا ہے اور تجھے بد عہدی اور نسیان اور خطا آتا ہے مطلب
یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان اور اے بندہ اگرچہ تو سبست ہے عہد اور تو بہ شکن اور
وعدہ فراموش ہے لیکن جب تو ہماری طرف متوجہ ہوا اور تو نے ہمیں پکارا تو اب ہماری رحمت
اور کرم کا تقاضا ہے کہ ہم تجھے بخشے ہیں اور تجھ پر رحم کرتے ہیں تو نے ہمیشہ بد عہدی اور
وعدہ فراموشی کی ہے اور ہم نے ہمیشہ کرم کیا ہے اور عطا کی ہے لہذا اسی بنا پر ہم اب بھی تجھ پر رحم
کرتے ہیں اور تیری اس بد عہدی پر حیا کہ ہمیں علم ہے کہ تو کرے گا نظر نہیں کرتے سچ یہ ہے کہ
رحمت حق بہانہ می جو بد جو کچھ کی ہے اور بد عہدی وغیرہ غرض جو کی ہے وہ سب ہماری طرف سے ہے
اور اس طرف سے کرم اور انعامات ہی میں خوب کہا ہے تیرے کرم میں کی کچھ نہیں کریم ہے تو
مرا تصور ہے جو نا امید نہ ہوں میں اور فرماتے ہیں کہ نفقمان تقابل است و گرنہ علی الروام +
فیض سعادتش ہم کس را برابر است غرض کہ انسان وہ وعدہ فراموش اور غیبت کن ہے کہ اُس پر
جو کچھ بھی گذر جاوے یہ اسکو فوٹا ہی ٹھلا دینے والا ہے آگے خود انسان کی مزید ہی اسباب

میں بیان فرماتے ہیں کہ

حاصل آنکہ حسب پیچیدہ لیک مغذوری ہمیں را دیدہ

یعنی حاصل یہ کہ تو سبب میں پٹیا ہوا ہے لیکن تو معذور ہے کہ تو نے اُسکو دیکھا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ اے انسان حاصل اس ساری گفتگو کا یہ ہے کہ تو بالکل اسباب میں پٹیا ہوا ہے اور تیری نظر اسباب ہی پر ہے لیکن تو اس میں کسی درجہ میں معذور ہی ہے اسلئے کہ ہوش سنبھالا تو اسباب ہی پر نظر پڑی اب تو مجاہدات و ریاضات کے بعد تو اس حالت کو رفع کر سکتا ہے اور نظر خالق اور صانع پر کر سکتا ہے غرض کہ اسوقت یہ پانی اسباب ظاہری کے خلاف بھر جاتا اور فضل حق سے آ رہا تھا اور سبکو سیراب کر دیتا تھا۔

قافلہ حیران شد نداز کار او یا محمد چیست این اے بحر خو

یعنی قافلہ آپ کے کام سے حیران رہ گیا (اور سب چنچ اٹھے کہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اے دریا خصلت یہ کیا ہے۔

کردہ رو پوش مشک خور در ا غرقہ کردی ہم عرب ہم کرد را

یعنی آپ نے ایک چوٹی مشک کو حجاب کر لیا ہے اور عرب اور کرد و سبکو غرق کر دیا ہے مطلب یہ کہ سارے قافلہ والے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے سے حیران اور ششدر رہ گئے اور بول اٹھے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ظاہر تو اس مشک خود کو حجاب بنالیا اور نہ اپنے معجزے سے تمام عرب اور عجم کو سیراب کر دیا۔ اور پانی سب میں بھونچا دیا۔ عرب و کرد بطور مبالغہ کے کہہ دیا مطلب یہ کہ اس میں سے سیکڑوں آدمیوں کو سیراب کر دیا۔ غرض کہ سارے کے سارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کے قائل ہو گئے اور ان گئے کہ مع الفضل ما شہدت بہ الاعلاؤ غرض کہ اس غلام کی مشک اسی طرح پھری رہی اور قافلہ سارا کا سارا سیراب ہو گیا۔ آگے اُسکی مشک کے بہرے رہنے اور اس جشی غلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے سپید ہو جانے کا تعجب بیان فرماتے ہیں

شرح جیبی

ای غلام اکنون تو پیر بین مشک خود
 آن سید حیران شد از برهان او
 چشمه دید از هوا بریزان شده
 آن نظر رو پوششها، هم بردید
 چشمها پیر آب کرد آندم غلام
 دست و پایش مانند از رفتن براه
 باز بهر مصلحت بازش کشید
 وقت حیرت نیست حیرت پیش تست
 دستهای مصطفی بر رو نهاده
 مصطفی دست مبارک بر رخسار
 شد سپید آن زنگی زاده حبش
 یوسف شد در جمال و در دلال
 او همی شد بر سر و بی پای مست
 پس بیامداد و مشک پیر روان
 خواجه برده منظر بنشسته بود
 خواجه از دورش بدید و خیره ماند
 راوی ما شسته ما هست این

تا نگونی در شکایت نیک و بد
 می و مید از لامکان ایمان او
 مشک او و پوش فیض آن شده
 تا معین چشمه غیبی رسید
 شد فراموشش از خواجه در مقام
 زلزله افکند در جاننش اله
 که بخویش آواز روی مستفید
 این زمان در ره در آچالاک چیست
 یوسفه عاشقانه لبس بداد
 آن زمان مالید کرد او فرخس
 همچو بدر و روز روشن شد بش
 آفتش اکنون رو بده و آگوی حال
 پای می نشناخت در رفتن دست
 سوسه خواجه از نواحه کاروان
 کان غلاش دیر می آمدند و
 از تحیر ابل آن ده را بخواند
 پس کجا شد بنده نه نگی جبین

آن یکے بدرست می آید ز دور
کو غلام ما مگر سرگشته شد
یا مگر اورا بکشت این بد گهر
چون بیا بدیش گفتش کیستے
گو غلام را چه کردی راست گو
گفت گر شتم بتو چون آدم
گفت نے نے در نگیر و بامنت
گو غلام من بگفت اینک منم
دیدہ ام ص کرد بد روی گشته ام
ہے چه میگوئے غلام من کجاست
گفت اسرار ترا با آن غلام
از ان زمانیکہ خریدی تو مرا
تا بدانی کہ بہا نم در وجود
ارنگ دیکشد و لیکن جان پاک

می زند بر نور و زار و ش نور
یا بد و گم گئے رسید و کشته شد
اشترش آورد اینجا از قدر
از بین زادی و یا تر کیستے
گر بکشتی و نا حیلست مجو
چون بیائے خود درین خون آدم
راست باید گفت سر دست این
کرد دست فضل بزدان زخم
صاحب فضل و قدرے گشته ام
ہیں خواہی جست از من جز بر است
جملہ واکویم یکا یک من تمام
تا با کنون باز گویم ماجرا
گر چه از شب بدیز من صبحے کشود
فارغ از رنگ ست و زار کان خاک

جب بانی پیچہ اور لینے سے لوگ فارغ ہو گئے تو اپنے اس غلام سے فرمایا کہ اے میانہ اپنی مشکلات
سے بہری ہوئی دیکھ لے ایسا نہ ہو کہ تو بین بر اہل کب وہ جشی تو پکایہ مجروحہ دیکھ کر حیران رہ گیا
اور خدا کی طرف سے اس میں ایمان پیدا ہو گیا صورت اس کی یہ ہوئی کہ اس نے دیکھا کہ میری

مشک محض آڑ ہے اور ہوا میں سے چشمہ بہ رہا ہے اس سے اسکی نظر آگے بڑھی کہ ہوا میں کہاں سے
آ رہا ہے اور اسکی نظر چشمہ فیضی یعنی قدرت الہیہ تک پہنچی۔ اس سے وہ معتقد ہو گیا۔ اور کیا ان
لے آیا۔ اسوقت اسکی آنکھوں میں آنسو ڈبڑا آئے اور نہ اسکو آقا کا خیال رہا نہ گہر کا اور اسکی
جان میں کو سنا نا مل گیا۔ اُسکے ہاتھ پاؤں میں اتنی طاقت نہ رہی کہ وہ راستہ چل سکے۔

مصلحت کیلئے حق سبحانہ نے اسکو پھر اس حالت سے نکالا اور حکم دیا کہ ہوش میں آ۔ اور اپنے گھر
واپس جا۔ یہ وقت تحیر کا نہیں ہے تحیر کا وقت آگے آئیگا۔ اسوقت تو تیزی کیساتھ راستہ پر
ہوئے خیر جیب اُسکے جو اس وقت ہوئے تو اُسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست

مبارک پر اپنا منہ رکھا اور عاشقوں کی طرح بہت سے بوسے دئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے بھی براہ شفقت اُسکے منہ پر ہاتھ پھر کر اسکو مبارک کیا اس سے وہ رنگی اور جشی زار دم
گورا چٹا ہو گیا اور اُس کا رلت کی طرح تاریک چہرہ دن کی طرح روشن ہو گیا اور حسن و نظار ازا

میں یوسف وقت بن گیا۔ تب اپنے فرمایا کہ اچھا اب گاؤں میں جاؤ اور یہ واقعہ بیان کر دو ممکن
ہے کہ اس معجزہ کو دیکھ کر اور لوگ بھی ایمان لائیں۔ یہ حکم سن کر وہ روانہ ہو گیا اور چلنے میں اُس کی یہ
حالت تھی کہ بے سرو دپا اور مست و ارجار ہاتھ اُسکا ہاتھ کا ہوش تھا نہ پاؤں کا پس وہ دوتا

ہو ا قافلہ سے آقا کے پاس آیا آقا رستہ میں غفلت بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ جلد نہ آیا تھا بلکہ اُسکو دیر
ہو گئی تھی۔ آقا نے اُسکو دھڑ سے دیکھا اور تعجب کر لیا۔ اور تعجب ہو کر گاؤں کے لوگوں کو بلالیا وہ سوچتا تھا
کہ مشک بھی ہماری ہے اور اونٹ بھی ہمارا ہے زندگی غلام کیا ہو ایہ جو آ رہا ہے یہ تو ایک چودھویں

رات کا چاند ہے اسکی چہرہ کی روشنی تو دن کی روشنی پر غالب آرہی ہے۔ ہمارا غلام ہوا معلوم ہوا
رستہ بھول گیا۔ یا کوئی بیڑا چھوٹ گیا اسنے کہا لیا۔ اور وہ مارڈالایا ممکن ہے کہ اسی بد وقت
اُسے مار ڈالا ہوا لغویر سے اونٹ اُسے یہاں لے آیا ہو وہ اسی طرح خیالات پکار رہا تھا کہ غلام

اُسکے سامنے آگیا۔ جب وہ اُسکے سامنے آیا تو اُسے کہا کہ تو کون ہے تو یمنی ہے یا ثمر کی میرا غلام
کہاں ہے سچ بتا تو نے اُسے کیا کیا۔ دیکھا اگر تُو نے اُسے مار ڈالا ہے تو وہ جو کامت کرنا صاف
صاف کہہ دینا اُسے کہا کہ اگر میں اُسے مار ڈالتا تو آپ کے پاس کیسے آتا اور نہ کیلئے اپنے پاؤں کیلئے

آتا اُسے کہا کہ اس سے توجہ نہیں سکتا۔ یہ تیرا دو کہا ہے خبر ہے تو سچ سچ کہو میرا غلام

کہاں ہے اُسے کہا میں ہی آپ کا غلام ہوں۔ حق سبحانہ کے دستِ عنایت نے مجھے معذور کر دیا ہے۔
 اُسے کے ذریعے مجھے مرتبہ عالی نصیب ہوا ہے اور اسی سے میں جو دہوین رات کا چاند ہو گیا ہوں
 اور اُسی کے سبب میں ماحضِ فضل اور عالی قدر ہو گیا ہوں۔ آقا نے پھر کہا ارے تو کیا کہہ رہا ہے
 سچ بتا کہ میرا غلام کہاں ہے دیکھا اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو سچ سچ کہہ دے کیونکہ ہر کوئی میری
 بات سے سچ ہی چہڑا سکتا ہے اور جھوٹ سے تو بچ نہیں سکتا اُسے کہا آپکو تعین نہیں آتا میں ہی
 آپ کا غلام ہوں۔ اور اُس غلام اور آپ کے درمیان جو راز ہیں میں ایک ایک بتائے دیتا ہوں۔ اور
 جسوقت سے آپ نے مجھے خریدا ہے اسوقت تک کی ایک ایک بات بیان کئے دیتا ہوں تاکہ آپکو
 معلوم ہو جاوے کہ میری ذات وہی ہے اگرچہ سیاہ رنگت جا کر گوری رنگت ٹھل ٹھائی ہے میرا
 رنگ دوسرا ہو گیا ہے مگر جان وہی ہے کیونکہ جان رنگ کے تابع نہیں۔ وہ تو رنگ عناصر اور
 خاک ہے مگر بے پس رنگ کے بدل جانے سے اسپر کیا اثر بڑھ سکتا ہے۔

شرح شبیری

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے اُس غلام کی
 مشک کا غیب سے بہرہ جانا اور اُس حبشی غلام کا گورا چٹا ہو جانا

لے غلام اکنون تو پُر بین مشک خود تا گوئی در شکایت نیک و بد
 یعنی اے غلام تو اب اپنی مشک پہری ہوئی دیکھ لے تاکہ تو شکایت میں بڑا بہلا نہ کہے مطلب یہ
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارے غلام اب دیکھ لے کہ تیری مشک پہری ہوئی ہے کبھی
 تو پہر شکایت کرے کہ میرا پانی لیلیا۔ اور مجھے خالی چہڑ دیا۔ سمجھ لیا ہے لیکن تیری مشک ویسی
 کی ویسی ہی پہری ہوئی ہے

آن سید حیران شد از بریان او می دید از لالچان ایمان او

یعنی وہ حبشی آپ کی بُرہان سے حیران رہ گیا۔ اور اُس کا ایمان غیب سے اُگ رہا تھا۔ یعنی حبشی
 حضرت کا یہ معجزہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اُس کے قلب میں ایمان آنا شروع ہو گیا۔ اور نور ایمان اُس کو

قلب میں چلنے لگا۔

چشمہ دید از ہوار بزرگ شدہ
مشک اور پوشش فیض آن شدہ
یعنی اُسے ایک چشمہ دیکھا جو کہ ہوا میں سے گر رہا ہے اور اُسکی مشک اُس فیض کیلئے حجاب ہو رہی ہے
زان نظر پوشش ہا ہم برسد
تاما عین چشمہ غیبی رسید
یعنی اُس نظر سے حجابات کو بھی اُٹھا دیا۔ یہاں تک کہ چشمہ غیبی کے مقام احرار تک پہنچ گئی۔
مطلب یہ کہ اُسے ایک چشمہ نظر آیا کہ جو ہوا میں گر رہا ہے اور اُس کی مشک اُس کیلئے حجاب بن گئی
ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس مشک میں سے یہ پانی آ رہا ہے اُسکے بعد اُسکی نگاہ سے وہ حجاب
مشک بھی اُٹھ گیا اور اُسے خود اُس چشمہ کو دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک
چشمہ آب اُبل رہا ہے اُسکو دیکھ کر اُس کی یہ حالت ہوئی کہ۔

چشمہ پیر آب کہ فائدہ غلام
شد فراموشش ز خاجہ و ز مقام
یعنی اس وقت غلام نے آنکھیں پر آب کر دین اور اُسکو آقا اور قیام گاہ فراموش ہو گئے۔
مطلب یہ کہ اُس معجزہ کو دیکھ کر وہ غلام رونے لگا اور اُسے نہ آقا یا درہا اور نہ اُسے قیام گاہ یاد
رہی وہ مسکوبہ ہول گیا اور حیرت میں رہ گیا۔

دست و پائش ماند از رفتن براہ
زلزلہ افگند در جانش آلہ
یعنی اُسکے ہاتھ پاؤں راستہ میں چلنے سے رد گئے۔ اور اُس کی جان میں حق تعالیٰ نے
زلزلہ ڈال دیا یعنی وہ اُس حالت کو دیکھ کر ششدر ہو گیا اور کانپنے لگا۔ اور اس بات نے اُسے
ایک مرتبہ ہلا ڈالا۔ اور اُس پر حالت بکری طاری ہو گئی۔

باز بہر مصلحت بازش کشید
کہ غولیش آ باز را و مستفید
یعنی بہر مصلحت کی وجہ سے اُسے واپس کھینچ لیا کہ اُسے مستفید آپے میں آ اور بہر حل مطلب کہ
اس حالت کے بعد... حق تعالیٰ نے اُسکو شکر سے صحو کی طرف کھینچا کہ خودی میں اور ہوشیاری میں
اگر سلوک طے کر اسلئے کہ استزاق اور سکر کی حالت میں ترقی نہیں ہوتی بلکہ سکون رہتا ہے سلوک
نہیں ہوتا اسلئے اُسکو حالت شکر سے حالت صحو کی طرف لائے تاکہ ترقی ہو۔

وقت حیرت نیست حیرت پیش تست
ابن زمان در رہ در آ چالاک حیرت

یعنی حیرت کا وقت نہیں ہے حیرت تیرے آگے ہے اس وقت تو راہ میں چالاک دھپت ہو کر آ۔
 مطلب یہ کہ سکرے صحو کی طرف لانے میں گویا یہ ارشاد تھا کہ یہ وقت حیرت کا نہیں ہے
 بلکہ اس وقت تو وقت سلوک ہے مقام حیرت آگے آدیکھا۔ وہاں حیران ہونا۔ یہاں تو ہوشیار کر
 راستہ چلو یہاں سے وہ حضرات جو کہ استعراق اور بیخودی کو بزرگی سمجھتے ہیں سن لین کہ دیکھتے
 مولانا روم جو جیسے صوفی اور شیخ کامل جنکو کہ ہر طبقہ مانتا ہے فرماتے ہیں کہ سکر اور استعراق
 میں سلوک ملے نہیں ہوتا اسلئے حالت سکر کے بدلنے کی ضرورت واقع ہوئی اور اسکو ہوش میں
 لایا گیا۔ غرض کہ جب اسکو حالت سکر سے افاقہ ہوا تو اُس نے فرط عجز و محبت میں یہ کیا کہ
 دستہائے مصطفیٰ بر و نہاد بوسہائے عاشقانہ لبس برداد

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو منہ پر رکھا اور عاشقانہ بوسے بہت سے دئے
 مصطفیٰ دست مبارک بر رخش آن زمان مالید و کردہ او فرخش

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اُسکے چہرہ پر اُس وقت مل دیا تو اُس نے اسلئے
 کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب اُس نے دست مبارک پر بوسے دئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اپنا دست مبارک اُسکے چہرہ پر پیر دیا اور اُس باقیہ پیر نے اُسکو خوش نصیب اور نیک
 بہاد کر دیا۔

شکر سپیدان ز گئے زادہ جیش بچو بدر و روز روشن شد جیش

یعنی وہ زنگی زادہ جیشی سفید ہو گیا اور اُس کی رات روز روشن اور بدر کی طرح ہو گئی۔ مطلب یہ کہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پیر دینے سے وہ جیشی حسین اور خوبصورت ہو گیا
 اور اُسکی صورت جورات کی طرح کالی تھی وہ بدر اور روز روشن کی طرح ہو گئی۔

بوسنے شد در جمال و در دلال گفتش اکنون رو بدہ و اگر کوئی حال

یعنی وہ جمال اور ناز میں ایک یوسف ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ اب
 گاؤں جا۔ اور حالت کو بیان کر مطلب یہ کہ اُس کا حسن و حسن یوسفی ہو گیا اور اُسکی حالت اور
 اُسکے ناز و کرمش بہت زیادہ ہو گئے جب اُس کی یہ حالت ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ اب گاؤں میں جا کر اس میں قصہ کو بیان کر تاکہ وہ لوگوں کو بھی معلوم ہو اور کہ سیکو بہادیت

ہو جاوے

اویسی شہیدے سر دے بے بائی نہست پاؤی نشناخت در رفتن ز روست
یعنی وہ بے سرو پا اور مست جا رہا تھا وہ چلنے میں ہاتھ سے پاؤں کو نہ پہچانتا تھا مطلب یہ کہ
اس قصہ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو دیکھ کر اُس کے اوپر ایک عجیب حالت ہو گئی
کہ دوستوں کی طرح جا رہا تھا اور اُسے اپنے وجود کی کچھ خبر نہ تھی بس وہ اس حالت میں مست تھا
غرض کہ وہ گاؤں کی طرف چلا۔

پس بیا مد باد و مشک پر روان سوئے خواجہ از نواحی کاروان
یعنی پس اپنے خواجہ کے پاس قافلہ کی طرف سے دوبہری ہوئی اور چلتی ہوئی مشکون کے
ساتھ آیا یہاں دو مشک سے مراد دو آنکھیں ہیں مطلب یہ ہے کہ قافلہ کے پاس سے
روتا ہوا آیا اور اُس کا یہ رونا رنج کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حیرت اور تعجب اور غوشی کے وقت میں بھی
انسان کو رونا آ جاتا ہے پس ایسی حالت میں وہ بھی روتا ہوا آیا۔ اور آنکھوں کو دو مشک سے بوجھ
زیادتی کر یہ کے تشبیہ دی یعنی وہ بہت ہی رورہا تھا۔

خواجہ برہہ منتظر بنشستہ بود کان غلاش دیر می آمد نہ زود
یعنی آقا صاحب راستہ پر منتظر بیٹھے ہوئے تھے کہ اُس کا وہ غلام نہ جلدی آتا تھا نہ دیر میں
یعنی وہاں منتظر تھا کہ آج میکہ غلام کو کیا ہو گیا کہ ابھی نہیں چکلتا اُس بیچارہ کو اس ماجرے کی
کیا خبر اب اُسے اُس غلام کے آقا کے پاس پہنچنے کو اور آقا کے نہ پہچان سکے کو بیان
فرماتے ہیں۔

آقا کا اپنے غلام کو حسین خوبصورت دیکھنا اور نہ پہچاننا اور اس
کہنا کہ تو نے میرے غلام کو قتل کر دیا ہے اور اس کا خون تجھ پر سوار
ہو گیا ہے جو تو آگیا ہے

خواجہ از درش بدید و غیرہ ماند از تحیر اہل آن دہ را بخواند

یعنی آقا صاحب اسکو دور سے دیکھا تو حیران رہ گئے اور حیرت کی وجہ سے گاؤن والوں کو بلایا کہ

راویہ ما شتر ما هست این پس کجاست بندہ رنگی جبین
یعنی مشک ہماری ہے اور اونٹ ہمارا ہے پھر وہ جیشی غلام کہاں گیا۔

آن یکے بدریست می آید ز دور می زند بر نور روز از روشن نور
یعنی وہ ایک چاند ہے جو کہ دور سے چلا آ رہا ہے کہ اُس کے چہرہ کا نور دور روز پر بڑ گیا ہے
کو غلام مگر گشتہ شد یا بدو گرے رسید و گشتہ شد
یعنی ہمارا غلام کہاں ہے شاید راستہ بہک گیا یا اسکو کوئی بھیڑ یا بھوٹا اور مارا گیا۔

یا مگر اور آبگشت این بد گھر اشتراش آورد اینجا از قدر
یعنی یا شاید اسکو اس بذات نے مار ڈالا ہے اور اسکو تقدیر کی وجہ سے اونٹ اس جگہ لے
آیا ہے مطلب یہ کہ جب اُس آقا نے وہ سے دیکھا کہ اونٹ اور مشک تو ہماری ہی ہے اور غلام
وہ ہے نہیں تو اول تو خود حیرت میں ہوا پھر اور لوگوں کو بلایا تاکہ اور لوگ بھی دیکھ لیں شاید
میری نظر کچھ غلطی کر رہی ہو غرض کہ سبکو دکھلایا تو معلوم ہوا کہ بیشک وہ غلام نہیں ہے تو اب تمام
پیدا ہوئے کہ یا تو وہ کہیں رستہ بہول گیا ہے یا اسکو کہیں بھیڑ یوں وغیرہ نے مار ڈالا ہے اور
یہ کوئی اور شخص ہے باقی مشک وغیرہ ہماری مشک وغیرہ کے مثل ہے وہ نہیں ہے پھر یہ احتمال ہوا
کہ شاید اس شخص نے ہی جو آ رہا ہے ہمارے غلام کو مار ڈالا ہے اور خود اونٹ اور مشک وغیرہ پر
قبضہ کر کے کہیں لیجا ناچا ہوتا تھا مگر تقدیر الہی سے اونٹ اسکو یہاں لے آیا اور یہ ہم تک پہنچ گیا
ورنہ پہلایا کہ اسے کو یہاں آنے لگا تھا غرض کہ وہ سے دیکھ دیکھ کر طرح طرح کے احتمالات
پیدا ہو رہے تھے

چون بیامد پیش گفتش کیست از زمین زوئی و یاثر کیستے
یعنی جب وہ سلسلے آیا تو اس آقا نے اُس سے کہا کہ تو کون ہے یعنی بے یاثر کی ہے
کو غلام راجہ کر دی راست گو مگر بکشتی دانا حیلست جو
یعنی کہ میرے اُس غلام کو تو نے کیا کیا سچ بتا اگر تو نے مار ڈالا تو بتا دے حیلست کہ
گفت مگر شتم بتو چون آدم چون بیائے خود در این خون آدم

یعنی اُس غلام نے کہا کہ اگر میں نے مار ڈالا ہے تو میں اُس طرح گیا اور خود اپنے پاؤں سے اس خون میں
 کس طرح آگیا۔ مطلب کہ اُس غلام نے کہا کہ پہلا اگر میں نے تمہارے غلام کو مار ڈالا ہوتا تو میں یہ بیان
 کیوں آجاتا میں تو فوراً پہاگ جاتا اور تیرے پاس ہرگز نہ آتا بلکہ میں تو تیرا وہی غلام ہوں۔
 گفت نے نے درگیر و بامنت راست ہاید گفت ہر دست این گفت
 یعنی اُس آقا نے کہا کہ نہیں نہیں میرے اندر یہ بات اثر نہ کرے گی۔ تیری یہ بات ماکمل فضول ہے
 سچ کہنا چاہئے۔

کو غلام من گفت اینک منم کرد دست فضل بزدان روشنم
 یعنی آقا نے کہا کہ امیر غلام کہان ہے تو غلام نے کہا کہ یہ میں ہی تو ہوں حق تعالیٰ کے
 دست فضل نے مجھے حسین کر دیا ہے۔

دبیدہ ام صدری و بدرے گشتہ ام صاحب فضل و قدرے گشتہ ام
 یعنی میں نے ایک صدر کو دیکھا ہے تو میں بدر ہو گیا ہوں اور صاحب فضل اور صاحب قدر ہو گیا ہوں
 مطلب یہ کہ غلام نے کہا کہ میں ہی آپ کا وہ غلام ہوں لیکن میں نے ایک ایسی ذات کو دیکھا
 کہ جبکہ دیکھنے سے میری یہ حالت ہو گئی ہے اور مجھے یہ فضیلت اور مقدرت ملی ہے جب اس
 آقا نے یہ سنا تو اُس نے کہا کہ۔

ہے چہ می گوئی غلام من کجاست مین خود اہی رست از من بنہ راست
 یعنی ارے تو کہہ کیا رہا ہے میرا غلام کہان ہے ارے تو مجھے بجز سچائی کے چہوت نہیں سکتا
 گفت اسرار ترا با آن غلام جملہ واگویم یکا یک من تمام
 یعنی اُس غلام نے کہا کہ تیرے تمام اسرار جو اُس غلام کی ساتھ تھے میں ایک ایک کر کے
 ساری تجھ سے بیان کر دوں۔

زمان زمانے کہ خریدی تو مرا تا با کنین باز گویم ما حبرا
 یعنی جو وقت سے کہ تو نے مجھے خریدا ہے اب تک کا سارا قصہ بیان کر دوں۔
 نابدانی کہ ہما نم در وجود گرچہ از شبذیر من صبحے کشود
 یعنی تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں نہ ہی ہوں اگرچہ میری تاریکی رات میں سے ایک صبح

اکل آئی ہے۔

رنگ دیگر شد ولیکن جان پاک فارغ از رنگ است و از ارکان خاک
یعنی رنگ دوسرا ہو گیا لیکن جان پاک سے اور ارکان خاک سے فارغ ہے مطلب یہ کہ اُس
غلام نے کہا کہ دیکھو تم جو اُس غلام سے اپنے اسرار بیان کیا کرتے تھے ان سبکو میں بیان
کر سکتا ہوں اور جب سے تم نے مجھے خرید لیا ہے اُس وقت سے اُس وقت تک کے کل قصے جو گور
ہیں میں بیان کر سکتا ہوں جس سے تم کو صاف طور پر معلوم ہو جاوے گا کہ میں تمہارا وہی غلام ہوں
اور میری صورت صرف بدل گئی ہے ورنہ میری اندرونی حالت اور میری روح سب وہی ہے
اُسین کسی قسم کا تغیر نہیں آیا۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حلیہ

| | |
|------------------------------|---------------------------------|
| آب نشان ترک مشک و خم کنند | تن شناسان ز دو مار اگم کنند |
| غر قہ دریاے نیچون اندوچند | جان شناسان از عدد و با فارغ اند |
| یار پیش شونہ فرزند قیاس | جان شود از راہ جان جانر شناس |
| بہر حکمت را دو صورت گشتہ اند | چون ملک با عقل یک سر شستہ اند |
| در پئے ہم ہچو دنبال و سراند | آن ملک با عقل از یک گوہر اند |
| دین خرد بگذشت بہر و فر گرفت | آن ملک چون مرغ بال پر گرفت |
| ہر دو خوشا و لپشت ہمگیر شدند | لاجرم ہر دو مناصر آمدند |
| ہر دو آدم را معین و ساجدے | ہم ملک ہم عقل حق را فاجدے |
| بودہ آدم را عدو و حاسدے | نفس شیطان نیز ز اول واحدے |
| وانکہ نور مؤتمن دید او خمید | آنکہ آدم را بدن دید او مید |

آن دو دیدہ رویشان بودہ ازین
 این بیان اکنون چو خرد رخ بماند
 کے توان باشیعہ گفتن از عرف
 لیک گردہ بگوش یک کس است
 مستحق شرح را سنگ و کلورخ
 این نیاز مرے بودہ است و درد
 جز وایے او برائے او بگفت
 دست و پاشا ہد شہ نیت ای رہی
 در نباشی مستحق شرح و گفت
 ہر چہ روئید از پے محتاج است
 حق تعالی کا این سموات آفرید
 ہر کہ جو یا شد بیا بد عاقبت
 ہر کجا مددے دوا آخارود
 ہر کجا مشکل جواب آخارود
 آب کم جو شعلی آرد بدست
 تا نزا ید طفلک نازک گلو
 رو بدین بالا و پستیہا بدو

وین دورا دیدہ ندیدہ غیر طین
 چون نشاید بر جہود انجیل خواند
 کے توان بر بطزدن در پیش کر
 ہا و ہوئے کہ بر آ و رد م بس است
 ناطقے گرد مشرح بار سوح
 کہ چنان طفلی سخن آغاز کرد
 جز و جزوت گفت دارد در نہفت
 منکری را چن دو ست و پا نہی
 ناطقہ ناطق ترا دید و بخت
 تا بیا بد طالے چیزے کجست
 از برائے دفع حاجات آفرید
 مایہ دروست اصل مرمت
 ہر کجا فقرے نوا آخارود
 ہر کجا پستی است آب آخارود
 تا جو شد آبت از بالا و پست
 کے روان گرد و رپستان شیراد
 تا شوی تشنہ و حرارت را گرد

| | |
|--|--|
| بعد ازان از بانگ زنبور ہوا حاجت تو کم نباش از جشیش گوش گیری آب را تو می کشی زرع جان را کش جو ابر مضمضت تا سقاہم رہم آید خطاب | بانگ آب جو نیوشی اے کیا آب را گیری سوئے اومی کشیش سوئے زرع خشک تا یا بد زحشی ابر رحمت پُر ز آب کو تراست آشنہ باش اللہ اعلم بالصواب |
|--|--|

یہاں سے مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو حالت اُس آقا کی تھی وہی حالت ظاہر پرستوں کی ہے کہ وہ بھی ہم اہل الشریعہ کی صورت کو دیکھ کر ہماری حقیقت سے انکار کر دیتے ہیں اور ہر کوئی نہیں پہچان سکتے بر خلاف طالبین معنی کے کہ وہ صورت پر نظر نہیں کرتے بلکہ وہ معنی کو دیکھتے ہیں جس طرح کہ پانی کا طالب مشک اور شکر کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ پانی کو دیکھتا ہے یہ لوگ تن شناس نہیں ہوتے بلکہ روح شناس ہوتے ہیں ان کو شخصیات سے بحث نہیں ہوتی کیونکہ خود دو شخصیات البتہ کیف و کم ہیں اور یہ لوگ دیباچے کی کیفیت و کم میں فرق ہیں اس لئے کیف و کم پر ان کی نظر نہیں ہوتی۔ پس تم کو چاہئے کہ صورت کو چھوڑو اور اپنی روح کے واسطے اہل الشریعہ کی روح کو پہچانو اور انکو اُس آقا کی طرح غیر متوجہ بلکہ انکو اپنا یار جانو اور گمان کے پابند نہ ہو کیونکہ تمہاری روح اور اہل اللہ کی روح دونوں یوں ہی ایک رشتہ میں منسلک ہیں جس طرح فرشتہ عقل کیسا ہے لیکن مقتضائے حکمت الہیہ دو صورتیں اختیار کر لی ہیں فرشتہ اور عقل ہر دو ملحوظات ایک ہی ہیں ایک دوسرے سے یوں ہی وابستہ ہیں جیسے سر اور دم گو صورتیں دونوں کی مختلف ہیں کہ فرشتوں نے پرندوں کی طرح بازو و ہر لئے اور عقل نے پروں کو چھوڑ کر شوکت و شان لی۔ اسی لئے دونوں ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں اور آپس میں ایسے متوافق ہیں جیسے ایک چیز کی رو و پشت اور ان کی تجانس و توافق ہی کی وجہ سے کہ ہر دو حق سبحانہ کو پہچاننے والے اور آدم کو سجدہ کرنے والے اور مدد دینے والے ہیں

اصلی ہذا نفس و شیطان بھی اول ہی سے ایک ہیں اسلئے آدم کے دشمن اور حاسد ہیں لیکن ان میں
 جسے آدم کے جسم پر نظر کی وہ ان سے ہوا گا اور جسے اس نور حق سبحانہ کو دیکھا جو ان میں دو لیت کہا گیا
 انہوں نے اطاعت قبول کی اور اس کے سامنے جھک گئے پس عقل و ملک نے تو نور کو دیکھا کہ انکے روشن
 کی اور نفس و شیطان نے بجز مٹی کے کچھ بھی نہ دیکھا۔ لہذا انکو صفات ملکیہ اختیار کرنی چاہئیں۔ اور
 عقل کو نفس پر غالب کر کے ارواح اہل اللہ کا موافق اور یار بننا چاہئے۔ اور نفس کو غالب کر کے
 تن پرست اور ظاہر پرست بننا چاہئے اور اپنے کو ان کا غیر اور دشمن اور حاسد بننا چاہئے
 یہاں تک بچو بچکر بیان یوں نہیں کیا جیسے گد بارف میں ہنر جاوے کیونکہ مخاطب صحیح نہیں ہے
 یہود کے سامنے انجیل نہیں پڑھی جاسکتی۔ روافض کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل
 نہیں بیان کئے جاسکتے۔ بہرے کے سامنے بر لب نہیں بیا یا جاسکتا۔ بس جطر ح یہ سب بڑ
 ہیں یوں ہی راز بیان کرنا نااہل یہ بھی ہے جوڑ ہیں لیکن اگر یہ کہا جاوے کہ سب نسبتی ناال
 ہیں ہی نہیں کوئی تو اہل ہو ہی گا تو ہم کہتے ہیں کہ اسکے لئے یہی شروع و خان کافی ہے جو ہم کہہ
 چکے ہیں زائد کی ضرورت نہیں پس اگر تم مستحق شریع ہو تب تو یہ گفتگو ہے کہ جو مستحق شریع
 ہے اس کے لئے تو بقر اور ڈھیلے بھی مطلق اور شریع کامل ہو جاتے ہیں۔ دیکھو لوریم علیہا السلام
 کی بی کسی ہی تھی جسکی وجہ سے ذرا سے پچھنے بولنا شروع کر دیا انکے جزوئے بدون ان کی
 فرمائش کے انکے حق میں گواہی دینی شروع کی پس تم بھی سمجھ لو کہ یوں ہی تمہارے اعضا بھی ضعیف
 متکمل ہیں تم اس کا انکار نہ کرنا کیونکہ تمہارا انکار چلے گا نہیں اسلئے یہ امر ثابت ہے کہ ہاتھ پاؤں
 کو اہی دینگے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ پوشیدہ گفتار کہتے ہیں۔ جب وہ پوشیدہ گفتار
 رکھتے ہیں تو اگر انکو بھی ضرورت ہوگی تو خود تمہارے اعضا ہی ساری شریع کر دینگے۔ ہماری ضرورت
 نہیں۔ اور اگر تم مستحق شریع و گفتگو نہیں ہو تو مطلق کی قوت گویائی بھی تمہیں دیکھ کر سوجا دیگی پس
 حصول فرمائشوں میں نہ پڑو ضرورت پیدا کرو۔ ضرورت ہی وہ شخص ہے جس سے کام بنتے ہیں
 جو چیز پیدا ہوتی ہے سب عاجز ہوتے ہیں۔ تاکہ جو طالب حاجت جس چیز کو چاہتا ہے وہ نہ
 اُسے ملوے۔ حق سبحانہ نے جو آسمان پیدا کئے ہیں یہ بھی دفع حاجت محتاجین ہی کیلئے
 کئے ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ حاجت ہوگی اور طالب صادق ہوگا ضرور اسکو

اُس کا مطلوب ملیگا۔ کیونکہ معنی رحم تکلیف ہے جہاں تکلیف ہوتی ہے دوا دین جاتی ہے اور جہاں محتاجی ہوتی ہے سامان دین جاتا ہے اور جہاں مشکل ہوتی ہے جواب دین جاتا ہے اور جہاں پستی ہوتی ہے پانی دین جاتا ہے پس تم پانی کو نہ ڈبو نہ پودہ تو گھر بیٹھے آجائیکا بلکہ پیاس پیدا کر لو اُس ہیتجہ ہوگا کہ ہر طرف سے تمہارے لئے پانی ابل رہے گا۔ یعنی مطلوب کی فکر میں نہ پڑو وہ تو گھر بیٹھے ملیگا تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ حاجت پیدا کر لو اور بلا حاجت پیدا کئے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو جب تک بچہ نازک گلو پیدا نہیں ہوتا جسکو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اسوقت تک جہاتوں سے دودھ جاری نہیں ہوتا۔ پس تم جاؤ اور نیچے دوڑو تاکہ تمہارے اندر حرارت پیدا ہو اور پیاس لگے اُسکے بعد زور ہوگی آواز سے تم پانی کی آواز خود سن لو گے۔ مقصد یہ ہے کہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو بلکہ مطلوب کی حاجت پیدا کرنے میں جدوجہد کرو مطلوب خود حاصل ہو جائیگا۔ تم غور تو کرو جب گھاس کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو پانی کو خود لیکر تم گھاس تک پھونچا دیتے ہو اور جب کہیتی خشک ہوتی ہے تو پانی کا کان پڑ کے اُس تک پھونچا دیتے ہو پس تمہاری حاجت آخر گھاس کی حاجت سے تو کم نہیں ہے کہ حق سبحانہ اُس کی طرف التفات نہ فرماوین۔ نہیں بلکہ تمہاری جان کی کہیتی کیلئے حسین جابر مضمیٰ بن ابی رعت باری آب کو تر ہو پس تم پیاس اور حاجت پیدا کرو تاکہ اُدھر سے سقاہر س بھر شرابا طھو لا کا خطاب آئے یعنی آب کو تر و رحمت سے تمہاری جان کو سیراب کیا جاوے واللہ اعلم بالصواب

شرح شبیری

تن شناسان زود مارا گم کنند آب نشان ترک مشک و غم کنند
یعنی ظاہر میں لوگ ہلکے جلدی گم کر دیتے ہیں اور باقی کے پینے والے مشک اور غم کو ترک کر دیتے ہیں (آب نوش سے مراد حقیقت میں مطلب یہ کہ جو ظاہر میں ہیں وہ تو ذرا سے تغیر ظاہری سے ہلکے پیمانہ نہیں سکتے اور حقیقت شناس لوگ ہیں وہ ان ظواہر کو ترک کر دیتے ہیں اور حقیقت کو دیکھتے ہیں اور جب اُس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تو اُس شخص کو پہنچتے ہیں۔

جان شناسان از عدد و با قیاس اند غرقہ در یا ئے بچوں اند و چند
یعنی حقیقت شناس لوگ عددوں سے قاریغ ہیں اور وہ دیا ئے بچوں اور بے عدد میں غرق ہیں
یعنی انکو اعداد و ظاہری پر نظر نہیں ہے بلکہ وہ تو حقیقت پر نظر رکھتے ہیں۔ اور اُس کو دیکھتے ہیں جو کہ
بے کیف و کم ہے اُس میں شخصیات اور اعداد ہیں ہی نہیں۔ آگے مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ

جان شود از راه جان جائز اشناس یارینش شو نہ فرزند قیاس
یعنی جان جو جا اور جان کی راہ سے جان کو پہچان اور بصیرت کا سامتی ہو نہ کہ قیاس کا تابع۔
مطلب یہ کہ حقیقت میں جو اور قوی سیہ کو چھوڑ کر قوی ملکیت سے معرفت حق جو جان جان ہے
حاصل کر اور بصیرت حاصل کر اس ظاہری قیاس کو ترک کر۔

چون ملک با عقل یکسر رشتہ اند بہر حکمت اراد و صورت گشتہ اند
یعنی جیسا کہ فرشتہ عقل کیساتھ ایک رشتہ ہیں اور حکمت حق کی وجہ سے دو صورت پر پہنچیں
آن ملک با عقل چون یکگو بہر اند در پئے ہم، همچو دنبال و سر اند
یعنی وہ فرشتہ عقل کیساتھ جب ایک ذات ہیں تو ایک دوسرے کی پیچھے دم اور سر
کی طرح ہیں۔

آن ملک چون مرغ بال پر گرفت وین خورد بگذاشت پر و فر گرفت
یعنی اُس فرشتہ نے مرغ کی طرح بال پر اختیار کر لیا اور اس عقل نے پر کو چھوڑ دیا اور شوکت و
شان اختیار کیا۔

لاجرم ہر دو مناصر آمدند ہر دو خوش رو پشت یکدیگر شدند
یعنی آخر کار دو دون ایک دوسرے کے مددگار آئے۔ اور دونوں خوش خوش ایک دوسرے کی
مدد ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو عقل اور فرشتہ جیسا ایک ذات اور ایک لڑی میں منسلک
تھے اور صرف حکمت الہیہ کے اقتدار سے اُن کی صورتیں دو تھیں تو دیکھو ایک دوسرے کا مددگار
اور صورت کے دو ہونے پر نظر دہوئی بلکہ حقیقت پر نظر ہوئی کہ جب حقیقت ایک ہے تو وہ
دونوں ایک ہی ہوتے جس سے صاف معلوم ہوا کہ صورت بدل جانے سے حقیقت نہیں بدلتی۔
ہم ملک ہم عقل حق ما جادے ہر دو آدم را معین و ساجدے

یعنی فرشتہ اور عقل جن کی پہچاننے والے ہیں تو دونوں آدم کے مددگار اور ساجد ہوئے۔

نفس و شیطان بود ز اول واحد بود آدم را اعدو و حاسد سے
یعنی نفس و شیطان اول ہی سے ایک تھے تو وہ آدم کے دشمن اور حاسد ہوئے۔ مطلب یہ کہ دیکھو
عقل اور فرشتہ باوجود صورت کے اختلاف کے حق تقائے کے پہچاننے میں ساتھ بے اہد ایک
دوسرے کے مددگار رہے کیونکہ ان دونوں کی حقیقت تو ایک ہی تھی تو ان دونوں کی طبیعت کا تضاد بھی
یہی تھا اور نفس و شیطان بھی اگرچہ صورت میں دو تھے لیکن حقیقت ایک ہونی کی وجہ سے۔
دونوں کے دونوں آدم کے دشمن اور نافرمان حق ہوئے تو دیکھئے اصل اعتبار حقیقت کا ہوا
صورت کا نہوا۔

انکہ آدم را بدن دید اور میدانکہ نور مؤمن دید اور خمد
یعنی جس نے آدم کے بدن کو دیکھا تو وہ تو فرٹ ہو گیا اور جس نے نور مؤمن کو دیکھا تو وہ جھگ گیا
مطلب یہ کہ دیکھو جس نے آدم کے صورت ظاہری بدن پر نظر کیا وہ تو ان سے فرٹ ہو گیا اور ان کا
مطلب نہوا اور جس نے اس نور کو دیکھا جو کہ ان میں امانت رکھ گیا تھا اور وہی ان کی حقیقت تھی تو وہ اٹھا
مطلب و تابع رہ گیا۔

آن دو دیدہ روشن بود ازین دین دورا دیدہ ندیدہ غیر طین
یعنی ان دونوں کی آنکھیں اسی وجہ سے روشن ہو گئیں اور ان دونوں کی آنکھوں نے سوائے مٹی
کے کسی شے کو نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ فرشتہ اور عقل نے جب حقیقت آدم کو دیکھا تو سب منقاد
ہو گئے اور ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور نفس و شیطان نے جب صورت ظاہر آدم ہی کو دیکھا
اور کہا کہ خلقتہ من طین اس لئے وہ اندھے اور مردود ہوئے اور انہوں نے اطاعت نہ کی اب
چونکہ یہاں تقدیر کی محنت آگئی کیونکہ انہوں نے سجدہ کیا تو بھی حکم حق ہی سے کیا اور دوسروں نے نہ
کیا تو وہ بھی حکم حق ہی سے نہ کیا اور یہ مضمون ایسا ہے کہ اس کو نہ کوئی کا حقہ بیان کر سکا اور نہ بیان کر سکتا
ہے اور نہ اس کے سننے کے لوگ اہل عین۔ لہذا مولانا فرماتے ہیں کہ

این بیان اکنون چو خرد رخ بماند چون نشاید بر جہود انجیل خواند
یعنی یہ بیان اب تک گہ ہے کی طرح برف میں نہ گیا جیسے کہ یہودی پر انجیل نہ پڑھنا چاہئے۔

کے توان با شیعہ گفتن از عرق کے توان بر ربط زدن در پیش کر
یعنی شیعہ سے عرق کے حالات کب کہہ سکتے ہیں اور ہرے کے سامنے بر ربط کے اوپر کب
مارتے ہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ کوئی اہل نہیں ہے سب نا اہل ہی ہیں اسلئے یہ بیان آگے کو نہیں چلے گا۔
اور گدھے کی طرح دھنس گیا ہے جیسے کہ یہودی کے سامنے انجیل پڑھنا بے سود ہے اور شیعہ کے
سامنے حضرت عرق کے حالات بیان کرنا بے سود ہیں بس اسی طرح ان نا اہلوں کے سامنے
اس قسم کے مضامین کا بیان کرنا بے سود ہے۔

لیک گروردہ بگوشت یک کس است بائے ہوڑ کہ ہر آدم ہر است
یعنی لیکن گاؤں کے گوشہ میں اگر کوئی شخص ہے تو جو مضامین کہ میں بیان کئے ہیں کافی ہیں۔
مستحق شرح اسنگ و کلوخ ناطقے گرد مشرح بار سونخ
یعنی مستحق بیان کو تو پتھر اور ٹھیلہ پورے پورے ناطق ہو جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مولانا نے جو
ادب فرمایا تھا کہ نا اہلوں کے سامنے اس قسم کے مضامین بیان نہ کرنا چاہئیں تو اب شبہ ہوا کہ ممکن ہے کہ
ان نا اہلوں ہی میں کوئی اہل بھی ہو تو اس کی خاطر سے بیان کر دینا چاہئے۔ لہذا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اہل
تو اسکو استقریر بیان کو دینا ہی کافی ہے اسلئے کہ جو طالب ہوتا ہے وہ دھیلے اور پتھر دن تک سو اپنے
مطلب کی بات نکال لیتا ہے تو میں نے تو کچھ بیان ہی کیا ہے اگرچہ نامکمل ہی سہی تو اس سے تو
اسکو پورے طور پر ہدایت ہو جاوے گی۔ اور وہ اسکو سمجھ لیگا۔ آگے ایک دو کمر مضمون کی طرف
منتقل ہوتے ہیں کہ دیگر طالب اپنے مطلب کی بات نکال ہی لیتا ہے تو سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے جو چہر
پیدا کی ہیں وہ طالبین کی طلب ہی پر پیدا فرمائی ہیں۔ لہذا طلب پیدا کر دینی چاہئے۔ تاکہ اس طرف سے غلطی

بیان میں اس کے کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ دیا اور پیدا فرمایا
سب طلب پر اور حاجت کی بنا پر فرمایا تو اپنے کو کسی شے کا
محتاج بنانا چاہئو تاکہ حق تعالیٰ عطا فرمادین کہ ارشاد ہے
۱۲ من یحیی المصطل اذا دعا

اُن نیاز مرہیے بودہ است و درد کہ چنان ظلمے سخن آفت از کرد
یعنی وہ مرہی علیہا السلام کا نیاز اور وہی تھا کہ جو ایک ایسے پچھلے باتین شروع کر دین
جزو او بے او برائے او بگفت جزو جزوت گفت دارد و نہفت
یعنی اُن ہی مرہی علیہا السلام کے جزو نے اُن ہی کے واسطے کہا تو تیرا جزو جزو (یعنی) پوشیدگی
میں لفظ رکھتا ہے مطلب یہ کہ علیہ علیہ السلام نے جو اس قدر بچہ تھے کہ ابھی تھوڑی ہی دیر کے
پیدائش تھے لوگوں سے باتیں کیں اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مریمؑ نے جو اہ و ناری کی تھی اور
دعا کی تھی کہ یا لدینی صحت قبل هذا و صحت لیسہ منسیا تو اُس کی برکت یہ ہوئی کہ اس قدر ذلت سے
بچہ ہو کر وہ بولے تو جس طرح علیہ علیہ السلام اُنکے جزو تھے اور اُنہوں نے اُن کی برات کی شہادت
دی پس اس طرح تمہارے اندر بھی تمام اجزا بدن ناطق ہیں اور وہ ہمارے افعال حسن و قبح پر گواہ
ہیں اور ایک زبردست طور پر گواہی دیتے

دست و پاٹا ہر خود نیت و رہی منکرے راجد دست و پا نہی
یعنی اسے بیان تیرے ہاتھ پاؤں گواہ ہو جائیں گے تو تو انکار کیلئے کہا تم تک ہاتھ پاؤں مد لگا۔
مطلب یہ کہ کہا تم تک انکار کرو گے جبکہ خود تمہارے اجزا ہی تمہارے افعال پر گواہی دیتے غرض کہ مطلب
ہو تو سارے کام درست ہو جاتے ہیں اور اگر مطلب ہی ہو تو پھر کچھ بھی نہیں ہوتا
ورنہ باشی مستحق شرم و گفت ناطقہ ناطق ترا دید و بخت
یعنی ادا کر تو شرح اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے تو بولنے والیکے ناطق نے تجھے دیکھا اور سو گیا۔
مطلب یہ کہ دیکھو مطلب کی برکت سے تو وہ بچہ جو بولنے کی قابل نہ تھا بولنے لگا اور اگر تکوین مطلب نہیں ہو
تو جو بولنے کے قابل ہیں وہ بھی تمہارے آگے آکر تکوینا اہل سمجھ کر چپ ہو جائیں گے اور کوئی بات نہ کہیں گی
پس مطلب پیدا کرو کہ جو سب چیزیں تکوینا حاصل ہو جائیں۔

ہر چیز روئید از پئے محتاج است تا یابا بد طالعے چیزے کہ صحت
یعنی کہ جو شے پیدا ہوئی محتاج کے واسطے پیدا ہوئی یہاں تک کہ مطلب نے اُس شے کو پایا جسکو
کُن سے تلاش کیا مطلب یہ کہ جو شے پیدا ہوئی ہے وہ کسی طالب کی طلب پر اور کسی محتاج کی
ماحت معافی کیلئے پیدا ہوئی ہے۔

حق تعالیٰ کاین سموات آفرید از برائے دفع حاجات آفرید
یعنی حق تعالیٰ نے جو یہ آسمان پیدا فرمائے ہیں تو حاجتوں کے دفع کرنے کیلئے پیدا فرمائے ہیں
(غرض کہ)

ہر کہ جو یا شد بیا بد عاقبت مایہ اش درد دست و اصل محنت
یعنی جو شخص کہ طالب ہوا وہ آخر کار پالے گا اسکی پونجی اُسکے ہاتھ میں ہوگی اور محنت کی جڑ
مطلب یہ کہ جو طالب ہوتا ہے وہ اپنے مطلوب کو پا ہی لیتا ہے ہر اُسکی وہ پونجی اُس کے
ہاتھ میں ہوتی ہے اور محنت حق اُسکے ساتھ ہوتی ہے اُسکے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

ہر کجا دروے دوا آبخارود ہر کجا فقرے لوا آبخارود
یعنی جس جگہ کہ درد ہوتا ہے دوا وہیں جاتی ہے اور جہاں فقر ہوتا ہے بخشش وہیں جاتی ہے
ہر کجا مشکل جواب آبخارود ہر کجا پستی است آب آبخارود
یعنی جس جگہ کہ مشکل ہوتی ہے جواب اُسی جگہ جاتا ہے اور جس جگہ پستی ہوتی ہے پانی وہیں کھجاتا ہے
حاصل یہ کہ جب طلب ہوتی ہے جب ہی کوئی چیز ملتی ہے لہذا چاہئے کہ

آب کم جوشش آوری بدست تابخو شد آبت از بالا و پست
یعنی پانی کم تلاشت اور پیاس پیدا کرو تاکہ پانی تمہارے اوپر نیچے سب جگہ سے اُبلے
اُسکی نظر پیش کرتے ہیں کہ دیکھو بے طلب کے کوئی شے نہیں ملتی فرماتے ہیں کہ
تا نزاید طغلب نازک گلو کے روان گردوز پستان خیر او

یعنی جب تک کہ چھ نازک گلو پیدا نہیں ہوتا تو پستان سے اُس کا دودھ کب روان ہوتا ہے
مطلب یہ کہ دیکھو جب تک چھ پیدا نہیں ہوتا اور وہ دودھ کو طلب نہیں کرتا اُس وقت تک دودھ
پستان سے جاری نہیں ہوتا۔ اور جب دودھ کا طالب یعنی بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دیکھو دودھ
کس طرح اُبلتا ہے اور جوشش وار تلبے لہذا

رویدین بالا و پستیہا بدو تاشوی تشنہ و حرارت را گرد
یعنی جاں بلند یوں اور پستیوں میں دھڑ تاکہ تو پیاس اور حرارت میں گروی ہو جاوے
مطلب یہ کہ مجاہدات و ریاضات کے طلب پیدا کرو تو اُسکے بعد یہ ہو گا کہ

بعد از ان از بانگ زنبور ہوا بانگ آب جو نیوشے اے کیا
یعنی اُسکے بعد ہوا کی ہلکی کی آواز سے ندی کے پانی کی آواز سنز گے اے بزرگ مطلب
یہ کہ جب طلب پیدا ہوا دیگی تو اُسوقت ہر چیز میں سے تمکو اپنا مطلوب ہی دکھائی دیکھا اور
ہر شے سے تمکو اپنے مطلوب ہی کی طرف رسائی ہوگی۔

حاجت تو کم نباشد از خشیش آب را گیری سوئے اومی کشیش
یعنی تیری حاجت گہا س سے کم تو نہیں ہے کہ تو پانی کو پکڑتا ہے اور اُس کی طرف ہنچتا ہے
گوش گیری آب را توی کشی سوئے زرع خشک تا یا بد خوشی
یعنی تم پانی کا کان پکڑتے ہو اور سوکھی کھیتی کی طرف کھینچتے ہو تاکہ تری پاوے۔

زرع جانراکش جو اہر فخر است ابر رحمت پُر ز آب کوثر است
یعنی جان کی کہیتی کیلئے جبین کہ جو اہر فخر میں ابر رحمت آب کوثر سے پُر ہے۔ مطلب یہ ہے
کہ دیکھو جب کہیتی سوکھ جاتی ہے تو وہ بزبان حال پانی کو طلب کرتی ہے لہذا تم اُسکی طلب پر
پانی کو کوشش کر کے لاتے ہو اور اُس تک چھو پچاتے ہو تو بہلا تم خیال کرو کہ جتنی اُس گہا س
کو پانی کی حاجت تھی تمہاری حاجت اُس سے کم نہیں اور تم جتنے گہا س پر شفیق ہو اُس سے
زیادہ حق تعالیٰ تم پر شفیق ہیں اور اُس گہا س کے سوکھنے سے جن چیزوں کے فوت ہونے کا
خوف ہے اُس سے کہیں زیادہ چیزوں کے فوت ہونے کا تمہارے خواب ہونے سے خوف ہے
لہذا جب تم گہا س کی طلب پر اُسے پانی دیتے ہو تو سوچو کہ یہی کہ حق تعالیٰ تمہیں خراب
ہوتے دیکھ کر اور باد جو تمہاری طلب کے تمہاری پیاس کو کیا نہ بہا وین گے اور کیا تمہارا مطلوب
تمکو حاصل نہ ہوگا ضرور بالضرور حاصل ہوگا پس طلب پیدا کرو کہ جو اصل چیز ہے اللہ تعالیٰ اپنی
اور اپنی رضا کی طلب اپنے اس بندہ کو اور ہر مسلمان کو نصیب فرادین آمین یا رب العالمین آگے
فرماتے ہیں کہ

تأسقأھم رآھم آید خطاب تشنہ باخس اللہ اعلم بالصواب

یعنی تاکہ سقاہم رہم خطاب آوے لہذا پیاسارہ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ طلب
پیدا کرو۔ تاکہ اُس طرف سے تمکو عطا ہو اور بحر رحمت جوش میں اگر تمکو تمہا اے مطلوب کچھ نہ دے

واللہ اعلم بالصواب والیہ الم وجہ المآب۔ آگے ایک اور قصیدہ بیان فرماتے ہیں کہ اُس غلام کی زبانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سنکر اُسی کاؤن سے جس کی وہ غلام آیا تھا ایک اور عورت آئی تاکہ وہ بھی حضور قبول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا امتحان کرے اور اُس ذات با برکات دیدار سے مشرف ہو۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

| | |
|--|--|
| <p>ہم ازان دہ یک نے از کافران پیش پیغمبر در آمد با خسار گفت کو دک سلم اللہ علیک مادرش از چشم گفتش بن خموش این کیت آمخت ای طفل صغیر گفت حق آمخت وانگہ جبرئیل گفت کو گفتا کہ بالائے سر ایستادہ بر سر تو جبرئیل گفت می بینی تو گفتا کہ بے می بیاموز مرا وصف رسول پس رسولش گفت ای طفل رضع گفت نامم پیش حق عبد الغریزہ من ز غزے پاک و بیزار و بری</p> | <p>سوئے پیغمبر روان شد از امتحان کو د کے دوا بہ زن را در کنار یا رسول اللہ قد جئت الیک کیت افگند این شہادت را بگوش کہ زبانت گشت در طفلی جبریر در بیان با جبرئیل من رسیل می نہ بینی کن بیالامنت مر مرا گفتہ بصد گو نہ دلیل بر سر تابان چو بدر کاٹے بر علوم می رساند زین سفول چیت نامت باز گو و شو مطیع عبد غزے پیش این کیت چیز حق آنکہ دادت این پیغمبری</p> |
|--|--|

کو د کے دو ماہ بہ ہچمون ماہ بدر
 پس جنوط آندم ز جنت در رسید
 ہر دومی گفتند کہ خوف سقوط
 آنکہ تعریفش شہنشاہ خود کند
 آنکسے را کو معرفت حق بود
 آنکسے را کش خدا حافظ بود
 اندرین بودند کا و از صلا
 خواست آبے و وضو را تازہ کرد
 ہر دو پاشست و بموزہ کرد رائے
 دست سوئی موزہ برد آن خوش خطا
 موزہ را اندر ہوا برد او چو باد
 در فتاد از موزہ یک را بر سیاہ
 پس عقاب آن موزہ را آورد ہا ز
 از ضرورت کردم این گستاخیے
 وائے کو گستاخ پائے می ہند
 پس رسولش شکر کرد و گفت ما
 موزہ بر بودی و من در ہم شدم

در سن لغ گفتہ چون اصحاب صدر
 تا دماغ طفل و مادر بوشید
 جان سپردن بہ برین بوئی جنوط
 جامد و نامیش صد مردق ز ند
 جامد و نامیش صد صدق بود
 مرغ و ماہی مرور حارس شود
مصطفیٰ البشید از سوئے علا
 دست رو را شست و زان آب سرد
 موزہ را بر بود یک موزہ ربائے
 موزہ را بر بود از دستش عقاب
 پس نگوں کرد و زان مار فتاد
 زان عنایت شد عقابش نیکخواہ
 گفت ہن لیستان و روسو نماز
 من ز ادب دارم شکستہ شاخے
 بے ضرورت کش ہوا فتویٰ دہد
 این جفا دیدیم خود بود آن وفا
 تو غم بردی و من در غم شدم

گر چه هر غیبی خدا ما را نمود
 گفت دور از تو که غفلت تو سرست
 ما در موزه به پیشم در هوا
 عکس نورانی همه روشن بود
 عکس عبد الله همه نورے بود
 عکس هر کس را بدان و جان بین
 عبرتست این قصه ای جان مر ترا
 تا که زیرک باشی و نیکو گمان
 دیگران گردند زرد از بیم آن
 زانکه گل گریبک برگش می کو
 گوید از خارے چرا فستم بغم
 هر چه از تو یاده گردد از قضا
 ما التصوف قال وجدان الفرح
 آن عقابش را عقابے دان که او
 تارها ند پاش را از زخم مار
 گفت لا تا سوا علی ما فاتکم
 لیک هر چه فوت شد غلین مشو

دل دران لحظه بخود مشغول بود
 دیدم آن غیب را هم عکس تست
 نیست از من عکس تست تا مصطفی
 عکس ظلمانی همه گلخن بود
 عکس بیگانه همه کورے بود
 پہلوے جنسے که میخواستی نشین
 تا شوی راضی تو در حکم خدا
 چون به بینی واقعہ بدنا گمان
 تو چو گل خندان که سود و زیان
 خنده نگذار و نه گردد منشو
 خنده را من خود ز خار آورده ام
 تو یقین دان که خریدت از بلا
 فی الفواد عند اتیان الترح
 در بود آن موزه را زان نیکو
 ای خنک عقلے که باشد بے عثار
 ان اتی السرحان اردے شاکم
 زانکه گرشد کهنه آید باز نو

| | |
|----------------------------|-------------------------------|
| گر بلا آید ترا اندہ مبر | ور زیان بینی غم اور محور |
| کان بلا دفع بلا ہائے بزرگ | وان زیان منع زیانہای سترگ |
| راحت جان آمد ایجان فوت مال | مال چون جمع آمد ایجان شد وبال |

نیز ایک کافر عورت کا وٹن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتحان کیلئے آئی اور اس بیٹ سے آئی کہ اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی اور دو ہینہ کا بچہ نعل میں لٹے ہوئے تھی پھر نے کہا یا رسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں جب ماں نے یہ سنا تو غصہ سے کہا چپ رہ ارے یہ گواہی تیرے کان میں کئے والدی اور میچھے کئے سکھلایا کہ تیری زبان بچپن ہی میں چلنے لگی (اتنی سی جان ہاتھ بہر کی زبان) اُس نے کہا اولاً تو مجھے خدا نے یہ شہادت تعلیم فرمائی ہے اور اُس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے اور میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ بول رہا ہوں اُس نے کہا جبرئیل کہاں ہیں پھر نے کہا امان تم دیکھتی نہیں آپ کے سر پر ہن ذرا نظر تو اٹھاؤ جبرئیل آپ کے سر پر کپڑے ہوئے میری رہنمائی فرما رہے ہیں اُس نے کہا بچے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر نے کہا ہاں میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سر پر چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں وہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سکھلا رہے ہیں اور وہی مجھ کو اس خلیفہ کو اوج پر بھونچا رہے ہیں اس گفتگو کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے شیخو بچے تیرا نام کیا ہے بیان کر دیکھ میسر حکم کی نافرمانی نہ کرنا کہ میان نہ کرے اُس نے عرض کیا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبدالعزیز ہے مگر یہ بہت ہمت اور محقر لوگ مجھے عبدالعزیز کہتے ہیں مگر مجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں اُس سے بیزار اور بری ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ حق نے آپ کو پیغمبری عطا فرمائی ہے غرض دو ہینہ کے بچے نے اس قدر اعلیٰ گفتگو کی جیسے اولیاء اللہ اور صاحب قوۃ قدسیہ کرتے ہوں اُس کے بعد وحی کی خوشبو آئی جو لو کے نبی سونگھی اور اُس سلی مان نے بھی اسکو سونگھ کر دونوں کہتے تھے کہ چمکنا اس خوشبو کے ذمال کا اندیشہ ہے اگلے اسی خوشبو ہمارے جان بچائے تو بہتر ہے کہ جسے یہ خوشبو بعد اسی نہ ہو۔ واقعی بات یہ ہے کہ جسکی تعریف حق سبحا

قرأتے ہیں کیا جمادات کیا نباتات کیا حیوانات سب اُسکی تعریف کرتے ہیں اور جس کی تعریف
 خدا تعالیٰ فرماتے ہیں جمادات نباتات و حیوانات سب اُس کی تصدیق کرتے ہیں اور جس کا خدا نگہبان
 ہو تلہے مرغ و ماہی اُسکی حفاظت کرتے ہیں چنانچہ یہی واقعہ ہوا تھا کہ اتنے میں بلندی سے اذان
 کی آواز آئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبک پائی دھکیا گو وضو آپکو پیشتر سے تھا مگر آپ
 نمازہ دھو کیا اور ٹہنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھویا۔ (سبح کر کے) پاؤں دھوئے اور جی میں آیا کہ موزہ
 پہنیں ایک اچکنے والا جا فور موزہ اُچک لیگیا۔ یعنی آپنے موزہ اُٹھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا اور عقاب پک
 ہاتھ میں سے اُچک لیگیا۔ اور ہوا کی طرح ہوا میں لے اُڑا اور وہاں جا کر اسکو الٹا تو اس میں سے
 سانپ گرا۔ دیکھو خدا کی عنایت تھی کہ عقاب خیر خواہ ہو گیا اور وہ کالا سانپ جو موزہ میں بیٹھا ہوا
 گر پڑا اور موزہ پہننے کے قابل ہو گیا۔ اُسکے بعد وہ عقاب موزہ کو واپس لایا۔ اور کہا لیجئے اور نماز
 کو شریعت لیجائے میں نے یہ گستاخی محض ضرورت کیلئے کی تھی ورنہ میں بے ادب نہیں ہوں
 بلکہ میں تو ادب کی وجہ سے حضور کے سامنے بہت ہی منکسر ہوں ہاں اُسکی حالت نہایت قابل
 افسوس ہو جو بلا ضرورت محض خواہش انسانی سے گستاخانہ قدم اُٹھائے مگر الحمد للہ کہ میرا ایسا
 نہیں ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا شکر ادا کیا۔ اور فرمایا کہ ہم نے تو اسکو زیادتی
 سمجھا تھا لیکن یہ تو واقع میں خیر خواہی تھی تم میرا موزہ لیگئے اور مجھے نالوار ہوا کہ دیکھو اُس نے نماز کیلئے
 جانے میں مزاحمت کی تے میرا غم کہو یا اللہ میں ممنوم ہوا یہ میری غلطی تھی اگرچہ حق سبحانہ نے
 اکثر معیبات ضروریہ ہم پر ظاہر فرمائے ہیں اور ان میں سے یہ بھی تھا لیکن دل بخی حالت میں مشغول تھا
 اسلئے التفات نہوا عقاب نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ آپکو غفلت ہو میں نے جو دیکھا تو یہ بھی حضور ہی کا پر تو
 تھا میرا کوئی ذاتی کمال نہ تھا میں ہوا کہ اندر اڑتا ہوا موزہ کے اندر سانپ دیکھ لوں یہ میرا کام نہیں
 بلکہ حضور ہی کا عکس ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ نورانی چیز کا عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور ظلمانی چیز
 کا عکس تلہیک ہی ہوتا ہے اسلئے اہل اللہ کا پر تو بھی نورانی ہوتا ہے لہذا اس سے معرفت بڑھتی
 ہے اور افسانہ کا عکس بالکل ظلمت ہو تلہے کہ جو صفائی اور تنور پہلے سے ہوتا ہے وہ بھی یا زائل
 ہو جاتا ہے یا اُس میں تکرر آجاتا ہے علی تفاوت الاحوال پس اول ٹکڑے شخص کا عکس اُسکی حالت
 سے جان لینا چاہئے پھر حکے پہلو میں پاہو بیٹھو نیز اس قصہ سے ٹکڑے جہت حاصل کرنی چاہئے تاکہ تم

میں سبحانہ کے حکم پر رضا مند ہو۔ اور جب اپنا تک کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو عقل سے کام لو
اور خدا کے ساتھ حسن ظن رکھو کہ امین بھی کوئی مصلحت ہوگی اور جبکہ دوسرے لوگوں کی مارے
خون کے رنگت زرد ہو اس وقت تک کہ اصلاح اس نہ ہو بلکہ تم نفع اور نقصان ہر دو حالت میں پہل
کی طرح پہلے رہو اسلئے کہ پھول کو کچھ بھی ملال نہیں ہوتا اگر تم اسکی پیکھڑی پیکھڑی الگ کر دو
تب بھی وہ کھلا ہی رہتا ہے نہ ہنسنا چھوڑتا ہے اور نہ پژمرده ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں معذور
ہونے سے طول کیوں ہوں آخر یہ ہنسی جو مجھے ملی ہے یہ بھی تو عدم ہی سے ملی ہے اور عدم تو میرا
وطن اصلی ہے پس اگر میرے اجزاء اپنے اصلی وطن کو چلے جائیں تو بیچ کی کیا بات ہے پس
تکو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اور جو کچھ تجھ کی آبی تم سے جاتا ہے تکو اسپر غم نہ کرنا چاہئے بلکہ
سمجھنا چاہئے کہ یہ کسی بلا کا دفعیہ ہے کسی نے کسی رویش سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے اُنہوں
نے فرمایا کہ ناگوار واقعہ پیش آنیکے وقت بھی دل میں خوشی پانا پس تم سختی کو اُسی عقاب کی
مثل غم رہا سمجھنا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزہ اڑا لیکھا تھا اور وہ اسلئے آتی ہو
کہ تکو تکلیف شدید سے بچاوے پس تکو عقل سے کام لینا چاہئے اور غلطی میں نہ پڑنا چاہئے
جو عقل غلطی سے بچے بڑی مبارک ہے۔ دیکھو حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ جو چیز تم سے فوت ہو جائے
تم اُس کا غم نہ کرو کیونکہ وہ حقیقت میں ایک بہیر یا تھی اور بہیرے کا قاعدہ ہے کہ جب آتا ہے تو
تمہاری بکری لیجا تا ہے پس اسکی بھی تکو کوئی ضرر ہوتا ہے تم نے تکو اُس ضرر سے بچا دیا۔
ناگاہیکہ ایک چیز تم سے جاتی رہی اُسپر غم فصول ہے پس تم ہرگز غم نہ کرو کیونکہ اگر پورانی ضائع
ہو گئی بلا سے اور نئی ملجائی خواہ اُسی قسم کی یا اُس سے بھی بڑھ کر پس اگر کوئی بلا آئے تو اُسپر
مغموم نہ ہونا چاہئے اور اگر نقصان ہو تو اُس کا غم نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بلا اور بڑی بلاؤں کا دفعیہ ہے
اور یہ نقصان دیگر بڑے نقصانوں کا مارے ہے چنانچہ مال کے ضائع ہونے سے جان کو راحت ہوتی ہے
اور جب مال جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان ہوتا ہے کہیں اسکی حفاظت کی فکر ہے کہیں اُسکے لئے
لوگوں سے لڑائی ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے غرض کہ ایک مصیبت ہے اور جبکہ وہ نہ رہا سارے
جہگڑون سے نجات ہو گئی

شرح شبیری

ایک کافر عورت کا مع ایک شیر خوار بچہ کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ کی وجہ سے بچہ کا گویا ہو جانا

ہم ازان وہ ایک زنے از کافران سوئے پیغمبر دوان شہر از امتحان
یعنی اُسی گاؤں میں سے ایک عورت کافران میں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف امتحان کے لئے دوڑی۔

پیشین پیغمبر در آمد با خسار کو دے دو ماہہ زن را در کنار
یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور بنی اور ہے اس طرح آئی کہ ایک دو مہینہ کا بچہ عورت کی گود میں تھا۔

گفت کو دے سلم اللہ علیک یا رسول اللہ قد جئنا الیک
یعنی بچہ کہہ کہ یا رسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم آپ کے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔
مادرش از خشم گفتش میں غموش کیت افگند این شہادت بگوش
یعنی اُس کی ماں نے غصہ سے اُس بچہ کو کہا کہ ارے چپ تیرے کان میں اس گواہی کو کہنے ڈال دیا

این کیت آموخت و طفل صغیر کہ زبانت گشت در طفلی جریر
یعنی ارے خدا سے بچے بچے یہ کہنے سکھا دیا کہ تیری زبان بچپن ہی میں چلنے لگی ہے۔
گفت حق آموخت و انگہ جبرئیل در بیان با جبرئیل من رسل

یعنی اُس بچہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے سکھلایا ہے اور اس وقت جبرئیل نے۔ اور میں بیان میں جبریل کے ساتھ ہمزبان ہوں۔ مطلب یہ کہ اُس بچہ نے کہا کہ اول تو خدا نے سکھلایا ہے یعنی اُس نے میرے دل میں ڈالا۔ اُس نے حکم دیا کہ اسکو یہ سکھلایا جائے تو اب جبریل علیہ السلام مجھے سکھلا رہے ہیں اور میں اب بولنے میں اُن ہی ہمزبان ہوں۔ وہ جو کہتے ہیں وہی میں کہتا ہوں۔

گفت کہ گفت کہ بالائے سرت می نہ بینی کن ببالا منظر
یعنی مان نے کہا کہ (جبریل) کہاں ہیں تو بچہ نے کہا کہ تیرے سر پر ہیں کیا تجھے نظر نہیں آتے
اپنی نظر اوپر کو کر۔

ایستادہ بر سر تو جبرئیل مر مر اگشتہ بصد گودہ دلیل
یعنی تیرے سر پر جبریل کھڑے ہوئے ہیں اور میرے لئے سوط رحمت راہبر ہو رہے ہیں
گفت می بینی تو گفت کہ بے بر سر تابان چو بدر کاٹے
یعنی مان نے کہا کہ کیا تو دیکھ رہا ہے تو بچہ نے کہا کہ ہاں (وہ تو) تیرے سر پر ایک بدر کاٹل کی
طرح تابان ہیں۔

می بیا موز در اوصاف رسول زان علوم می رہا نذرین سفول
یعنی وہ جبرئیل مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کہلا رہے ہیں اور اُس
بلندی کی وجہ سے مجھے آپسستی سے چھڑا رہے ہیں مطلب یہ کہ اوصاف رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے علم سے جو بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے اُسکے ذریعے مجھے وہ اس پستی اور جہل سے
چھڑا رہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مجھے سکھلا رہے ہیں۔ یہ باتیں تو اُس
بچہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنی مان سے اب آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود
اُس سے سوالات فرماتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔

پس رسولش گفت ای طفل رسیع چیست نامت باز گو و شو مطیع
یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس بچے سے کہا کہ لے شہیز غار بچے تیرا نام کیا ہے بت اور
مطیع ہو جا۔

گفت ناظم پیش حق عبدالعزیز عبدعزے پیش این یکشت چیز
یعنی اُس بچہ نے کہا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبدالعزیز ہے اور ان تہوڑے سے نامزدوں کے نزدیک
عبدعزے ہے مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ میرا نام خدا کے نزدیک تو عبدالعزیز ہے لیکن یہ کافلوگ
جو نامداد لبت محبت اور حقیر ہیں مجھے عبدعزیز کہتے ہیں (عزیز) ایک بُت کا نام ہے جسکو اہل عرب
پوجتے تھے)

من ز غریہ پاک و بیزار و بیری حق آنکہ دادت این سینہ بیری
یعنی من تو غری سے پاک اور بیزار اور بیری ہوں۔ قسم ہے اُس کی جس نے آپکو بیزیری دی ہے
کو دک دو ماہہ پہچون ماہ بدر درس بالغ کفہ چون اصحابہ
یعنی دو مہینہ کے پچھنے جو کہ ماہ کامل کی طرح تھا کامل سبق دیا بڑے لوگوں کی طرح۔ مطلب یہ کہ
اُس دو مہینہ کے پچھنے جو کہ بہریری اور ہدایت دینے میں بدلہ کامل کی طرح تھا بڑے لوگوں کی طرح گفتگو کی
یہ سب اُسی ذات والا صفات کے برکات ہیں۔

پس حنوط آندم ز جنت در رسید تادماغ مقل و مادر بو کشید
یعنی پھر اسوقت جنت کی خوشبو آئی۔ یہاں تک کہ مان اور بیٹے کے دماغ نے خوشبو کی بچھی۔
مطلب یہ کہ ان باتوں کی جو جنت کی خوشبو آئی اور مان نے بھی سونگھی اور اُس لڑکے کو بھی محسوس
ہوئی۔ پھر تو یہ حالت ہوئی کہ۔

ہر دو می گفتند کز خوف سقوط جان سپردن بہ برین بوی حنوط
یعنی دونوں کہتے تھے کہ زوال کے خوف سے جان دیدینا بہتر ہے اس خوشبو پر۔ مطلب یہ کہ
اُن کو خوف ہوا کہ ہمیں یہ خوشبو جاتی نہ رہے تو کہتے تھے کہ بس سو بچتے ہی سو بگیتے جان نکل جائے
تو کسی چچی بات ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ ترغیش شہنشہ خود کند جامد و نامیش صد مردق زند
یعنی جس کی ترغیف کہ خود بادشاہ کرے تو اس شیا و جامد اور نامی سب کی دن ترغیفین کریں۔
اُن کے راکش معروف حق بود جامد و نامیش صد صدق زند

یعنی جسکا ترغیف کرنے والا حق تعالیٰ ہو تو جامد اور نامی اُس کی سب کی دن تصدیقین کریں۔ مطلب یہ کہ
جسکا کہ خدا ترغیف کرنے والا اور ثنا گو ہو اُس کی تو نہ باتات اور حیوانات سب کے سب ثنا گو ہونگے۔ تو
چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ترغیف کرنے والے حق تعالیٰ ہیں اسلئے اُن کی ثنا گوئی میں ہر شے واجب
ہے۔ اور اُس بچہ کا بل پڑنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنا گوئی محل تعجب نہیں ہے
آگے فرماتے ہیں کہ

آن کے راکش خدا حافظ بود مرغ و ماہی مرد را حارس بود

یعنی جس شخص کا کہ خدا حافظ ہو مرغ و ماہی سب اس کے نگہبان ہوتے ہیں آگے اسپر ایک حکایت لائے
ہیں کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ چونکہ جن تھے اسے جانور تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
حفاظت کرتے تھے اور آپ کے نگہبان تھے۔ اب حکایت سنو۔

**عقاب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزہ کو لیکر اڑ جانا اور
اوپر جا کر اوندھا کر دینا تو اس سے ایک سیاہ سانپ کا گرنا**

اندریں بود نر کا و از صلا مصطفیٰ لبخند از سوائے علا
یعنی سب لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ نماز کی آواز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندی کی طرف سے سنی
(صلا مخفف صلوة ہے)

خواست آہے و وضو تازہ کر د دست در و راست اوزان آب سرد
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور وضو کو تازہ کیا اور اس ٹنڈ ہے باقی سے ہاتھ منہ دھویا
مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اگرچہ پہلے سے تھا لیکن اپنے دوبارہ تازہ وضو کرنا چاہا۔
ہر دو پاشست و موزہ کر درائے موزہ را بر بود یک موزہ دہائے
یعنی دونوں پاؤں دھو کر موزہ کی طرف رائے فرمائی تو موزہ کو ایک موزہ کا اُچکنے والا لے گیا مطلب
یہ کہ وضو کر موزہ پہننے کا ارادہ کیا تو موزہ کو ایک جانور اُچک کر لے آئے

دست سوئے موزہ برد آن خوش خطاب موزہ را بر بود از دست عقاب
یعنی وہ خوش خطاب (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) موزہ کی طرف ہاتھ لیگئے تو آپ کے دست ہمارے
میں سے عقاب موزہ کو لے گیا۔

موزہ را اندھ ہوا بر د او چر باد پس گون کر دا و از ان مار و قتاد
یعنی وہ ہوا کی طرح موزہ کو لے اُڑا پھر اسے اوندھا کر دیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا۔
در قتاد از موزہ یک مارے سیاہ زان عنایت شد عقابش نیکنواہ
یعنی موزہ میں سے ایک کالا سانپ گر پڑا اس عنایت خداوندی کی وجہ سے عقاب آپ کا خیر خواہ ہو گیا

پس عقاب آجی موزہ را آور د باز گفت بن بستان وروسے نماز
یعنی پھر عقاب اُس موزہ کو واپس لے آیا۔ اور عرض کیا کہ یہ لیجئے اور نماز کیلئے تشریف لیجائیے
اور (عرض کرتے ٹھاکر)

از ضرورت کردم این گستاخے من زادب دارم شکستہ شلخے
یعنی میں نے یہ ایک گستاخی بضرورت کی تھی (دہن) میں تو ادب کی وجہ سے بہت ہی منکسر ہوں۔
مطلب یہ کہ اُس عقاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو یہ گستاخی کی کتاب کے
دست مبارک میں سے موزہ اُچک لیا تو اُس کی وجہ صرف ضرورت تھی ورنہ میں ہرگز ایسی گستاخی نہ کرتا
میں تو حضور کے سامنے بہت ہی متواضع اور منکسر ہوں۔

دائے کو گستاخ پائے می بند بے ضرورت کش ہوا فتوے دہد
یعنی افسوس ہے اُس شخص پر جو کہ بے ضرورت گستاخانہ قدم رکھتا ہے (صرف اسلئے) کہ اُس کو
ہوائے نفسانی فتویٰ دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ اُس نے عرض کیا کہ میں تو بہت ہی متواضع اور منکسر ہوں اور
میں نے جو کیا وہ حقیقت میں گستاخی نہ تھی بلکہ ایک ضروری کام تھا۔ لیکن اُن لوگوں پر سخت افسوس
ہے جو بلا ضرورت صرف خواہشات نفسانی کی وجہ سے حقیقت گستاخیاں کرتے ہیں،

پس رسولش شکر گفت و گفت ما این جنایدیم و بود آن خود و نا
یعنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس (عقاب) کا شکر ادا فرمایا اور فرمایا کہ ہمتو اُس کو جتنا
سمجھئے اور یہ تو وفا تھی۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا فکر ادا کیا اور فرمایا امان
ہم تو سمجھتے تھے کہ تم نے ایک ظلم کیا موزہ نہ پہننے دیا لیکن یہ تو سراسر وفاداری تھی۔

موزہ بر بودی و من در ہم شدم تو غم بردی و من در غم شدم
یعنی تو موزہ لے گیا اور میں پریشان ہوا (تو میرے غم لے گیا اور میں غم میں مبتلا ہوا) (اور فرمایا کہ)
گرچہ ہر غیب خدا مارا نمود دل دران لحظہ بخود مشغول بود

یعنی اگرچہ تمام غیبات (ضروریہ) خدا نے ہکود کھلا دئے ہیں لیکن اسوقت میں دل اپنی طرف
مشغول تھا مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ضروری ضروری غیبات
ہکود بتلادی ہیں اور ہم اُن پر مطلع ہیں۔ لیکن اسوقت چونکہ دوسری طرف توجہ تھی لہذا موزہ میں

سانپ کے ہونے کی خبر نہ ہوئی۔ اسکو سنکر عقاب نے یہ جواب دیکھ

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست دیر نم آن غیب را ہم عکس تست

یعنی عقاب نے کہا کہ یہ آپ سے یہ دور ہے کہ آپ غفلت پیدا ہو (بلکہ) یہ میرا دیکھنا بھی آپ ہی کا عکس مطلب یہ کہ اُس نے عرض کیا کہ آپ کی شان سے یہ بہت ہی بوجہ ہے کہ آپ غفلت ہو آپ خدا نکرے غفلت کیوں ہوتی آپ تو ایسے ہوشیار اور بیدار ہیں کہ دوسروں پر بھی اُس ہوشیاری کا عکس پڑتا ہے کہ میں نے جو اس سانپ کو دیکھ لیا اور مجھے معلوم ہو گیا۔ یہ بھی صرف آپ ہی کی برکت تھی ورنہ پہلا میں اور اڑتا ہوا موزہ میں سانپ کیسے دیکھ سکتا تھا۔

دارد موزہ بہ بیستم در ہوا نیست از من عکس تست از مصطفیٰ

یعنی میں سانپ کو موزہ میں اڑتے ہوئے دیکھ لوں یہ مجھے نہیں ہے بلکہ اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ہی عکس ہے۔ مطلب یہ کہ اُس نے عرض کیا کہ میرا یہ دیکھ لینا بھی کوئی ذاتی کمال نہ تھا بلکہ یہ بھی آپ ہی کا پرتو اور عکس تھا کہ جبکی بدولت میری آنکھ نے اسکو دیکھ لیا۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ ادراک۔ غ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

عکس نورانی ہمہ روشن بود عکس ظلمانی ہمہ گھمن بود

یعنی نورانی شے کا عکس بالکل روشن ہی ہوتا ہے اور ظلمانی شے کا عکس بالکل سیاہ ہوتا ہے

عکس عبد اللہ ہمہ نوری بود عکس بیگانہ ہمہ کوری بود

یعنی عبد اللہ کا عکس بالکل نورانی ہوتا ہے اور بیگانہ کا عکس بالکل اندھا بن ہوتا ہے مطلب یہ کہ جو حضرات اولیاء اللہ ہیں اور اُن کے قلوب نورانی ہیں اُن کا تو عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور جو لوگ کہ محبوب اور غیر اولیاء اللہ ہیں اُن کا عکس بھی ظلمت اور حجاب ہی ہوتا ہے آگے ایک تفسیر ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

عکس ہر کس را بدان از جان بہ بین پہلوئے جسے کہ میخوابی نشین

یعنی ہر شخص کے عکس کو اے جان ناس سے جانچ لے (اور یہ) جسکے پہلو میں چاہے بیٹھ مطلب یہ کہ جب ہر شخص کا عکس مختلف پڑتا ہے اور ہر ایک کا اثر جدا گانہ ہوتا ہے تو تم کو چاہئے کہ اول ہر شخص کی حالت کو اُس کے عکس سے جانچ لو کہ اُس کے ہمنشینوں پر اُس کا کیا اثر اور کیا عکس ہے

جب تم اس کے بچان اور بچکے پاس پاؤ بیٹھو اٹھو۔ پھر نہ ضرور نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جب اس امر کی شناخت ہو گئی تو اب تو کوئی بات رہی ہی نہیں جس سے ضرور ہو سکے آگے اس قصہ کا دیکھہ عبرت ہونا بیان فرماتے ہیں

اس حکایت سے عبرت حاصل کر نیکی دیکھو اور آیتہ اِن مَعَ الْعُسْرِ يُسْرٌ کے

عبرت سے اس قصہ کے جان کر لےنا
تاشوئی راضی تو درحکم قصہ
یعنی لے جان یہ قصہ تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے تاکہ تم حکم قضائین راضی رہو۔
تاکہ زیرک باشی و نیکو گمان
چون بہ منی واقعہ بد ناگمان
یعنی تاکہ تم ہوشیار و نیک گمان رہو جو وقت کہ ناگمان کوئی ناگوار واقعہ کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ
یہ قصہ بالاسلئے تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے کہ تمہیں معلوم ہو جاوے کہ جو واقعہ قضا و قدر سے
پیش آتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے اور جب یہ معلوم ہو جاوے گا تو پھر تم
اُس پر راضی رہو گے اور نیکو راضی رہنا آسان ہو جاوے گا۔

دیگر ان گرد نذر زرد از بیم آن
تو چو گل خندان گہ سود و زیان
یعنی دوسرے لوگ تو اس کے خوف سے زرد ہو جاوے اور تم بھول کی طرح نفع نقصان کے
وقت سے ہلکتے رہو۔

زنانکہ از گل گر تو بر گش می کنی
خندہ نلکدار د نہ گرد و منشنی
یعنی اس لئے کہ اگر تم بھول کی پنکھڑیاں اُگھاؤ تو وہ ہنسی کو چھوڑنا نہیں اور مرجھا نا نہیں۔
گوید از خارے چرا افتم بنم
خندہ را من خود ز خار آورده ام
یعنی وہ بھول کہتا ہے کہ میں خار عدم سے کیون غم میں پڑوں میں تو ہنسی کو عدم ہی سے لایا ہوں
مطلب یہ کہ دیکھو بھول کی اگر تم پنکھڑی پنکھڑی الگ کر ڈالو تب بھی وہ ہنستا ہی رہتا ہے اور پھر مردہ
نہیں ہوتا بلکہ وہ بزبان حال کہتا ہے کہ یہاں میں جو معدوم ہونے سے ملو اور پھر مردہ ہوں تو
مجھے اس کی کیا غرض ہے اس لئے کہ میری پیشہ ہی تو عدم ہی سے وجود میں آئی ہے تو اگر مجھ پر دوبارہ
عدم طاری ہوگا تو اس وقت بھی یہ ہنسی رہے گی پس اسی طرح نیکو چاہئے کہ جو ناگوار پیشہ آوے

یہ سمجھو کہ ہم خود قضا و قدر سے آئے ہیں۔ اور یہ بلا مصیبت بھی قضا و قدر ہی سے آئی ہے لہذا پریشان ہونا سخت غلطی ہے

ہرچہ از تو یا وہ گرد از قضا تو یقین دان کہ خریدت از بلا یعنی جو شے کہ قضا کی وجہ سے تیرے پاس سے جاتی ہے تو تو یقیناً جان لے کہ تجھے بلا سے خرید لیا مطلب یہ کہ اگر تمہاری کوئی شے جاتی رہے اور تقدیر سے کسی چیز کا نقصان ہو جاوے تو اس پر راضی رہو۔ اور یوں سمجھو کہ کوئی بلا خود ہماری ذات پر آنیوالی تھی جو کہ جلد مال ہی پر ٹل گئی۔ فالحمد للہ

ما التصوف قال وجد ان الفرح في الفواد عند اتیان الترح یعنی کسی شخص نے کسی سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے تو اُس نے کہا کہ دل میں مصیبت کے آنیکے وقت خوشی یا نا مطلب یہ کہ جو وقت کوئی مصیبت آوے تو اس پر راضی رہنا اصل تصوف ہے اب رہا رنج طبعی تو نہ تو وہ ممنوع ہے اور نہ مذموم بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ مصیبت کی وقت راضی رہے اور کوئی کلمہ خدا کی شکایت وغیرہ نہ کہے اور اگر رنج طبعی ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور اس کی علامت کہ رنج طبعی ہے اور دل سے راضی ہیں یا اصل سے راضی ہی نہیں ہیں یہ ہے کہ اگر ایسے وقت میں شکوہ و شکایت کرتا ہے تب تو راضی نہیں ہے اور اگر شکایت نہیں ہے بلکہ صبر کیا تو معلوم ہوا کہ راضی ہے اور اس کو اصل تصوف حاصل ہے اور شکوہ و شکایت زبان ہی سے نہیں بلکہ دل میں بھی خدا کی شکایت پیدا نہ ہو۔

آن عقابش را عقابے دان کہ او در بود آن موزہ را زان نیکو یعنی اُس شخص کی مصیبت کو وہ عقاب جانو جو کہ موزہ کو اُس نیک فعلت سے اللہ علیہ وسلم اُچک لے گیا تھا۔

تار ما ند پاش را از خم مار لے خنک عقلے کہ با شربے غبار یعنی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کو سانپ کے زخم سے بچاوے۔ ہنڈی ہو وہ عقل ہو کہ بے غبار ہے۔ مطلب یہ کہ جو مصیبت کسی پر آوے تو اُس مصیبت کو اُس عقاب کی طرح جاتو جو کہ موزہ لے گیا تھا کہ دیکھو اُس میں کسی فعلت تھی حالانکہ بظاہر ناگوار معلوم ہوتا تھا تو بس تم بھی یہی سمجھو کہ جو دامن پیش آیا ہے اس میں بھی کوئی فعلت ہے جیسا کہ خود ارشادِ اقدس ہے کہ عسی ان تکرر حوا

خیشا وهو خیل حکم و عسی ان تجی یا شیشا وهو شکر لکھ -

گفت لا تا سوا علی ما فاکتم ان اتی السرحان اردی شانکم
یعنی جن تو کئے اے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شے جاتی ہے اسپر نگین مت ہو اگرچہ پہنیز یا آوے
اور تہماری بکریوں کو خراب کر دے۔ مطلب یہ کہ جو چیز بھی جاتی رہے اسکو اسی طرف سے سمجھو
اور اُسکے مصالح پر غور کرو۔ اور اسپر نگین مت ہو۔

گفت ہرچہ آن فوت شد نگین شو زانکہ گردش کہنہ آید باز نو
یعنی فرمایا ہے کہ جو کچھ فوت ہو جاوے تو نگین مت ہوا سئلے کہ اگر پڑانا جانا رہا تو نیا آجاوے گا۔
گر بلا آید ترا اندہ مبر و زندیان بینی غم آن ہم مخور

یعنی اگر تجھ پر کوئی بلا آوے تو رنجیدہ مت ہو۔ اور اگر تو کوئی نقصان دیکھے تب بھی غم مت کہا (اسئلے کہ)
کلان بلا دفع بلا ہائے بزرگ وان زیان منع زیانہائی سترگ

یعنی کیونکہ وہ بلا بہت سی بڑی بلاؤں کا دھیمی ہے اور وہ نقصان بہت سے بڑے نقصانوں کی روک ہے
مطلب یہ کہ اگر کوئی بلا آوے یا کوئی نقصان ہو جاوے تو یوں سمجھو کہ نہ معلوم یہ کتنی بڑی بڑی بلاؤں
اور نقصانوں کا دھیمی ہے کہ اُسکے آجانے سے وہ سب ٹل گئے ورنہ نہ معلوم کیا سے کیا ہو جاتا۔

راحت جان آمدے جان فوت مال مال چون جمع آید جان مشد وبال

یعنی مال کا جاتا رہنا اے پیارے راحت جان ہے اور جب مال جمع ہو جاتا ہے تو پیارے وہ وبال
ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مال کے جاتے رہنے سے رنجیدہ نہ ہو اسئلے کہ مال کا فوت ہو جانا تو کچھ

ورنہ جب یہ جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان ہو جاتا ہے اب آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس سے معلوم

ہوگا کہ مال کے فوت ہو جانے میں کس قدر بلاؤں کا دھیمی ہے ورنہ نہ معلوم جان پر پڑے یا ایمان

پر پڑے۔ غرض کہ فوت مال میں یہی مصالح ہیں لیکن اسکو سنکر کوئی عاقل صاحب یہ نہ سمجھیں کہ

بہر حق قدر مال ہے اُسکو فوت کر دیا جاوے۔ بات یہ ہے کہ مال کے فوت ہو جانے میں مصالح ہیں

فوت کر دینے میں کوئی مصلحت نہیں ہے اگر مال ہوا بر شریعت کے مطابق ہو تو خدا کی نعمت ہے

اُس میں اسراف سے بچے اور اگر جاتا ہے تو صبر کرے۔

اب حکایت سنو

شرح حبیبی

گفت موسیٰ سے رایکے مرد جوان
تا بود کنز بانگ حیوانات و دود
چون ز بانہائے بنی آدم ہمہ
بوکہ حیوانات را در دگر
گفت موسیٰ رو گذر کن زین ہوس
عبرت و بیداری از سیر دان طلب
اگر مژہ شد مرد زان منعش کم کرد
گفت ای موسیٰ چو نور تو بتافت
مرا محروم گردن زین مراد
این زمان قائم مقام حق توئی
گفت موسیٰ یارب این مرد سلیم
اگر بیا موزم زبان کارش بود
گفت ای موسیٰ بیا موزی کہ ما
گفت یارب او پیشانی خورد
نیست قدرت ہر کسے را سازوار
فقر زین رو فخر آمد جادوان

کہ بیا موزم زبان جانوران
عبرتے حاصل کنم در دین خود
در پئے آب است و نان و دمدہ
باشد از تدبیر ہنگام گذر
کاین خطر دارد بے در پیش پس
نہ از کتاب و از مقال و حرف لب
اگر مژہ تر گردد ہمے از منع مرد
ہر چہ چیزے بود از توجیز یافت
لائق لطف نباشدے جواد
یاس باشد اگر مرا مانع شوی
سخرہ کردتش مگر دیور جیم
و رتیا موزم دلش بدے شود
رو نکردیم از کرم ہرگز دعا
دست خاید جامہ ہار ابر درو
عجز بہتر مایہ پر ہینر گار
کہ بقوے ماند دستش نارسان

| | |
|-------------------------------|--------------------------------|
| زبان غنا و زان غنی مرد و دوشد | کہ ز قدرت صبر با پدر و دوشد |
| آدمی را عجز و فقر آرد امان | از بلائے نفس پر حرص و غمان |
| آن غم آید ز آرزو ہائے فضول | کہ بدان خو کردہ است آن صید غول |
| آرزوے گل بود گلخوارہ را | گل شکر نلوار دآن بچارہ را |

موسے علیہ السلام سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھلا دیجئے تاکہ وہ دنیا اور دیگر جانوروں سے مین دین کے متعلق نصیحت حاصل کر دوں کیونکہ آدمیوں کی گفتگو تو علی العموم روٹی پانی کمر و فریب سے تعلق رکھتی ہے ممکن ہے کہ جانوروں کو کوئی اور ہی دد ہو۔ اور انکو اس جہان فانی کو چھوڑنے کی فکر ہو۔ اور وہ اسکی تدابیر میں مصروف ہوں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس خیال کو چھوڑو اس میں ہر پہلو میں بہت سے خطرے ہیں۔ رہی عبرت اور تیقظ سو خدا سے دعا کرو وہ عطا فرمادینگے۔ یہ بات نہ کتابکے حاصل ہوتی ہے نہ گفتگو سے نہ الفاظ و لبس انہوں نے جو منع کیا تو اسکو اور یہی زیادہ شوق ہو اکیونکہ منع کرنے سے آدمی کی حرص اور بڑھتی ہے اُسے عرض کیا کہ یا حضرت جب آپکے نور نے عالم کو منور کیا تو جو بھی کوئی چیز حق سبکو آپکے دربار سے کچھ نہ کچھ ل گیا۔ اور کوئی محروم نہیں ہا پس مجھے اپنے کرم سے محروم کرنا آپکے الطاف و زادان کے شایان شان نہیں اسوقت حضور ہی خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں اگر حضور کے یہاں سے مین محروم ہو گیا تو یہہر کوئی امید حصول دعا کی نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے دعا کی کہ اے اللہ معلیم ہو تا ہے کہ شیطان نے اس حق کو مسخر کر لیا ہے اور میری نصیحت نہیں مانتا۔ اگر مین اسکو سکھلاتا ہوں تو اس کا نقصان ہے۔ اور اگر نہیں سکھلاتا ہوں تو بدل ہوتا ہے مجھے کیا کرنا چاہئے۔ حق سبحانہ نے فرمایا کہ تم سکھلا دو کیونکہ ہم دعا کو اپنے کرم سے رد نہیں کرتے اسپر انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ احق پشیمان ہو گا۔ اور افسوس اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پیارے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہر ایک کیلئے قدرت موافق نہیں طالب اتقا کیلئے عجز ہی بہتر ہے۔ فقر اسی لئے ہمیشہ موجب فخر رہا ہے کہ محتاج کا معاہدہ ہی تک نہ پہنچنے والا ہاتھ ہمیشہ تقویٰ ہی تک رہتا ہے اور دولت مند ہی

اور دو قیمت بالعموم اسی لئے مردود ہے مین کہ اصل قدرت کے سبب معاصی سے صبر نہ ہو سکا پس عجز و فقر آدمی کو نفس حرص کی بلا اور طرح طرح کے آلام سے بچاتا ہے کیونکہ غم تو ان فضیل آرزوؤں سے پیدا ہوتا ہے جن کا شیطان کے پہنڈے مین پھنسا ہوا آدمی خود گرفتار ہے چنانچہ جو شخص مٹی کہا نے کا عادی ہے اُسکو مٹی کی آرزو ہوتی ہے اور گل شکرا سکو مضم نہیں ہوتی اور عادت ہوتی ہے قدرت و سامان و دولت سے تو تمام غم کی جڑ یہی چیز مین جب یہ نہ ہو مٹی تو پھر کوئی غم نہ ہوگا اور نہ کوئی آرزو ہوگی۔

شرح شیری

ایک شخص کا موسیٰ علیہ السلام سے جانور دن کی زبان سیکھنے کی استدعا کرتا

گفت موسیٰ را ایکے مرد جوان کہ بیا میرم زبان جانور ان
یعنی موسیٰ علیہ السلام سے ایک مرد جوان نے عرض کیا کہ مجھے جانور دن کی بولی سکھا دیجئے۔
تا بود کہ زبانگ حیوانات و دود عبرتے حاصل کنم در دین خود
یعنی تاکہ ایسا ہو کہ در ندون اور چر ندون کی باتوں سے میں اپنے دین مین کوئی عبرت حاصل کر دوں۔
چوں زبانہ سائے بنی آدم ہمہ در پئے آلبست و نال و دلمہ
یعنی چونکہ سب آدمیوں کی زبان مین پانی اھروئی اور مکر و فریب کے واسطے ہین۔
بو کہ حیوانات را و رد دگر باشد از تدبیر ہنگام گذر
یعنی شاید کہ حیوانات کیلئے کوئی دوسرا مشغلہ موت کی تدبیر (و غیر کے متعلق) ہو۔ مطلب یہ کہ
اُس نے کہا کہ مجھے حیوانات کی بولی سکھا دیجئے اسلئے کہ آدمی کی زبان تو دن رات اسی مشغلہ مین رہتی ہو
کہ روئی کا فکر کر لیا۔ پانی کا فکر کر لیا۔ کمر و فریب کر لیا۔ ان کی بولیاں سن کر تو اسی طرف طبیعت کو
میلان ہوتا ہے اھرا حیوانات کی بولیاں معلوم ہو جاوے گی تو ممکن ہے کہ وہ کچھ اُس طرف کے متعلق
گھگو کرتے ہوں اور سوچتے ہوں کہ موت کی واسطے تدابیر کرنا چاہئے۔ تو ان کی باتوں سے ہین
بھی اس طرف توجہ ہو جاوے۔

گفت موسیٰ روگرد کن زمین ہوس کا بن خطر دار دے دیشیں دیس
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اس ہوس سے درگزر۔ کیونکہ یہ بات آگے پیچھے بہت سے خطرے
رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں بہت سے خطرے ہیں تو
اس ہوس کو دل سے نکال دے۔

عبرت و بیداری از زبان مطلب نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب
یعنی عبرت اور بیداری خدا سے مانگ نہ کہ کتاب سے اور باتوں سے اور حرفوں سے اور لب سے مطلب
یہ کہ میان ان باتوں سے کہیں عبرت اور بیداری ہو اگر قی ہے عبرت تو ہو اگر قی ہے توفیق حق
سے تو خدا سے دعا کر بھلا ان باتوں میں کیا کہہ سکتے ہیں۔

گرم تر شد مرزبان منغش کہ کرد گرم تر گرد دے سے از منع مرد
یعنی وہ آدمی اس منع کرنے سے اور بھی مصر ہوا۔ اور منع کرنے سے آدمی زیادہ مصر ہوا یہی کہ تلے
مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو منع کیا تو اسکو اور زیادہ اشتیاق ہوا اور وہ ادب ہی اصرار کرنے لگا
کہ نہیں مجھے ضرور سکھا دیجئے۔ دو سکر مصرع میں ایک قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں کہ بہائی منع کرنے سے
تو ضرور زیادہ ہوا یہی کہ قی ہے جیسے کہ مشہور ہے کہ الا انسان حولی صلیٰ منہ۔ غرض کہ اس کا اصرار
اسلئے اور بھی زیادہ ہوا۔

گفت لے موسیٰ چو نور تو بتافت ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت
یعنی اُس نے عرض کیا کہ لے موسیٰ جبکہ آپ کا نور چکا تو جو موجودات تھیں سب آپ کوئی چیز حاصل کی ہو
مر مر محسوسم کردن زین مراد لائق لطف نہ باشد لے جواد
یعنی لے کریم مجھے اس مراد سے محروم کرنا آپ کے لطف کے لائق نہیں ہے۔

این زمان تا ثم مقام حق توئی یاسن باشد گر مرا مانع شوی
یعنی اس زمانہ میں خدا کے نائب آپ ہی ہیں تو اگر آپ مجھے اس امر میں مانع ہونگے تو مجھے یاس
ہو جائیگی۔ مطلب یہ کہ اُس نے عرض کیا کہ لے موسیٰ علیہ السلام جبکہ آپ کو نبوت ملی ہے تمام موجودات
میں فرق مراتب آپ کے فیضیاب ہوئے ہیں اور سب کو کچھ نہ کچھ فیض پہنچا ہے تو آپ پہلا مجھے جو میری
مراد تک نہیں پہنچا تے یہ آپ کے لطف و کرم سے تو بہت ہی بعید ہے اس وقت آپ نائب حق ہیں اور

حق تعالیٰ کے یہاں سے حکم ہے کہ لا تقنطوا ناامید مت ہوا اور مجھے آپ ناامید کئے دیتے ہیں ناامید
حق ہو کر ناامید نہ کیجئے بلکہ میری ہر اد کو پورا فرما دیجئے۔

گفت موسیٰ سے یارب این مرد سلیم
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے اللہ یہ آدمی تو پہولا ہے شاید اس کو شیطان
ملعون نے مسخر کر لیا ہے۔

گر بیا موزم زیان کارشس بود
درنیا موزم دلش بدے شود
یعنی اگر سکھاتا ہوں تو اس کے کام کا نقصان ہوتا ہے اور اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا جی بُرا
ہوتا ہے مطلب یہ کہ جب اُسے بہت ہی اصرار کیا اور موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ اس کو سیکھنے
سے نقصان ہوگا۔ اور وہ مانتا نہ تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں دعا کی کہ اے اللہ یہ آدمی ایسے
تو بھولا معلوم ہوتا ہے۔ مگر شیطان نے شاید اس کو خوب اچھی طرح بہکا دیا ہے جو یہ اس قدر اصرار
کر رہا ہے اب مشکل یہ ہے کہ اگر سکھاتا ہوں تو اس کا نقصان ہوتا ہے اور نہ سکھاتا ہوں تو اس کی
دل شکنی ہوتی ہے اب کروں تو کیا کروں۔

گفت اے موسیٰ بیا موزش کرما
یعنی ارشاد باری ہوا کہ اے موسیٰ آپ اس کو سکھا دیجئے اس لئے کہ جسے کرم کی وجہ سے کہی دعا کا
رد نہیں کیا۔

گفت یارب ایشیماقی خورد
دست خایہ جاہہ بارابر درد
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ (معدن) ایشیماں ہوگا۔ ہاتھ کاٹے گا اور کپڑوں کو
پھاڑے گا۔ مطلب یہ کہ جب ارشاد حق سکھا دینے کا ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ
اس کو اس بولی کے سیکھنے سے نقصان ہوگا جو کہ اس کو اس وقت معلوم نہیں ہوتا۔ اس وقت روتا پھر گیا
اور پریشان اور پشیمان ہو کر ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پھاڑے گا۔ اور افسوس کرے گا۔ تو بہتر ہے
کہ ابھی نہ سکھایا جاوے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ:

نیست قدرت ہر کسے را سازگار
عجز بہتر مایہ پرہیزگار
یعنی ہر شخص کیلئے قدرت جو نامناسب نہیں ہے یہاں پر کار کا سوا یہ تو عجز ہی بہتر ہے۔

فقر زین رو فقر آمد جاودان کہ بقوے ماند و سبت نارسان
یعنی فقر ہمیشہ اسی لئے مایہ فخر رہا ہے کہ محتاج کا ہاتھ تقوے ہی میں بند رہتا ہے۔
زال غنا و زال غنی مردود شد کہ ز قدرت صبر ہا مردود شد
یعنی غنا اور غنی ایسے مردود ہوئے کہ قدرت کی وجہ سے صبر جاتے ہے۔

آدمی را عجز و فقر آمد اماں از بلائے نفس پر حرص و غمان
یعنی آدمی کیلئے نفس پر حرص و غم کی بلاؤں سے عجز و فقر جائے امن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ
ہر شخص کیلئے صاحب مقدرت اور غنی ہونا مناسب نہیں ہے اور ہر شخص کی دولت موافق نہیں ہوتی
بلکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جبکہ فقر ہی کی بدولت تقوے نصیب ہے کہ چونکہ انکو کسی شے پر قدرت
نہیں ہے اور وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے اسلئے ان کا تقوے درست ہے اور اگر کہیں خدا نخواستہ
ایسے طبیعت والے صاحب قدرت ہوتے تو پھر تو خدا جانے کیا غضب ڈالتے۔ کسی نے کہا ہے
کہ سے زائد نہ داشت تاب جمال بری ز خان + گنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت۔

غرض کہ یہی وجہ ہے کہ اکثر مواقع میں فقر کو مایہ فخر کہا جاتا ہے کہ طیارے ضعیف ہیں تو اکثر جگہ فقر ہی بہتر ہے
کہ نہ قدرت ہوگی اور نہ کوئی حرکت کر سینگے اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے غنی مردود ہو چکے ہیں کہ ان کو قدرت
تھی اور پھر نہ سنبھل سکے نہ صبر کر سکے اور بلا بائے نفس میں مبتلا ہو گئے پس انفس و شیطان کی بلاؤں
اور ان کے بہندوں سے امن و فقر ہی میں ملتا ہے اسلئے کہ

آن غم آید ز آرزو ہائے فضول کہ بدان خود کردہ است آن مسیر غول

یعنی وہ غم فضول آرزوؤں ہی سے آتا ہے جیسا کہ یہ شیطان کا شکار عادی ہوتا ہے

آرزوئے گل بود گلچزارہ را گل شکر گلوارد آن بیچارہ را

یعنی مٹی کا ہانڈا لیکو مٹی ہی کی آرزو ہوتی ہے اُس بیچارہ کے گل شکر مضم ہی نہیں ہوتی۔ مطلب
یہ کہ غم و بلا ہائے شیطانی و نفسانی تو فضول فضول آرزوؤں در بیہودہ باتوں ہی سے پیدا ہوتے
ہیں اور فضول آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں مال و دولت کے ہونے سے۔ لہذا اصل چرٹب چیزوں کی
ہی حضرت مال و دولت ہی ہوئے۔ تو مال و دولت اگرچہ کسی ہی نعمت ہی ہو لیکن بعض آدمی کی موافق
نہیں آتی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ دیکھو جسکو مٹی کہاٹے کی عادت ہوتی ہے وہ مٹی ہی کہاٹتا ہے اسکی

گل شکر بنم ہی نہیں ہوتی حالانکہ گل شکر ظاہر ہے کہ کسی عمدہ اور لطیف اور نفیس چیز ہے تو اس طرح دولت اگرچہ کسی ہی نفیس و لطیف کیونہو لیکن ہر شخص کے مناسب نہیں ہے۔ بل سی طرح جانور دن کی بولی سمجھنا اھ اُس سے عبرت حاصل نہ کیسا ہی اچھا کیونہو لیکن اس شخص کے مناسب نہ تھا مگر اسکو جتنا منع کیا جاتا تھا اُس کا امر اور استقدر زیادہ ہوتا تھا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت حق کی طرف سے دوسری مرتبہ وحی آئی جسکو آگے بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

| | |
|---------------------------------|--------------------------------|
| بعد از ان وحی آمد از حضرت کہ رو | ہر چہ می گوید بہ لطف خود شنو |
| گفت نیز دان کہ بدہ بالیت او | بر کشا در اختیار آن دست او |
| اختیار آمد عبادت را نمک | در نہ می گرد وینا خواہ این فلک |
| گردش اورانہ اجر و فو عقاب | کا اختیار آمد ہنر و وقت حساب |
| جملہ عالم خود مسح آمدند | نیست آن سبج حیرت سودمند |
| تسخیر و دستش نہ از عجزش بکن | تا کہ غازی گرد و او یاراہ زن |
| ز انکہ کر مناشد آدم را اختیار | میم ز نبور غسل شد نیم مار |
| مؤمنان کان غسل ز نبور وار | کا فران خود کان ز ہرے ہچو مار |
| ز انکہ مومن خورد و بگزیدہ نبات | تا جو نخلے گشت رقی و حیات |
| باز کا فر خورد و شربت از صدید | ہم ز قوتش نہ ہر شد در دے پدید |
| الہام خدا عین الحیات | اہل تسویل جو اسم المات |
| در جہان این روح و شا باشن نہی | ز اختیارست و حفاظ و آگہ |

مستی وز ابرو حق خوان شوند
 ہیں کہ تا سرمایہ نستاندا جل
 وقت قدرت را نگہدار و بین
 در کف در کش عنان اختیار
 کہ مرادت زود خواهد کرد چہر
 دیو دادست برائے نکر دس
 کا میں مرادت افگند در صد تعب
 نطق مرغ خانگی کاہل پرست
 نطق این ہر دو شود بر تو پدید

جملہ زندان چو نیک در زندان وند
 چو نیک قدرت رفت کا سد شد عمل
 قدرت سرمایہ سودست ہیں
 آدمے بر خنگ کر منت اسوار
 باز موئے داد پیدا اور ابہر
 ترک این سودا بگو وز خود ترس
 ہیں برود در سر خود کم طلب
 گفت بارے نطق سنگ کو بردست
 گفت موئے ہیں تو دانی در رسید

اُس کے بعد حضرت حق سبحانہ کی طرف سے وحی آئی کہ جائے جو کچھ وہ کہے اُسکو ہر بانی سوسنے اور اس کی خواہش پوری کر کے اُسکو عاجز سے مختار بنائے تاکہ وہ امتحان کے قابل ہو سکے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اختیار عبادت کیلئے ایسا ہے جیسا کہ کہا نیک لئے نیک۔ کیونکہ جس طرح کہانا نیک سے پسندیدہ ہوتا ہے یوں نیک عبادت اختیار سے مرغوب ہوتی ہے ورنہ اضطراب تو آسمان بھی جگہ کہتا ہے لیکن اُس کی گردش پر نہ سزا ہے نہ جزا کیونکہ محاسبہ کی وقت اختیار ہی کو ایک اعلیٰ وصفت سمجھا گیا اور یہی جتنی ہے جزا و سزا کا اور اختیار فلک میں معدوم ہے طے بذاتہ عالم تسبیح قہری کر تلے لیکن اُس جبری تسبیح سے کیا فائدہ۔ طریقہ امتحان تو یہ ہے کہ تلوار ہاتھ میں دید اور عجز کو رفع کر دو پھر دیکھو کہ وہ غازی ہوتا ہے یا ذکیٹی کرتا ہے چونکہ آدمی اختیار ہی کے سبب مکرم بنا ہے اور اُسکو اختیار عطا کیا گیا ہے اسی لئے کہہ ان میں شہد کی بھی جو گناہ اوکچہ سناپ۔ یا یون کہو کہ ہر ایک من و جبہ شہد کی بھی ہو گیا اور من و جبہ سناپ میں نومن

تو شہد کی بھی کی طرح کان شہد بین اور کا فر معدن زہر حبیب کہ سنا ہے ہوتا ہے کیونکہ مومن اپنے اختیار کو کام میں لائے اور جہت محمودہ کو غالب کیا تو شہد کی بھی کی طرح کان غسل ہو گئے اور کفار نے اپنے اختیار سے جہت مذمومہ کو غالب کیا تو وہ معدن زہر ہو گئے۔ مومنین کی کان غسل ہو نیکی و صبر ہے کہ انہوں نے عمرو بنانات کہا نے ہیں اور معارف سے غذا حاصل کی ہے۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہد کی طرح اُن کا تھوک مایہ حیات بن گیا (اعلہ اشراکۃ الذما هو المشہود من ائدہ قال صلی اللہ علیہ وسلم سوا المؤمن شفاء) اسکے خلاف کفار نے صدر بکفر سے غذا حاصل کی تو اس کی غذا اس کے اندر زہر پیدا ہو گیا۔ پس ملہم من الحق چشمہ آب حیات بن گئے۔ اور جو خواہشات نفسانیہ کی تلمیحات میں مبتلا ہیں وہ زہر بلابل ہو گئے غرض کہ عالم میں تعریف اور شاباش اور واہ واہ سب اختیار اور محافظت حدود اور تقطعی کی بناء پر ہے ورنہ جو قیدی چلیخانہ میں جاتے ہیں سب متقی اور پارس اور خدا کو پکارنے والے ہو جاتے ہیں مگر کچھ بھی تعریف کی بات نہیں کیونکہ جب قدرت معصیت نہ رہی تو عمل بھی خراب ہو جاتا ہے نکو متنبہ ہونا چاہئے کہ موت اس دولت کو تم سے نہ چین لے کیونکہ قدرت ہی منفعت کا سرمایہ ہے پس نکو وقت قدرت کی حفاظت کرنی چاہئے اور اسے ضائع نہ کرنا چاہئے کیونکہ آدمی اس پر کرامت پر اسی لئے سوار ہے کہ اُس کے اور اک کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے ورنہ اُس میں اور اون میں کیا فرق ہے یہ مضمون اضطراری تو ہو چکا اب اصل تفسیر یہ ہوئے علیہ السلام نے شفقت سے پیر اُسے نصیحت فرمائی اور کہا کہ تمہاری مراد تو بہت جلدی حاصل ہو جاوے گی مگر بہتر یہ ہے کہ تم اس خیالی کو چھوڑو اور اپنے نفس سے ڈرو۔ دیکھو شیطان نے ذغائیلے ٹکڑیہ فریب دیا ہے جاؤ اور دوسری مولیٰ نہ لو کیونکہ اس مقصد سے بہت تکلیف ہو گی اُسے کہا اچھا زیادہ نہیں عرفہ ایک کئے کی زبان سکھلا دو جو سیکر دروازہ پر ہے اور ایک مریخ خاک کی کی جو بازو رکھتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو جان اور جا تیرا دعا حاصل ہو گیا۔ اور تمہیر ان دونوں کا نطق منکشت ہو گیا۔

شرح شبیری

حق تعالیٰ کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آنا کہ اُسکو جو چیز وہ چاہتا ہے سکھلا دو

بعد ازاں وحی آمد از حضرت کہ روز ہر چہ می گوید بہ لطف خود شنو
یعنی اُسکے بعد حضرت حق سے وحی آئی کہ (لے موسیٰ ۴) جاؤ اور وہ جو کچھ کہے لطف مہربانی سے
اُسکو سنو۔

گفت یزدان کہ بدہ بالیست اد برکت در اختیار آن دست او
یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس کا مطلب دید و اور اختیار میں اُس کا ہاتھ کھول دو۔ مطلب یہ کہ اُسکے
ہاتھ جو اب عاجز کی جیسے بند رہے ہیں اُسکو کھول کر اُسکو با اختیار کر دو۔ اور وہ جو چاہتا ہی
اُسکو بتا دو تاکہ ہم امتحان کر سکیں اسلئے کہ اجر و مواضع تو اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ انسان کو اختیار ہو
اور اگر اختیار ہی نہیں تو پھر اجر و مواضع ہی کیا ہو گا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اختیار آمد عبادت را نمک ورنہ می گردد ہنا خواہ این فلک
یعنی عبادت کیلئے اختیار نمک ہے ورنہ اضطرار تو یہ آسمان بھی گردش میں ہے۔

گردش اورانہ اجر و نفع عقب کا اختیار آمد ہنر و وقت حساب
یعنی اُس کی گردش کیلئے ناجر ہے اور نہ عذاب ہے کیونکہ حساب کے وقت تو اختیار ہی ہنر ہے
مطلب یہ کہ بطرح نمک سے کمانا پسند رہے ہو جاتا ہے اسی طرح اختیار سے عبادت پسند رہ
ہو جاتی ہے ورنہ آخر بے اختیار کے تو آسمان و زمین سب گردش میں ہیں اضطرار یہ سب کام
میں ہیں لیکن چونکہ اُنکو اختیار نہیں ہے اسلئے ان کے کام کا نہ کوئی اجر ہے اور نہ کوئی انکو اُس میں
عذاب ہے بلکہ ایک کام ہے جو کہ سپرد کر دیا گیا ہے اور یہ بیچارے اُس میں تلے ہوئے ہیں آگے
فرماتے ہیں کہ۔

جملہ عالم خود مستبح آمد نہ نیست ذان تسبیح جبری سود مند
یعنی تمام عالم خود تسبیح ہے لیکن اس منظراری تسبیح سے کوئی نفع نہیں ہے۔ غرض مکمل شے ہر کام میں
اختیار ہے اسی کی وجہ سے اجرت ملتا ہے اور یہی وہ شے ہے جو کہ فعل عبد کو موجب عقاب کر دیتی ہے
آگے پیرا شاد باری ہے کہ

تبع و منش نماز و بخش کن تا کہ غازی گردد او یار اہ زل
یعنی اُسکے ہاتھ میں تلوار رکھ دو اور عجز سے اُسکو بر طرف کر دو تاکہ (معلوم ہو کہ) غازی ہوتا ہے یا ڈاکو

مطلب یہ کہ ارشاد ہو کہ اسکو سکھا دو تاکہ اُسکے بعد معلوم ہو کہ اُسکو چاہی جگہ استعمال کرتا ہے یا بُری جگہ استعمال کرتا ہے اور جب تک اسنے سیکھا ہی نہیں اُسوقت تو اس کا امتحان ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ارشاد ہے کہ

زنانکہ کرمناس شد آدم ز اختیار نیم زنبور عسل نیمیش مار
یعنی اسلئے کہ آدم اختیار ہی کی وجہ سے کرنا ہوا ہے کہ وہ اختیار ادا یا تو شہد کی کہی ہے اور ادا یا سانپ ہے۔

مومنان کا بن عسل زنبور دار کا فراں خود کان زہر سے بچھو مار
یعنی مومن لوگ تو شہد کی کہی طرح شہد کی کان ہیں اور کافر لوگ سانپ کی طرح زہر کی کان ہیں
زنانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات تاجو نخل گشت ریتی ادویات
یعنی اسلئے کہ مومن نے تو چھٹی ہوئی شکر کھائی یہاں تک کہ شہد کی طرح اُس کا تنوک موجب حیات ہوا۔

باز کافر خورد شربت از صدید ہم ز قوتش زہر شد در دے پدید
یعنی پھر کافر نے شربت پیپ کا کھایا تو اُس کی روزی سے اُس میں زہر ہی ظاہر ہوا۔ مطلب کہ انسان کو جو خلعت و لقد کس ہذا بنی آدم عطا ہوا ہے اُس کا سبب یہ اختیار ہی تو ہے کہ چونکہ یہ عبادت حق با اختیار خود کرتا ہے لہذا اس کا اکرام ہوا اور نہ اُسکو دیگر اشیاء پر کیا فضیلت صرف اس اختیار ہی نے اس کا یہ مرتبہ کر دیا ہے اب اختیار کے دو پہلو ہیں ایک تو اہم مثل شہد کے اور ایک ہر مثل سانپ کے مومنین نے چونکہ اس اختیار کو عبادت حق میں خرچ کیا تو اُن کو ہر اہم عالیہ نصیب ہوئے اور کفار نے چونکہ ان کو دوسری طرف خرچ کیا لہذا اُنکو اُس کا بدلہ دیا ہی ملا۔ غرض کہ جیسا جسے کیا دیا ہے۔ اُسکے فرماتے ہیں کہ۔

اہل الہام خدا عین الحیات اہل تسویل ہوا اسم الماتر
یعنی الہام خداوندی داتے تو چشمہ حیات میں اور جو اسے نفسانی کو سنوارنے والے موت زہر میں مغرب یہ کہ جو لوگ اولیاء اللہ ہیں وہ تو چشمہ حیات ہیں کہ ان کے ذریعے حیات ابدی اور حیات روحانی نصیب ہوتی ہے۔ اور جو لوگ خواہشات نفسانی کے تابع ہیں وہ دیکھو یا کہ زہر قاتل ہیں۔

درجہ ان میں دشا بائش ہے ز اختیار است و حفاظد آگے

یعنی دنیا میں یہ تعریف اور شہادت اور واہ وادہ اختیار و حفاظت اور آگاہی ہی کی وجہ سے ہے مطلب یہ کہ دنیا میں دیکھ لو کہ جس کی کوئی تعریف کرتا ہے وہ اسی وجہ سے کہ اُس شخص نے کوئی کام اپنے اختیار سے اچھا کیا ہو اور اگر کسی سے کسی نے زبردستی کوئی اچھا کام کر لیا تو اُس کی کوئی بھی تعریف نہیں کرتا تو معلوم ہو گیا کہ اچھا فی اور بُرائی سب اختیار ہی کی بدولت ہے آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

حکم زندان چونکہ در زندان روند متقی و زاهد و حق خوان شوند
یعنی سارے بد معاش جبکہ قید خانہ میں جاتے ہیں تو متقی اور زاہد اور خدا کی یاد کرنے والے ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو دنیا میں جب بد معاش لوگ قید خانہ میں جاتے ہیں تو کیسے نیک بن جاتے ہیں۔ اُس کی وجہ کیا ہے۔ وجہ صرف یہی ہے کہ وہاں افعال بد پر قدرت تو ہوتی نہیں اور اختیار باطل ہو جاتا ہے۔ پس نیک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اُس وقت کی نیکوالی تمنا نہیں اس لئے کہ دیکھو اگر کوئی شخص کہے کہ میں (خدا بخوانا) اس قدر مدت چل میں رہا اور میں نے اُس میں رہتے ہوئے کسی کی چوری نہیں کی تو ہر سننے والا یہی کہے گا کہ یہ تو کوئی کمال نہیں۔ کمال جب ہے کہ تو شہر میں ہو اور بچے چوری کا موقع بھی ملے اور چوری نہ کرے پس اس طرح اگر بعد کرنے کے دوزخ میں جاتے وقت (غزوہ بالشرمنہ) کوئی توبہ کرے کہ اب گناہ نہ کروں گا وہ توبہ کار آمد نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے توبہ تو اب تک کہ گناہ کر سکتے ہیں تمام سامان موجود ہیں اور پھر ایک خوف حق ہے جو اُس گناہ کی طرف رخ بھی نہیں کرنے دیتا۔ یہ ہے اُس اختیار سے اچھا کام لینا اور یہی ہے وہ اختیار جس کی وجہ سے کہ انسان کا اکرام ہوا ہے۔ سر بنانا تو عزتوں بنا بعد اذھدیتنا وحب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ قدرت رت کا سند عمل ہیں کہ تاسیر یائست تاندا جل
یعنی جبکہ قدرت جاتی رہی تو عمل بیکار ہو گیا۔ ہوشیار رہنا کہ کہیں سرمایہ کو موت نہ لے لے مطلب یہ کہ ذرا ہوشیار ہو کہیں موت آجائے اور یہ اختیار بالکل باطل ہو جاوے موت آئیے پہلے عمل کر لو ورنہ اُس کے بعد تو سارے اعمال بیکار ہو جائیں گے۔

قدرت ہر مایہ سود دست ہیں وقت قدرت را انگہ دار وہ بین
یعنی تمہارا اختیار ہی نفع کی پونجی ہے اختیار کے وقت کی مخالفت کرو اور دیکھتے بھالتے رہو مطلب
یہ کہ اس وقت فرصت کو غنیمت جانو اور اس حالت میں جبکہ حق تعالیٰ نے اختیار دے رکھا ہے اس سے
کام لو ورنہ اس کے بعد اسکو تلاش کرو گے اور اس کا کہیں پتہ نہ ہوگا۔

آدمی ہر جنگ کر مشن سوار در کف در کش عنان اختیار
یعنی آدمی کر مٹانے کے گہوڑے پر سوار ہے۔ اور اُسکے اولک کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے
مطلب یہ کہ انسان اگر حق کے گہوڑے پر سوار ہے اور باگ اُسکے ہاتھ میں اختیار کی ہے اگر اُسے
اُس باگ اختیار کو سیدھا کہنا اور راہ راست پر لیجلا تو وہ گہوڑا یعنی اکرام صحیح و سالم رہا اور یہ صاحب اکرام
اور مکرم ہے اور اگر اُس باگ اختیار کو میٹر ہار کہا اور کہیں بے راہ چلا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گہوڑا کہیں لگڑ ہے
وغیرہ میں جا پڑا اور اُسکے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے اور بیکار ہو گیا اور یہ شخص بھی صاحب اسباب
اکرام نہ رہا۔ غرض کہ اگر حق کے گہوڑے پر سوار ہے اور جو عذاب ہو وہ سب اس اختیار ہی کی
برداشت ہے۔ لہذا ارشاد حق ہوا کہ اسکو جو یہ کہنا ہے سبھا دو تاکہ یہ عاجز نہ رہے اُسکے بعد دیکھیں گے
کہ یہ اُس اختیار کو کس جگہ استعمال کرتا ہے آیا اچھی جگہ استعمال کرتا ہے یا بُری جگہ اُس طرف سے
یہ ارشاد ہو لیکن نبی کو جو امت پر رحمت ہوتی ہے اُس کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس شخص
کو ایک مرتبہ اور سمجھانا چاہا اور فرمایا کہ۔

باز موسیٰ داؤ بند اورا بہ ہر کہ مرادت زرد خواہد کرد چہرہ
یعنی پھر موسیٰ علیہ السلام نے اُسکو محبت نصیحت کی کہ اے تیری مراد تیرا چہرہ زرد کر دے گی مطلب
یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ تیری یا زرد اور یہ مراد تجھے بعد میں شرمندہ اور زرد کر دے گی
تو خوب سمجھ لے۔

ترک این سودا بگو و زحق تبرس دیو داد دست ہر اے مکر در س
یعنی اس خیال کو چھوڑ اور خدا سے ڈر کہ تجھے شیطان نے مکر کی وجہ سے یہ سبق دیا ہے
ہن برودر دوسر خود کم طلب کاین مرادت انگلند در عمد تعب
یعنی ارے جا اپنا درد سرت ڈھونڈو کہ یہ مراد تجھے سیکھ دن مصیبتوں میں ڈال دے گی۔

مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ اس خیال سے درگزر میخیل شیطان ہے تو بہت مصیبت میں پڑ چکا۔ غرض کہ جب بہت سمجھایا تو خداوند ہوس کی کچھ سمجھ آئی لیکن رہی وہی مرغی کی ایک ٹانگ صرف اس قدر کی ہوئی کہ پہلے تو تمام جانور دن کی بولی سیکھنے کی تمنا تھی اب صرف اپنے گھر کے پلے ہوئے کتے اور مرغ کی بولی سیکھنے کی آرزو رہ گئی جسکو مولانا آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

اُس طالب کا صرف مُرغ خانگی اور کتے کی زبان سیکھ لینے پر قانع ہو جانا اور موسیٰ علیہ السلام کا اسکو قبول فرمالینا
گفت بارے نطق سگ کو بردست نطق مرغ خانگی کا ہل پرست

یعنی اُس شخص نے کہا کہ اچھا اُس کتے کی بولی جو کہ دروازہ پر ہے اور اُس مرغ خانگی کی بولی جو کہ پرندہ ہے مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ اچھا ایک کتے کی اور ایک مرغ کی جو کہ میرے یہاں پلے ہوئے ہیں بولی سیکھ لیتے ہیں کہ ایک چوبایہ ہے اور ایک پرندہ ہے اور یہاں دن میں کتے رہتے ہیں باتیں کرتے ہیں تو میں یہی سمجھا کر دن اور سنا کر دن۔ غرض کہ جب اُس نے نہ مانا تو موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ۔

گفت موسیٰ بن توداتی در رسید نطق این ہر دو شود بر تو پدید
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا تو جان لیگا اور ان دونوں کی بولی تجہیز ظاہر ہو جاوے گی
لے اتو مقصود لگیا۔

شرح حبیبی

ایستاد او منتظر بر آستان
پارہ نان بیات آثار زاد
گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رو
عاجز م دردانه خوردن در وطن

با مداد ال آں برائے امتحان
خادمہ سقرہ بیفشاند و فتاد
در ر بود آنرا خرو سے چون گرد
دانمہ گندم تو دانی خورد و دمن

کندم و جور او باقی خوب
 این لب نانی که قسم است آن
 پس خروش گفت تن زن غم مخور
 اسپ این خواجہ سقط خواهد شد
 مر سگان را عید باشد مرگ اسپ
 اسپ را بفروخت چون بشنید مرد
 روز دیگر همچنان نان را را بود
 کائے خروس عشوه ده چندین دروغ
 اسپش گفتی سقط گرد و کجاست
 گفت او آن خروس با خبر
 اسپ را بفروخت حبت او از زیال
 لیک فردا شترش گردد سقط
 زود افترا فروشید آن حریص
 روز ثالث گفت سگ با آن خروس
 تا یک گوی دروغ لے بے فروغ
 گفت او بفروخت شتر اشتاب
 چون غلام او بمیرد ناهسا

تو تو انی خور دمن لے ای طروب
 می ر بائی اینقدر را از سگان
 که عوض بد بد خدا زین به و گر
 روز فردا سیر خور کم کن حزن
 روزی دافر بود بے جهد و کسب
 پیش سگ شد آن خروس کائے زرد
 آن خروس و سگ بر و لب بر کشود
 طلے و کاذبے و بے فروغ
 کو را ختر گوی محرومے ز راست
 که سقط شد اسپ جائے دگر
 آن زیان انداخت او بر دیگران
 مر سگان را باشد این نعمت فقط
 یافت از غم و ز زیان آن دم محیص
 لے امیر کاذبان باطل و کوس
 دوغی ای نا اهل دوغی دوغ دوغ
 لیک فردا ایش غلام آید مصاب
 بر سگ و خواهنده ریزند اقربا

این شنید و آن غلامش بفروخت
 شکرهای کرد و دشت دیها که من
 تازبان مرغ و سگ آموختم
 روز دیگر آن سگ محروم گفت
 چند چند آخر دروغ و کبر تو
 گفت حاشا از من و از جنس من
 ما خروسان چون موزن راست گو
 پاسبان آفتابیم از درون
 پاسبان آفتاب اندا و لیا
 اصل ما را حق پئے بانگ نماز
 گر به ناهنگام سببواز مارود
 گفت ناهنگام حی علی الفلاح
 آنکه معصوم آمد و پاک از غلط
 آن غلامش مرد پیش مستری
 او گریز ایند مالش را و لیک
 یک زیان دفع زیانهای مستعد
 پیش شاهان در سیاست گسترے

رست از خسران در رخ را بر فروخت
 رستم از رسم واقعه اندر ز من
 دیده سوء القضا را دو ختم
 کائے خروس ترا از خاک و طاق جفت
 خود نیز در جز دروغ از و کبر تو
 که بگردیم از دروغی ممتن
 هم رقیب آفتاب و وقت جبر
 گر کنی بالائے ما طشتی نگو
 در بشر واقف از اسرار خدا
 داد هدیه آدمی را در چهار
 در اذان آن مقل می شود
 خون ما را می کند خوار و مباح
 آن خروس و حی جان آدم فقط
 شد زیان مستری آن یکمیری
 خون خود را ریخت اندر باب نیک
 جسم و مال باست جانها را فدے
 می دہی تو مال و سر را می خری

اعجمی چو کشته اندر قضا
 لیک فردا خواهد او مردن یقین
 صاحب خانہ بخوابد مرد و رفت
 پارہائے نان و لالنگ و طعام
 گاؤ قربانے و ناہائے تنک
 مرگ اسپ داشت و مرگ غلام
 از زیان مال و درد آن گریخت
 این ریختہ ہائے درویشان چراست
 تا بقائے خود نیابد سائے
 دست کے جنید بایشار و عل
 آکھ بدہر بے امید سود یا
 آن ویئے حق کہ خوئے حق گرفت
 او غنی است و جزا و جملہ فقیر
 تانہ بیند کو دے کہ سیبست
 این ہمہ بازار بہر این غرض
 صد متاع خوب عرصہ می کنند
 یک سلائے نشوئی ای مرد دین

می گریزانی ز داور مال را
 گاؤ خوابد کشت و ارث در حین
 روز فردا نک رسیده موت رفت
 در میان کوئی یا بد خاص و عام
 بر سگان و سائلان نیز دسبک
 بد قضا گردان این مغرور خام
 مال افزون کرد و خون خوش ریخت
 کان بلا بر تن بقائے جانہاست
 چون کند تن را سقیم و ہاکے
 تانہ بیند دادہ را جانش بدل
 آن خدایت آن خدایت آن خدا
 نور گشت و تابش مطلق گرفت
 کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر
 او پیاز گندہ را نہ ہر دست
 بر دکانہا شستہ بہر این عوض
 و اندرون دل عوض ہائی تنند
 کہ نگیرد آخرت آن آستین

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| من سلامے لے برادر اسلام | بے طعن شنیدہ ام از خاص عام |
| خانہ خانہ جا بجا و کو بکو | جو سلام حق تو ہیں آنرا بجو |
| ہم پیام حق شنیدم ہم سلام | از دیان آدمے خوش مشام |
| من بھی خوشم بدل خوشتر ز جان | وین سلام باقیان بر بے آن |
| کاتش اندر دودمان خود ز دست | زان سلام او سلام حق شدہ است |
| زان بود اسرار حقش در دلب | مردہ است از خود شد روزندہ برب |
| رنج این تن بوجہ راپا سندرگیت | مردن تن در ریاضت زندگیت |

وہ درخواست کنندہ موسیٰ علیہ السلام سے خدمت ہو کر اپنے مکان پر آیا اور اگلے دن صبح کی وقت امتحان کیلئے دروازہ پر منتظر ہو کر کھڑا ہوا کہ دیکھوں میں کتے اور مرغ کی زبان سمجھتا ہوں یا نہیں۔ اتنے میں خادمہ آئی اور اُس نے دسترخوان بھارا اس میں سے رات کے کھانے کے بچے کچے ٹکڑے نیچے گرے اُن کے گرتے ہی اُنکو مرغ اس طرح اڑا جس طرح وہ اُسکے پاس گرہوں پر دیکھ کر کتے نے کہا کہ جاؤ جی تنے تو ہمیں برا ظلم کیا تو غلہ بھی کھا لیتا ہے اور میں مکان میں غلہ کھا نہیں سکتا تو تو گھوٹوں جو۔ اور ہر قسم کا علاج کھا لیتا ہے اور میں نہیں کھا سکتا۔ ہمارا حصہ تو یہی روٹی کا کنارہ تھا سو اسکو بھی اڑا لیا جاتا ہے اور اتنا بھی میں نہیں دیتا اس پر مرغ نے اُس سے کہا کہ ذرا خاموش رہ رنج مت کہ خدا جیسے اس کا عوض اس سے بہتر دیگا کل کو میان کا گھوڑا مر گیا تو خوب پیٹ بھر کر کھانا بخویدہ مت ہو جب گھوڑا مر گیا تو کتوں کی عید ہو گئی اور بے زحمت و مشقت بہت سارے دیگا۔ یہ سن کر اُس نے گھوڑے کو بیچ دیا اور مرغ کو کتے سے سخت ندامت ہوئی۔ دو سکر دن بھی اُسی طرح مرغ نے روٹی اڑالی اور کتے نے پھر شکایت کی اور کہا کہ او فری مرغے اتنا بھوٹ۔ تو ظالم ہے تو بڑا جو ما ہے۔ تیری بات بالکل قابل اعتبار نہیں تو نے جو کہا تھا کہ گھوڑا مرے گا بتاؤ سہی کہاں مرا تو اپنی پیشین گوئیوں کے سبب سچ سے بالکل محروم ہے واقف کار مرغے نے

جواب دیا کہ مرا قہے مکر دوسری جگہ مرا ہے میان نما سکو بیخ دیا اور نقصان سے بچ گئے اور وہ
نقصان دوسرے کے سر ڈال دیا لیکن تو گہرا نہیں کل کو اونٹ مرے گا اور وہ صرف کتوں ہی کا حصہ
ہو گا یہ سنکر اُس حریص نے اونٹ کو بھی بیچ دیا اور بیخ اور نقصان سے چھوٹ گیا تیسرے روز
کتنے نے پھر مرغے سے کہا کہ او جھوٹوں کے صاحب ذہبت و نشان بادشاہ تو کلب تک چھوٹ ہو کہ
مجھے فریب دیکھا معلوم ہوتا ہے کہ تو سر اسر فریب بالکل دہوکا اور مجسم دغا ہے اُسے کہا میں کیا
کروں اُسے فوراً ہی اونٹ کو بیچ دیا۔ اچھا تو صبر کر کل کو اس کا غلام مر گیا اور جب غلام مر گیا تو عزیز و
اقرار کتوں اور فقیروں کو روٹیاں دین گئے اُسے یہ سنا اور غلام کو بھی بیچ دیا اور اس طرح نقصان
سے بچ گیا اور بہت خوش ہوا اور بڑے شکر کئے اور بہت خوشیاں منائیں کہ میں فی الحال تین
واقعوں سے بچ گیا جب کہ میں نے جانوروں کی زبان سیکھی ہے سو القضا کی آنکھ بند کر دی
کہ وہ مجھے نقصان نہ پہنچا سکی۔ دوسرے دن پھر اُس مرغوم کتنے نے کہا کہ او فضول کو مرغے وہ تیری
یہ ہودہ بیشین کو میان کہاں ہیں۔ تیرے مکر اور جھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تیرے
آشیانہ میں بالکل جھوٹ ہی جھوٹ پھرا ہوا ہے اور اُس سے جھوٹ ہی نکلتا ہے یعنی تو مجسم جھوٹ
ہو۔ اُسے کہا کہ میں اور میری جنس اس سے منزہ ہے کہ وہ جھوٹ بول کر ذلیل ہو۔ ہم مرغے موذن کی
طرح سچے ہیں ہم آفتاب کے نگران اور وقت کے تلاشی رہتے ہیں اگر ہم پر پشت بھی ڈالنا پڑا جاو
تب بھی ہم اندر ہی سے آفتاب کی نگہانی کرتے ہیں۔ اب مولانا جملہ مقررہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ
جس طرح جانوروں میں مرغ آفتاب کا نگران ہے یوں ہی آدمیوں میں ہاں خدا آفتاب حقیقی کے نگران
اور اُس کے اشارے سے واقف ہیں اسکو ختم کر کے پھر مرغ کا بیان شروع کرتے ہیں اُسے جب مرغ
نے کہا کہ حق سبحانہ نے ہمارے ہر اجد کو نماز کی اطلاع کیلئے آدم علیہ السلام کو نجد دیگر سامان کے عطا
فرمایا تھا اگر کسی دن بیوقت اذان دینے میں ہم سے سہو ہو جاتا ہے اور ہم سہوا ایسا کر بیٹھتے ہیں
تو وہ ہمارے قتل کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور ہمارے بیوقت جی علی الغلاخ کہنے سے ہمارا خون ناقابل وقعت
اور مباح ہو جاتا ہے اور ہر کوئی بچ کر ڈالا جاتا ہے۔ اب مولانا استطراداً فرماتے ہیں کہ غلطی سے جو
مغفلین وہ وہی مرغ حق سبحانہ میں جن کی اطلاع ملیم من اللہ میں یعنی اہل اللہ خواہ بالعموم کا ہونہر بہ
البعض مو علی الخصوص یعنی انبیاء و کما ہذا لہ شبہ ہو رہے مضمون استطراداً بیان کر کے پھر مقلد مرغ

بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرغ نے کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ غلام مشتری کے یہاں مراہو
 اور اُس سے مشتری کا سراسر نقصان ہوا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اُسے اپنا مال ہلاکت
 سے بچالیا لیکن خوب سمجھ لو کہ اسے اپنا غنیمت کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ایک نقصان اور بہت سے نقصانوں
 کا دفعیہ ہوجاتا کیونکہ ہمارا مال ہمارا ہمارا جانوں کا فدیہ ہے اس پر آفت آنے سے جان کی آفت مل جاتی ہے
 مقدمات میں حکام کے یہاں تو تم مال صرف کر کے جان بچا لیتے ہو لیکن فضل الہی کے بارہ میں تم نادان
 کیون ہو گئے ہو اور خدا سے مال کو کیوں بچاتے ہو۔ یہ نعموں استیلا دی ختم کر کے پھر مرغ کا مقلوبہ بیان کر دو
 ہیں اور کہتے ہیں کہ مرغ نے کہا کہ یہ سب کچھ ہوا لیکن کل کو وہ خود مر گیا اور وارث اُس کے ماتم میں گائے
 فرج کیسے کل جب میان مر رہے اس وقت تھم سے جتنا کہا یا جاوے کہا نا۔ روٹھ کر ٹھکرے لنگر اور
 کہا نے خوب سیم ہو گئے اب رگلی میں کیا عام کیا خاص سب کو حصہ ملیگا اور قربانی کی گائے اور چبائیاں کتنی
 اور ساٹنوں سب کو خوب ملیں گی۔ یہاں تک مرغ کا مقلوبہ ختم ہو گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گھوڑی اور اونٹ
 اور غلام کا مرنا اس حقیقت دیکھا کہ انہوں نے شخص کی جان سے ہلا کر دھج کر نرالا تھا لیکن اُسے مال کے نقصان
 اور اُس کی تحلیف کو گوارا نہ کیا اب مال کو بڑھا کر اپنی جان دی۔ تم سمجھتے ہو کہ سالکین ریاضتیں کیوں کرتے
 ہیں اُن کا رازی ہی ہے کہ جسم پر مصیبت اُٹھا کر جان کو بچاتے ہیں کیونکہ جسمانی مصیبت جان کی بقا کا
 ذریعہ ہے سمجھو تو سہی جب تک کوئی سالک اپنی جان بچتے ہوئے نہ دیکھو گا اس وقت تک وہ اپنے جسم کو کیسے
 مریض اور زنا کر سکتا ہے کیونکہ جب تک آدمی اپنے ایشیا اور اپنے فعل کا بدل نہیں دیکھ لیتا اس وقت ایشیا
 و عمل کیلئے اُس کا ہاتھل نہیں سکتا۔ جو بلا توقع نفع دیتا ہے وہ صرف خدا ہے صرف خدا ہے صرف خدا ہے
 اور اُس کے بعد وہ دلی حق جو مخلوق باخلاق اللہ ہو گیا۔ اس سراسر نور میں گیا اور تائش مطلق حاصل کر لی وہ غنی اور
 بیغرض ہے اُس کے علاوہ جتنے ہیں سب محتاج غرض ہیں اور جو خود محتاج ہو وہ دوسرے کو کیا دے سکتا ہے بچوں
 ہی کو دیکھ لو کہ جب تک وہ سب نہیں دیکھ لیتے اور یہ نہیں سمجھ لیتے کہ پیار دیکھو سب ملیگا اس
 وقت تک وہ سڑے ہوئے پیار کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے یہ جتنے بازار میں سب غرض ہی کیلئے
 ہیں اور جو کوئی دوکان پر بیٹھتا ہے صرف غرض کی خاطر کہ ہر قسم کا اعلیٰ سے اعلیٰ سامان خریدار کے سامنے
 رکھتے ہیں مگر ملین غرض رکھتے ہیں تم کوئی سلام ایسا نہ سونگے جو آخر میں کسی بدکسی وقت تمہاری
 آستین نہ پکڑے اور جس سے کوئی غرض مقصود نہ ہو۔ یہاں میں نے تو نہ کسی خاص سے بے غرض سلام

سننا ہے نہ عام سے۔ سب کی اغراض پوشیدہ ہوتی ہیں جو اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہے بجز حق سبحانہ کے سلام کے وہ فرد بے غرض ہوتا ہے۔ پس اسکو گہر گہر جھکی جلی جگہ جگہ ڈوبتا ہو۔ بعض خوش دماغ آدمین (اہل اللہ) کے منہ سے میں نے پیام حق سننا ہے پس اور دن کا سلام میں اسی توقع پر بدل بلکہ جان سے زیادہ محبت کیسا تھا سنا ہوں کہ شاید ان میں کوئی سلام حق بھی سنائی دیا جو اسے یاد کیا یہ سلام اس سے مناسبت صوری رکھتے ہیں اسلئے میں انہیں سنا ہوں اب اس کی وجہ سنو کہ اہل اللہ کا سلام سلام حق کیوں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنا سامان ہستی جلادیا۔ اور غائی فی الحقیقت ہو گئے وہ اپنے سے مراد اور خدا کیساتھ زندہ ہیں یعنی غائی فی الحقیقت اور باقی بالحق ہیں اسلئے ان کی زبان پر اسرار خداوندی ہوتے ہیں۔ پس یاد رکھو کہ ریاضت میں جہم کا فنا ہو جانا یہ فرما نہیں ہے بلکہ سراسر حیات طیبہ ہے اور اس جسم کے تکالیف بقائے روح کا ذریعہ ہیں۔

شرح شبیری

بامداد ان آں برائے امتحان ایستاد او منتظر برآستان
یعنی صبح کو وہ شخص امتحان کی واسطے جو کھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا۔
خادمہ سفر بیفتا نہ و فتاد پارہ نان بیات آنا ز داد
یعنی خادمہ نے دسترخوان چھاڑا تو رات کے روٹی کے ٹکڑے جو کہ کہا نیکیے آٹا تھے گرے
در بود آنرا خرو سے چون گرد گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رو
یعنی اسکو فرغا کردی شے کی طرح بے بہا کا تو کہتے تھے کہا کہ ارے جا تو نے ہمپر (ہمت) ظلم کیا۔ مطلب
یہ کہ مرغا اس ٹکڑے کو اس طرح لے اڑا جیسا کہ کوئی اپنی گروی شے کو چھوڑا کر لیکر بہا کتابے
دانہ گندم تو دانی خور در دامن عاجز دم دردانہ خور دن در وطن
یعنی تو تیرے گہیوں کا دانہ کہا نا جانتا ہے اور میں گہرین طمانہ کہانے سے عاجز ہوں۔
گندم و جو را د باقی خوب می تو اتنی خور دو نے من ہی طرح
یعنی ارے منخرے گہیوں کو اور جو کو اور باقی دانوں کو تو تو کہا سکتا ہے اور میں انہیں
(کہا سکتا)۔

این لب نانے کہ قسم ملت آن می زبانی اینقدر را از سگان
یعنی یہ ٹکڑہ روٹی کا جو کہ ہماری قسمت کا ہے تو اتنے کو بھی کتوں سے اچک لیتا ہے یعنی تو سہک رہی
ہیں کہا نے دیتا۔

مرغے کا کتے کو جواب

بس خروش گفت تن زن غم خود کہ خدا بد ہر عوض زمین بہ درگر
یعنی تب مرغے نے اُس کتے سے کہا کہ چپ روٹم مت کہا کہ خدا اس سے بہتر دوسرا عوض دیکھ
اسپ این خواہ سقط خواہ شدن روز فردا سپیر خور کم کن حزن
یعنی کل کو اس آقا کا گہوڑا مر گیا تو تو خوب سپیر ہو کہ کہا نا غم کو کم کر۔
مر سگان را عید با شد در گاسپ روزی دافر بود بے جہد و کسب
یعنی کتوں کو تو گہوڑے کا مرنا پسند کیونکہ بے مشقت اور کمائی کے ہر پیر روزی ملتی ہے۔
اسپ را فروخت چون بشنید مرد پیش سگ شد آن خرد سگ و زرد
یعنی اس نے جو سنا تو گہوڑے کو فروخت کر دیا تب تو کتے کے اُگے وہ مرغاشہ منہ ہوا (کہ بات
غلط تھی)

روز دیگر همچنان نان را رلود آن خردس و سگ بر دلب بر کشود
یعنی دو سکن بھی اسی طرح روٹی کو وہ مرغاشے بھاگا تو کتے نے اُس سے کہا۔
کائے خردس عشوہ دہ چندین مرغ ظالمی و کاذبی دے فردغ
یعنی کہ اے مرغے مکار اتنا جھوٹ تو ظالم ہے اور کاذب ہے اور بے فیض ہے۔
اسپش گفتی سقط گرد کجاست کورا خرد گوی محرومے ز راست
یعنی جس گہوڑے کو کہ تو نے کہا تھا کہ مرے گا وہ کہاں ہے تو اندھا ستاروں کا بتا دینا لا
اور تو سچ سے محروم ہے۔ مطلب یہ کہ کتے نے کہا کہ اسے مرغ تو بڑا چوٹا ہے تو اُس اندھے
کی مثل ہے جو کہ باوجود اندھے ہونے کے کہے کہ میں ستاروں کو دیکھ رہا ہوں ایلا تجھے کیا
خبر تھی کہ گہوڑا مر گیا تو نے فضول علی التپ ہی بانگ دیا کہ وہ مرے گا تو تو کہا لینا

گفت اور اُن خروس یا خبر کہ سقط است و اسب اد جاؤ دگر
یعنی اُس مرغ یا خبر نے کہا اس کا گھوڑا دوسری جگہ جا کر مر گیا ہے۔
اسب اور فروخت جست اور از زبان اُن زبان انداخت اور دیگران
یعنی گھوڑے کو اُسے فروخت کر دیا اور نقصان سے (ظاہر) بچ گیا (لیکن) اُسے اُس نقصان
کو دوسروں پر ڈال دیا۔ یعنی جس بیچارہ نے گھوڑا خریدا ہے اسے اپنا نقصان اُس پر ڈالاکہ اب
اُسے نقصان ہوا۔

لیک فرزا استر ش گرد سقط مر سگان را با شراین نعمت فقط
یعنی لیکن کل کو اُس کا بچہ مرے گا تو یہ نعمت تو صرف کتون ہی کے لئے ہوگی مطلب یہ کہ اُس
مرغ نے کہا کہ اگر چہ یہ گھوڑے کو فروخت کر آیا تو اس سے کیا ہوتا ہے اب اس کا بچہ مر جاوے گا
تو تو اُس کو خوب کہانا۔

زود استر را فروشید اُن حرص یافت از غم و ز زبان اُن دم میس
یعنی اُس حرص نے جلدی سے بچہ کو بھی فروخت کر دیا اور غم اور نقصان سے اُس وقت چھٹکارا
پالیا۔ مطلب یہ کہ اسکو سنکر وہ آقا صاحب اُس بچہ کو بھی فروخت کر آئے اور اسوقت اس
نقصان سے چھوٹ گئے کہ جو وہ مرنا تو ان کا نقصان ہوتا تو اپنے نزدیک تو اسوقت نقصان
سے خلاصی پائی۔ لیکن یہ خبر نہیں کہ یہ خلاصی صرف اسی وقت کی ہے پھر اسی طرح بڑے گی
روز ثالث گفت سگ با آن خروں لے امیر کا زبان باطل و کوس
یعنی تیسرے دن کتے نے مرغ سے کہا کہ لے جھوٹن کے ہاؤ شاہ مع ٹیل ہو کوس کے یعنی
توڑنے کی جھوٹ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی پوشیدہ بات ہو اور بولا کہ۔

تلبے کوئی دردوغے بے فروغ دروغی لے نا اہل دروغی دروغ دروغ
یعنی یہ بے رونق جھوٹ و تلبہ تک بولے گا۔ لے نا لائق تو جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے
اور جھوٹا ہے (دروغ سے مراد جھوٹا اور مکر بنیوالا ہے دروغ اصل معنی تو اس کے چہا چہ کے ہیں)
گفت اور فروخت استر را شتاب لیک فرویش غلام آید مصاب
یعنی مرغ نے کہا کہ اُسے بچہ کو تو جلدی سے فروخت کر دیا لیکن کل کو اُس کا غلام مصیبت ہوگا

یعنی کل کو اُس کا غلام مرے گا۔

جون غلام او میرد نان ہا
یعنی جب اُس کا غلام مرے گا تو عزیز و اقارب کتون اور فقرون کو روٹیان دین گے۔
این شنید و آن غلامش را فروخت رست از خسران رخ را بر فروخت
یعنی (اُس نکانے) یہ سنا اور اپنے اُس غلام کو فروخت کر دیا (اور بظاہر) نقصان سے چھوٹ گیا
اور چہرہ کو روشن کر لیا۔ مطلب یہ کہ اُس غلام کو فروخت کر کے بہت ہی خوش ہوئے کہ خوب
نقصانوں سے بچے لیکن نا بھی خبر نہیں ہے۔ آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔

شکر ہامی کرد و شاہا کہ من رستم از سہ واقعہ انداز من
یعنی شکر کرتا تھا اور خوشیاں کرتا تھا کہ میں زمانہ میں تین واقعوں سے چھوٹ گیا۔
تازبان مرغ و سگ آمو ختم دیدہ سودا نقصان را دو ختم
یعنی جب کہ میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی تو میں نے سودا نقصان کی آنکھ کو سی دیا۔ مطلب
یہ کہ بہت ہی خوش ہو رہا تھا کہ میں نے جو مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی بہت تو میں دیکھو
تین نقصانوں سے بچ گیا اور اب مجھ پر سودا نقصان کا داؤ نہیں چل سکتا۔ میں نے اب تو نقصان و قدر
سکو ہر ادا کیا۔ اب میں کسی سے دب نہیں سکتا اسلئے کہ میرا جو نقصان ہو نہ والا ہوگا اسکو فوراً ہی لگ
کر دیا کروں گا۔ غرض کہ وہ اس میں خوش رہتا تھا اور یہ خبر نہ تھی کہ اب کی باری مجھ پر ہی ہے غرض کہ
اب یہ بیمار مرغ کتے سے بہت ہی شرمندگی ہوئی کہ اُس سے اس قدر وعدے کئے اور ایک بھی
پورا نہوا تو آگے اُسکے شرمندہ ہونے کو اور پھر خود آقا صاحب کی موت کی خبر مینے کے واقعہ
کو بیان فرماتے ہیں۔

مرغ کا کتے کے آگے تین وعدوں غلط ہو جائیسے شرمندہ ہونا

روز دیگر آن سگ خرم گفت کائے خروس را از خاک و طاق بخت
یعنی دو سگ دن اُس خرم کتے نے کہا کہ اے مرغ سپردہ کو وہ طاق و بخت (و وعدے) کہاں ہیں
یعنی تو نے جو مختلف وعدے مجھے کئے تھے بتاؤ کہاں ہیں۔

چند چند آخر دروغ و مکر تو خود پیر و جو دروغ از و کر تو۔
یعنی تیرا کر اور جھوٹ آخر کما تک اور تیرے آشیانہ سے سوائے جھوٹ کے کچھ اڑتا ہی نہیں
مطلب یہ کہ تو ہمیشہ جھوٹ ہی بولتا ہے۔

گفت جاش از من و از جنس من کہ بگردیم از دروغ مہتہن
یعنی اُس نے کہا کہ مجھ سے اور میری جنس سے یہ دور ہے کہ ہم ایک جھوٹ کی وجہ سے ذلیل ہوں
ماخروسان چون موزن است گو ہم رقیب آفتاب و وقت جو
یعنی ہم مرغ مثل موزن کے راست گو ہیں۔ ہم آفتاب کے پاسبان ہیں اور وقت کے تلاش
کرنے والے یعنی ہم کو وقت کی پہچان ہے اور ہم ٹھیک وقت پر اذان دیتے ہیں تو
پھر ہم جھوٹ کیسے بولتے۔

پاسبان آفتابیم از درون گر کنی بالائے ما طشتے نگون
یعنی ہم پاسبان آفتاب اندر سے ہیں۔ اگر تم کوئی طشت ہمارے اوپر او نہا کر دو۔
مطلب یہ کہ اگر تم میں کسی چیز کے اندر بندھی کر دو تب بھی ہم اندر سے ٹھیک وقت کو پہچان لیں گے
مولا نافر ماتے ہیں کہ۔

پاسبان آفتاب اند اولیا در بشر واقعہ اسرار خدا
یعنی اولیاء اللہ آفتاب (حقیقی) کے پاسبان ہیں اور (صورت) بشر میں اسرار خدا سے واقف ہیں
مطلب یہ کہ جس طرح کہ مرغ باوجود طشت کے اندر بند ہو نیکی آفتاب ظاہری کے نکلنے اور غروب
ہو نیکی کو معلوم کر لیتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ صورت بشری میں جو کہ مجاہد ہے مشاہدہ اسرار
حق اور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ آگے پھر مرغ کا قول ہے کہ۔

اصل مارا حق پئے بانگ نماز داد ہدیہ آدمی را در جہاز
یعنی ہمارے آباؤ اجداد کو بانگ نماز کیلئے حق تعالیٰ نے آدمی کو جہیز میں دیا ہے مطلب یہ کہ
مرغ بلا کہ ہم ایسے راست گو ہیں کہ حق تعالیٰ نے جب آدم کو سب چیزیں عنایت فرمائیں تو جملہ ان کی
ایک مرغ جو ہمارے آباؤ اجداد میں سے تھا نماز کا وقت بتانے کو عنایت فرمایا تھا۔ اس سے ہماری راست
گوئی پر دلیل ملتی ہے اور ہماری راست گوئی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ۔

گر یہ ناہنگام سہو از مارود در اذان آن مقل مامی شود

یعنی اگر ناوقت میں ہم سے اذان میں سہو ہو جاوے تو وہ ہمارے قتل کا سبب ہو جاتا ہے
(پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جو مرغ بے وقت اذان دے اسکو نحوس کہیں کہ بکری نہ دے تو اس
مرغ نے کہا کہ ہماری راست گوئی اس حد تک ہے کہ اگر کبھی سہو بھی ہو تو گردن ماری جاوے
پھر ہم جھوٹ کیسے بولیں۔

گفت ناہنگام حی علی الفلاح خون مارامی کت خوار و مباح

یعنی ناوقت حی علی الفلاح کہنا ہمارے خون کو خوار و مباح کر دیتا ہے۔

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط آن خردس وحی جان آمد فقط

یعنی وہ کہ معصوم و پاک غلطی سے آیا ہے وہ خردس وحی جان ہے فقط مطلب یہ کہ معصوم غلطی
سے وہ حضرات ہی ہیں جو کہ ہم میں مبتدعین۔ باقی ہم سے بھی غلطی ہو جاتی ہے مگر جب غلطی کرتے ہیں
مارے جاتے ہیں۔ لہذا معلوم ہو کہ ہم اکثر امور میں سچے ہی ہیں

آن غلامش مرویش مشتری شد زریان مشتری آن یکیری

یعنی وہ اس کا غلام خریدار کے پاس مر گیا۔ اور خریدار کیلئے سراسر نقصان ہوا

اگر زریں مالش را و لیک خون خود را زینت اندر یانیک

یعنی اُس نے اپنے مال کو الگ کر دیا لیکن اپنے خون کو رنجتہ کر لیا۔ اسکو خوب سمجھ لے مطلب یہ کہ
اُس پر ایک بلا آئی تو اسی سوا مال کے مال پر لڑائی اُسے اسکو فرصت نہ رہی کہ شروع کر دیا تو اب خود
اُس پر پڑے گی۔ اور اُس مال کے علاوہ کرنے سے اسنے اپنا خون رنجتہ کر لیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

یک زریان دفع زبانهامی شدی جسم و مال است جانہار افدے

یعنی ایک نقصان بہت نقصان است کا دھچ پڑ جاتا ہے اور ہمارا جسم و مال جان کا فدیہ ہے

پیش شاہان در سیاست گستری می دہی تو مال و سر را می خری

یعنی بادشاہوں کے سامنے سیاست گستری میں تم مال دیتے ہو اور سر کو خرید لیتے ہو۔

اچھی چون گشتہ اندر قضا می گر زانی زداور مال را

یعنی تو قضا میں کیا انجام بن گیا ہے کہ جو تعالیٰ سے مال کو الگ کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں

اگر کہیں پھنس جاتے ہو۔ اور خوف جان ہوتا ہے تو مال دیکر جانکو چھڑا لیتے ہو تو اگر قصاص حق میں
تمہاری جان پر کوئی بلا آوے تو کیا وجہ ہے کہ وہاں مال کو الگ کرتے ہو اور جان کو خطرہ
میں ڈالتے ہو۔

زانکہ مالیت بر تو گر صدقہ شود آن زیانے نیست سود تو ببرد
یعنی اسلئے کہ اگر تیرا مال چھپرستہ ہو جاوے تو وہ نقصان نہیں ہے تیرا تو نفع ہو گا (اسلئے
کہ مال دیکر جان بچ جاوے گی)

مرغے کا مالک کی موت کی خبر دینا

لیک فر دا خواہد او مردن یقین گا دُخو اہر گشت وارث در حنین
یعنی لیکن کل کو یقیناً وہ خود مرے گا۔ اور ہم میں وارث لوگ گانے کا میں گے۔

صاحب خانہ بخو اہر در وقت روز فردا نک رسیدت لوت
یعنی صاحب خانہ مرے گا اور جاوے گا تو کل کو یہ تجھے غذائے عظیم ملیگی (اور وہ غذا یہ ہے کہ)
پارہائے نان و لالنگ طعام در میان کوٹے یا بد خاص و عام
یعنی روٹی کے ٹکڑے اور کھانے کا لنگر محلہ میں خاص و عام سب کو ملے گا۔

گاؤ قربانی و ناہائے تنک برسگان و سائلان ریزد سبک
یعنی قربانی کی گائے اور بھیلے کتوں اور سائلوں پر جلدی جلدی کریں گے۔

مرگ اسپ داشت و مرگ غلام بد قضا اگر دان این مغرور خام
یعنی گھوڑے اور اونٹ اور غلام کی موت اس مغرور خام کی قضا اگر دان تھی۔ یعنی ان کی موت
اس پر سے تھا طبعاً تو اور یہ بچ جاتا۔

از زیان مال در دآن گر بخت مال خزون کرد و خون خویش بخت
یعنی مال کے نقصان اور اسکے درد سے بہا کا مال تو زیادہ کر لیا اور اپنا خون بخت کیا مولانا فرماتی
ہیں کہ۔

این ریاضت ہمار و دلیشان چہست کاین بلا بر تن بقائی جانہا است

یعنی یہ درویشوں کی ریاضتیں کس لئے ہیں اس لئے ہیں کہ بد نیر ملا کا ہونا جان کیلئے بقاء ہے۔ یعنی اولیاء اللہ جو ریاضتیں کرتے ہیں اس میں یہی مصلحت ہے کہ بدن پر امور شاقہ برداشت کر کے جان کی حفاظت کرتی ہیں اور بغیر اس تن کی بقاء ابدی حاصل کرتے ہیں۔

تالیقائے خود نہ بیند سالکے چون کنند تن را سقیم و ہالکے
یعنی جب تک کہ کوئی سالک اپنی بقاء نہ دیکھے تو اپنے بدن کی سقیم و ہالک کس طرح کرے
یعنی اگر سالک یہ نہ دیکھے کہ بقاء خدا اس تن کے مجھے بقاء ابدی حاصل ہوگی تو وہ کیوں مجاہدات کرے۔ مجاہدات کی وجہ یہی ہے کہ ان حضرات نے افناء تن میں اتجاہ جان کو مشاہدہ کر لیا ہے
دست کو جنبد بایشار و عمل تانہ بیند ادہ را جانش بدل
یعنی ہاتھ اشار و عمل میں کب ہلتا ہے جب تک کہ اس (معطی) کی جان بدل نہ دیکھے یعنی بے اسکے کہ ان اپنی کوئی غرض نہ دیکھے کوئی کام نہیں کرتا۔

آنکہ بد ہر پے امید و سود ہا آن خدایت آن خدایت خدا
یعنی جو کہ بے کسی امید اور نفع کے دیتا ہے وہ خدا ہے اور خدا ہے اور خدا۔ مطلب یہ ہے کہ حق تقائے کمال افعال معلیٰ لاغراض حاصل نہیں ہوتے ان میں حکم ضرور ہوتی ہیں مگر ان سے کسی اپنی غرض کا حصول مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ سراسر عبد ہی کی غرض ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے
یا دلی حق کہ غوئے حق گرفت نور گشت و تابش مطلق گرفت
یعنی یا دلی حق جسے کہ غوئے حق اختیار کر لی اور نور ہو گیا اور تابش مطلق لیلی مطلب یہ کہ یا تو حق تعالیٰ بلا کسی غرض کے عطا فرماتے ہیں اور یا اولیاء اللہ کو کہ فنا فی الحق ہو گئے ہیں مگر فرق اس قدر ہے کہ حق تعالیٰ کے عطا میں تو بالکل غرض عبد ہی کی ہوتی ہے غرض حق ہے ہی نہیں اور اولیاء اللہ میں غرض دوسروں کی غالب ہوتی ہے اور اپنی خلوب۔ تو گویا کہ اپنی غرض ہے ہی نہیں مثلاً وہ ارشاد ہدایت کرتے ہیں تو اس میں انکو دوسروں کی مصالح پر زیادہ نظر ہوتی ہے نسبت اپنی مصالح کے اور یہ امر شاہد ہے اور یہ اس لئے ہے کہ۔

کو غنی است و جز او مجملہ فقیر کے فقیر بے عوض گوید کہ گیر
یعنی اس لئے کہ وہ غنی ہے اور سوا اسکے سب فقیر ہیں تو کوئی فقیر بے عوض کے کب کہتا ہے کہ لے۔

یعنی اگر کسی غیر کے پاس کوئی شے ہو تو وہ دوسرے کو کب دیکھا جب تک کہ اسکو اس کا کوئی بدلہ نہ ملے
اسی طرح یہ اہل دنیا بھی ہیں کہ ان کا جب تک کسی عوض کی امید نہیں ہوتی اور کوئی غرض ان کی حاصل نہیں
ہوتی اس وقت تک یہ بھی کوئی کام نہیں کرتے اور اولیاء اللہ بلا اپنی کسی غرض غالب کے نفع بھی نہ کرتے
ہیں آگے اہل دنیا کی مثال ہے کہ۔

این ہمہ بازار ہر این غرض
یعنی یہ سب اہل بازار اس غرض کی واسطہ و قانون پر عوض کی طلب میں بیٹھے ہوئے ہیں
مستلح خوب غصہ نہیں کیسند
داند رطل دل عوضہامی تنند

یعنی سیکڑوں عہد اس بات پیش کرتے ہیں اور دل میں عوض کو تو رہے ہیں یعنی اہل بازار
خوب چیزیں پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی خیر خواہ ہیں مگر دل میں رویہ ہیں کا
حساب ٹھارے ہیں تو دیکھتے بے عوض کے کوئی کام نہیں کرتے۔

یک سلامی نشنوی او مردیں
کہ نگہ آخرت آن استین
یعنی اے مرد دین تو ایک سلام نہ سنے گا کہ جو آخر میں وہ استین نہ پکڑے یعنی جو کوئی سلام بھی کرتا
وہ بھی بے غرض نہیں آخر میں خود کوئی اپنی غرض پیش کرے گا۔

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام
من سلامے لے برادر و السلام
یعنی بے طمع کے میں نے خاص و عام سے لے بہائی کوئی سلام نہیں سنا ہے والسلام یعنی
اگر کسی نے سلام بھی کیا اس میں بھی اس کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔

جو سلام حق تو ہاں آنرا بجز
خانہ خانہ حاجب اور کو بہ کو
یعنی سلام حق کے (کہ وہ بے غرض ہے) ہاں تو اسی کو گہر گہر اور جگہ جگہ اور کوجہ کوجہ
تلاش کر اب یہاں کیسے کو تلاش ہوئی کہ وہ سلام حق کہاں سے ملے گا تو بتاتے ہیں کہ

از ہاں آدمی خوش مشام
ہم پیام حق شنیدیم ہم سلام
یعنی آدمی خوش مشام کے منہ سے میں نے پیام حق بھی سنا ہے اور سلام آدمی بھی مطلب
یہ ہے کہ ان حضرات سے جو کلمات اور سلام دریاں جو سنو وہ گویا کہ پیام و سلام حق ہے تو
حق کے سلام کو ان حضرات کے پاس تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔

وین سلام باقیان بر برون آن من بھی تو ششم بدل خوشتر ز جان
یعنی اور یہ سلام باقیوں کا اسی کی اُمید میں دل و جان سے سنتا ہوں یعنی اور تو گونگ سلام
جو سنتا ہوں یہ بھی صرف اسلئے کہ ان ہی میں بعض اہل اللہ بھی ہوتے ہیں۔ تو شاید کسی ولی کا
سلام نصیب ہو جاوے۔

ز ان سلام او سلام حق شدہ است کاتش اندر دودمان خود ر دست
یعنی اسلئے کہ اس کا سلام سلام حق ہے کیونکہ اسے اپنے فائدان میں آگ لگائی ہے یعنی چونکہ
یہ فانی فی الحق ہو چکا ہے لہذا اس کا سلام گویا سلام حق ہے۔

مردہ است از خود شدہ زندہ برب زان بود اسرار حقش در دود لب
یعنی اپنے سے تو مردہ ہے اور حق سے زندہ ہے اسلئے اسرار حق اس کے دھون لبون میں ہیں یعنی
چونکہ فانی فی حق ہو چکا ہے لہذا اسرار حق اس کو معلوم ہونے لگے ہیں۔

مردن تن در ریاضت زندگیت رنج این تن روح را پائیدگیت
یعنی تن کا ریاضت میں فنا ہونا زندگی (جان) ہے اور اس بدن کی تکلیف روح کیلئے قہا ہے

شرح حبیبی

| | |
|-------------------------------|-------------------------------|
| میں شنوداوا از خروشن این حدیث | گوش بہادہ بُدان مرد خبیث |
| بر در موسیٰ کلیم اللہ رفت | چو شنید اینہار وال شد تیز رفت |
| کہ مرا فریاد رس زین ای کلیم | رو بھی مالید بر خاک اوز بیم |
| چونکہ استا گشتہ بر جہ ز چہ | گفت رو بفروش خود را و برہ |
| کیسہ وہمیا نہار کن د و تو | بر مسلمانان زیان اند از تو |
| کہ در آئینہ عیان شد مرثرا | من درون خشت دیدم این قضا |

عاقل اول بیت را آخر را بدل
 باز زاری کرد کای نیکو خصال
 از من آن آمد که بودم ناسزا
 گفت تیر و جست از دست او پیر
 لیک در خواهم ز نیکو داور
 چونکه ایمان برده باشی زنده
 هم در آن دم حال برخواجی گشت
 شورش مرگ ست نه هیفه طعام
 چاکس بر دند تا سوئے و تاق
 پند موسی نشنوی شوخی کنی
 شرم ناید تیغ را از جان تو
 موسی آمد در مناجات آن سحر
 بادشاهی کن بر و بخت که او
 گفتش این علم نه در خور دست
 دست را بر آرد با آنکس زنده
 ستر غیب آنرا سزاوارد موختن
 در خور دیانتش جز مرغ آب

اندر آخر بیت را از دانش مقل
 مر مرادر سر مزین در و مال
 ناسزا هم را تو ده حسن الجزا
 نیست نیت کایدا و دایس گر
 تا که ایمان آن زمان با خود بر
 چونکه با ایمان روی پائنده
 تادش شورید آوردند طشت
 قه چه سودت دارد از بد بخت خام
 ساق میالید او بر پشت ساق
 خویش تن بر تیغ فولادی زنی
 آن تست این ای برادر آن تو
 کائے خدا ایمان از وستان مبر
 سهو کرده خیره روی و غلو
 دفع پندارید قلم را و تست
 که عصاره دستش از درها کند
 که ز گفتن لب تو اند دوختن
 فحتم کن دانش را علم بالصواب

او بدایارفت و مرغابی بنمود
کردا جابت آن دعا را کردگار
گفت بخشیدم با و ایمان نعم
بلکہ جملہ مُردگان خاک را
گفت موسیٰ این جهان مُردوست
این دنیا جاجون جهان بود نیست
رحمتے افشان برایشا ہم کنون
تا بدانی کہ زیان جسم و مال
پس ریاضت را بجان شومشتری
در ریاضت آیدت بے اختیار
چون حق داد این ریاضت کر کن
این حکایت نو و وعظے شمر

گشت غمخیز دست گیرش بود و بود
رحم فرمودش بجز و انتقار
و تو خواهی این زمان زنده باشی نعم
زنده سزدیم این زمان میر تو
آنجهان انگیز کا بخاروشن است
باز گشت عاریت بس سود نیست
در نہا نخانه لدیس محضرون
سود جان باشد رہا ند از و بال
چون سپردی تن بخدمت جان کسی
بہر شکرانہ دہ لے کامیار
تو نکر دی او کشیدت ز امر کن
تا نکر دی خستہ از نقص و ضرر

جب مرغابہ باتین کرد ہاتھا تو کا کان لگاے ہوئے اُسکی یہ باتیں سن رہا تھا جب اسنے اپنا
مرنا سنا تو بہت اگہر بابا اور موسیٰ علیہ السلام کے دولت خانہ کی طرف دوڑا خود کے مارے
منہ کو خاک پر ملتا تھا اور کہتا تھا کہ لے لکیم مجھے اس بلا سے بچائیے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جا
ہ اپنے کو بچا کہ اس مصیبت سے چھوٹ جا آخر تو وہ قافلہ میں بڑا ماہر ہو گیا ہے کنوئین سے
کیون نہیں نکلتا تا نکل جا اور مسلمانوں کو نقصان پہونچا کر اپنی تسلی اور ہمتانی بہرہ ارے احسن حقیقت
کہ اس آئینہ کو جلا نہیں ہوتی تھی میں تمہاری وقت اس قضا کو دیکھ رہا تھا تو نے تو اسے آئینہ

حقیقت ہوئے پر ہی دیکھ لیں یعنی میں نے استراہی میں سوچ لیا تھا کہ اس کا یہ انجام ہوگا اور تو نے اس وقت یہ کہا جبکہ بالکل تیرے سامنے آگیا عاقل وہ ہوتے ہیں وہ انجام کو اول ہی میں دیکھ لیتے ہیں اور عقل سے بے بہرہ لوگ آخر میں دیکھتے ہیں وہ پھر رویا اور کہا کہ حضور ہلگو ہلگو کر میسر میں جوتیان نہ مارین اور مجھے شرمندہ نہ کریں واقعی مجھے نالائق سے نالائق ہی ہو گئی۔ آپ میری نالائقی کا مہارہ بہلائی سے فرما دیں۔ فرمایا کہ اب تو تیرے گناہ سے نکل گیا ہے اور یہ طریقہ نہیں کہ وہ واپس ہو لیکن حق سبحانہ کی بہتر حکومت اس کی درخواست کروں گا کہ تیرا ایمان پر فائز ہو جب تیرا ایمان پر فائز ہوگا تو تو واقع میں زندہ ہی ہے اور جبکہ تو ایمان اپنے ساتھ لیکھا تو تو حقیقت میں باقی ہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا اور اُس کی حالت بگڑتی شروع ہوئی تھے کہ اُس کا جی متلایا اور لوگ تھے کہ اُسے طشت لائے کوئی اس کے کہ یہ موت کا سبب ہے یہ بد فہمی کی تھی نہیں ہے کہ اس سے طبیعت ہلکی ہو جاوے اور بد نصیب احمق تجھے اس کے کچھ نفع نہ ہوگا غرض کہ چار شخص اسے چار پائی پر لٹا کر اُس کے گہر لیکھے اور وہ نزع کی حالت میں پنڈلی سے پنڈلی رگڑتا تھا اس کوئی کہے کہ احمق تو موسیٰ کی نصیحت نہیں سُننا اور ہند کرنا ہے اور اپنے کو فولادی تلوار سے بڑا تا ہے تجھے خیال نہیں ہوتا کہ تلوار تیری جان کا کچھ لٹاؤ نہ لگی۔ اب اپنے کئے کی سزا بگت۔ تیری ہی سزا ہے خیر جب وہ چلا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کا ایمان سلب نہ کرنا اور اس کو با ایمان مارنا آپ مراحم خسروانہ کو کام فرما دیں اور اس کو معاف فرما دیں اُس نے بڑی غلطی کی۔ بڑی نالائقی کی اور بہت زیادتی کی میں نے تو اُس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے موافق نہیں ہے مگر اُس نے میری بات کو معمولی سمجھا اور سمجھا کہ ٹالنے کیلئے کہتے ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ خطرات میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ وہ صرف اہل علم کا کام ہے کیونکہ تیرے یہ وہی ہاتھ ڈال سکتا ہے جسکے ہاتھ میں یہ کمال ہو کہ وہ لاطعی کو از رو یا بنادے اور از غیب اُس کے جاننا ریا ہے جو اُس کو افشاء نکرتے۔ دیکھو ہر جانور دریا میں نہیں جاسکتا۔ اُس میں صرف دریائی جانور ہی جاسکتا ہے۔ پس سی سے تم سمجھ لو کہ باز غیب کا جاننا مقررین بارگاہِ علام الغیوب ہی کو زیرِ سبب اخیر تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ یہ دریا جانور نہ تھا اور دریا میں کس گیا۔ اور ڈوب گیا۔ آپ اس کی دانگیری فرمائیے حق سبحانہ دعا کو

قبول فرمایا اور اسکے عجز و افتقار پر رحم فرمایا اور کہا کہ اچھا میں نے اسے ایان بخش اور اگر تم کہو تو میں اسے زندہ بھی کر دوں بلکہ ایک دن کیا اگر تم کہو تو تمہاری خاطر میں تمام مردوں کو زندہ کر دوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو کافی ہے اس کی زندگی تو کوئی معتد بہ چیز نہیں ہے مان آپ سے اس عالم میں زندہ فرمائیے جو روشن ہے اور یہ جہان تو کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے واپسی اگر ہوگی بھی تو روائے چنبرے لہذا بے سود ہے اور اسکے ساتھ اُن لوگوں پر بھی رحم فرمائیے جو عدم کے تہ خانہ میں مستور اور آپ کے سامنے حاضر ہیں۔ اس سے تمکو سمجھنا چاہئے کہ جسم و مال کا نقصان جان کا نفع ہے کہ وہ جان بکھو مال سے بڑا تاب ہے اور یہ سمجھ کر ریاضت کا جان و دل سے غور و فکر نہ بچا چاہئے جب تم جسم کو حق سبحانہ کے سپرد کر دو گے تو جان ہلاکت سے بچاؤ گے اور اگر کوئی ریاضت بلا اختیار تکلیف پیش آ جاوے تو اسکے سامنے سو جہاد و اورش کر کرو اور جب حق سبحانہ کی طرف سے کوئی تکلیف چھوچھے تو شکر کرو کیونکہ تم نے ریاضت نہ کی تھی حق سبحانہ نے اپنے حکم سے تم سے ریاضت لی۔ دیکھو یہ نقص نہ مگر نقص کی طرح نہ سننا بلکہ اسکو ایک عطا اللہ نصیب سمجھنا تاکہ اگر تمکو کوئی نقصان یا ضرر چھوچھے تو اس سے تم کبیرہ خاطر نہ ہو۔

شرح شبیری

گوش بہنہادہ بڈان مرخصیت می شنیدا و از خروشتل این حدیث یعنی وہ مرد مرخصیت کان لگائے ہوئے تھا اور اپنے مرغے سے اس بات کو سن رہا تھا کہ کل کو ہم خود مین ہوں گے۔

اُس شخص کا موسیٰ علیہ السلام کی طرف جلدی سے دوڑنا جبکہ

اپنے مرنے کی خبر سنی

چون شنیدا بہنہادہ بڈان شد تیز رفت بروڑوئے کلیم الشرف

یعنی جب ان باتوں کو سنا تو خوب تیز روانہ ہو کر دروازہ دھوئی کلیم الشرف گیا۔

روہی مالید بر خاک او ز نیم کہ مرفرید کس زین اسے کلیم

یعنی وہ خاک پر خوف (موت) سے منہ ملتا تھا کہ اے کلیم اسکی میری فریاد سی کیجئے یعنی مجھے موت پہنچائیے۔

گفت رو بفروش خود را و برہ چونکہ اُستاد گشتہ بر جہ زچہ
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اپنے کو بیچے اور چھوٹ جا جبکہ تو استاد ہو گیا ہے تو کنوین سے کود جا۔

میرسلانان زیان انداز تو کیسہ و بھیانبار کن دو تو
یعنی مسلمانوں پر نقصان ڈال دے اور قبیلی اور بھیانپوں کو دو گنا کر لے
من دون خشت و دیم این قضا کہ در آئینہ عیان شد مر ترا
یعنی میں نے اس قضا کو اینٹ ہی میں دیکھ لیا تھا جو کہ آئینہ میں تجھے ظاہر ہوا ہے (خشت) کہتے ہیں بے صیقل کے لوہے کو مطلب یہ کہ تجھے تو بعد وقوع کے مشاہد ہوا اور میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔

عاقل اول بیند آخر ابدل اندر آخر بیند از دانش مقل
یعنی عاقل تو انجام کو اہل ہی دل سے دیکھ لیتا ہے اور عقل سے مفلس آخر میں دیکھتا ہے
باز زاری کی کرد کائے نیکو خصال مر مر اید سر من بر رو ممال
یعنی اُس نے پھر آہ و زاری کی کہ اے نیکو خصال مجھے سر پرست مارا اور منہ پرست مل یعنی مجھ پر کمال
از من آن آمد کہ بودم نامترا ناسر ایم را تو وہ حسن الجرا
یعنی مجھے تو نہ آیا اسنے کہ میں نالائق تھا تو میری نالائقی کی آپ ابھی جزا دیجئے۔

گفت تیرے جنت از شست پیر نیست کایدان واپس گر
یعنی فرمایا کہ اے صاحبزادہ تیرے گناہ سے نکل گیا اب قاعدہ نہیں کہ وہ پہر واپس آوے۔
لیک در خواہم ز نیکو داورے تاکہ ایمان آن زمان با خود برے
یعنی لیکن میں ابھی عدالت سے مانگوں گا کہ تو اس (موت کے) وقت ایمان اپنی ساتھ لیجاوے۔

چونکہ ایمان برودہ باشی زندہ چونکہ بال ایمان روی پایندہ
یعنی جبکہ تو ایمان کو لے گیا ہو تو زندہ ہے اور جبکہ تو ایمان جاوے تو تو باقی ہے (اب

آثار مرگ شروع ہوتے ہیں۔

ہم در آندم حال ہر خواجہ گشت تا دلش شوریدہ آوردند طشت
یعنی اسی وقت میان کی حالت بدلی بہانک کہ دل اُس کا متلایا اور لوگ طشت (سیلابی وغیرہ)
لائے (لوگ سمجھ کے تھے ہر جسے دل ہلکا ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ)

شورش مرگ است فی ہضہ طعام تھے چہ سودت دارد ای بد بخت خام
یعنی یہ جوش ہو رہا ہے کہ کہاں کیا ہیفہ تو تھے تجھے کیا فائدہ دیگی لے بد بخت خام یعنی اگر بد بختی وغیرہ
ہو تو تھے سے کچھ تسکین ہو۔ مگر یہ تو شورش مرگ ہے تھے سے کیا تسکین ہو سکتی ہے۔

چار کس بُردند تا سوخو و نفاق ساقی مالید او بہر پشت ساق
یعنی چار آدمی گر تک لیگے اور (کرب کی وجہ سے) ہڈی پر ہڈی مل رہا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ
پنڈ موسیٰ نشنوی شوخی کنی خویشتن بہر تیغ فولادی زنی
یعنی موسیٰ کی نصیحت کو تو مستنا نہیں اور شوخی کرتا ہے تو اپنے کو تیغ فولادی پر مارتا ہے۔

شرم ناید تیغ را از جان تو آن تست این لے براہان تو
یعنی تلوار کو تیری جان سے شرم نہ آوے گی لے بہائی ہی تیرے مناسب ہی ہے۔ یعنی جب تو
تلوار پر اپنے کو مار رہا ہے تو یاد رکھ کہ تلوار تو کاٹ ہی دیگی اُسکو شرم نہ آوے گی کہ وہ تجھے نکالے
اور بس تمہارے مناسب ہی ہے کہ تمہاری ساتھ وہ ایسا کرے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اُس شخص کو ایمان کی سلامتی کیلئے دعا کرنا

گفت موسیٰ در مناجات آن سحر کائے خدا ایمان از دوستان مہر
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اُس صبح کو مناجات میں فرمایا کہ لے خدا ایمان اُس سے مست اور مت لیا۔
بادشاہی کن بر وخت اکہ او سہو کرد و خیرہ روئی و غلو
یعنی آپ مرحمت فرمادے کہ اُسے سہو اور خیرہ روئی اور غلو کیا ہے۔
گفتش این علم نے در غور دست دفع پندار بد قلم را درست
یعنی میں نے اُس سے کہا کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے تو اُسے میرے قول کو ماننا اور درست سمجھنا۔

دست را بر آرد با آنکس زند که عصا را دستش از دریا کند
یعنی آرد با پر تو مانتہ وہ مارے جو کہ عصا کو اُس کا مانتہ آرد با بنالے۔
سفر غیب آنرا سازد و آموختن کہ تو اندلب ز گفتن دو ختن
یعنی اسرا غیب کا سیکھنا اُس شخص کی لائق ہے جو کہ لب کو کہنے سے سی سکے یعنی جو اُن کو
چھپا سکے اُسکو سیکھ لینا بھی مناسب

و خور دریا شد جز مرغ آب فہم کن و اللہ اعلم بالصواب
یعنی دریا کے لائق کوئی نہیں ہے سوائے مرغ آب کی کے ذرا سمجھ لو اللہ اعلم بالصواب۔
او بدریا رفت مرغ آبی نبود گشت غرق دست گیرش ای و دود
یعنی وہ دریا میں جلا گیا اور مرغ آبی نہ تھا اب وہ غرق ہو گیا ہے لے ادر آپ اُسکی دستگیری کیجئے۔
یعنی اُسنے یہ حرکت کر لی جو کہ اُسکی لائق نہ تھی اب لے ادر آپ دستگیری فرماویں۔

حق تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمانا

کہ راجا بیت آن دعا را کردگار رحم فرمودش بعجز و افتقار
یعنی اُس دعا کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا اور اُسپر بہ سبب اُسکے عجز و افتقار کرم فرمایا۔
گفت بخشدیم با و ایمان منم در تو خواہی این زمان زندش کنم
یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ میں نے اُسکو ایمان بخشا اور اگر تم چاہو تو میں اس وقت اُسکو زندہ کر دوں
بلکہ جملہ مردگان خاک را زندہ سازیم این زمان بہر تو
یعنی بلکہ تمام زمین کے مردوں کو ہم اس وقت آپ کی خاطر سے زندہ کر دیں۔

گفت موسیٰ این جہان مروتست آن جہان انگیز کا بخاروشن است
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو مرنے کا ہے اُس جہان میں اُٹھائے کہ وہ جگہ روشن ہے
این فنا جا چون جہان بود نیست باز گشت عاریت بس سود نیست
یعنی یہ فنا کی جگہ جب رہنے کی جگہ نہیں ہے تو عاریت کا مال پس دنیا کا فائدہ نہیں ہے یعنی اگر اس
وقت اُسکو زندگی مستعار واپس بھی ملے گی تو پھر جہنم جائیگی لہذا اس سے بہتر ہے کہ اُس عالم کی

راحت نصیب فرمائیے اب جو وقت رحمت دیکھا تو اور دن کی شفاعت بھی فرماتے ہیں کہ۔
 رختے افشان برایشان ہم کنون در نہا نختا نہ لدیت محضرون
 یعنی اب اُن پر بھی رحم فرمائے نہا نختا نہ بین اور لدینا محضرون بین یعنی ملک عدم میں اپنے پاس
 اور دن پر بھی رحم فرمائیے۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ ہم نے جو قصیدہ بیان کیا ہے اسلئے ہے کہ۔

تا بدانی کہ زریان جسم و مال سوز جان باشد رہا نذر و مال
 یعنی تاکہ تم جان لو کہ جسم و مال کا نقصان جان کا نفع رکھتا ہے اور مال سے چڑا تا ہے۔
 پس ریاضت را بجان شو مشتری چون سپردی تن بخدایت جان بری
 یعنی پس ریاضت جان و دل سے خریدار ہو جاؤ جبکہ تنے تن خدمت میں سپرد کر دیا تو تم تو جانہ ہو جاؤ گے
 در ریاضت آمدت ہے اختیار بنشکر اندوہ اے کامیار

یعنی اور اگر تمہارے پاس ریاضت ہے اختیار آدے تو سر رکھو اور شکر کراؤ کامیاب مطلب یہ کہ
 ریاضت کی دو قسمیں ہیں ایک اختیاری۔ ایک اضطراری۔ اختیاری تو یہ کہ اپنے اختیار سے نفس پر ضرر کری
 اور ریاضت میں مشغول ہو اور اضطراری مجاہدہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ خود تو باز رہتا
 نہیں تو وہ اس شخص کو کسی مرض یا مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ جسکی یہ اُس کام کو کر ہی نہیں سکتا
 تو اسکو مجاہد اضطراری کہتے ہیں اور جب حق تعالیٰ ایسا کرتے ہیں تو اس شخص کو اُن مصائب پر
 صبر دیتے ہیں اور اس صبر سے اُسکے درجات میں ترقی ہوتی ہے تو اس سے پہلے شعر میں تو فرمایا تھا
 کہ غور مجاہدہ کرو اور اس میں فرماتے ہیں کہ اگر مجاہد اضطراری میں مبتلا ہو جاؤ تو صبر کرو اور اطاعت
 کرو۔ آگے بھی فرماتے ہیں کہ

چون حق دولت ریاضت کن تو نکر دی او کشیدت ز امر کن

یعنی جب حق تعالیٰ نے تجھے ریاضت دی تو تو شکر کر تو نے نہیں کیا تو حق تعالیٰ نے امر کن سے
 تجھے کھینچ لیا یعنی تجھ کو نیا تجربے کام میں لگا دیا۔ مگر یہ حکم تو نبی مثل جمادات کے نہیں ہے کہ وہ اس طرح کام
 میں لگ رہے ہیں کہ اُنکو شو بہین بلکہ یہاں امر تو نبی موشہ جو کہ ہے کہ کام لے رہے ہیں اور
 اُس شخص کو معلوم ہے کہ ہاں اسکی یہ مقصود ہے لہذا اس پر صبر کرنا ہے۔ آگے ایک عورت کی حکایت
 لاتے ہیں کہ اُسکے بچے زندہ نہ رہتے تھے وہ بہت غمیں تھی کہ خدایا میں ایک باغ دیکھا کہ وہاں

لے تیار ہے اور اسکے سارے بچے اُسکا اندر وجود میں اور اس سے کہا گیا کہ تو خود تو کام کرتی نہ تھی
بچے یہ مصائب پہنچے مسلط کر کے تجھے صبر دیا اور پھر تیرے درجہ و درجہ کے اور سے باغ وغیرہ دیا تو
دیکھو یہ عورت مجاہدین اضطراب میں تھی اور اُسے کہیں کہیں تو درجہ عطا ہوئے اسی طرح تم بلاؤ اور
مصائب پر صبر کرو تو تلو بھی درجہ عطا ہوئے گے۔ اب حکایت سنو۔

حکایت اس عورت کی کہ بچے اُسکے زندہ نہ رہتے تھے تو وہ حق
تعالیٰ کے آگے روئی تو جواب ملا کہ یہ تیری ریاضت پہرہ کو عوض میں ہے

ابن حکایت سنو دو غلطے شمر
یعنی یہ حکایت سن اور اسکا ایک وعظ شمار کر تاکہ تو نقص و ضرر سے خستہ نہ ہو۔ یعنی اگر کوئی ضرر ہو
یا کوئی مرض وغیرہ آوے تو تو اُس سے غلگن مت ہونا۔ اور اس حکایت کو پیش نظر رکھنا کہ جس طرح کہ اُسکا
درجات عالیہ اسی طرح تلو بھی ملین گے۔

شرح حبیبی

آن نے ہر سال زائید پر سپر
یا مسہ یا چارہ گشتے تباہ
نہ ہمہ بارست ماہم شرح
پیش مردان خدا کر دے نفسیر
بسیست فرزندش چنین درگورفت
تا شے نبود اور اجنتے
باغ گفتم نعمت بے کیف را
بیش از شش مہ نبودے عمر در
نالہ کردان زن کہ افغان اوالہ
نعمت زود تر و از قوس قزح
ابن شکایت آن زن از درد نذر
آتش در جان ادا فت اذلفت
باغے سبز خوشی بے خنتے
کامل نعمت ہاست مجمع باغہا

آن نے ہر سال زائید پر سپر
یا مسہ یا چارہ گشتے تباہ
نہ ہمہ بارست ماہم شرح
پیش مردان خدا کر دے نفسیر
بسیست فرزندش چنین درگورفت
تا شے نبود اور اجنتے
باغ گفتم نعمت بے کیف را

ورم لایعین رات چہ جائے باغ
مثل نبود آن مثال آن بود
حال نرودیر آن زن مست شد
دبیر و قصے نہ بہتہ نام خویش
بعد از ان گفتند کاین نعمت و راست
خدمت بسیار می بالیست کرد
چون تو کابل بودی اندر التجا
گفت یارب تا بصلان فزون
اندر آن باغ او چو آیدیش پیش
گفت از من گم شد از تو گم نشد
تو نکردی فصد از بینی دوید
مغز ہر میوہ بہ است از پوستش
مغز لغزے دار و آخر آدمی

گفت نور غیب را یزدان چراغ
تا برد بوا نکہ او حیران بود
زان تجلی آن ضعیف از دست شد
آن خود دانست آن مجبور کیش
کو بجان بازی بکیر صادق نحو است
مر ترا تا بر غوری زین چاشت خورد
آن مصیبتہا عوض وادت خدا
ایچنینم دہ بریز از من تو خون
ویدر وئے جملہ فرزندان خویش
بے دو چشم غیب کس مردم نشد
خون افزون تا ز تب جانست ہبید
پوست تن را دان و مغز ان دوش
یکدمے آنرا طلب گر ناد می

ایک عورت کے ہر سال چھ ہوتا تھا لیکن چھ ہینے سے زیادہ نہ جیتا تھا یا تین ہینے کا ہیکر
مر جاتا تھا۔ یا چار ہینے کا۔ بالاخر وہ رو پڑی اور کہا کہ اے اللہ تو جینے تک تو میں حل کی مصیبت
میں رہتی ہوں اور تین ہینے کیلئے مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے میری نعمت تو تو کس قرح سے بھی
جلدی نائل ہو جاتی ہے اس میں کیا راز ہے اہل اللہ کے سامنے بھی وہ عورت اس ڈرائیو والی تکلیف
کی شکایت کرتی تھی کہ تو کہیں نہ پچھے اس بیجاری کے مگر قبر میں جا چکے تھے اسلئے اسکے بدن میں

غم کی آگ شعلہ زن تھی۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دوزخِ اب میں اسے جنت دہلائی دی۔ اور اُس نے دیکھا کہ
 ایک گسزن اور نہایت عمدہ باغ ہے جس میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اب مولانا استطراد فرماتے ہیں کہ جنت
 تو بے کیف متعارف ہے اور ان باغوں کی مثل نہیں۔ مگر میں نے اسلئے باغ کہہ دیا کہ دنیا میں باغات
 تمام نعمتوں کی جڑ سمجھے جاتے ہیں ورنہ اُسکی صفت تو یہ ہے کہ عین سرائت و لا اذن سمعت
 ولا خطر علی قلب بشر۔ ان متعارف باغوں کی اُسکے سامنے کوئی بھی حقیقت نہیں۔ یہ جو میں نے
 کہہ کر تمہیں تفریق الی الافہام کہہ کر اور تمہیں میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حق سبحانہ خود اپنے
 کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرمایا ہے مثل ذرہ کم مشکوۃ فیہا مصباح۔ یہ محض
 تقریب فہم اور تمہیل کیلئے ہے ورنہ کجا نور حق کجا چراغ۔ پس باغ اُس کی مثل نہیں ہے بلکہ مثالِ حق
 اور یہ تمہیل اسلئے اختیار کی گئی تاکہ ناواقفوں کو بھی اس کا پتہ لگ جاوے ورنہ اصل کیفیت تو اُس کی
 مشاہدہ ہی سے معلوم ہوتی ہے (اس سے کسی ناواقف کو یہ تشبیہ نہ ہونا چاہئے کہ مولانا جنت و
 دوزخ جسمانی کا انکار کر رہے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جنت و دوزخ ایک روحانی چیز اور صرف
 خیالاتِ خوش کن و رنجہ کا نام ہے جیسا کہ اس زمانہ کے روشن خیال لوگوں کا خیال ہے کیونکہ
 یہ تو لغو و سرکے خلاف ہے بلکہ مولانا مقصود یہ ہے کہ حقیقتہً اُس میں دشت بھی ہیں اُس میں بہرین
 بھی ہیں اُس میں شراب بھی ہے اُس میں محلات بھی ہیں اور یہ سب امور حقیقتاً میں نہ کہ تشبیہاً چاہئے
 مولانا اسی ضمن میں اس کی طرف اشارہ بھی کر سینگے۔ ادا بندہ اُسکو تفصیلاً بھی بیان کریں گے لیکن
 وہ مقصد عجیب اور نفیس و لطیف ہیں کہ ان کی واقعی غلامت و لطافت کسی کے دہم و گمان میں بھی نہیں
 آسکتی اور اسلئے ان باغات وغیرہ سے اُسکو کچھ بھی مناسبت نہیں پس تم اُسکو اپنے باغات وغیرہ
 کی مثل نہ سمجھو بیٹھنا) خلاصہ یہ کہ وہ عورت اُسکو دیکھ کر مست ہو گئی اور اُس کا نور دیکھ کر وہ بیچلی آپ
 میں نہ رہی اُس نے دیکھا کہ ایک محل میں میرا نام لکھا ہوا ہے اُس نے سمجھا کہ یہ میرے لئے ہے غیب سے
 ملائی کہ یہ محل حقیقت میں اُسکے لئے تھا جو جانہازی میں خالص نہایت ہوا ہوا اور اُس غذا و چاشت
 کو کہا نیکی نے بہت بڑی خدمت کی ضرورت تھی لیکن جو نہ تم حق سبحانہ کی طرف رجوع کرنے میں
 کامل تھیں اسلئے تمہاری خدمتوں کی عوض تم کو تکلیفیں دی گئیں تاکہ تم اس کے مستحق ہو سکو یہ سمجھ کر اس نے کہا
 کہ لے اسے تیرے سال تک بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے تکلیف دیجئے اور یوں ہی مجھے ناز و نزار کیجئے

میں خوشی و رضا مند ہوں اس کے جب اور آگے بڑھی تو اس نے اپنے صلب بچوں کی صورت میں دیکھیں
 اس نے کہا کہ اے اللہ اب معلوم ہوا کہ یہ مجھے کم ہو گئے تھے مگر تجھ سے کم نہ ہوئے۔ تیرے پاس
 تو یہ نہایت حفاظت اور آرام سے ہیں۔ اب مجھے صبر آ گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھ
 جب تک حالت غلبہ اس پر منکشف نہیں ہوتی پریشان رہی اور رضا و تسلیم اس کے
 اندر پیدا نہ ہوئی مگر جب حالت غلبہ کا مشاہدہ ہو گیا اس وقت سکون ہو گیا۔ واقعی بات یہ ہے کہ
 جس کو غلبہ میں آنکھیں عطا نہیں ہوئیں وہ آدمی نہیں۔ خیر یہ تو اسطرا دی گفتگو تھی اب اصل
 مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہ جو کچھ تکلیف دیتے ہیں اُس میں مصلحتیں ہوتی ہیں۔ پس تم کو صابر و شاکر
 رہنا چاہئے۔ مثلاً تمہارا جسم میں خون کی زیادتی ہو گئی ہے اور اندیشہ ہے کہ بخار چڑھ جائے
 یا بخار چڑھ بھی گیا ہے مگر تم قصد نہیں کرتے پس وہ اپنی رحمت سے تمہیں جلا دیتا ہے جس سے تمہاری
 جان بخار کی زحمت سے چھوٹ جاتی ہے۔ یاد رکھو کہ ہر میوہ میں مغز اس کے پوست سے اچھا ہوتا ہے
 پس تمہارے اندر بھی دو چیزیں ہیں ایک پوست دوسرا مغز۔ پوست تو تن ہے اور روح مغز ہے
 آخر آدمی کے اندر بھی تو عمدہ مغز موجود ہے پس اگر تو نسل آدم علیہ السلام سے ہے اور اولاد اس کا بیہ
 کا مصداق ہے تو اسے طلب کر یعنی اس کی فکر کر اور جسم کے پیچھے نہ پڑ۔

شرح شبیری

آن ز نے ہر سال ایک بار لڑکا جنسی تھی اور وہ پچھ ماہ سے زائد عمر والا نہ ہوتا تھا
 یعنی ایک عورت ہر سال ایک لڑکا جنسی تھی اور وہ پچھ ماہ سے زائد عمر والا نہ ہوتا تھا
 یا سہ ماہ یا چار ماہ گشتے تباہ نالہ کرد آن زن کہ انخان ادا الہ
 یعنی یا تین ماہ یا چار ماہ (زندہ رہتا ہوا) تباہ ہو جاتا تو اس عورت نے نالہ کیا کہ لے اللہ
 نہ ہم بارست دسہ ماہ فرج لغتم زو تر و از قوس فرج
 یعنی میرے لئے نو ماہ تو بوجہ ہے اور تین ماہ فرج ہے میری نعمت تو قوس فرج سے بھی جلدی جانی
 والی ہے
 پیش مردان خدا کر دے نصیر این شکایت آن زن از درد نذیر

یعنی مردان حق کے آگے اس کی کسبیت کی وہ عورت در در رائے والے کی فریاد کرتی۔
 بیست فرزند جن حین در گور رفت آتش در جان ادا افتاد و رفت
 یعنی بیس بچے اُسکے اسی طرح گور میں گئے تو اُس کی جان میں ایک آگ اور ملین پڑ گئی۔
 تاشے بنمود اورا جنتے باغے سبزی خوشی بوختے
 یعنی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اُسے ایک رات ایک جنت دکھائی۔ ایک باغ سبز عمدہ
 بے محنت کے مولا نافرما تے ہیں کہ

باغ گفتم نعمت بے کیف را گفتم خلد دار الضیف را
 یعنی میں نے نعمت بے کیف کو باغ کہہ دیا۔ اور خلد دار الضیف کو سبز کہہ دیا۔
 ورنہ لاعین رأت چه جائی باغ گفت نور غیب را بزدان چراغ
 یعنی ورنہ (وہ تو) لاعین رأت ہے جو جائیکہ باغ اور فرمایا ہے نور غیب کو حق تعالیٰ نے چراغ
 مثل نبود آن مثل آن بود تا برد بو آنکہ او حیران بود
 یعنی یہ مثل نہیں ہے اُس کی مثال ہے تاکہ بولجھاوے وہ شخص کہ وہ حیران ہے مطلب یہ کہ اگر
 میں نے جنت کو سبز وغیرہ کہہ دیا تو کیسا ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مثل نورہ کشکوة
 فیہا مصباح تو یہ مثل (کہہ لیں) نہیں بلکہ مثالیں تقریباً ہم کیلئے ہیں آگے جو قصہ فرماتے ہیں
 حاصل آن زن بود از دست شد زان تجلی آن ضعیف از دست شد
 یعنی حاصل یہ کہ اُس عورت نے اُسکو دیکھا اور دست ہو گئی اور اُس تجلی سے وہ ضعیف از
 نمود رفتہ ہو گئی۔

دید درھے نیست ناما خوش آن خود بانستش آن محبوب کیش
 یعنی اُسے ایک محل میں اپنا نام لکھا دیکھا تو اُسکو اُس محبوب کیش نے اپنی ملک جانا۔
 بعد از آن اقتدر کا بین نعمت و است کو بجان بازی بجز صادق نفا
 یعنی اُسکے بعد فرشتوں نے کہا کہ یہ نعمت اُسکے لئے ہے جو کہ جان بازی سے سوائے صادق کو
 نہ ملے یعنی جسے کہ ہمیشہ طلب صادق ہی کی کی اُسکے لئے یہ نصیب ہیں۔
 خدمت بسیاری با یست کرد مر ترا تا بر خوری زین چاشت خود

یعنی تجھے خدمت بسیار کرنی چاہئے تھی تاکہ تو اس چاشت سے پہلے کہاتی۔

پہلو تو کامل بودی اندر التجا آن مصیبتہا عوض دادت خدا

یعنی جبکہ تو دعائیں کامل تھی تو خدا نے یہ مصیبتیں (اُس مجاہدہ کے) عوض میں دیدیں۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو تجھے مراتب علیا پر فائز فرمانا تھا اور اُس کے لئے مجاہدات مشاقمہ کی ضرورت تھی اور اُس میں تو کامل تھی لہذا حق تعالیٰ نے ان مصائب کو تیرے لئے عوض بنا دیا کہ اُن پر تو نے صبر کیا تو یہ درجات مل گئے جب اُس نے یہ سنا تو بولی کہ

گفت یارب تا بس سال و فرزون این چنینم وہ ہرگز از من تو خون

یعنی اُسے کہا کہ اے اللہ سو برس بلکہ زیادہ تک تو اسی طرح مجھے عطا فرما اور خون اگر یعنی اسی طرح اولاد کو عنایت فرما اور مار تاکہ درجات علیہ نصیب ہوں

اندر ان باغ او چو آمدش پیش دید دروے جملہ فرزندان خویش

یعنی اُس باغ میں جو وہ آگے آئی تو اتنے اُممیں اپنے سارے بچوں کو دیکھا۔

گفت از من گم شد از تو گم شد بے وحیتم غیب کس مردم تشد

یعنی بولی کہ (اے خدا) مجھے تو گم ہو گئے تھے آپ گم نہ ہوئے تھے (اچک پاس موجود تھے مولا نازماتے ہیں کہ) بے غیب کی دوا انہوں کو کوئی آدمی نہیں ہوا۔

تو نکر دی قصد از بینی دید خون افزون تا ز تیجانت رسید

یعنی تو نے قصد نہ کی تو ناک سے خون نہ اندروں گیا۔ یہاں تک کہ جان تیری تپ سے جھوٹ گئی۔

مطلب یہ کہ مجاہدہ اختیاری میں مشغول نہ ہوئے تو خدا نے ان کو اضطراب میں لگا دیا۔ یہاں تک کہ تم اُس عذاب کی پہنچ گئے اور درجات تکو مل گئے۔

مغز ہر مہوہ ہر است از پوستش پوست تن را دان و مغز آن دوستش

یعنی ہر مہوہ کا مغز اُس کے پوست بہتر ہے تو تم تن کو تو پوست جالو اور مغز اُس کے اُس دوست کو یعنی روح کو۔

مغز نغزے دارد آخر آدمی یکدمے آنرا طلب گرز ان دی

یعنی آخر آدمی تو ایک مغز نفیس رکھتا ہے تو تو اگر اُس دم سے ہے تو ایک دم اُس کو طلب کرینی اگر آدمی

اے تو اس مغرور یعنی روح کو طلب کر اور اس کی پرورش کر۔ اور پرورش تن کو چھوڑ۔ آگے حضرت حمزہؓ کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ آخر میں بے زہ کے لڑائی میں آیا کرتے تھے کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ جیسے جو نلکہ کوئی حفاظت کی شے نہیں ہے لہذا اس کی حفاظت کو ترک کر دیا۔ تو دیکھو تم بھی ایسا ہی کرو۔ اب حکایت سنو

شرح حبیبی

| | |
|--|--|
| <p>باز رہ می شد مدام اندر دغا بے زہ رہ سر مست در غر و آدمہ در فگندے در صف شیر خویش وے ہز بر صف شکن شاہ فحول تہلکہ خواندے ز پیغام خدا می در اندازی چنین در معرکہ تو نمی رفتی سوئے صف بے زہ بہد ہائے لا ابالی می تنی می نمائی دار گیر و امتحان کے بود تمیز تیغ و تیر را گشتہ گرد در است ہر دست عدد پسندی دادند اور از ہر مرگ میدیدم و دواعی انجہان</p> | <p>در جوانی حمزہؓ عم مصطفیٰ اندر آخر حمزہؓ چون در صف سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش خلق پر سید نکائے عم رسول نے کہ لا تملقوا باید یکم الے پس چہ را تو خویش را در تہلکہ چون جوان بودی و رفت سخت نہ چون شدی پیر و ضعیف و نمخنی لا ابالی دار با تیغ و سنان تیغ حرمت می ندارد پیر را کے روا باشد کہ شیرے ہچو تو زین نسق غمخوار گان بخبر گفت حمزہؓ چونکہ بود من جوان</p> |
|--|--|

پیش آؤ در ہا برہنہ کے شود
نیستم این شہر فانی را زبون
پرہمی بنیم ز نور حق سپاہ
شکر آنکہ کردمیدارم ز خواب
امر لا تلقوا بغیر داو بدست
سار عواید مرا در اد خطاب

سوئی مردن کس بر غبت کے رود
لیک از نور محمد من کنون
از برون حس ز لشکر گاہ شاہ
خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب
آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است
آنکہ مردن پیش او شد فتح باب

جانی بن حضرت حمزہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہمیشہ لڑائی میں زندہ رہنے کی جگہ جاتے تھے مگر اخیر میں جب وہ صف جنگ میں جاتے تھے تو لشکر حب حق میں چور ہوتے تھے اور جہاد میں بدن زہر کے شریک ہوتے تھے اور حالت یہ ہوتی تھی کہ سینہ بھی کھلا ہوتا تھا جسم بھی برہنہ ہوتا تھا اور آگے آگے ہوتے تھے اور اپنے کو تلواروں میں ڈال دیتے تھے تو گون نے دریافت کیا کہ اے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اہل لشیر خرا اور صف شکن شاہ مردان کیا آپ نے حکم خداوندی لا تلقوا بائیں لیکر لڑنا تھا کہ نہیں پڑھا۔ جب پڑھا ہے تو پھر کیا بات کہ آپ صبر و ہمت میں ہوسکتے ہیں کہ ہلاکت میں ڈالتے ہیں جبکہ آپ جان بھی تھے موٹے تازے بھی تھے قوی بھی تھے اسوقت تو آپ صف جنگ میں بلا زہر کے نہ جاتے تھے اور جب بڑھے ضعیف و نحیف ہوئے اسوقت آپ لڑائی کے پردے اپنے اوپر ڈالتے ہیں اور نہایت بینا کا نہ تیغ و سناں مراعت اور زور آزمائی کرتے ہیں آپ خیال فرمائیں کہ تلوار بڑھا پے کی کچھ وقعت نہیں کرتی۔ بہلا تیغ و تبر کو کیا تمیز کہ کون قابل وقعت ہے اور کون نہیں پس یہ جائز نہیں کہ آپ ایسا بیمار دشمن کے ہاتھ سے مارا جائے آپ اپنی حفاظت کیجئے۔ غرض اسی طرح ان کے نادان دوست انکو مصائب سے ڈراتے اور نصیحت کرتے تھے مگر حمزہ رضی اللہ عنہ نے انکو یہ جواب دیا کہ صاحبِ جہاد میں جو ان تھا اسوقت اس جہاد کی رخصت ہونے کو موت سمجھتا تھا اور یہ یقینی امر ہے کہ موت کی طرف آدمی رغبت سے نہیں جاتا اور از دہے کے

سلسلے نکاح ہیں جاتا اسلئے یہ سب احتیاطین کرتا تھا لیکن اب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
نور سے مجھ پر حقیقت حال منکشف ہو گئی ہے اور اب جب دنیا مجھ پر غالب نہیں رہی میں عالم محسوسات
سے باہر حوسسجانہ کی پہا دی دیکھ رہا ہوں اور نور حق کی سپاہ سے اُسے لبریز پاتا ہوں خیمہ پر خیمہ
اور پٹناؤں پر پٹناؤں میں قائم ہیں میں اُن کا ہنسا رنگ گورہوں جنہوں نے مجھ پر حقیقت حال کو منکشف کر کے
پہل کر کے رہائی دی اور گویا کہ میں سوتا تھا اُنہوں نے مجھے جگا دیا اور یہ جوتے کہا ہے کہ حق سجانے
لا تعلقوا بآیدیکم الما لتھکلمہ فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو موت کو ہلاکت سمجھے وہ اسپر کا دہندہ
ہو اور جو مرنے کو وصال حق سجانے کا دروازہ کہلنا سمجھتا ہے اُسکے لئے تو سائر حق الماغفرۃ من
سر بکم وجنتہ الخ خطاب کا اہم اسکو توبہ کیلئے ترفیع ہے۔

شرح شبیری

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بزرگہ کے تشریف لانا
دروانی حمزہ عسم مصطفیٰ بزرگہ سے مشد مدام اندر و غا
یعنی جوانی میں حمزہ عسم مصطفیٰ سے اللہ علیہ السلام لڑائی میں ہمیشہ مع زرہ کے جاتے تھے۔

اندرا آخر چونکہ در غزو آمدے بے زرہ خود را بہ صفہا بر زدے
یعنی اخیر عمر میں جبکہ لڑائی میں آتے تو بے زرہ کے اپنے کو صفوں میں ڈالتے۔

اندرا آخر حمزہ چون در صف شدی بے زرہ مستر در غزو آمدے
یعنی اخیر میں حمزہ جب صف میں آتے تو بے زرہ کے مستر کی طرح غزو میں آ جاتے۔

سینہ باز و تن بر ہنہ پیش پیش در فلک در صف شمشیر خویش
یعنی سینہ بکھلا ہوا اور تن بر ہنہ آگے آگے صف شمشیر میں اپنے کو ڈال دیتے۔

خلق پر سیدند کاے عم رسول آئے ہنر بر صف شکن شاہ فحول
یعنی لوگوں نے پوچھا کہ کس علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر صف شکن اور شاہ فحول

کیا نے تو لا تعلقوا بآیدیکم الے تہلکہ خاندے ز پیغام خدا
یعنی اپنے آپ کو لا تعلقوا بآیدیکم الے تہلکہ پیغام خدا سے بڑھا نہیں ہے۔

پس چرا تو خویش را در تہلکہ می در اندازی چنین در مہر کہ
یعنی بس آپ کیون اپنے کو ہلاکت میں اور اس سراج مہر کہ میں ڈالتے ہیں۔

چون جوان بودی وز فتنہ سختی تو نمی رفتی سوئے صف بزرہ
یعنی جب آپ جوان اور مضبوط اور سخت زدہ و لے تھے تو آپ صفت کی طرف بے زرہ نہیں جاتے تھے۔

چون شدی پیر و ضعیف و مخنی پردہائے لا ابالی می زنی
یعنی جبکہ آپ بوڑھے اور ضعیف اور مخنی ہو گئے تو اب بے پردائی کے پردہ کو مارتے ہو۔

لا ابالی وار باتیغ و سنان می غائی دار گیر و امتحان
یعنی لا ابالی کی طرح مع تیغ و سنان کے آپ امتحان میں دار و گیر دیکھتے ہیں۔

تیغ حرمت می ندارد پیر را کے بود تمیز تیغ و تیر را
یعنی تلوار کسی بوڑھے کی عزت نہیں کرتی اور تیغ و تیر کو کب تمیز ہوتی ہے کہ یہ بزرگ ہیں اور یہ نہیں ہیں
اُسکے آگے جو بڑے کا وہ اُسکو لائے گی

کے روا باشد کہ شیر می چو تو کشتہ گرد زار بردست عدو
یعنی کب مناسب کہ ایک آپ جیسا شیر حرمت عدو سے مارا جائے یعنی اگر آپ فزادینکہ میں مرتے کو
ایسا کرتا ہوں تو جینے کو مارا نہیں ہے کہ آپ ایسا کریں۔

زین نسق غمخوارگان بخیر پند می دادند اور از عمر
یعنی اس طرح سے غمخوار لوگ (حقیقت) ایسے خبر انکو عبرتوں سے نصیحت کر رہے تھے یعنی وہ اُن کو
ڈراتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو ایسا مت کرو ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔

حضرت حمزہ رضی کا جواب

گفت حمزہ رضی چو نکہ بودم من جوان مرگ می دیدم و دلاخ این جہان
یعنی حضرت حمزہ رضی فرمایا کہ جبکہ میں جوان تھا تو اس جہان کے رخصت کرنے کو موت سمجھتا تھا۔

سو کومرون کس بر غیبت کے زود پیش از در ہا بر بست کے شود
یعنی کوئی شخص مرنے کی طرف رغبت سے کب جاتا ہے اور از در ہا کے آگے بر بستہ کب پڑتا ہے۔

لیک از نور محمد من کنوں
یعنی لیکن اب میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس دنیا کے فانی سے عاجز نہیں ہوں۔
از بیرون جس زلشکر گاہ شاہ
یعنی اس جس سے خارج لشکر شاہ (حق تعالیٰ) کی میں نوع سے کپاہ پُر دیکھتا ہوں یعنی مجھے
خواس باطنیہ سے جنور غیبیہ نظر آرہے ہیں اور میں اُنکو دیکھ رہا ہوں۔

غیمہ درخیمہ طناب اندر طناب شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب
 یعنی غیمہ درخیمہ اور طناب در طناب بن اور شکر اُس کا کہ اُس نے مجھے خواب سے بیدار کر دیا۔
 آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است امر لا تلقوا بغیر داء بدست
 یعنی شخص کہ اُس کی نگاہ میں مرنا بلاکت ہے وہ امر لا تلقوا الخ کو ماتھ میں لیگا۔

آنکہ مردن پیش و شد فتحاب سار عوا آید مرا و در خطاب
 یغورہ شخص کہ اُسے آگے مرنا فتحاب (غیب) ہے تو اسکو خطاب میں سار عوا آیا ہے یعنی اُنکے لئے توبہ
 خطاب کہ ایسے کاموں میں جلدی اور مسامت کر دین کیلئے خطاب لائقوا نہیں ہے اسلئے کہ وہ اسکو
 بلاکت سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

الحذر لمرگ بینان دارعوا
الصلوات لطف بینان افروا
هر که یوسف دید جان کردش فدا
مرگ هر یک از پسر همنگ است
پیش ترک آئینه را خوش رنگی است
ایک می ترسی از مرگ اندر فرار

از خست روئی خست از خست و ز خست
 از تو رست است از نکو سیت بدست
 گزین خست خست خود کشته
 لیک نبود فعل ہر نگ جزا
 مزد مزدوران نمی ماند لیکار
 آن ہم سختی و زورست و عرق
 گو ترا آید ز جائے تہمتے
 تو بھی گوئی کہ من آزادہ ام
 تو گناہ کردہ شکل و گھر
 اوز نا کردہ جزا صد چوب بود
 نے جزائے آن ز نابود این بلا
 مار کے ماند عصا را لے کلیم
 تو بجائے آن عصا آب منی
 یار شد یا نار شد آن آب تو
 ہیچ ماند آب آن سر زندا
 چون سجودے یار کو سے مرد کشت
 چونکہ پرید از دہانش حمد حق

جان تو ہیچ درخت و مرک برگ
 ناخوش و خوش بر ضمیرت از خودست
 در حریر و قدری خود رشتہ
 ہیچ خدمت نیست ہر نگ عطا
 کان عرض وین جو ہرست پائدار
 این ہمہ سیمست و زر پر طبق
 کردہ مظلومت دعا در محنتے
 بر کسے من تہمتے نہ ہادہ ام
 دانہ کشتی دانہ کے ماند بہر
 گویدا من کے زوم کس را بعود
 چوب کے ماند ز نارادر جزا
 درد کے ماند دوا را لے حکیم
 چون بیفگندی شد آن شخص سنی
 زان عصا چون است این عجا بہ تو
 ہیچ ماند نے شکر مرقد را
 شد دران عالم سجود او بہشت
 مرغ جنت ساختش رب المفق

حمد و تسبیح نماید مرغ را
 چون ز دست رفت ایثار و زکات
 آب صبر تاب جوئے خلد شد
 ذوق طاعت گشت جوئی انگبین
 این سبها آن اثر بارانماند
 این سبها چون بفرمان تو بود
 هر طرف خواهی روانش میکنی
 چون منی تو که در فرمان تست
 می دود در امر تو فسرزند تو
 آن صفت در امر تو بود این جهان
 آن درختان مترتر انبساط برند
 چون بامر تست اینجای این صفات
 چون ز دست زخم بر مظلوم تست
 چون زخم آتش تو در دلسازی
 آتش اینچا آدم سوز بود
 آتش تو قصدم مردم می کند
 آن سخن نهی اچو مار و کثرت

اگر چه لطف مرغ بادست و هوا
 گشت این دست آن طوطی نبت
 جوئے شیر خلد مهر تست و دود
 مستی و شوق تو جوئے خمر بین
 کس نداند چو نش جائے آن نشاند
 چاره جو هم مترتر انبساط نمود
 آن صفت چون بد چنانش میکنی
 نسل تو در امر تو آیین دست
 که منم جزوت که کردیش گرو
 هم در امر تست آن جو باروان
 کان درختان از صفات با برند
 پس در امر تست آنجا آن جزات
 آن درخت گشت از آن زقوم تست
 مایه ناپه منم آدمی
 انچه از دے زاد مرد افروز بود
 مار کز دے زاد بر مردم زند
 مار و کثرت گشت و می گیرد مت

اولیا، اراداشته در انتظار
 وعده فردا پس فردا تو
 منتظر مانی در آن روز در آن
 کاسمان را منتظر داشته
 خشم تو خشم سیر دوزخ است
 کشتن این نادر بود جز بنور
 گر توبه نوز آوری حلم بدست
 آن تکلف باشد و روپوش بین
 تان به بینی نوردین این مباحش
 نور آبه دان و هم بر آب جفش
 آب آتش را کشد آتش بخور
 سوئے آن مرغابیان رود و چند
 مرغ خاکی مرغ آبی هم تن اند
 هر یک بر اصل خود رانده اند
 همچنان که سوسه و وحی است
 هر دو دلا لان بازار ضمیر
 اگر تو صراف دلی فکر شناس

انتظار استخیرت گشت یار
 انتظار حشر آمد وائے تو
 در حساب و آفتاب جان گداز
 تخم فردا ره روم می کاشته
 هین یکش این دوزخ را کافست
 نورک اطفانا ناخن الشکور
 آتش زنده است و خاکستر است
 نادرانه کشد بغیر نوردین
 کاش پنهان بود یک روز فاش
 چونکه داری آب از آتش ترس
 می بسوزد نسل فرزندان او
 تا تراد آب حیوانی کشند
 لیک ضد اند و آب و روغن اند
 احتیاط کن بهرسم مانده اند
 هر دو معقول اند لیکن فرق هست
 رختها را می ستانند لای امیر
 فرق کن ستر و فکر چو نخال

| | |
|---------------------------------|-----------------------------|
| اور نہ دانی این دو فکرت را کمان | لا خلاہ کوئی و مستاب و مران |
| تا مانند در نفس کر جان تو | غبن ناید بر تو و بر خوان تو |

اب مولانا فرماتے ہیں (اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متوالہ کا تتمہ ہو) کہ اے وہ لوگو جو موت کو بھتے سمجھتے ہو تم بچو ایسا بنو مر جاؤ۔ اور اے وہ لوگو جو اسکو حیات ابدی سمجھتے ہو جلدی کرو۔ اور اُس کی طرف دوڑو۔ و بڑی دہلیز ہے اور اے موت کو غایت حق سمجھنے والو تمہیں اطلاع کیجاتی ہے تم خوش ہو کہ ایک دن تمکو یہ لطف غمزدہ میسر ہوگا اور اے وہ لوگو جو اسکو قبر سمجھتے ہو تمہارا اے لئے مصیبت ہی تم ملول اور بخیرہ ہو۔ سب مولانا عنوان بدلتے ہیں اور خطاب کو چھوڑ کر فرماتے ہیں کہ جو لوگ موت کو روست سمجھتے ہیں وہ تو اسپر جان فدا کرتے ہیں اور نسیکے لئے مرتے ہیں اور جو اسکو بہیلا سمجھتے ہیں وہ راہ راست سے ہٹکے ہوئے ہیں اور فضا اختلاف یہ ہے کہ ہر شخص کی موت اُسکے مناسب ہے۔ کیونکہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے شفاف آئینہ تو جو آئینہ شفاف ہوگا وہ چہرہ کی رنگت اختیار کر لےگا ایسا اگر وہ ترک ہے تو آئینہ بھی خوش رنگ ہوگا اور اگر رنگی ہے تو آئینہ بھی رنگی ہی ہوگا پس طرح موت بھی ہے کہ جو لوگ خراچے ہیں اُن کی موت بھی اچھی ہے اور جو بُرے ہیں اُن کی موت بھی بُری ہے پس جو لوگ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں اُن سے کوئی کہے کہ اے احق تو جو موت سے ڈر کر بھاگتا ہے یہ تیری حماقت ہے تو جو حقیقت موت سے نہیں بھاگتا بلکہ خوب سمجھ لے کہ تو اپنے سے بہاگدہا ہے کیونکہ تو جو موت سے بھاگتا ہے تو اسکو برا سمجھ کر موت بدرو نہیں ہے بلکہ تو خود بدرو ہے تیری جان بمنزلہ درخت کہ ہے اور موت بمنزلہ پتوں کے اور قاعدہ ہے کہ جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے۔ اے ہذا جیسی تیری جان ہوگی جیسی ہی تیری موت ہوگی اور چونکہ یہ تجھی سے پیدا ہوئی ہے خواہ اچھی ہو یا بُری اسلئے اگر تو اچھا تو موت بھی اچھی ہے اور اگر تو بُرا ہے تو موت بھی بُری ہے یوں ہی جو خوشی یا ناخوشی تیرے دل پر طاری ہوتی ہے وہ بھی تجھی سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ اگر کھوکھلا لگا ہے تو وہ بھی تمہارا ہی ہوا ہوا ہے اسی طرح اگر تم حیر اور لیشم ہو تو وہ بھی تمہارا ہی کا تا ہوا ہے لیکن کوئی نفل جزا کے مشابہ نہیں ہوتا اور کوئی خدمت عطا کی معاملہ نہیں ہوتی۔ مزدور دن کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ خدمت عرض ہے اور مزدوری پورہ وہ غیر باقی ہے اور یہ باقی وہ تکلیف اور قوت اور مشقت ہے یہ طباق ہیر چاندی سونا اگر تمہیں کہیں سیمت گئے

تو وہ اس لئے ہے کہ تہہ سر مظلوم نے کسی تکلیف میں بردباری کی ہے تم کہتے ہو کہ میں تو بالکل آزاد ہوں اور
 میں نے کسی پر تہمت نہیں لگائی ہے۔ یہ سچ ہے مگر تم نے گناہ دوسری صورت میں کیا ہے اور ایک
 دانہ بویا ہے۔ یہ اُس کا پہل ہے اور قاعدہ ہے کہ دانہ پہل کے مشابہ نہیں ہوتا۔ پس لازم ہے کہ
 یہ بھی تہہ سر فخل کے مشابہ نہ ہو۔ دیکھو آدی زنا کرنا ہے تو نشو وڑہ اسکو سزا ملتی ہے وہ کہتا ہے
 کہ میں نے تو کسی کو لکڑی سے نہیں ملا تھا مجھے کس بات کا بدلا ملا۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ خیال
 صحیح ہے اور کیا یہ زنا کا بدلہ نہیں ہے ضرور ہے حالانکہ دونوں کو زنا سے کچھ شبہت نہیں بلکہ معلوم
 ہوا کہ ترتب جزا علی الفعل کیلئے مماثلت ضرور نہیں بلکہ مطلق ترتب شیء علی الشیء کیلئے بھی مماثلت شرط نہیں
 دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی لاشی سانپ بن گئی تھی اور صورت شبیہ پر صورت ثعبانیہ مرتب ہوئی تھی۔ ان
 دونوں میں کوئی مماثلت ہے علی بن داود درپردہ مرتب ہوتی ہے۔ ان دونوں میں کوئی شبہت ہے
 اگر گلو لاشی کے سانپ بننے میں کچھ قیاس ہو تو تم مجھے لاشی کے منی کو سمجھو۔ دیکھو جب تم منی کو
 رحم میں ڈالتے ہو تو اُس سے آدی بنجاتا ہے اُس کے بعد سانپ کی طرح موزی بنجاتا ہے یا خیر خواہ
 دوست بنجاتا ہے پس دیکھو منی سے سانپ بن گیا۔ اب لاشی سے سانپ بنجانا کوئی تعجب کی بات
 کہ نکو تعجب ہو۔ اچھا لکڑی اور سانپ کو جانے دو۔ یہ تو ہے کہ منی سے بچتے بنتا ہے اچھا یہی
 بتلاؤ کہ منی اور لڑکے میں کوئی شبہت ہے اور دیکھو گئے سے شکر پیدا ہوتی ہے بہلا دیکھو
 کہ گئے اور شکر میں کوئی شبہت ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ فعل اور اس کی جزا میں اور ایک شے اور
 اُس سے پیدا ہونے والی چیز میں مماثلت اور شبہت لازم نہیں تو اب سمجھو کہ جب آدی دنیا میں پلوع
 و سجود دیگر طاعات کرتا ہے تو اُس سے آخرت میں اُسکو بہشت ملتی ہے تو گویا کہ اُسکی طاعات
 بیچ تعین اور بہشت اُس کا ثمرہ ہے اور جبکہ اُسکے منہ سے حمد حق سبحانہ نکلتی ہے تو اس سے
 حکم حق سبحانہ جنت میں جاتو پیدا ہوتے ہیں (اس مقام پر یہ تعبیہ کر دینا ضروری ہے
 کہ جنت کا مجموعہ اجزا اُدا دی کو اُس کی طاعات کے صلہ میں ملتی ہے۔ پس مولا نانے اولاً مطلق
 طاعات کے صلہ میں جنت کے ملنے کو بتلایا اب اُس کی مجموعہ طاعات کے اجزا اور جنت کے
 اجزا میں مناسبت دکھلاتے ہیں مولا نا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ افعال و طاعات مادہ جنت ہیں
 جیسا کہ سبیری نظر سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس چونکہ حمد کا ثمرہ سے نکلتا مناسبت کہتا تھا

پرند کے اڑنے سے اسلئے فرما دیا کہ حمد چاروں ہو گئی ورنہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے باقی آئندہ مضامین کو بھی ایسا ہی سمجھو پس دیکھو کہ اگرچہ پرند کا مادہ ہوا ہوتی ہے اور تسبیح کا مادہ بھی ہوا ہے مگر تاہم پرند اور تسبیح میں کوئی مشابہت نہیں اور جب تہسکار یا تہ سے کوئی خیرات یا ذکوۃ نکلتی ہے تو اس سے جنت میں درخت اور سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ اور تہسکار صبر کے پانی سے جنت کی نہر کا پانی پیدا ہوتا ہے اور تہماری محبت جوئے شہید پیدا ہوتی ہے اور ذوق طاعات جوئے شہید پیدا ہوتی ہے اور تہماری سستی و خوق سے جوئے شراب بنتی ہے یہ تمام اسباب اپنے آثار کے مائل نہیں ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ ان افعال کی جزا ان کو کیوں قرار دیا گیا۔ اور کیسے ان آثار کو ان اسباب پر مرتب کیا گیا۔ دلیل مافی اس امر کی کہ نعتیہ تہسکار افعال کے آثار ہیں یہ بھی ہے کہ جس طرح یہ اسباب تہسکار اختیار میں تھے اسی طرح وہ چاروں نہرین وغیرہ بھی تہسکارے قبضہ میں ہو گئی اور جس طرح تم ان کو بجاؤ گے اسی طرف جائیگے اور جس صفت پر تہماری صفات تھیں کہ ان میں تم کو ہر طرح تصرف کا اختیار حاصل تھا یہی حالت ان نہرین کی بھی ہو گئی کہ تم جیسا چاہو گے ان کو ویسا ہی بناؤ گے دنیا میں بھی اسکی نظیر موجود ہے دیکھو چو کہ نعتیہ تہسکار اختیار میں ہوتی ہے اسی طرح اس سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ بھی تہسکار اختیار میں ہوتی ہے اور تہسکارا بچہ تہسکارا شاہ پر چلتا ہے اور گو یا کہ وہ زبان حال سے کہتا ہے کہ میں آپک وہی جنم ہوں جسکو آپ نے رحم ماد میں محفوظ کیا تھا لہذا آپکو مجھ پر وہی اختیار حاصل ہے جو اس پر تھا جس طرح تہماری صفات دنیا میں تہسکارے قبضہ میں تھیں یوں ہی جنت کی نہرین بھی تہسکارے قبضہ میں ہو گئی۔ علی ہذا درخت بھی تہسکارے قبضہ میں ہو گئے کیونکہ وہ بھی پہلے ولے تہماری صفات و افعال ہی سے ہوئے ہیں پس غلام یہ کہ جب تہسکارے صفات و افعال تہسکارے قبضہ میں ہیں تو آخرت میں جو انکی جزا ہوگی وہ بھی تہسکارے قبضہ میں ہوگی۔ اب سو کہ جس طرح افعال حسیہ نتائج حسنیہ پیدا ہوتے تھے یوں ہی افعال سنیہ بڑے نتائج پسند ہوتے ہیں۔ مثلاً جب تہسکارا تہ سے کسی کو زخم پہنچتا ہے تو اس سے دوزخ میں زخم کا درخت ہوتا ہے اور جب بیخدا سے تم دوسروں کے دل جلاتے ہو تو اسکی تم دوزخ کا اسند من بنتے ہو اور جو نہ دنیا میں تہسکارے غصہ کی آگ لوگوں کے دلوں کو جلاتی تھی ایسے دوزخ کی آگ جو اس سے پیدا ہوتی ہے۔ تمہیں جلائیگی۔ اور جبکہ تہسکارے غصہ کی آگ لوگوں پر حملہ کرتی ہے

تو اس سے جاگ بیدار ہو گی وہ خود کہ جس پر کہ گئی اور تمہاری باتیں جو سانپ چھو کی طرح غمگین ہیں
وہ سانپ چھو مگر تمہارا کلام بائیں گی اور چونکہ تم اولیاء اللہ یا عام اہل حقوق کو انتظار میں رکھتے ہو
اس لئے انتظار قیامت کا باز تم پر پڑ گیا اور یہ آجکل کے دے انتظار قیامت کی صورت میں ظاہر ہو گا
اور تم کو اس طویل طویل دن میں دھوپ اور صلب میں رہ کر آخری نتیجہ کا اس لئے انتظار کرنا پڑے گا کہ تم
آسمان کو بھی منتظر رکھتے تھے اور کل جلون کا کل جلون کا کا بیج بڑھے تھے مطلب یہ ہے کہ تم اہل اللہ کی
نصیحتوں پر آجکل آجکل کرتے تھے بس نہ اتم انکو بھی منتظر رکھتے تھے اور آسمان کو بھی کیونکہ آسمان کو بسود
عل نیک کا انتظار رہتا تھا اور دیگر اہل حقوق کا منتظر ہو نا تو ظاہر ہے پس تم ان سب کو منتظر کہتے
کی جزا میں اس انتظار میں مبتلا ہو گے اب سو کہ تم کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تمہارا غم دور رخ
کا بیج ہے پس تم کو اس دور رخ کو ٹھنڈا کرنا چاہئے کیونکہ یہ مصائب کا جال ہے اگر بے احتیاطی
کرو گے تو ضرور مصائب میں پھنسو گے اور یہ آگ اسی وقت بج سکتی ہے جبکہ نور دین حاصل ہو کیونکہ
نور دین ہی میں آتش دور رخ کے پھانسی کی خاصیت ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے جب تیل صراط سے
گزرے گا اس وقت دور رخ کے گی جزا یا مومن فان نورک الفانادی واللہ اعلم بالصحتہ
اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ تم کو یہ نور حاصل ہے پس تم کو نور دین حاصل کرنا چاہئے یہ بھی یاد رکھو
کہ اگر نور دین حاصل نہ ہو اور کسی اور طرح سے تم علم حاصل کرو تو یہ سمجھنا کہ آگ نہیں نہیں ہے بلکہ راکبہ شین
چھپی ہوئی ہے جہاں راکبہ بیٹھی وہ چکی یہ تکلیف اور تیر ہے نہ کہ چھپنا کیونکہ نور دین کے علاوہ
کوئی چیز اس آگ کو بھائی والی ہے ہی نہیں پس جب تک تم اپنے دل میں نور دین نہ دیکھو لو
اس وقت تک یہ خوف ہونا کیونکہ یہ چھپی ہوئی آگ ایک روز ضرور ظاہر ہوگی پس نور دین کو اس آگ
کا پانی سمجھو اور اسے پٹھو اور جب تمہارا پاس پانی ہو اس وقت تم کو آگ سے ڈرنے کی ضرورت
نہیں کیونکہ پانی آگ کو فنا کر دیتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ آگ پانی کی اولاد کو فنا کر دیتی ہے یعنی
ان مرکبات کو جلاتی چھو نکلتی ہے جن میں پانی کو دخل ہے مثلاً نباتات اور وغیرہ اب تم کو یہ فکر
ہوگی کہ وہ پانی کیونکہ جس سے یہ آگ فنا ہو تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ تم انھیں کی مرغابیوں
راہل اللہ کے پاس چند روز رہو وہ تم کو اس آب حیات میں غوطہ دینگے اور اس کے بعد پھر آگ
آگ سے تم کو کچھ بھی خطر نہ ہو گا یا کہو کہ بعض مرغ خاکی اور مرغ آبی صورت میں یکساں نظر

آئے ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے اُن میں تباہی جوتا ہے اور ان کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے بانی
اور تیل کہ دونوں ساٹل ہیں مگر ایک آتش کش ہے اور ایک آگ کو زندہ کرنا والا اور ہر ایک
اپنی اصل پر عمل رہا ہے پس نکو بہت احتیاط کرنی چاہئے اور دعوے کے بازوؤں سے بچنا چاہئے
اس لئے کہ دونوں صورت میں بہت ملتے جلتے ہیں جس غلطی کا قوی احتمال ہے اور اُن میں وہی نسبت ہے
جو کہ دوسو سو اور الہام میں کہ دونوں امر عقلی و غیر محسوس ہیں مگر پھر بھی باہم فرق ہے دوسو سو اور الہام
دونوں بازار باطن کے دلائل میں اور ہر ایک اُس میں سے کچھ کچھ لیتا ہے پس اگر تم صرف دل جو
تو تم اپنے خیال کو خود ہی پہچان لو کہ یہ دوسو سو یا الہام اور صبر و بردہ فروش اچھے بُرے مال
میں تمیز کرتا ہے اس صبر و بردہ میں تم ان دونوں فکر و تدبیر میں تمیز کرو اور اگر تم خود ان دونوں کو نہیں پہچان سکتے
تو کہہ دو لا فلا تہ اور اس خیال پر عمل کرنے میں جلدی مت کرو اور کسی صفت کو کہلا لو جب وہ ایک
شع متعین کر دے اُس وقت اُس پر عمل کرو اور بلا کہلائے نکر و تاکہ تمہاری جان تردد میں پھنسے
اور تیرا اور تمہاری غذا پر نقصان واقع نہ ہو۔

شرح شبیری

الحذر ای مرگ بینان دار عوا العجل و حشر بینان سا عوا

یعنی اے موت دیکھنے والو! بچو اور اے حشر دیکھنے والو! جلدی کرو مطلب یہ کہ اے وہ لوگو جو کہ موت
سے ڈرتے ہو الگ ہو جاؤ اور موت سے بچ جاؤ۔ اور جو لوگ کہ موت کی اور حشر کی حالت اُن کے
پیش نظر ہے اور وہ موت سے نہیں ڈرتے وہ آگے بڑھیں اور جلدی کریں اور فرماتے ہیں کہ -

العسل ای لطف بینان افرحوا البلا لے قہر بینان اترحوا

یعنی اعلان ہے اے لطف کے دیکھنے والو خوش ہو اور بلا ہے اے قہر کے دیکھنے والو ہلاک ہو جاؤ
یعنی اے وہ لوگو جو کہ موت کو لطف جانتے ہو وہ تو اُس سے خوش ہو اور جو کہ اسکو قہر سمجھتے ہو وہ
اس سے ڈرو اور ہلاک ہو۔

ہر کہ یوسف دید جان کر دوش فدا ہر کہ گرش دید برگشت از ہدا

یعنی جسے کہ موت کو یوسف دیکھا تھا سیر مان فکر کردی او چنے اسکو برگ دیکھا ہر دیکھ برگشتہ ہو گیا۔

مرگ ہر ایک ایسا ہر رنگ دوست پیش دشمن دشمن و بر دوست است

یعنی لے لڑکے ہر ایک کی موت اُس کے ہر رنگ ہے دشمن کے اُس کے دشمن ہے اور دوست پر دوست ہے یعنی جیسے اُس کے حالات ہوتے ہیں اُس کے موافق اُس کی موت ہی ہوتی ہے اُس کے مثال ہے کہ

پیش ترک آئینہ را خوش رنگی است پیش زنگی آئینہ ہم زنگی است

یعنی ترک کے اُس کے آئینہ خوش رنگ ہے اور زنگی کے سامنے آئینہ بھی زنگی ہے یعنی دیکھو آئینہ ایک ہی شے ہے مگر جو ترک اُس میں دیکھ لے تو وہ خوش رنگ معلوم ہوتا ہے اور اگر کوئی زنگی اُس میں دیکھے تو وہ آئینہ بھی سیاہ ہو جاتا ہے تو اُس آئینہ میں تو کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ اس راوی میں خرابی ہے تو کسی طرح موت فی نفسہ تو ایک عمدہ اور خوش صورت ہے مگر خود انسان ہی میں خرابی ہوتی ہے تو یہ ناگوار معلوم ہوتی ہے اور اگر وہ اچھا ہوتا ہے تو یہ بھی اچھی معلوم ہوتی ہے اُس کے فرماتے ہیں کہ -

آنکہ می ترسی ز مرگ اندر فرار ترست از خویشست ای جان ہمدرد

یعنی وہ کہ تو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے تو یہ تیرا خوف اپنے ہی سے ہے لے جان جو خوش نہ کہ مطلب یہ کہ تو جو موت کی ڈراؤنی صورت سے ڈرتا ہے یہ موت خوف نہیں بلکہ یہ خوف اپنی ہی ذات سے ہے اسلئے کہ یہ رشتہ اور یہ خرابی جو موت میں پیدا ہوئی ہے یہ تمہارے ہی حالات ہیں تو گویا کہ اپنی ہی سے ڈرتے ہو۔

زشت روئی زشت و زخا مرگ جان تو ہچمون درخت مرگ برگ

یعنی زشت تو تیرا منہ ہے نہ کہ زخا موت کا اور تیری جان مثل درخت کے ہے اور موت پتے ہیں -

تو جیسا درخت ہو گا دیسے ہی پتے ہونگے - علی ہذا جیسی تمہاری حالت ہو گی ویسی ہی تمہاری موت ہو گی

از تو رست است از نکلویت ابدت ناخوش و خوش بر ضمیرت از خود است

یعنی اگر نکل ہے اور اگر بند ہے (سب) تجھ سے ہی پیدا ہوئی ہیں اور اچھا اور بُرا تیرے دل پر تیری ہی طرف سے ہے۔

گر بخارے خستہ خود کشتہ در حریر و قزوری خود رشتہ

یعنی اگر کسی کاٹنے سے تو زخمی ہوا ہے تو نے خود بولیا ہے اور اگر حریر و قزوی ہے تو تو نے خود ہی کاٹا ہے مطلب یہ کہ جو حالت ہے وہ تمہاری حالت کا عکس اور آخر ہے ایسا کہ کیسے مشابہ ہو گا اگر بگو

دورخ میں جلا یا جلا (نور یا نہ منہ) تو جتنے تو دنیا میں کیوں آگ میں نہ جلا یا تھا پھر یہ اُس کے ہر گز کہاں ہوا
اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

لیک نہو فعل ہر گز جزا بیسج خدمت نیست ہر گز عطا
یعنی لیکن کوئی فعل ہر گز جزا کے نہیں ہوتا اور کوئی خدمت ہر گز عطا کے نہیں ہے مطلب یہ کہ اعمال پر
جو حرامتی ہے وہ ان کے ہر گز نہیں ہوتی کہ جیسا اعلیٰ جو بیعت دہیسی ہی جزا بھی ہو بلکہ اُس کا اثر ہوتا ہے
بیسج دہیسی ہی بیعت تھا اُس کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

مزدور دوران نمی ماند بکار کان عرض دین جو ہر ست پائندار
یعنی مزدور دن کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں کیونکہ وہ (کام) تو عرض ہے اور یہ (مزدوری) جو ہر
اور پائندار ہے (مجدور دن کیسے کہاں ہوئے دونوں الگ الگ ہیں)

آن ہم سختی و زور دست عرق دین ہم سیم ست ز دست طبع
یعنی وہ (کلام) تو باطل سختی اور زور ہے اور پسینہ ہے اور یہ (مزدوری) باطل چاندی ہے اور سونا ہے
اور طبع ہے (تو دیکھو اعلیٰ کے ہر گز جزا نہیں ہے) اُس کے فرماتے ہیں کہ

گر ترا آید ز جائے تہمت کرد مظلومت دعا در محنت
یعنی اگر تجھے کسی جگہ سے کوئی تہمت لگے تو تیرے مظلوم نے مصیبت میں دعا کی ہے۔

تو بھی گوئی کہ من آزادہ ام برکے من تہمت نہادہ ام
یعنی تو کہتا ہے کہ میں تو آزاد ہوں میں نے کسی پر تہمت نہیں لگائی ہے

تو گناہ ہے کہ وہ شکل دیگر دانہ گشتی دانہ کے ماند بہ بر

یعنی تو نے ایک گناہ دوسری شکل کا کیا ہے تو نے دانہ بویا تو دانہ پیل کے کب مشابہ ہوتا ہے
مطلب یہ کہ خطا لکھو کسی نے تہمت لگائی تو تم اس فکر میں پڑے کہ میں نے تو کیوں تہمت لگائی نہیں ہے
جسکے بدلہ میں مجھے تہمت لگی مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ تم کیوں تہمت ہی لگایا کرو بلکہ کہنے
کوئی اور گناہ کیا ہے اُس کا یہ بدلہ ہے۔

اوز ناگرد جزا صد چوب بود گوید اومن کے زدم کس والحد
یعنی اُس نے نہ کیا اور جزا سو لکھ بیان تعین تو وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کو بکتری ہمارا ہے

نہ جبکہ اُن زنا بوا دین بلا چوب کے ماند زنا را در جزیرا
یعنی کیا اُس زنا کی جزا یہ بلا نہ تھی تو لکڑی جزا ہونے میں زنا کے کبشا بہ ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ جزا
افعال کے مشابہ اور مماثل نہیں ہوتی مگر اُن دونوں میں تناسب ہوتا ہے کہ اُس تناسب کی بدولت وہ
جزا جزا ہوئی آگے اُسکی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ۔

مار کے ماند عصا را اے کلیم درد کے ماند دو را اے حکیم
یعنی سانپ لکڑی کے کبشا بہ ہے اے کلیم اور درد دوا کے کبشا بہ ہے اے حکیم یعنی دیکھو عصا اور
مار میں کوئی مماثل نہیں مگر مناسبت کے دو اور مرض میں کوئی تشابہ نہیں مگر مماثلت ہے۔

تو بجائے اُن عصا آب منی چون بیفگند می شد آن شخص سنی
یعنی تو نے بجائے اُس عصا کے آب منی کو جب ڈال دیا تو وہ ایک شخص مضبوط ہو گیا۔

یا ارشد یا مار شد آن آب تو زان عصا چونست این اعجاب تو
یعنی وہ تیرا آب منی مار ہو گیا یا مار ہو گیا تو اُس عصا کے تیرا اعجاب کیا ہے مطلب یہ کہ اُس آب منی کا
یہ اثر اور بدلہ ہے مگر اُس میں اور اس میں کیا مشابہت ہے خود فرماتے ہیں کہ۔

ہیج ماند آب آن فسر زندرا ہیج ماند نے شکر مر قندرا
یعنی کیا لڑکا اُس پانی کے کبشا بہ ہے اور کیا شکر قند کے مشابہ ہے تو دیکھ لو جزا میں اپنے اصل
اعمال کے مشابہ نہیں ہیں آگے ایک اور مثال ہے کہ۔

چون سجودے یار کو سے مرد گشت شد دران عالم سجود اور بہشت
یعنی جب کوئی سجدہ یار کو کرے کسی نے بویا تو اُس عالم میں اُس کا سجدہ بہشت ہو گیا،
چونکہ پدید از دہانش حمدی مرغ جنت ساقش رب الفلق
یعنی جبکہ اُسکے منہ سے حمد حق نکلی تو اسکو رب الفلق نے مرغ جنت بنا دیا۔

جس پویش نم اند مرغ نا گر لطف مرغ بادست دیوا
یعنی اُسکی حمد بیچ مرغ کے مشابہ نہیں ہیں اگر لطف مرغ کا باد ہے اور بوا بعض جانور دن کو
سنا ہے کہ کسی نے جنتی کرتے نہیں دیکھا بلکہ وہ صرف منہ سے منہ ملاتے ہیں اُسی سے لطف
قرار پاتا ہے تو اسطرح فرماتے ہیں کہ اگرچہ اُس کا لطف باد ہوا ہے مگر یہ بھی مستحجج اُس

مرغ جنت کے مشابہ نہیں ہے

چون زو سست رست ایثار و زکوۃ کشت از دست آن طرف نخل و نبات
یعنی جب تک ہمارے ہاتھ سے ایثار و زکوۃ اُگاؤ اس ہاتھ نے اُس طرف نخل و نباتات بودے
آپ صبرت آپ جوئے غلہ شد جوئے شیر غلہ ہرست و درو
یعنی تہا آپ صبر جنت کی ندی کا پانی ہو گیا اور غلہ کی جوئی شیر تمہاری محبت اور الفت ہے (تو
دیکھو تامل تو نہیں مگر مناسبت سب میں ہے)

ذوق طاعت گشت جوئی انگبین مستی و شوق تو جوئے خم میں
یعنی ذوق طاعت تو جوئے انگبین ہو گئی اور تم اپنی مستی اور شوق جوئے خم دیکھو۔ مطلب یہ کہ دیکھو
چونکہ انگبین میں اور ذوق طاعت میں ایک مناسبت تھی اور مستی اور جو ش میں اور شراب میں مناسبت
تھی تو منت ہر شے کی جزا اور اس کے مناسب ہوئی کہ جوئے خم تو مستی اور جو ش کے بدلے میں ملی
اور جوئے انگبین ذوق طاعت کے جزا میں ملی اور صبر کے بدلے میں جوئے آب اور محبت اور الفت
حق کے بدلے میں جوئے شیر ملی غرض کہ ہر شے کی جزا میں اُس کے ساتھ ایک مناسبت ضرور ہے
لیکن تامل نہیں ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

این سببہا آن اثر ہمارا مانند کس نداند چو شس جائی آن نشاند
یعنی یہ اسباب اُن اثرات کے مشابہ نہیں ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ اُس (اثر) کو اُس
ر سبب کی جگہ کس طرح بٹھا دیا۔ مطلب یہ کہ ان اسباب و اثرات میں چونکہ تامل اور مشابہ
نہیں تھا اس لئے کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اُس سبب کا یہ اثر کس طرح ہو گیا۔ لیکن جب دیکھا جاتا ہے
تو مناسبت ضرور نکلتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

این سببہا چون بفرمان تو بود چارہ جو ہم مرترا فرمان نمود
یعنی اسباب جب تیرے اختیار میں تھے تو چاروں ندیوں نے بھی تیری فرمانبرداری کی۔ مطلب یہ کہ
اسباب دنیاوی و عقلی و غیرہ کے جب تمہارے اختیار میں تھے اور تم اُن کو اپنے اختیار سے
بجالاتے تھے تو جو ندیاں کہ ان اسباب کے اثرات تھیں وہ بھی جنت میں تمہارے اختیار اور تمہارے
کہنے میں ہوئیں کہ جہاں چاہو اُن کو لجاؤ۔

ہر طرف خواہی روئش می کنی ان صفت چون بد چنانش می کنی
یعنی تم میں ہر طرف چاہو انکو رہا کر لیتے ہو مگر وہ صفت تھی اسی طرح اسکو کر لیتے ہو مطلب یہ
مگر وہ سب اور صفت تمہارے کہنے میں تھی اور انکو اپنا اختیار تھا پس ہر طرف وہ اثرات ہی
تمہارے اختیار میں ہو گئے کہ جہاں چاہو انکو لے جا سکو گے آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ

چون منی تو کہ در فرمان تست نسل آن در امر تو آید جست
یعنی جیسے کہ تیری منی کہ تیرے حکم میں ہے تو اسکی نسل تیرے کہنے میں جست و جلاک ہوتی ہے
می دو دہر امر تو نسر ز ندر تو کہ منم جزوت کہ کردیش گرو
یعنی تیرے حکم پر تیرا کادوڑتا ہے اور ابرمان حال کہتا ہے کہ میں تیرا جزو ہوں جبکہ کہ تو نے گری
کیا تھا مطلب یہ کہ دیکھو تمہاری منی تمہارے کہنے میں ہوتی ہے کہ اسکو جو وقت چاہو جہاں چاہو
ڈال دو تو اس منی سے آئے جو اولاد تمہاری پیدا ہوتی ہے وہ بھی تمہارے کہنے میں ہوتی ہے
کہ تم نے پکارا بیٹا وہ دوڑا ہوا آتا ہے کہ می آتا تو اس کا اس طرح تمہارے تابع ہونا اسی لئے ہے
کہ جس شے کا کہو اثر اور نتیجہ ہے وہ شے تمہاری حکم اور کہنے میں تھی تو بس چونکہ یہ افعال سب
تمہارے اختیار میں تھے اسلئے انکی جزائیں بھی تمہارے اختیار میں ہوئیں۔

آن صفت در امر تو بود این جہاں ہم در امر تست آن جو بار و آل
یعنی وہ صفت اس جہاں میں تمہارے کہنے میں تھی تو وہ نہ دیاں بھی تمہارے حکم کے موافق
روانہ ہوئیں۔

آن درختان مر ترا فرمان بر ندر کان درختان از صفات با بر ندر
یعنی وہ درخت (جنت بھی) تیری فرمانبرداری کرتے ہیں کیونکہ وہ درخت تیرے اعمال کی وجہ سے
با نمر ہیں۔

چون با مر تست اینجا این صفات پس در امر تست آنجا آن جزات
یعنی جب تیرے حکم میں اس جگہ یہ صفات ہیں تو اس جگہ وہ تیری جزائیں (بھی) تیرے حکم میں ہیں
مطلب یہ کہ یہ اعمال حسنہ جب تیرے اختیار میں تھے اور تو انکو با اختیار خود بجالاتا تھا تو جنت
کی وہ جزائیں اور انکے بدلے بھی تیرے کہنے میں اور تیرے حکم کے موافق ہوئے۔

چون ز دست زخم بر مظلوم دست آن درخت گشت از آن ز قوم دست
یعنی جب تیرے ہاتھ سے زخم مظلوم پر ہوا تو وہ ایک درخت ہو گیا اور اس کی قوم اگلا۔
چون ز شمع آتش تو دور دہلازدی مایہ ناز چہ ہم آمدے
یعنی جبکہ تو نے غصہ اگ دونوں میں لگائی تو تو ناچہ ہم کا پونجی ہوا۔

آتش تیرا جو آدم سوز بود انچہ از دے زاد مرد افروز بود
یعنی تیری آگ جو اس ملک آدمی کی جلانے والی تھی تو جو کچھ اُس سے پیدا ہوا وہ انسان کا جلائیو والا ہوا
آتش تو قصہ مردم می کند ناز کمز دے زاد بر مردم زند
یعنی تیری آگ آدمی کا قصہ کرتی ہے اور جو آگ اُس سے پیدا ہوئی وہ آدمی پر لگتی ہے۔
آن سخنہا چو مار و کر و دمت مار و کر و دم گشت می گیر و دمت

یعنی وہ تیری سانپ بچو جیسی باتیں سانپ بچو ہو گئیں اور تیرا دم پکڑنے لگن۔ مطلب یہ کہ نیک
کلموں کی جزا تو دوسری ہی تھی کہ جو سب تمہارے کہنے میں ہوئی اور سب اشیاء عمدہ اور آرام بخش
اور جو اعمال تیرے برے کئے اُن کی جزا بھی دوسری ہی تھی جیسے کہ تنے کسی پر ظلم کیا تو اُس سے آخرت میں
ایک درخت پیدا ہوا جس کا پھل زقوم جیسی بڑی چیز تھا علی ہذا تم کو غصہ آیا تو وہ چونکہ ایک آگ تھی
لہذا اُس سے آتش دوزخ میں تمہارے لئے اشتعال پیدا ہو گیا۔ کہ وہ آتش غضب اور دوس
کو جلاتی تھی تو اب اُسکی جو جزا ہے یعنی آتش دوزخ وہ نکو جلانے لگی۔ علی ہذا تم جو لوگوں کو
سخت و کست باتیں کہا کرتے تھے جو کہ تکلیف رسانی میں سانپ بچو کی طرح تھیں تو ان کی
جزا بھی سانپ بچو کی طرح ہوئیں جو کہ ٹکڑ سننے لگین اور ٹکڑا ہونے خوب درست کر دیا
آگے بھی اسکی وہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

اولیا و اراداشے در انتظار انتظار استخیزت گشت بار
یعنی تو دوستوں کو انتظار میں رکھا کرتا تھا تو وہ قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہو گیا۔

وعدہ فردا و پس سردائے تو انتظار حشرت آمد وائے تو
یعنی تیرا کل کا اور پوسن کا وعدہ تیرے لئے انتظار حشر ہو گیا۔ افسوس ہے تجھ پر۔
نظر مانی در آن روز دراز در حساب و آفتاب جان گداز

یعنی تو اس روز در زمین حساب اور آفتاب جا ٹکرا زمین منتظر رہے گا کہ یوں نہ کہ
 کا سماں را منتظر می داشتی تخم فر داریه روم می کاشتی
 یعنی کہ (اہل) آسمان کو تو منتظر کہا کہ تا تھا اور فر داریه روم کا بیج بویا کر تا تھا (آسمان سحر مراد
 اہل آسمان ہیں ظرت بول کر منظور مراد لیا ہے) مطلب یہ کہ تو اہل حقوق سے اُنکے حقوق ادا
 کرنے میں دیکھ کر ادر پر سون کے کیا کر تا تھا اور انکو ٹھایا کر تا تھا اور منتظر کہا کہ تا تھا
 البس سیر طریم قیامت کے روز آفتاب تیز اور حساب کے وقت میں منتظر کہڑے رہو گے اور اس
 وقت اس انتظار میں رہنے کا بدلہ لائے گا۔

خشم تو خشم سیر و دوزخ است ہین بکشتن این دوزخ تا کین فحشت
 یعنی تیرا غصہ دوزخ کا بیج ہے ارے تو اس دوزخ کو مار کیونکہ یہ پھونک ہے مطلب یہ کہ
 تیرا غصہ جزا کے اعتبار سے آتش دوزخ ہے تو تو اس آتش غضب کو بچھا کیونکہ یہ آتش
 غضب اُس دوزخ کیلئے پھونک ہے کہ جیسے کوئی آگ کو دھونکا کر تا ہے تو اس سیر طریم تمہارا یہ
 غضب آتش دوزخ کو بڑھا اور زیادہ کر رہا ہے اب آگے اس آتش غضب کی بجھانے کی
 تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

نورک اطفا نار ناخن الشکور کشتن این نار نمود جسز بنور
 یعنی اس آگ کو بجھا ناخن نور کے نہیں ہو سکتا۔ (کہ دوزخ بھی کہتی ہے کہ اے مومن) تیری
 نور نے میری آگ کو بجھا دیا۔ (تو گزر جا) ہم مشکور ہیں مطلب یہ کہ اس نار کے بجھانے
 کیلئے نور باطن کی ضرورت ہے جب تک نور باطن حاصل ہو جاوے گا اس وقت یہ نار جاتی رہے گی اور
 دلیل اس کی کہ نور سے یہ نار بجھ جاوے گی یہ ہے کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ جب مومن دوزخ سے اوپر
 ہو کر پھر اُپر سے گزرے گا تو دوزخ بیکار ہو جائے گا جیسا کہ مومن فان نورک اطفا نار کی کہ لے
 مومن جلدی گزرے گا کہ تیرے نور نے میری نار کو بجھا دیا۔ تو اب دیکھئے کہ نور باطن مومن کی وجہ سے
 نار دوزخ بجھنے لگی تو اس سیر طریم اگر تم نور باطن حاصل کر لو گے تو تمہاری نار غضب بھی بجھ جاوے گی۔
 آگے فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ نور باطن حاصل ہے ہم اُسکے اور شکر کر رہے ہیں اور
 اس حدیث کی سند ضعیف ہے

گر توبے نور آوری حلے بدست آفت زندها ست و در خاک ستر است

یعنی اگر توبے نور کے حکم حاصل کر لیا تو تیری آگ زندهہم اور راہہ میں ہے

آن تکلف باشد و رد پوشش ہیں نار رانہ کشد بغیر نور دین

یعنی ہاں وہ تو تکلف اور رد پوشش ہو گا اور نار کو تو سوائے نور دین کے کوئی بھانا نہیں مطلب

یہ کہ اگر نور دین تکو حاصل نہیں ہے اور تم نے یہ تکلف علم اپنے اندر پیدا کر لی یا تب بھی

سمجھ لو کہ وہ قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ تکلف کب تک رہے گا۔ آخر ایک دفعہ وہ تکلف ٹوٹے گا

اور پھر وہ نار غضب ظاہر ہو جاوے گی یہ تو ایسا ہے کہ جیسے راہہ میں آگ دباؤ کہ بظاہر تو آگ

معلوم نہیں ہوتی لیکن ذرا ہوا سے بھی اگر راہہ بھٹ گئی تو فوراً آگ ظاہر ہو جاوے گی بس وہ علم تکلفی

اگر ذرا بھی کوئی ٹھیس لگی تو ٹوٹ جاوے گا اور پھر وہ نار ظاہر ہو جاوے گی۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ بجز نور

دین کے اور کوئی شے اس آگ کی فرو کرنے والی نہیں ہے اسی لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

تاناہی نور دین امین مباشر کاتش پیمان بودیک ز فاش

یعنی جب تک تم نور دین نہ دیکھ لو بیخوف مت ہو کیونکہ (وہ) پوشیدہ آگ ایک دن ظاہر ہوگی

مطلب یہ کہ جب تک نور دین حاصل نہ ہو اس وقت تک اس نار غضب سے بیخوف مت ہو کیونکہ جو

حکم کہ یہ تکلف حاصل کیا گیا ہے یہ ایک دن نازل ہو گا اور آتش غضب پھر ظاہر ہوگی لہذا نور

دین ہی حاصل کرو۔

نور آجے دان دہم بر آب حیس چو نکہ داری آب آتش مہترس

یعنی نور تو آگ پانی جالو اور پانی ہی پر چپک جاؤ۔ اور جبکہ تم پانی رکھتے ہو تو آگ سے مت ڈرو

مطلب یہ کہ نور ایمانی کو پانی سمجھو جیسے کہ باق آگ کو بھادیتا ہے اس طرح یہ نور ایمانی آتش

غضب کو بھادیتا ہے تو اگر تمہارے پاس نور ایمانی ہے تو پھر تم کسی آگ سے بھی مت ڈرو کیونکہ

آب آتش کشد آتش بخو می بسوزد نسل فرزند ان او

یعنی پانی تو آگ کو بھاتا ہے اور آگ (اپنی) خصلت میں اس پانی کے رطوبتوں کی نسل کے جلا دیتی

ہے۔ مطلب یہ کہ آگ اور پانی میں تو ہمیشہ پانی تو آگ کو بھاتا ہے اور آگ اس پانی کی

رطوبتوں کی نسل کو جو کہ درخت میں جلا دیتی ہے اس طرح وہ نور ایمانی اس آتش غضب کو بھادیتا

اور جہان غضب ہوتا ہے وہ اُس نورانیاتی کے اثرات کو جن سے کہ وہ نور پیدا ہوتا ہے جلا دیتا ہے
لہذا تم نورانیاتی کامل حاصل کرو کہ جس سے وہ غضب کی آگ بالکل مٹا ہو جاوے آگے اُس نور کے
حصول اور اُس آگ کے بجھنے کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

سوئے آن مرغابیان روروز چید تاترا در آب حیوانی کشند

یعنی اُن مرغابیوں کی طرف چند دن کیلئے جاتا کہ تجھے آب حیوانی میں کہیں جین (مرغابیوں سے مراد)
اولیاء اللہ ہیں کیونکہ اس کے قبل نورانیاتی کو پانی سے تشبیہ دی تھی اولیاء اللہ کو جنکو کہ وہ نورانیاتی
حاصل ہے مرغابیوں سے تشبیہ دیتے ہیں (مطلب یہ کہ چند روز اولیاء اللہ کی خدمت میں جا کر
رہو تاکہ وہ نکو آب حیات پلا دیں اور اس آگ کو بجھا دیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

مرغ خاکی مرغ آبی ہم تن اند لیک خدا نند و آب و روغن اند

یعنی مرغ خاکی اور مرغ آبی ایک طرح کے ہیں لیکن آپس میں (مطلب یہ کہ اُن میں) روغن (کی طرح)
ہیں مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ صورت اور ظاہر میں سب ایک طرح کے ہیں لیکن ہر ایک
نہ کہا جاتا کہ غیر اولیاء اللہ کے پہننے میں جاپڑو کیونکہ ظاہر میں تو دونوں ایک ہیں لیکن حقیقت میں
اور اصل میں دونوں ضد ہیں ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں۔

ہر یکے بر اصل خود را نندہ اند احتیاط کن بہم مانستہ اند

یعنی ہر ایک اپنے قاعدہ پر چلتے ہیں تو تو احتیاط کر کہ سب آپس میں مشابہ ہیں مطلب یہ کہ اولیاء اللہ
اور غیر اولیاء اللہ جو گمراہ ہیں سب بظاہر صورت یکساں ہیں اور ہر ایک کا طبع اور مشرب علیحدہ ہے
لہذا ذرا احتیاط ہی رکھنا کہیں اولیاء اللہ کے دعوے میں غیر اولیاء اللہ اور گمراہوں کے پہننے میں نہ
پھنس جانا آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

ہم چنان کہ وسوسہ و وحی ہست ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست

یعنی جس طرح کہ وسوسہ اور وحی کہ دونوں عقلی ہیں لیکن (بہم) فرق ہے (وحی سے مراد الہام)
مطلب یہ کہ دیکھو الہام اور وسوسہ دونوں امور باطنیہ اور احوال قلب میں سے ہیں لیکن ہر ایک
دوسرے میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ایک قابل عمل ہے اور دوسرا بالکل غیر قابل عمل ہے اسی طرح
الہام اور وحی اور اولیاء اللہ میں بھی فرق ہے لیکن بظاہر دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ بظاہر وحی

اھو سو بھی یکساں ہی معلوم ہوتے ہیں۔

ہر دو دلالان بازار ضمیر رختار امی ستانند اے امیر

یعنی دونوں بازار قلب کے دلال ہیں اور اے امیر اسبابوں کیلے لیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دونوں
دل کے بازار کے دلال اور دونوں اسباب کو چھین لیتے ہیں لیکن فرق اس قدر ہے ایک تو عمدہ
اسباب کو چھین لیتے ہیں اور دوسرے خراب کو چھین لیتے ہیں لہذا احتیاط ضروری ہے۔

گر تو صراف دلی فکر شناس فرق کن سرود فکر ت چون خاص

یعنی اگر تو صراف دل ہے تو اپنے فکر کو پہچان اور برہ فروش کی طرح اپنے دو فکر میں فرق کرے
مطلب یہ کہ اگر تم خود کہوٹے ہرے کو پہچان سکتے ہو تو خود پہچان لو کہ آیا کو لسا فکر تھا یا از قبیل
الہام اور قابل عمل ہے۔ اور کو لسا از قبیل دوسرے اھو غیر قابل عمل ہے۔

وہ دانی این دو فکر ت از گمان لاغلابہ گوئی و مشتتاب و مران

یعنی اگر تم ان دونوں فکر دن کو تردد کی وجہ سے نہ جانو تو لاغلابہ کہدو اور دوزخ اور چلاؤ مت۔

تاما ندر تعشکر جان تو نغین ناید بر تو و بر خوان تو

یعنی تاکہ تیری جان فکر میں نہ رہے اور تجھ پر اور تیرے اسباب پر غبن نہ آوے مطلب یہ کہ
اگر تم خود تھاؤ چھین جو اہم دوسرے اھالہام میں فرق نہیں کر سکتے ہو تو اس وقت خود رسد سلوک
کا طے نہ کرو بلکہ لاغلابہ (یعنی دہو کہ نہیں ہے) کہدو تاکہ بر غبن وغیرہ میں تم مبتلا نہ ہو اور نفس و شیطان
کو دہو کہ اور غبن نہ دے سکیں۔ اوپر جو کہا ہے کہ لاغلابہ کہدو آگے اس لاغلابہ کے قصہ کو
بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

| | |
|---|---|
| <p>آن کے یکے یارے پیسے برابفت کہ منم دیہا یا غین جفت مگر ہر کس کو فروشد یا خرد پچو سحرست و زراہسم می برد گفت در بیعہ کے ترے از غرار شرط کن سرور خود را اختیار</p> | <p>آن کے یکے یارے پیسے برابفت کہ منم دیہا یا غین جفت مگر ہر کس کو فروشد یا خرد پچو سحرست و زراہسم می برد گفت در بیعہ کے ترے از غرار شرط کن سرور خود را اختیار</p> |
|---|---|

که تانی هست از یزدان لعین
پیش سگ چون لقمه نان انگنی
او به بینی بو کند ما با خرد
با تانی گشت موجود از خدا
ورنه قادر بود کز کن فیکون
آدمی را اندک اندک آن همام
گر چه قادر بود کاند ریک نفس
بود عیسی را دمی کز یک دعا
خالق عیسی نه بتواند که او
این تانی از پئے تعلیم تست
جو یک کو چک که دائم می رود
زین تانی زاید اقبال و سرور
باش تا اعضا تو چون بیضا
بیضه مارا چه ماند در شبه
دانی لے عاقل که ماند سین شین
دانه آبه بدانه سیب نیز
برگها هم رنگ باشد در نظر

هست تجلیت ز شیطان لعین
بو کند و ال را خورد لے مقتنی
هم به پیش لعین منتقد
تا به شش روز این زمین دین چرخها
صد زمین و چرخ آورد برون
تا چهل سالش کند مرد تمام
از عدم پیران کس پنجه کس
بے توقف بر جهاندمی مرده را
بے توقف مردم آرد تو بتو
که طالب هسته باید بے شکست
نہ جس گردنه گنده می شود
این تانی بیضه دولت چون طیور
مرغها را ایند اندر انتہاء
بیضه کج شک را در دست ره
در نوشتن لیک اندر نقطه بین
گر چه ماند فرقه ادا ان لے غریز
میو ما هر یک بود نوع دگر

| | |
|-----------------------------|----------------------------|
| برکہ کے جسم ہا مانندہ اند | لیک ہر جانے برلیے زندہ اند |
| خلق در بازار یکسان می روند | آن یکے در ذوق دیگر در دست |
| ہمچنان در درگ یکسان می رویم | نیم در خسران و نیم خسریم |
| این سخن پایان ندارد و بازگو | از بلال و از ہلال و کار او |

دیکھو ایک صحابی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ حضور میں خرید و فروخت میں بہت نقصان اٹھاتا ہوں جو شخص کچھ خریدتا یا بیچتا ہے وہ کچھ لاپس جاد کر تا ہے کہ مجھے منافع میں آجانا پڑتا ہے اپنے زمانہ یا کہ جس بیع میں تکرر دھیکہ کا اندیشہ ہو اس میں دوسرے شخص سے یہ کہہ دیا کرو کہ بھائی دھوکہ نہیں دینا میں دن کا اختیار ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ جن معاملات میں شبہ ہو ان میں توقف کرنا اچھا ہے اور جلدی کرنا برا دیکھو جب تم کتے کے گتے رقمہ ڈالتے ہو تو وہ اسے سونگھتا ہے اور پھر کہا تا ہے پس وہ تو ناک سے سونگھتا ہے اور کچھ پرکھی ہوئی اور کھری عقل سے سونگھنا چاہئے اور دیکھو حق تعالیٰ نے توقف کیساتھ چھ دن میں زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے ورنہ وہ قادر تھا کہ ایک کن سے سوز زمین و آسمان بنا دیتا علی ہذا وہ آدمی کو رفتہ رفتہ چالیس سال کی مدت میں کامل آدمی کرتا ہے اگرچہ وہ قادر ہے کہ ایک دم میں پچاس مکمل انسان عدم سے وجود میں لے آئے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو ایک چھونک عطا ہوئی تھی یعنی وہ ایک دعا سے بے تامل مردہ کو زندہ کر دیتے تھے تو کیا خالق عیسیٰ ایسا نہیں کر سکتا کہ بے تامل بہت سے انسانوں کو عدم سے وجود میں لے آئے ضرور کر سکتا ہے پھر اس توقف کا کیا سبب وہ یہی ہے کہ تم اس سے سبق حاصل کرو کہ طلب میں استہتک چاہئے مگر سلسلہ منقطع ہونا چاہئے قید عدم القطاع کا راز یہ ہے کہ دیکھو جو جی نہیں آہستہ جلتی ہے اور منقطع نہیں ہوتی اسلئے نہ وہ ناپاک ہے نہ مٹتی ہے لیکن اگر جریان رک جاوے تو محسوس بھی ہو سکتی ہے اور گندہ بھی تو سمجھو کہ تاق سے خوش آجانی اور خوشی پسند ہوتی ہے تاقی گو یا کہ ایک بیض ہے اور دولت اس کا بچہ تم تاقی کر وادہ

آہستہ آہستہ کام کرتے رہو پھر دیکھنا کہ آخر میں بیفنون کی طرح تمہارا اعضا سے کیسے
کیسے بچے پیدا ہوتے ہیں لیکن اتنی بات یاد رکھو کہ گو اعضا صورت میں سب کیساں ہیں مگر ان
سے نتائج مختلف پیدا ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تشابہ کیسا تھا ان میں
فرق بھی ہے مثلاً سانپ کا اندا صورت میں چڑیا کے اندے سے ملتا ہوا ہے مگر ان میں
ان میں بون لبعیہ اور ہر ایک کی استعداد میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے علی ہذا تم سمجھو کہ
سین و شین میں صورت میں تشابہ ہے مگر نقطون کا فرق بھی ہے اور دیکھو بعض مختلف
دھنوں کے پتے ہمشکل ہوتے ہیں مگر ان کے میوے مختلف ہوتے ہیں پس یوں ہی اجسام
بھی متشابہ ہیں لیکن ان کی ارا و احین مختلف پیداواروں کیسا تھ زندہ ہیں کسی میں کچھ پیداوار
ہوتی ہے کسی میں کچھ اور دیکھ لوگ بازار میں چلتے پرتے ہیں مگر باوجود تماثل صوری کے
معنوی تفاوت بھی ان میں بہت کچھ ہوتا ہے مثلاً ایک خوش اور شگفتہ ہو تلے -
دوسرا طویل اور رنجیدہ اسی طریقہ سے تم موتوں کا تفاوت بھی سمجھ سکتے ہو حالانکہ ہم سب ایک
ہی طرح مرتے ہیں مگر کچھ بھی بہت فرق ہوتا ہے بعض لوگ تو خسارہ میں ہوتے ہیں اور بعض
بادشاہوں کی طرح راحت و عیش میں خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اب بلال کی حالت اور ان کا
واقعہ بیان کرنا چاہئے -

شرح شبیری

خرید و فروخت میں غبن سے بچنے کا حیلہ

آن کے یاری پیغمبر گفت کہ منم در بیجا با غبن جفت
یعنی اس ایک صحابی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بیوع میں غبن کیسا تھو
مطلب یہ کہ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے خرید و فروخت میں اکثر لوگ دھوکہ دیدیتے ہیں -
مگر ہر کس کو فروشد یا خرد
یعنی ہر اس شخص کا کہ جو خریدے یا بیچے جادو کی طرح ہے کہ مجھے بے راہ کر دیتا ہے یعنی
ہر شخص کا کہ جو بھل جاتا ہے اور لوگ مجھے دھوکہ دیدیتے ہیں -

گفت در سبب کہ ترسی از غرار شرط کن روز خود را اختیار
یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس سبب میں تمکو دھوکہ کا خوف ہو تو تم اپنے
لئے تین روز کیلئے خیار شرط کر لیا کرو۔

کہ تانی ہست از رحمان یقین ہست تعجیلت ز شیطان لعین
یعنی کہ اطمینان یقیناً حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور تمہاری جلدی شیطان ملعون کی طرف ہے
مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میان جب خرید و فروخت کیا کرو اور اُس میں تمہیں
خوف ہو کہ اس میں دھوکہ کیا جاوے گا تو اُس میں خیار شرط کر لیا کرو تو پھر تین دن میں اپنے نفع
لفسان کو تم خوب سوچ سمجھ کر لے گے اور اطمینان سے کام ہو گا کیونکہ اطمینان سے کام کرنا تو
حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور جلدی کہنا شیطان کا کام ہے لہذا اطمینان سے خوب سوچ
سمجھ کر کام کیا کرو و حدیث میں یہ قصہ اس طرح ہے کہ قال رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ اذ حدیث
فی البیوع فقال اذا بالعت فقل لا خلاۃ ولا خیار ثلثة ایام تو دیکھئے کہ یہاں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے دھوکہ سے بچنے کیلئے فرمایا کہ اخلاۃ کہلہ کہ تو البس سیرح مولانا فرماتے ہیں کہ دھوکہ
سے بچنے کیلئے اخلاۃ کہلہ کہو۔ آگے اطمینان سے کام کرنے والوں کی مثالیں اور فائدے
بیان کرتے ہیں کہ

پیش سگ چون لقمہ نان فگنی بوکند انکہ خرد رے مقتنی
یعنی کہ آگے جب تم روٹی کا ٹکڑہ ڈالو گے تو وہ (اول) سونگے گا اور اسوقت اسکو
کہا دیگا لے خوش چین۔

او بہ بینی بوکند ما با خرد رو بہو پیش خوش بعقل منتقد
یعنی وہ تو ناک سے سونگتا ہے اور ہم عقل سے تو تو اُسکے سونگنے سے پرہیزنے والی عقل تک جا
مطلب یہ کہ دیکھو جب تم کہتے ہو کہ وہ ڈالتے ہو تو وہ اسکو سونگ لیتا ہے جب کہا تا ہے کہ
وہ سونگنے سے اُسکے اندر اگر زہر وغیرہ ہو تو اسکو معلوم کر لیتا ہے لہذا ڈالتے ہی کہا نہیں جاتا بلکہ اطمینان
سے کہا تا ہے البس سیرح تمکو چاہئے کہ جس طرح وہ ناک سے سونگتا ہے اور ہر شے کے عیب و
صواب کو معلوم کر لیتا ہے البس سیرح تم ہر شے کے عیب و صواب کو عقل سے معلوم کر لو۔ اور

خوب الطینان سے سوچ سچکہ کام کر دہل دی ست کر و آگے فرماتے ہیں کہ
 باتانی گشت موجود از خدا تا بہ شش روز این زمین چرخها
 یعنی حق تعالیٰ سے یہ زمین و آسمان چھ دن میں الطینان سے ہی موجود ہوئے (ورنہ)
 ورنہ قادر بود از کن فلکون صدر زمین و چرخ آورد و برودن
 یعنی ورنہ حق تعالیٰ قادر تھے کہ (حکم) کن فلکون سے سیکڑوں زمین و آسمان باہر آتے مطلب
 یہ کہ حق تعالیٰ کو باوجودیکہ اس امر پر قدرت تھی کہ ایک کن کے حکم سے ایسے ایسے سیکڑوں آسمان
 و زمین پیدا فرمادیتے لیکن حق تعالیٰ نے آسمان و زمین کو چھ روز میں جو پیدا کیا تو بظاہر اس کا
 ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ بندوں کو الطینان سے کام کرنا سکھایا جائے۔
 آدمی را اندک اندک آن ہمام تا چہل سالش کند مرد تمام
 یعنی آدمی کو وہ بادشاہ چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا کر کے پورا آدمی کرتا ہے۔
 گرچہ قادر بود کا ندریک نفس از عدم پران کند پنجاہ کس
 یعنی اگرچہ حق تعالیٰ قادر تھے کہ ایک دم میں عدم سے پچاس آدمی آزادیتے مطلب یہ کہ دیکھو حق تعالیٰ
 انسان کو چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا بناتے ہیں اور اسکے بعد اس کے انسان کامل بناتے ہیں
 اور چالیس برس کے بعد پورا آدمی ہوتا ہے ورنہ وہ تو اسپر بھی قادر تھے کہ ایک دم میں اور ایک
 حکم کن میں پچاس آدمی کو پیدا فرمادین۔
 بود عیسے را دے گزیک عا بے توقف زندہ کر دے مردہ را
 یعنی عیسیٰ علیہ السلام کیلئے ایک چھونک تھی کہ وہ دعا کی وجہ سے بلا توقف مردہ کو زندہ کر دیا کرتے تھے
 خالق عیسے نہ بتواند کہ او بے توقف مردم آرد تو بتر
 یعنی کیا عیسیٰ علیہ السلام کے خالق تعالیٰ شانہ بلا توقف تہ بتہ آدمی نہیں کر سکتے (لیکن)
 این تانی از پے تعلیم تست کہ طلب ہستہ باید بر شکست
 یعنی یہ الطینان تمہاری تعلیم کو اسلئے ہے کہ طلب ہستہ اور بے انقطاع کے چاہئے مطلب یہ کہ
 دیکھو عیسے علیہ السلام ایک چھونک میں مردہ کو باذن حق زندہ فرمادیتے تھے تو کیا خالق صبیح علیہ
 السلام کو اتنی ہی قدرت نہ ہو گی کہ وہ ایک دم میں کسی کو پیدا فرمادے ضرور اس سے بھی کہیں زیادہ

قدرت ہے لیکن یہ اطمینان سے کام کرنا اور دیگر گناہ صرف بندوں کی تعلیم کیلئے ہے ورنہ حق تعالیٰ کو اس طرح کام کرنے کی کیا ضرورت ہے اُنکے تو حکم کن میں کل کام ہوتے ہیں لہذا انسان کو چاہئے کہ آہستگی سے بلا انقطاع کے طلب میں لگا رہے آگے اس اطمینان سے کام کر نیکی وجہ سے پاک رہنے اور مقصود کے حاصل ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

جو یکے کو چک کہ دائمی روزِ نخس گرد نہ گندہ می شود
یعنی وہ نالہ جو کہ ہمیشہ چلتا ہے نہ تو نخس ہوتا ہے اور نہ گندہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو چھوٹا نالہ جو کہ آہستہ آہستہ برابر چلتا رہے وہ نجاست کے پڑ جانے سے بھی نخس اور گندہ نہیں ہوتا۔ پس طرح تم آہستہ آہستہ طلب میں لگے رہو گے اور طلب چھوڑو گے نہیں تو ہمیشہ آرام سے پاک و صاف رہو گے۔

زمین تاقی ز اقبال و سرور
این تاقی بیضہ دولت چہرین طہور
یعنی اس اطمینان سے اقبال اور سرور پیدا ہوتا ہے اور یہ اطمینان بیضہ ہے اور دولت پرندوں کی طرح ہے مطلب یہ کہ اس اطمینان کی مثال تیرا انڈے جیسی ہے اور دولت و اقبال پرندوں کی طرح ہیں تو جب طرح انڈے سے جالور نکلتا اور پیدا ہوتا ہے اسی طرح اس اطمینان سے کام کر نیکی برکت دولت و سرور پیدا ہوتا ہے اب یہاں کوئی اعتراض کرتا ہے کہ ہلا اطمینان کا اور دولت کا کیا جوڑ ہے تو آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

مرغ کے مانند یہ بیضہ ای غنید
گرچہ از بیضہ بھی آید پدید
یعنی ارے معاند جالور بیضہ کے کب مشابہ ہوتا ہے اگرچہ بیضہ ہی سے نکلتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب طرح مرغ اور بیضہ میں کوئی تاثر اور تشابہ نہیں ہوتا لیکن مرغ نکلتا اسی بیضہ ہی سے ہے تو اسی طرح دولت پیدا تو اس تاقی ہی سے ہوتی ہے اگرچہ لظاہر کوئی ان میں جوڑ نہ ہو۔

باش تا اعضائے تو چون بیضہا
مرغما ز اسند اندر انتہا
یعنی ہر تا کہ تیرے اعضاء بیضوں کی طرح آخر میں بہت سے مرغ جنیں مطلب یہ کہ جلدی بہت کم ذرا ٹھہرا کہ تیرے یہی اعضاء آخر میں دولت و اقبال کو جمع کر لینے جیسے کہ آخر میں انڈوں میں سے جالور نکلتا ہے اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بہت سے نوگ اطمینان سے

کام کرتے ہیں لیکن انکو اقبال و سرور حاصل نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب دیجئے ہیں کہ۔

بیضہ مارا رچہ ماند در شبہ
یعنی سانپ کا انڈا اگرچہ صورت میں چڑیا کے انڈے کے مشابہ ہے (مگر) راہ بہت دور ہے
دانی لے عاقل کہ ماند سیخین
یعنی لے عاقل تو جانتا ہے کہ سین بخین کہنے میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن نقطہ بہ بین
یعنی لے عاقل تو جانتا ہے کہ سین بخین کہنے میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن نقطہ بہ بین۔

دانہ آبی بدانم سیب نیز
یعنی ہی کا دانہ بھی سیب کے دانہ کے اگرچہ مشابہ ہو (لیکن) لے عزیز فرق جانو۔
برگہا ہر نگ باشد در نظر
یعنی پتے دیکھنے میں ہر نگ ہوتے ہیں (لیکن) میوہ ہر ایک کے دوسری قسم کے ہوتے ہیں
برگہائے جسمہا مانند و اند
لیک ہر جانے بریے زندہ اند

یعنی جنہوں نے پتے دیکھے (مشابہ ہیں) لیکن ہر جان اپنی آندنی سے زندہ ہے
خلق در بازار کیسان می روند
یعنی مخلوق بازار میں کیسان جلتی ہیں وہ ایک تو مرہ میں اور دوسرے درندہ مند ہیں۔
چمنان در مرگ، یکسان می یوم
نیم در خسران و نیمے خسرویم

یعنی اس طرح موت میں ہم سب ایک طرح جلتے ہیں (لیکن) آدھے خسران میں ہیں اور آدھے
خوش ہیں۔ مطلب یہ کہ بات یہ ہے کہ تمام چیزوں میں ایسا تفاوت ہے کہ جسکی وجہ سے ہر
شخص کیلئے باوجود مشابہت کے اثرات مختلف پیدا ہوتے ہیں اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے سانپ
اور چڑیا کے انڈے تو مشابہ ہوتے ہیں لیکن بچے مختلف نکلتے ہیں۔ علیٰ ہذا ہی اوسیکے دانے
صورت میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن ایک سے ہی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے سے سیب پیدا ہوتا ہے
غرض کہ ہر شخص کیلئے اثرات کیسان ظاہر و ناظر ہی نہیں ہے اس طرح اور سب مثالوں کو منطبق
کر لیا دے کہ دیکھو سارے آدمی ایک ہی طرح مرتے ہیں کہ روح کے نکلنے سے سب مر جاتے
ہیں لیکن کوئی وہاں جا کر خوش رہتا ہے اور کوئی غمناک و نامراد رہتا ہے۔

این سخن پایاں ندارد بازگو از بلال و از بلال و کار او

یسی بات تو انہما جن رکتی تو پھر بلال اور بلال اور اس کے کام سے بیان کرو مطلب یہ کہ اس امر کا بیان کہ کون موت کے بعد خوش رہتا ہے اور کون خاموش رہتا ہے تو یہ بیان تو بہت طویل ہے لہذا تم اس بیان کو چھوڑ کر حضرت بلالؓ کی وفات کا قصہ بیان کرو کہ جس سے اُن کا خوشی سوجان دینا معلوم ہو۔ اک آگے قصہ سنو۔

شرح حبیبی

| | |
|--------------------------------|--------------------------------|
| چون بلال از ضعف شد چمن بلال | رنگ مرگ افتاد بر روی بلال |
| جفت او بدیش بگفتا و احرب | پس بلال شگفت نے و اطرب |
| تا کنون اندر حرب بودم ز نیست | تو چہ دانی مرگ چہ عیش است چیست |
| این ہمی گفتم و خوش در عین گفتم | نرگس و گل برگ و لاله می شگفت |
| تاب رو و چشم پر الزار او | می گواہی داد بر گفتار او |
| ہر سیه دل خود سیم دیدے و را | مردم دیدہ سیه آمد چہ را |
| مردم نادیدہ آمد و سیاہ | مردم دیدہ بود مرأت ماہ |
| خود کہ ہمہ مردم دیدہ ترا | در جہان جز مردم دیدہ فرا |
| چون بغیر مردم دیدہ اش ندید | پس بغیر او کہ در نگشاید |
| پس جز او جملہ مقتد آمدند | در صفات مردم دیدہ بلبند |
| گفت جفتش لفراق لے خود خصال | گفت نے الوصال ست این فصال |
| گفت جفت امشب غریبی روی | از تبار و خویش غائب می شوی |

گفت نه نه بلکه مشجان من
گفت ای جان و دلم و احسرتا
گفت رویت را کج بینیم ما
حلقه خاشن بتو پیوسته است
اندر ان حلقه زر العالمین
گفت ویران گشت اینخانه دروغ
کرد ویران تا کند معمور تر
من چو آدم بودم اول حبس کرب
من گدا بودم درین خانه چو چاه
قصر با خود مرشهان را مالست
انبیاء را تنگ آمد این جهان
مردگان را این جهان بتمو فر
گر نبود تنگ این افغان چیست
در زمان خواب چون آزاد شد
روح از ظلم طبیعت باز رست
این زمین و آسمان بس فراخ
چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ

می رسد خود از غریبی در وطن
گفت نه نه جان من وادولتا
گفت اندر حلقه خاص خدا
اگر نظر بالا کنی نه سوائی پست
انور می تا بد چو در حلقه نگیں
گفت اندر مه نگر منگر به میخ
قوم انبه بود خانه مختصر
بر شد کنون نسل جانم شرق و غرب
شاه کشتم قصر بایده پشاه
مرد را خانه و مکان گوری بسست
چون شهبان رفتند اندر البکان
ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر
چون دو تاشد هر که در وی پیش نیست
زان مکان بگر که جان چون شد
مرد زندانی ز فکر حبس جست
سخت تنگ آمد بهنگام مناخ
خنده او گر به فخرش جمله تنگ

همچو گر مابه که نفسیده بود
 گر چه گر مابه عریض است و طویل
 تا برون نانی نه بکشاید دلت
 یا که کفش تنگ پوشی و غوی
 آن فراخی بیابان تنگ گشت
 هر که دید او مر تر از دور گفت
 او نمیداند که تو چون ظالمان
 خواب تو آن کفش بیرون کردست
 اولیا خواب ملک است ای فلان
 خواب می بینند و آنجا خوابی
 خانه تنگ درون جان چنگلیک
 چنگلو کم چون جنین اندر جسم
 اگر نباشد در دوزه بر ما درم
 مادر طبعم ز درد مرگ خویش
 تا چو در آن بره در صحرا سبز
 و در دوزه گریختن آستان بود
 حامله گریان ز زه کاین المناس

اندر آئی جانست نچسیده بود
 زان پیش تنگ آیدت جان و طویل
 پس چه سود آمد فراخی منزلت
 در بیابان فراخی می روی
 بر تو زندان آمد آن صحر او دشت
 کو در آن صحرا چو لاله بر شگفت
 از برون در گلشن جان در فغان
 که زمانه جانست آزاد از قناعت
 همچو آن اصحاب کهف اندر زمان
 در عدم در می روند و باب نه
 کرد ویران تا کند قصه ملوک
 نه همیشه شد این نفلان هم
 من درین زندان میان آ درم
 میکند زه تار هر بره ز میش
 بین رحم بکشا که گشت این بره گز
 بر جنین اشکستن زندان بود
 و آن جنین خندان که پیش آمد خلاص

| | |
|------------------------------|----------------------------------|
| ہر چیز پر چرخ ہستند امہات | از جماد و از ہمہ فنہ نبات |
| ہر یکے از درد غیہ غافل اند | خبرک نے کہ نبیہ عاقل اند |
| انچہ کو سہ داند از خانہ کسان | بنمہ از خانہ خودش کے داند آن |
| انچہ جہل بدل بداند حال تو | تو ز حال خود ندانے لے عمو |
| انچہ بد در جہنم اہل دل | کے بہ بینی در خود می از خود مجمل |

جبکہ بلال رضی اللہ عنہ ضعف سے مانند ہلال ہو گئے تو آپ کے چہرہ پر موت کی زردی چھا گئی اور آثار وفات نمایان ہو گئے، انکی بیوی نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا اے ہم تو ٹٹ گئے اس پر حضرت بلال نے فرمایا کہ میں نہیں یہ بڑی خوشی کا وقت ہے اب تک تو میں اس زندگی کے ہاتھ سے مصیبت میں تھا مگر اب عیش کا زمانہ آیا ہے تم اس کے گہرائی ہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ موت میں کسی راحت اور موت کیا چیز ہے وہ یہ کہہ رہے تھے اور اس وقت ان کا چہرہ رنگس اور لالہ کی طرح شگفتہ ہو رہا تھا ان کے چہرہ اور پر نور آنکھوں کی رونق ان کے اس بیان کی شہادت دے رہے تھے اب مولانا فرماتے ہیں کہ نہ دلیل لوگ انکو فرس یاہ رنگ بخشی دیکھتے تھے اسلئے انکو خاطر میں نہ لاتے تھے مگر ہم ان احقون سے پوچھتے ہیں کہ اگر سیاہ ہونا ہی دلیل حقارت ہے تو آنکھ کی پتلی سی شریف اور عزیز چیز کیوں سیاہ ہے پس معلوم ہوا کہ رنگ ظاہری کوئی چیز نہیں بلکہ مدار شرف و عزت کمال ہے پس بلال کو کیوں محقر سمجھا جاتا ہے جب معلوم ہوا کہ مدار تعظیم و تحقیر ذلت و عزت کمال پر ہے نہ کہ رنگ پر تو جو لوگ کورہاں ہیں وہ گو گورے رنگ کے ہوں مگر حقیقت میں سیاہ ہیں اور صاحب بصیرت گو سیاہ و رنگ ہوں مگر حقیقت میں وہی سبب کا آئینہ ہیں اب حضرت بلال کو خطاب فرما کر کہتے ہیں کہ اے صاحب بصیرت یا اے آنکھ کی پتلی بلال تمہیں بحر اہل کمال کے جو دوسروں کی بصیرت بڑا بنیاد ہے یا خود کمال بصیرت کہتے ہاں ہیں دوسرا کوں دیکھ سکتا ہے اے اُسکو آپ کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے۔ اب خطاب بصیرت کی طرف التفات فرما کر کہتے ہیں کہ جب اُنکو بحرِ ارباب بصیرت کے کوئی نہیں دیکھ سکتا تو انکی رنگت کی نہ کو بھی دوسرا نہیں چھوچ سکتا اور اُسکی قد نہیں کر سکتا۔ دیکھنے والے تو

اور باب بصیرت ہی ہیں لیکن اگر اُنکے علاوہ کوئی اور کسی عالی نظر شخص کے صفات کا معترف اور اُسکے
 کمالات کا معتقد ہو تو مقلد ہو گیا۔ نہ کہ محقق اس نظر ادنیٰ خصلت کو ختم فرما کر بصر قصہ کی طرف عود فرمائی ہیں
 اور کہتے ہیں کہ اُنکی بیوی نے کہا کہ اب کوئی دم میں جلائی ہوئی ہوئی ہے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں
 یہ اصلی جلائی نہیں بلکہ یہ جلائی حق سبحانہ کیساتھ وصال ہے اُنکی بیوی نے کہا کہ آج کی رات آپ اگر
 بے گھر چلے گئے اور اپنے کنبہ اور اپنے عزیزوں سے غائب ہو گئے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں نہیں بلکہ آج کی
 رات تک میری روح گھر سے بے گھر تھی اب وہ اپنے اصلی وطن میں پھونچ گئی اُنکی بیوی نے کہا کہ اُسے میری
 پیارے رشتہ انوس ہے کہ آپ انتقال فرمائے تو میں انہوں نے جواب دیا کہ نہیں نہیں انوس
 کی کوئی بات نہیں یہ تو بڑی دولت ہے اُنکی بیوی نے کہا کہ ہم اب آپکا چہرہ کہاں دیکھیں گے انہوں نے
 فرمایا کہ خدا کے حلقہ خاص اور اُسکی آغوش رحمت میں اگر تم بیٹھو کہ وہاں تک ہماری رسائی کیونکر ہو سکتی ہو
 تو یاد رکھو کہ اگر تم عالی نظری اختیار کرو اور اوست بہت نہ ہو دنیا پر لات مارو تو وہ حلقہ سے بہت ہی قریب ہے
 اور تم بہت جلد وہاں تک پہنچ سکتے ہو اُس حلقہ رحمت میں حق سبحانہ کا نور یوں چمکتا ہے جیسے انگوٹھی کے
 حلقہ میں اُس کا نگینہ پس وہ نور میسر دیکھنے کا ذریعہ بن جائیگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ حلقہ خاص خدا سرمد
 اگر وہ اہل اللہ ہو اسوقت کہ وہ اہل اللہ میں حضرت بلال کو دیکھنے کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ تمام اہل اللہ
 چونکہ صفات میں متشابہ ہوتے ہیں اسلئے انکا دیکھنا گویا کہ حضرت بلال ہی کا دیکھنا ہے اور یہ توجیہ ہی ہو سکتی
 ہے کہ اس حلقہ میں نیکو قوت کشفیہ حاصل ہوگی اور تم اس مجھے دیکھ سکتے ہو اُنکی بیوی نے کہا کہ
 مائے ہمارا گھر آج گیا انہوں نے جواب دیا کہ چاند کو دیکھو اور کوئی کہو جو جسم کی حالت دیکھنے کے
 قابل نہیں ہے بلکہ روح کی حالت قابل لحاظ ہے یاد رکھو کہ بیوی کے سوال میں ایک لفظ میں اللہ معنی ہوتے
 ہیں اور حضرت بلال کے جواب میں اُسکے دوسرے معنی یا بیوی کے گفتگو کا نشا اور ہوتا ہے اور حضرت
 بلال کے جواب کا مبنی دوسرا۔ اور یہ اتمس ل سے ہے جیسے دیعلو ناع عن الالهة قل هو اقدس
 للناس والحج۔ یا مثل سوال کا محملک علی الادھر وجواب مثل الامیر محیل علی الادھر
 الاشعب اور اول سے ہی روشنی علی آری ہے چنانچہ یہاں بیوی نے گھر سے مکان متعارف کر لیا
 اور حضرت بلال نے اُسکو خانہ تن پھول کیسے جواب دیا تہنبلہ (حق سبحانہ نے میرے خانہ تن کی
 اسلئے دریاں کیا ہے کہ اُسکو دوبارہ آباد کرے کیونکہ آدمی (اور اوت) زیادہ بد گئے تھے اور گھر

چھوٹا تھا۔ سنیں! کئی گنجائش تھی پہلے تو میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرح تنہائی کی تکلیف میں مقید تھا جبکہ حق سبحانہ نے میری نسل بربائی اور میری روح سے علوم و معارف کے چشمے اُبلے تو انکی کثرت کی یہاں تک نوبت ہو چکی کہ مشرق و مغرب اُن سے پُر ہو گئی پس یہ جہان مجیر تنگ ہو گیا اور نقل مکان کی ضرورت ہوئی۔ نیز پہلے تو میں مفلس تھا اور اس کنوین کی طرح تنگ مکان دنیا میں رہتا تھا اب میں بادشاہ ہو گیا ہوں۔ لہذا میں اس تنگ مکان میں نہیں رہ سکتا میرے لئے قصہ شہزادی سے وسیع مکان کی ضرورت ہے بادشاہوں کا جی تو محلات ہی میں لگتا ہے رہے مردے اُنکے رہنے کیلئے گور کافی ہے پس اس عالم میں اہل دنیا ہی رہ سکتے ہیں میں نہیں رہ سکتا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام اور وہ انبیاء پر یہ مکان دنیا تنگ ہوا اسلئے اُنہوں نے جیتے جی ہی اس عالم کو چھوڑ دیا اور بادشاہوں کی طرح تھرا مکان میں رہنے لگے۔ رہے مردے اہل دنیا سو انکو یہی جہان باشوکت و شان نظر آیا جو لظاہر نہایت عالیشان ہے اور حقیقت میں نہایت تنگ اسلئے اُنہوں نے میں رہنا پسند کیا۔ پہنے اس جہان کو حقیقت میں تنگ اسلئے کہا کہ اگر یہ فی الواقع تنگ نہ ہوتا تو یہ پریشانی۔ شور و شیون نالہ و فغان جرات دہن ہم اس مکان کے رہنے والوں میں دیکھتے ہیں کیوں ہوتا اور یہ کیوں ہوتا کہ جتنا زیادہ کوئی اس مکان میں رہتا ہے اُس قدر اُسکی کڑھکتی جاتی ہے کیونکہ فراخی تو مستلزم راحت و مسرت ہے نہ کہ موجب آلام و ہجوم۔ پس معلوم ہوا کہ یہ جہان واقع میں تنگ ہے اور اسکی تائید اس سے ہو سکتی ہے کہ جب آدمی سوتا ہے اور اس عالم سے چھوٹ کر اُسکو عالم غیب سے تعلق ہو تلے تو اُسکی ساری کدورتیں مٹ جاتی ہیں اور وہ تروتازہ اور خوش و خرم ہو جاتا ہے نہ اسے کوئی رنج ہوتا ہے نہ تکلیف۔ اور روح طبیعت و نفس کے ظلم سے چھوٹ جاتی ہے اور قیدی جیلخانہ کی کڑ سے رہائی پاتا ہے اور یہی حالت اور نکی ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ زمانہ اقامت دنیا میں یہ لظاہر نہایت کشادہ آسمان و زمین فی الحقیقت نہایت تنگ ہیں اور نکی ظاہری فراخی اور واقعی تنگی ایک نظر بندی ہے اور اُس کا ردِ حقیقت میں ہنسی ہے اور اسکا فخر حقیقت میں تنگ۔ اب بھی اگر سمجھ میں نہ آیا ہو تو اسی مضمون کو ہم اور مثالوں سے سمجھاتے ہیں۔ سنو یہ عالم ایسا ہے جیسا حمام کہ نہایت فراخ اور عالی شان ہوتا ہے اور گرم بھی ہوتا ہے حسین تم داخل ہوتے ہو تو تمہاری جان اُڑ جاتی ہے۔ جیسے گرم ہو کر پوستیں اُڑ جاتا ہے۔ دیکھو باوجودیکہ وہ حمام خوب لمبا چوڑا ہے لیکن اُسکی

گرمی سے تمہاری جان تنگ اور رنج ہوتی ہے اور حالت یہ ہوتی ہے کہ جب تک تم وہاں سے نکلتے نہیں
 تمہا باجی خوش نہیں ہوتا اور تمہاری طبیعت نہیں کھلتی پس جب یہ حالت ہے تو وہ ظاہری فراخی کس
 کام کی پس نذوہ کا عدم ہے اور تنگی اسکی قابل اعتبار دلحاظ ہے لہذا اگر اسکو یوں کہا جاوے کہ عام
 فراخ نہیں بلکہ تنگ ہے تو اس اعتبار سے صحیح ہے یا یوں کہو کہ تم تنگ جو تا پہنکر ایک وسیع میدان میں
 چل رہے ہو پس وہ بیابان کی فراخی تمہارے لئے تنگی ہو جاتی ہے اور وہ حق و درق و حیل تمہارے
 لئے جیلانی ہو جاتا ہے مگر جو شخص نکو دہ سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ یہ تو لالہ کی طرح شگفتہ
 اور نہایت راحت میں ہے لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ تم ظالموں کی طرح بظاہر تو خوش و خرم ہو مگر تمہاری
 روح مصیبت میں گرفتار ہے پس جبکہ تم جگتے ہو تے ہو اسوقت تمہاری حالت ویسی ہی ہوتی ہے
 جیسے کہ وہ شخص جو میدان میں تنگ جو تا پہنکر چلتا ہے اور جب تم سو جاتے ہو تو ایسی حالت ہوتی ہے
 جیسا کہ وہ جو نا نکال دیا گیا کیونکہ اسوقت تمہاری جان آلام و ہوم دنیاوی سے نجات پاتی ہے اب سمجھو جو
 حالت تمہاری خواب میں ہوتی ہے وہی اہل اللہ کی اس عالم میں ہوتی ہے لہذا یہ دنیا ہی اُن کے لئے
 خواب ہے۔ اُنکی حالت ایسی ہے جیسے کہ صحاب کھف کہ وہ دنیا میں بہن مگر سوتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ
 حقیقہ سوتے ہیں اور یہ حقیقہ نہیں سوتے بلکہ سیر و حرکت میں عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بدین وہ دنیا
 موت و خواب کا عالم میں پھونچ جاتے ہیں جبکہ یہ استعراذی مضمون معلوم ہو چکا تو پھر حضرت بلال رضی
 اللہ عنہ کی گفتگو سننا نہوں نے فرمایا کہ یہ مکان تنگ ہے اور میری جان اس میں ایٹھن ہو رہی ہے اسنے
 حق سبحانہ نے اسے دیران کیا تاکہ میرے لئے ہشتادویں تیار کرے میں اس مکان میں یوں ایٹھن
 ہو رہا ہوں جیسے کہ رحم میں پھاب چونکہ میں نوہینہ کے پھر کی طرح اس مکان کو چھوڑنے کے قبل
 ہو گیا ہوں اسلئے نقل مکانی میرے لئے ضروری ہوئی اگر میری ماں کو دروزہ نہ ہو تو میں لامحالہ اسیں خانہ
 میں بقرار ہو نہ گا پس ضرور ہوا کہ میری ماں یعنی طبیعت کو دروزہ کی تکلیف ہو لہذا وہ اپنی موت کی تکلیف
 سے گو کہ دروزہ میں مبتلا ہے تاکہ میری روح اس سے جدا ہو۔ اور تاکہ وہ اس سے جدا ہو کر عالم غیب کے
 فیوض سے تھنڈی ہو پس اسکو حکم ہوا کہ اپنے رحم کا منہ کھول کہ پھر بڑا ہو گیا ہے اسکو ضرورت ہے کہ میری
 جدا ہونا تاکہ میری طبیعت کو نرنج کی تکلیف ہے لیکن میری روح کا فائدہ ہے جس طرح کہ عالمہ کو دروزہ
 کی تکلیف ہوتی ہے اور پھر کہنے وہ جیخانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے عالمہ کو دروزہ کی تکلیف میں مبتلا ہو کر روتی

اور ہائے اللہ میں کیا کروں ہائے اللہ میں کہاں جاؤں کہتی ہے اور بچہ ملا خوش ہوتا ہے کہ اُسکو قید خانہ سے رہائی ہوتی ہے اس پر رے مضمون سے تین باتیں مستفاد ہوئیں اول یہ کہ اہل عالم تنگی میں ہیں اور اہل اللہ اپنی تکلیف کو محسوس کرتے ہیں۔ مگر اہل دنیا انکی تکلیف کا احساس نہیں کرتے دوم یہ کہ اہل اللہ اہل دنیا کی تکلیف کا احساس کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اہل دنیا اپنی تکلیف کا احساس نہیں کرتے چونکہ یہ تینوں امر مستعد ہیں اسلئے مولانا کلام آمندہ سے اسکی تبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ بقدر مائیں کیا جمادات کیا حیوانات کیا نباتات آسمان کے نیچے ہیں علی العموم دوسرے کی تکلیف کا احساس نہیں رکھتیں بجز انکے جو عاقل اور بیدار مغز ہیں اور بے ریش لا کا بقدر دوسرے لوگوں کے گمروں کی اندرونی حالت سے واقف ہوتا ہے کیونکہ اُس سے نہ شرم ہوتی ہے نہ پردہ۔ اتنا لمبی ڈاڑھی والا احمق خود اپنے گہر کی حالت نہیں جانتا۔ اس سے تینوں مستعداد دفع ہو گئے اُسکے بعد ایک ضروری امر کو تفریع کے طور پر تصریحاً بیان کیا جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس سے تم سمجھو کہ اہل اللہ بقدر ہتھاری حالت سے واقف ہو سکے ہیں اسقدر تم خود اپنی حالت نہیں جان سکتے اور تمہارے بشرہ وغیرہ جو حالت وہ جان سکتے ہیں تم اُسکو اپنے اندر نہیں دیکھ سکتے پس تم کو ان کی تقلید کرنی چاہئے اور ان کی ہدایات پر کاربند ہونا چاہئے۔ اپنی رائے کو دخل نہ دینا چاہئے۔

شرح شبیری

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی کیساتھ وفات پانا
چون بلال رضعت شہیچون بلال رنگ مرگ افتاد بر روی بلال
یعنی بلال رضعت شہی کی طرح ہو گئے اور بلال کے جہر پر موت کا رنگ پڑا۔
خفت او دیدش بگفتا و احرب پس بلاش گفت نے نے و احرب
یعنی انکی بیوی نے دیکھا تو بولیں کہ افسوس ہے تو بلال نے ان سے کہا کہ نہیں نہیں خوشی ہے۔
تاکنون اندر حرب بوم ز زلیست تو چه دانی مرگ چه عیش است چیست
یعنی تا وقتیکہ میں زندگی کی وجہ سے افسوس میں تھا اور تو کیا جانے کہ موت کیسی عیش ہے اور کیا ہے۔
ابن ہی گفت و خوش عین گفت ز گس و گل برگ و لاله می شگفت

یعنی یہ فرماتے تھے اور ان کا چہرہ مبارک عین گفتگو کی وقت نہ کس اور گل برگ اہل اللہ کو کھلاد رہا تھا۔

تابِ رود چشم پر الزار او می گو ای داد بر گفتار او
یعنی انکی چہرہ پر نور کی اور آنکھوں کی رونق ان کی باتوں پر گواہی دے رہی تھی مطلب یہ کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر آنارموت ظاہر ہوئے تو ان کی بیوی صاحبہ افسوس کرنے لگیں کہ اب یہ انتقال فرما جاوینگے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے لگے کہ ہمیں نہیں خوشی کا مقام ہے اور فرحت کا وقت ہے کیونکہ میں تو اس زندگی کی وجہ سے مصیبت میں تھا کہ یہ جب ناسوتی مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اب میں مدوح ہو کر اور اس جسم ناسوتی کو ترک کر کے قرب حق میں زیادہ ہو جاؤں گا۔ اور فرماتے لگے کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ موت میں کیسی شس ہے اور کیسے مزے ہیں وہ تو ایک بہت ہی عمو شے ہے جو کہ محبوب و محب میں از دیاد قرب کا باعث ہوتی ہے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ان کا بہت نصرت زبان ہی نہ تھا بلکہ وہ ان باتوں کو دل سے کہہ رہے تھے اور اس گفتگو کی وقت ان کے چہرہ پر جو ایک رونق تھی وہ اس امر کو بتا رہی تھی کہ یہ ساری باتیں سچی ہیں اور یہ دل سے کہہ رہے ہیں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر سیہ دل خود سیہ بیند ورا مردم دیدہ سیہ آمد چرا
یعنی ہر سیہ دل انکو (مروت) سیاہ ہی دیکھتا ہے تو (بھلا) آنکھ کی پتلی کیون سیاہ ہے مطلب یہ کہ جو ایک سیاہ دل ہیں انکو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اندر کا نور نظر نہیں آتا تھا وہ صرف یہ دیکھتے تھے کہ وہ ایک شے ہیں اور ان کے اندر جبکہ وہ سیاہ ہیں تو کہاں سے آیا تو بھلا ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آنکھ کی پتلی میں باوجود اس کے سیاہ ہونیکے نور کیون ہے معلوم ہوا کہ سیاہ ہونا نور ہونیکے منافی نہیں ہے بلکہ

مردم نادیدہ آمد و سیاہ مردم دیدہ بود مرآت ماہ
یعنی بے پتلی کے آدمی رو سیاہ ہے اور پتلی والا آدمی چاند کا آئینہ ہے مطلب یہ کہ دیکھو جس شخص میں وہ سیاہ پتلی نہیں ہوتی وہ رو سیاہ اور اندھا کھلاتا ہے اور جس میں وہ ہوتی ہے اسکو بینا اور روشن چشم کہتے ہیں غرض کہ سیاہ منافی نورانی ہونیکے نہیں ہے۔ آگے مولانا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہیں کہ۔

خود کہ بیند مردم دیدہ ترا در جهان جز مردم دیدہ ترا

یعنی اے اسٹیک کی پتلی تلوخو جہاں میں کون دیکھ سکتا ہے سوائے نگاہ کے بڑھائیو اے آدمی کے۔
مطلب یہ کہ اے بلال تمہاری اصلی حالت کو سوائے اُشش نفس کے جو کہ مبصر ہوا اُدکھ دلا ہو
اور نورانی ہو وہی معلوم کر سکتا ہے ورنہ دو کے کسی شخص کو تو خبر ہی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ تلوخہ صرف ایک
حبشی غلام ہی خیال کرے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

چون بغیر دم دیدہ اشش ندرید پس بغیر ادا کہ درنگش رسید
یعنی جب سوائے اُنکھ کی پتلی کے اُسکو کسی نے نہیں دیکھا تو پیر اُسکے سوا اور کون ہو گا جو اُسکے
رنگ میں بھونچا۔

پس جزا و جملہ مقلد آمدند در صفات مردم دیدہ بلند
یعنی مقلد اُسکے سب مقلد ہیں صفات میں مردم دیدہ کے بلند مطلب یہ کہ جب حضرت بلال رضی کی
حقیقت کو جزا اس بصیرت والیکے اور کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تو پھر اس بصیرت والیکے سوا جسے بھی اُسکو دیکھنا ہے
صوت رنگ ہی رنگ دیکھ اور اُسکو کچھ بھی نظر نہ آیا آگے پھر حضرت بلال رضی کی بیوی کا متولہ ہے۔
گفت جفتش الفراق اذ خوش فصال گفت نے نے الوصال این فصل
یعنی اُن کی بیوی نے کہا کہ اے خوش فصال فراق ہے تو اپنے فرمایا کہ نہیں نہیں یہ جدائی تو عین وصل ہے (کیونکہ
یہاں نے جدا ہو کر قرب حق اور وصل نصیب ہو گا جو کہ عین مقصود اور وصل حقیقی ہے)۔

گفت جفت امشب غریبے میردی از تبار و خویش غائب می شودی
یعنی بیوی صاحبہ نے کہا کہ آج کی رات تم سفر میں جا رہے ہو اور عزیز و اقارب سے غائب ہو رہے ہو۔

گفت نے نے بلکہ امشب جان من می رسد خود از غریبی در وطن
یعنی حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آج کی رات تو میری جان سفر سے وطن میں پھونچ ہی ہو
مطلب یہ کہ آج تو اُسکو خار فانی سے عظیم گدی کے بعد وطن اصلی میں جگہ ملیگی اور یہ وہاں جادے کی ہوا
سفر میں جانا کہاں ہوا بلکہ میں تو وطن اصلی میں جا رہا ہوں پھر کیا غم ہے ادا اُس کا وطن اصلی ہونا چاہیے
گفت اسی جان و دلم و احسرتاہ گفت نے نے جان من داد و تہا

یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ اے میری جان بدل افسوس ہے تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ نہیں نہیں
میری جان خوب دولت ہے۔ مطلب یہ کہ جب اُن کی بیوی صاحبہ اُنکے انتقال پر افسوس کرنے لگیں

تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ افسوس مت کرو۔ کیونکہ مجھے تو ایک دولت مل رہی ہے اور وہ قرب و مل حق تھا۔

گفت رویت را کجا می بینم ما گفت اندر حلقہ خاص خدا
یعنی بیوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کے چہرہ مبارک کو کہاں دیکھیں گے تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ خدا
تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حلقہ خاص میں۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ افسوس کرنے لگیں کہ اب یہ
چہرہ کہاں نظر آوے گا اور کس طرح اسکو دیکھ سکیں گے تو آپ نے فرمایا کہ جب متوجہ بنتی ہوگی اسی وقت تمکو
میرا چہرہ نظر آجائے گا چہرہ نظر آنے سے مراد قرب ہے مقصود یہ ہوا کہ چونکہ میں اب خدا تعالیٰ کے پاس
جار ہا ہوں لہذا تم جب متوجہ بنتی ہوگی تو تمکو میرا قرب حاصل ہو جائے گا۔ اور تمکو تسلی ہو جائے گی۔ آگے
فرماتے ہیں کہ

حلقہ خاص تجو پیوستہ است گر نظر بالا کنی نے سونے پست
یعنی حق تعالیٰ کا حلقہ خاص تم سے ملا ہوا ہے اگر تم بظہری کرو نہ کہ پستی کی طرف۔ مطلب یہ کہ اگر تم
متوجہ بنتی ہو اور اُس طرف اپنی توجہ کر دو گی اور اس دنیا سے دنیا کے پر لات مار دو گی تو انشاء اللہ تمکو میرا
قرب اور تسلی ہو کہ مقصود قرب کے حاصل ہو جائے گی کیونکہ

اندر ان حلقہ زرب العالمین نور می تابد چہ در حلقہ نگین
یعنی اُس حلقہ میں رب العالمین کا نور چمکتا ہے جیسے کہ انگوٹھی میں نگینہ مطلب یہ کہ حضرت بلال رضی
نے فرمایا کہ تم جب متوجہ بنتی ہوگی تو ہمارے قلب میں نورانیت پیدا ہوگی اور اُس نورانیت سے
تمکو تسلی حاصل ہوگی یا یہ کہا جاوے کہ اُس نور سے تمہارے قلب میں صفائی پیدا ہوگی اور اس
صفائی سے تمکو کشف ہونے لگے گا اور تم مجھے دیکھ لیا کر دو گے بغرض کہ حاصل یہ کہ توجہ بنتی کرنے سے
تمکو قرب یا قرب کے مقصود ہے یعنی تسلی حاصل ہو جائے گی۔ آگے بھر بیوی صاحبہ کا مقولہ ہے۔

گفت ویران گشت این خانہ دین گفت اندر مہ نگر منگر بہ منبع
یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گہرا جڑ گیا تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ چاند کو دیکھو اور
کومت دیکھو۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گہرا جڑ گیا ویران ہو گیا تو
انہوں نے تو ظاہری گہرا کو مراد لیا تھا جیسا کہ مراد ہے اور جیسا کہ اوپر سے اُنکے کلام سے تمام

ظاہری آشیا و مراد ہیں لیکن اوپر سے بھی ادھیال بھی حضرت بلالؓ اُنکے الفاظ کو دوسرا
معنی کی طرف لیکئے یعنی انہوں نے مکان سے مراد تن لیا تو اُنکے جواب میں فرمایا کہ تم چاند کو دیکھو
ابریکت دیکھو مطلب یہ کہ روح کو دیکھو اور اس تن ظاہری کو مت دیکھو کہ یہ خراب ہو رہا ہے
یادیران ہو رہا ہے بلکہ اسپر نظر کرو کہ میری روح کو اس سے کیا کچھ اہام اور راحت اور
چین نصیب ہو رہا ہے لہذا اب افسوس کرنا فضول ہے اب آگے مولانا اس تن ظاہری
کے موت سے دیران کر دینے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ موت کے ذریعے اس تن
ظاہر کو کون دیران کر دیا جاتا ہے۔ خلاصہً سکایہ ہے کہ چونکہ روح کے کیفیات و حالات زیادہ
تھے جو اس تن ظاہر کے اندر نہ سما سکتے تھے اسلئے روح کو اس تن سے جو کہ اُسکے بجائے گہر کے
تھا الگ کر دیا گیا تاکہ وہ اپنے تمام اسباب یعنی علوم و معارف کو بڑھا سکے اور اُن کو ترقی دے سکے
اور اس تن کی کوٹھری میں مقید نہ رہنا پڑے یہ تو خلاصہً تھا اب اصل کو سنئے

بدن کے موت سے دیران ہو جانے کی حکمت

کرد دیران تاکند معمور تر قوم انہ بود و خانہ مختصر
یعنی دیران کر دیا تاکہ خوب عمدہ کر دین کیونکہ قوم زیادہ تھی اور گھر چھوٹا تھا (قوم سے مراد علوم
و معارف ہیں) مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ جب گھر چھوٹا ہو اور آدمی زیادہ ہوں تو اُس مکان کو توڑ کر
دوسرا مکان اُس سے بڑا بنایا کرتے ہیں تاکہ سارے آدمی اُس میں سما سکیں۔ البس سیرج
چونکہ علوم و معارف زیادہ تھے اور یہ بدن اُنکے لئے مکان تنگ تھا تو اس مکان تن کو دیران کر کے
دوسرا مکان بنایا گیا تاکہ وہ سب علوم اُس میں رہ سکیں۔ اور روح اُن میں اور ترقی کر سکے تو
اس بدن کے دیران کرنے میں یہ حکمت ہوئی کہ روح کیلئے دوسرا مکان اس سے زیادہ وسیع اور
خوب صورت اور عمدہ بنایا جاوے گا اُنکے پھر مقولہ حضرت بلالؓ کا ہے فرماتے ہیں کہ۔

من چو آدم بودم اول حبس کرب پُر شد انکون نسل چاہم شرق و غرب
یعنی میں آدم کی طرح اول محبوس کرب تھا اور اب میری جان کی نسل شرعاً غریب ہو گئی۔ مطلب
یہ ہے کہ جس طرح کہ حضرت آدمؑ اول تو آب و گل میں محبوس رہے اور انکو جسم عظام نہ ہوا تو وہ

اُس حالت میں تنگ ہو رہے تھے اس طرح میں بھی اس دنیا میں رہ کر تکلیف میں تھا اور تنگ ہو رہا تھا پھر بعد میں جس طرح کہ آدم علیہ السلام کو جسم غصری عطا ہوا اور اُس کے ذریعہ سے اُنکی اولاد شجرہٴ قاع پر پھیل گئی ایسی طرح اب میں اس دنیا سے نکل کر جو روح ہو گیا ہوں تو میرے علوم و معارف پر ہی بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور تمام میں پھیل گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

من کرد اودوم درین خانہ چو چاہ شاہ گشتم قصر باید پیشتر

یعنی کہ میں اس کنوین جیسے گھر میں فقیر تھا اور اب میں بادشاہ ہو گیا ہوں تو بادشاہ کیلئے تو محل کی ضرورت ہے مطلب یہ کہ چونکہ میں اس دنیا میں تو علوم و معارف خالی ادا ان کا محتاج تھا تو میرا دل اس دیرانہ میں اور تنگ چھوڑی میں یعنی دنیا میں لگتا تھا لیکن اب جو میں بادشاہ ہو گیا ہوں اور مجھے علم و معارف کا مال و دولت مل گیا ہے تو اب مجھ کو ضرورت ہے کہ میں محل میں رہوں اور میر و لائق محل یہاں ہے نہیں لہذا ضروری ہوا کہ میں کسی ایسے مقام پر جاؤں جہاں وہ محل مجھے ملے اور وہ تمام علم ہے۔ لہذا اب دین جاننا ضروری ہوا۔

قصر با خود مر شہان را ملنس است مردہ را خانہ و مکان گور و قبر است

یعنی محلات خود بادشاہوں کے اُنس کی جگہ ہے اور مرد کیلئے گہرا مکان ایک گور کا فی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہوں کا دل تو محلات ہی میں لگتا ہے اور مردوں کیلئے ایک گور کا فی ہے وہی اُن کا مکان اور وہی اُن کے لئے محل ہے تو چونکہ اہل دنیا بالکل مردوں کی مثل ہیں لہذا انکو یہ دنیا ہی کہ مکان اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

انبیاء را تنگ آمد این جہان چون شہان گشتند اندر الامکان

یعنی یہ جہان انبیاء علیہم السلام کیلئے تنگ معلوم ہوا تو وہ بادشاہوں کی طرح الامکان میں چلے گئے مرد گانہ انبجہان بنمود فر ظاہر شرف و توبہ معنی تنگ تر

یعنی مردوں کیلئے اس جہان نے شوکت دکھائی تو اُس کا ظاہر تو بڑا ہے اور اندر سے بالکل تنگ جو مطلب یہ کہ دیکھو انبیاء علیہم السلام چونکہ بادشاہ تھے اُن کا دل اس دنیا کے تنگ چھوڑے میں نہ لگا اور وہ یہاں جب تک رہے پریشان ہی رہے لہذا وہ یہاں سے نکل کر عدم میں چلے گئے اور وہاں اپنے محلات میں رہے اور چونکہ اہل دنیا مرہ ہیں لہذا انکو اسی میں راحت حاصل ہے اور یہ

اسی کو سچ و فراخ خیال کرتے ہیں حالانکہ اسکی حالت یہ ہے کہ ظاہر میں تو غوب ہوا ہے اور اصل میں بالکل تنگ ہے۔ اے اگے اُسکے تنگ ہو نیکو ایک دلیل سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر نہ ہو دے تنگ این افغان از حیثیت چون دو تاشد سر کہ روزی بیش نیست
یعنی اگر یہ تنگ نہ ہوتا تو یہ شور و غل کسے ہے اور جو شخص کہ کچھ روز زیادہ زندہ رہا وہ دوبرائیوں ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اگر یہ دنیا مکان تنگ نہ ہوتی تو اسکے رہنے والے گمراہ یا کیوں کرتے کہ جسے دیکھو پریشان ہے جسے دیکھو تھکارت میں غلطان و بیجان ہے اور پھر یہ کہ جہاں کسی کو ذرا زیادہ دن زندہ رہنا پڑا اور وہ بیچارہ دوبارہ اگر چہک گئی تو آخر یہ کمر کون چمک جاتی ہے۔ یہ صاف اس امر کی دلیل ہے کہ یہ مکان بہت ہی تنگ ہے کہ جسکی تنگی کی وجہ سے انسان زیادہ رو تک اس میں سیدھا کھڑا بھی نہیں ہو سکتا بلکہ تھوڑے دنوں میں اسکے حالات سے تنگ آکر اور تھک کر چمک جاتا ہے جس سے اسکی تنگی صاف طور پر واضح ہوتی ہے۔

در زمان خواب چون آزاد شد زان مکان بنگر کہ جان چون شاد شد
یعنی خواب کے وقت میں کیسا آزاد ہو گیا اور اس مکان سے دیکھو کہ جان کس طرح خوش ہوئی مطلب یہ کہ دیکھو خواب کہ ایک نمونہ ہے عدم کا اور اس دنیا سے تھوڑا سا غافل ہے لیکن اس میں ہوا کہ انسان کیا کچھ خوش ہوتا ہے اور کیسا آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ اس دنیا سے تو غفلت ہوتی ہے تو اُسکو بالکل راحت و آرام ہی ہوتا ہے تو جب بالکل اس دنیا سے علیحدگی ہو جاوے تو پھر ظاہر ہے کہ کیسا کچھ عیش حاصل ہوگا اگے بھی اسی راحت و آرام کی شرح فرماتے ہیں کہ دیکھو خواب میں یہ نعمت ہو کہ ظالم از ظلم طبیعت باز رست مرد زندانے ز فکر جس حبست
یعنی ظالم تو ظلم سے چھوٹ گیا اور قیدی آدمی قید کی فکر سے نکل گیا۔ یعنی خواب میں جا کر ظالم تو اپنی اُس ظلمت سے چھوٹ گیا اور اتنی مدت کیلئے وہ ظلم سے باز آگیا اور جو قیدی ہے اُسکو اپنی قید کی فکر نہ رہی بلکہ وہ خواب میں جاتے ہی ایسا ہو گیا گو یا کہ بالکل ہی آزاد تھا۔

این زمین و آسمان بس فراخ سخت تنگ آمدیہ سنگام منارخ
یعنی یہ زمین و آسمان بہت فراخ سو نیکے وقت ہمیں تنگ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ انسان جب سو جاتا ہے تو اُسکو زمین و آسمان جو کہ ایسے فراخ اور وسیع ہیں بالکل تنگ معلوم ہوتے ہیں

جیسا کہ اکثر خواب میں ہوتا ہے تو جب نوٹہ عدم میں جا کر یہ آسمان و زمین تنگ معلوم ہوتے ہیں تو اصل علم کے مقابلہ میں تو کیوں تنگ نہ ہونگے۔ ظاہر ہے کہ اس کے سامنے یہ سب بالکل تنگ و تاریک جیو پڑا معلوم ہوگا۔ چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ خندہ اوگر یہ فخرش جملہ تنگ یعنی یہ ایک نظر بند ہی ہے کہ وسیع ہے اور بحد تنگ ہے اس کی ہنسی رونما ہے اور اس کا فخر بالکل تنگ ہے مطلب یہ کہ اس جہان میں عجب ایک نظر بندی ہے کہ ظاہر میں وسیع معلوم ہوتا ہے اور اصل میں جو تنگ ہے اور اس کی ہنسی انجام کے اعتبار سے بالکل رونما ہی رونما ہے اور اس میں جو چیزیں کہ مایہ فخر ہیں وہ اصل میں بالکل شرم اور تنگ کی باتیں ہیں۔ آگے دنیا کے ظاہر میں وسیع اور باطن میں تنگ ہو چکا۔ مثالوں سے واضح فرماتے ہیں

دنیا کی مثال جو کہ ظاہر میں وسیع ہو اور باطن میں تنگ ہو اور

خواب کی شبیہ موت جو کہ اس تنگی سے چھوٹنا ہے

بچو گر مابہ کہ تفسیدہ بود اندر آئی جاننت پخسیدہ بود
یعنی مثل حمام کے جو کہ گرم کیا گیا ہو تو اندر آوے تو تیری جان گھسنے لگے۔

گر چہ گر مابہ عریض است و طویل زان پیش تنگ آیدت جان کللیل

یعنی اگرچہ حمام لمبا چوڑا ہے (لیکن) اس پیش سے تیری جان تنگ اور پریشان ہوتی ہے

تا بروں نانی نہ بکشاید دلست پس چہ سود آمد فراخے منزلت

یعنی جب تک کہ تو باہر نہ آوے تو یہ ادل نہ گئے پھر کہہ کی فراخی تیرے کیا کام آئی۔ مطلب یہ کہ دیکھو

ایک حمام ہے جو کہ بہت لمبا چوڑا ہے لیکن اس کو خوب گرم کیا گیا ہے جس سے کہ تمہارا دل اس میں

گہرے لگا ہے اور جب تک تم باہر نہ آؤ گے تمہارا دل بھگانے لگے گا۔ اور اس میں رہتے ہوئے

تم پریشان ہی رہو گے حالانکہ اس حمام کا مکان خوب وسیع و فراخ ہے تو بس طرح جو حضرت کہ اس

دنیا کی برائیوں پر نظر رکھتے ہیں ان کا دل بھی موجود اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کے نہیں گتا اور اس میں

پریشان ہی رہتے ہیں آگے کسی کی ایک دوسری مثال بیان فرماتے ہیں کہ

یا کہ کش تنگ پوشی اے غوی دریا بان فراخی می روی
یعنی یا کہ تو لے کشیں تنگ جو تا پہنے اور ایک وسیع جھل میں تو چلے۔

آن فراخی میا بان تنگ گشت بر تو زندان آمد آن صحرا و دشت
یعنی وہ میا بان کی وسعت تنگ ہو گئی اور وہ جھل اور میدان تجھ پر قید خانہ ہو گیا۔
ہر کہ دید اور تر از دور گفت کو دران صحرا چو لالہ پر شگفت
یعنی جس نے تجھے دور سے دیکھا تو وہ بولا کہ وہ اس جھل میں لالہ کی طرح کھل رہا ہے۔

اونی داند کہ تو چون ظالمان از برون در گشتے جان و رفغان

یعنی وہ (دیکھنے والا) نہیں جانتا کہ تو ظالموں کی طرح باہر سے تو گشتن میں ہے اور جان مصیبت میں ہے،
مطلب یہ کہ دوسری مثال ... یوں سمجھو کہ تم ایک تنگ جو تا پہنتے ایک وسیع جھل میں چلو تو دیکھنے والا
تو یوں سمجھتا ہے کہ تم خوب آرام کی ساتھ اس ق و ذوق جھل میں بے رکاوٹ کے چلے جا رہے
ہو لیکن تمہاری حالت یہ ہے کہ سخت مصیبت میں ہو۔ اور وہ ق و ذوق لمبا جوڑا جھل تمہارے لئے کچھ
بھی فرصتیں نہیں ہے بلکہ سخت تکلیف دہ ہو رہا ہے۔ اس طرح دنیا میں رہنے والوں کو یوں
سمجھا جاتا ہے کہ بہت عیش و آرام میں ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ جسے دیکھو وہ مصیبت میں ہے جسے
دیکھو کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہے اب آگے موت کو خواب مثال دیتے ہیں کہ۔

خواب تو آن کش بیردن کردست کہ زمانے جانت آزاد از تن است

یعنی تمہاری نیند اُس جوتہ کو نکال ڈالتا ہے کہ ایک زمانہ کیلئے تیری جان تن سے آزاد ہے مطلب یہ کہ
تمہارا سو جانا ایسا ہے جیسا کہ وہ چلنے والا اُس جوتہ کو اتار دے کہ چو نکہ کچھ دیر کیلئے تن سے اور اس
عالم سے غفلت ہو گئی ہے اس لئے راحت و آرام میں ہو تو جب دنیا سے بالکل ہی علیحدگی ہو جاوے گی اس
وقت کو خیال کرو اور اس راحت و آرام پر قیاس کرو کہ کیسا کچھ ظالم اور کسی کچھ راحت ہوگی۔ آگے
فرماتے ہیں کہ

اولیا را خواب یک است اے فلان ہچو آن اصحاب کھف اندر جہان

یعنی نیند اولیاء اللہ کیلئے ایک ہی ہے اے فلان جیسے کہ وہ اصحاب کھف کیلئے جہان میں مطلب
یہ کہ اولیاء اللہ کو نیند نہ بجے باوجود اسی کے ہے اس لئے کہ اُن کو نیند میں چو نکہ اس جہان سے علیحدگی

ہو جاتی ہے گو یا کہ اُنکو بادشاہی ملگئی۔ اُنکو ایسی خوشی ہوتی ہے۔

خواب می بیند و آنجا خواب لے در علم در میر و ند و بابائے
یعنی خواب دیکھتے ہیں اور اُس جگہ خواب نہیں ہے علم میں جاتے ہیں اور دروازہ نہیں ہے مطلب یہ کہ
بے سوئے ہوئے عالم عدم کا مشاہدہ کرتے ہیں اور لوگ جن امور کو سو کر دیکھتے ہیں وہ بے سوئے ہوئے
اُن کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ اور عالم عدم میں چلے جاتے ہیں حالانکہ ظاہر میں کوئی دروازہ نہیں بلکہ بند لیچ
کشف کے اُنکو اس عالم کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ سب چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں غرض کہ ثابت
ہو گیا کہ یہ دنیا تنگ ہے اور اس میں اہل شد کا دل گیر آتا ہے۔ اب آگے یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا
مقولہ نقل فرماتے ہیں کہ۔

نخانہ تنگ و درون جان چنگلوک کرد ویران تا کف قصر ملوک
یعنی گہر تنگ تھا۔ اندر جان اُس میں ہو رہی تھی۔ تو ویران کر دیا تاکہ بادشاہی محل بناوے مطلب
یہ کہ اُنہوں نے فرمایا کہ میرٹھی اس تنگ بدن کے مکان میں گہٹ رہی تھی تو اب اس بدن کو حق تعالیٰ
نے ویران کر دیا تاکہ اُس کو محل شاہی بنا دے۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

چنگلوک کم چون چنین اندر رحم نہ جہشتم شد این فتلان ہم
یعنی میں ایسا اُس میں ہو رہا ہوں جیسے کہ بیٹ میں بچہ اور میں نو مجین کا ہو گیا ہوں تو یہ منتقل ہونا
ضروری ہوا مطلب یہ کہ اب میں علوم و معارف حاصل کر کے کمال ہو چکا ہوں جیسے کہ بچہ بیٹ میں
گوشہ پست حاصل کر کے پویا ہو جاتا ہے تو جس طرح کمال ہو جائیے بعد نہ ٹکلتا چاہتا ہے اور
اُس رحم کو جو اس عالم کی نسبت کر تنگ ہے چھوڑ کر اس عالم میں آنا چاہتا ہے بالکل سیرج میں بھی
اب کمال ہو گیا ہوں۔ میں بھی اس عالم کو ترک کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ عالم اُس عالم اخروی کے مقابلہ
میں رحم سے بھی چھوٹا ہے لہذا یہاں سے ٹکلتا ضروری ہوا۔

گر نباشد در دوزہ بر مادرم من درین زندان میان آذر م
یعنی اگر میری ماں کو دروزہ نہ ہو تو میں اس دوزخ میں آگ میں ہوں۔
مادر طعم ز درد مرگ خویش می کند زہ تار ہر برہ ز میش
یعنی میری مادر طبع اپنی موت کے درد سے دروزہ کرتی ہے تاکہ بچہ ہیڑ سے چوٹ جاوے۔

تا چہ در آن برہ در صحنہ سبزه
یعنی تا کہ وہ پچیس برس جنگل میں چرے ارے رحم کہول دو کو نہ پچوسہ ڈبل ہو گیا ہے مطلب یہ ہے
کہ دیکھو اگر مان کو دروزہ کی تکلیف ہو تو وہ پیچا رہ پچھٹ میں سے کس طرح باہر آوے بلکہ وہ تو وہیں
گھٹا ہنگامہ جادے تو جب اس کو دروزہ کی تکلیف ہوتی ہے جب ہی تو وہ پچیس ہنگامہ سبزه جنگل
میں چرتا ہے اور پھر کامل ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر اس بدن کو اور روح کو نزع کی ذرا سی کلفت
ہو تو پھر یہ روح جو اس میں پھنسی ہوئی ہے کس طرح نکلے۔ اور کس طرح علیم و معارف کو حاصل کرے
یہ تو جب ہی حاصل کر سکتی ہے جبکہ اس میں غصہ کی کو تکلیف ہو اور پھر یہ روح اس کی الگ ہو جائے
کمال اور جمال دیکھو۔

دروزہ گر سنج آستان بود
یعنی دروزہ اگر چہ حاملہ کیلئے تکلیف ہوتی ہے (لیکن) پچہ پر قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے۔
حاملہ گریبان زرزہ کا میں الخاص
یعنی حاملہ تو دروزہ سے رو رہی ہے کہ چٹکارا کہاں ہے اور وہ پچہ خوش ہے کہ چٹکارا اسلئے آگیا
مطلب یہ کہ حاملہ کیلئے تو دروزہ مصیبت کا سامنا ہوتا ہے اور وہ اس سے چھوٹنا چاہتی ہے
لیکن پچہ کو اس کی خوشی ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ چٹکارا آگیا۔ اور اب اس قید خانہ
سے چٹکارا ہو گا تو اسی طرح جو حضرات کہ کامل ہو گئے ہیں وہ اس دنیا میں گہراتے ہیں اور جب
نزع ہوتی ہے اور نزع کی تکلیف ہوتی ہے تو ان کی روح خوش ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اس
سے چٹکارا ہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ زیر جہت ہستند اہمات
ازہ جلا و از بہیمہ و ز نبات
یعنی آسمان کے نیچے جو مائیں ہیں جادات سے اور جانور دن میں سے اور نباتات میں سے
ہر یکے از دروغیکہ غافل اند
یعنی کہ ہر ایک دو کس کے درد سے غافل ہیں سوائے ان لوگوں کے جو کہ سمجھدار اور عاقل ہیں مطلب
یہ کہ دنیا میں جتنے مائیں ہیں انکو صرف اپنے درد کی خبر ہوتی ہے اور وہ اپنے درد کی مصیبت
سے چھوٹنا چاہتی ہیں۔ باقی انکو دوسرے کے درد اور مصیبت کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ بس وہ تو یہ

جاتی ہیں کہ جیبر جو مصیبت سے وہ جاتی رہے اگرچہ بچہ کو اندر کسی ہی مصیبت ہو یا ان جو حضرات کہ
عادل ہیں انکو دوسروں کے درد کا بھی احساس ہوتا ہے۔ اور وہ اُسکا بھی خیال کرتے ہیں۔
انچھ کو سہ دانہ از خانہ کسان بلکہ از خانہ خودش کے دانہ ان
یعنی بے ڈاڑھی والا آدمی دوسرے لوگوں کے گھر کی جن چیزوں کو جانتا ہے دائرہ آدمی خود اپنے
گھر کی چیزوں کو کب جانتا ہے مطلب یہ کہ بے دائرہ آدمی جو نہ گھروں کے اندر جاتا ہے
اُسکو تو دوسروں کے گھروں کی بھی خبر ہوتی ہے اور جو بڑا ڈاڑھی والا آدمی ہو جاتا ہے اُسکو
اپنے گھر کی بھی بعض چیزوں کی خبر نہیں ہوتی۔ لیکن یہاں بے ریش سے مراد عقلمند ہے اور
باریش سے مراد بیوقوف ہے کیونکہ زیادہ عمر ہونے سے آدمی سٹھیا ہی جاتا ہے تو مقصود
یہ ہوا کہ عادل آدمی (یعنی اہل اللہ کہ اصلی عادل دہی ہیں) تو دوسروں کے درد کی اور تکلیف کی
بھی خبر رکھتے ہیں۔ اور جو بیوقوف ہیں (یعنی اہل دنیا) انکو خود اپنی ہی پڑی رہتی ہے اور اپنی
بھی خبر اچھی طرح اور پوری طرح نہیں ہوتی۔

انچھ صاحب دل بد اند حال تو تو ز حال خود ندانی اے عمو
یعنی صاحب دل جو بات تیری حالت کی جانتا ہے چچا تو اپنے حال کو نہیں جانتا۔
انچھ صاحب دینیت اہل دل کے بہ بینی در خود و از خود چل
یعنی جو بات تیری پیشانی میں اہل دل دیکھتا ہے لے وہ کہ اپنے سے شرمندہ ہے تو اپنے
اندر کب دیکھے گا مطلب یہ کہ تیری حالت کو جستہ کہ اہل دل جانتے ہیں اور وہ پہچان لیتے ہیں
تو اُس قدر بھی اپنی حالت کو پہچان نہیں سکتا کیونکہ تجھے اس قدر سمجھ اور عقل ہی نہیں ہے اُسکے
اُسکی وجہ سے ہیں کہ اہل دل کیوں سمجھ لیتے ہیں اور غیر اہل کو کیوں خبر نہیں ہوتی۔

شرح حبیبی

بنیاد و اسرارِ اے ہیج بد

نہ ثبوت نے سایہ باشد نہ ملک

غفلت از تن بود چون تن روح شد

چون زمین بر خاست از جو فلک

از زمین باشند اذ افلاک و مہ
نے ز آتش ہوائی مستجم بود
عقلانی شد و اصابتہ فقط
جان ز رخت جملہ در پردہ است
روڈ زرد از جنبش صفر بود
باش از سودا کہ رو ادہم بود
لیک جز علت نہ بین الہیست
از طبیب علت او را چارہ نیست
پائے خود بر فرق علتہا نہاد
علت اخری نہ اندکین او
باعروس صدق و صفوت در تنق
بے مکان باشد چار و اح و نہی
میفتد چون سایہ در پائے او

ہر کجایہ ت و قبا یا ایکلہ
دود پیوستہ ہم از ہینرم بود
و ہم افت در خطا و در غلط
ہر گرائی و کسل خود از تن است
روڈ سرخ از کثرت خونہا بود
رو سفید از قوت بلغم بود
در حقیقت خالق آثار اوست
مغز کو از پوستہا آوارہ نیست
چون دم بار آدمی زادہ بزاد
علت اولی نہ باشد دین او
می پرد چون آفتاب اندر افق
بلکہ بیرون از افق و در چہرہا
پس عقل ماست سایہ او عمو

یہاں سے مولانا اسل مرکی و جتہ لانا چاہتے ہیں کہ اہل اللہ کو دوسرے لوگوں کے احوال کیوں معلوم ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منشا جہل و غفلت تن ہے نہ کہ روح چونکہ یہ لوگ تن کو فکاک کے سرکار روح ہو گئے ہیں اسلئے لامحالہ لوگ اسرار پر مطلع ہوتے ہیں دیکھو اگر وسط فلک سے زمین علوہ ہو جاوے تو نہ رات رہے گی نہ سایہ نہ زوال بلکہ تمام جو توڑ سے ہر وقت معمور رہے گا پس یہی حالت بالکل جسم و روح کی ہے اگر جسم فنا ہو جاوے تو تار کی جہل کا نام نہ رہے گا

اور سر اسر نور علم ہی ہوگا اگر اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب تاریکی چل نہ رہی تو لازم ہے کہ روح کو کل اشیا کا بحیث لا یضرب عنہ مثقال ذرۃ علم ہو جاوے حالانکہ یہ باطل ہے۔ کیونکہ اس مقصود اس چل کی نفی ہے جبکہ منشا جسم تھا ورنہ تاریکی و ظلمت امکان ہنوز موجود ہے جو علم محیط سے مانع ہے۔ اور کل اہل اللہ و انبیاء و ختہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جو اشیا و مخفی رہیں اسکا منشا ہی ظلمت امکان تھی نہ کہ تاریکی جسم اُمید رہے کہ اس تقریر سے وہ تمام شبہ رفع ہو جائینگے جو مولانا کے بیان سے اہل اللہ کے علم محیط کے متعلق ناواقفین کو واقع ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ روح انسانی کیلئے دو قسم کی تاریکیاں ہیں ایک ظلمت جسم جو کہ عارضی اور قابل زوال ہے۔ دوسری ظلمت امکان جو اصلی اور نامکن الزوال ہے جس میں چل کا منشا ظلمت جسمانی ہو وہ چل فک جسم سے مرتفع ہو جائیگا۔ اور جس چل کا منشا ظلمت امکان ہو وہ فنائے جسم سے مرتفع نہ ہوگا لیکن چونکہ ظلمت قابل شدت و ضعف ہے اسلئے اس میں بانارۃ حق و افاضہ علوم کی ہوتی رہتی ہے مگر بالکلۃً نازل نہیں ہو سکتی پس انبیاء علیہم السلام اور کل عرفاء کو جو باوجود فنا و تن کے بعض اشیا کا علم نہیں ہوتا اسکا سبب وہ ظلمت امکان ہوتی ہے جس میں بعد انارہ حق و افاضہ علم کی آتی جاتی ہے۔ اس مضمون کو ہم تقریب فہم کیلئے ایک حسی مثال سے سمجھتے ہیں۔ ایک شخص ہے کہ اُسکے سامنے لوہے کی چادر کھڑی ہوئی ہے جو کہ اسکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اسوقت وہ شخص بیرونی اشیا کو نہیں دیکھ سکتا۔ اب چادر کو الگ کر دیا جاوے یا اُسے جالی دار بنادیا جاوے تو اب وہ ان اشیا کو دیکھنے لگیگا جنکو وہ لوہے کی کثافت کے باعث نہ دیکھ سکتا تھا مگر ان اشیا کو اب بھی نہیں دیکھ سکتا جنکو اُسکی محدود قوت بصری دیکھنے سے قاصر ہے اب وہ دور بین یا خورد بین یا مجلی بصرداؤن کا استعمال کرے تو اسکی نظر اندر زیادہ ہوگی اور جو چیزیں پہلے نہ دکھلائی دیتی تھیں اب دکھلائی دینے لگیں گی۔ مگر اب بھی وہ قوت محدود ہی رہے گی اور بہت سی اشیا اب بھی اُسکو نہ دکھلائی دینگیں۔ لیکن جب وہ پہلے سے زیادہ قوی دور بین یا خورد بین یا مجلی بصرداؤن کا استعمال کرے گا تو اسکی نظر اتیز ہوگی مگر پھر بھی وہ محدود ہی رہے گی اور بہت سی اشیا اب

بھی اسکو کہلائی نہ دیکھی غرض کہ اسکی نظر بڑھتی تو ضرور دیکھ لیتی مگر ہر قبہ محدود ہی رہی کسی وقت
 بھی اسکی قوت بینائی غمغیمہ و دھند نہیں ہو سکتی۔ پس یہی حالت تم اہل تشدد کی سمجھ لو کہ فناء جسم
 یعنی جملہ جسم کے بعد بھی انکی قوت مدد کہ محدود ہی رہتی ہے اور افاضہ علوم و معارف سے
 اُس میں ترقی ضرور ہوتی ہے مگر ترقی پر بھی وہ محدود ہی رہتی ہے۔ واللہ اعلم! پس جہان کہیں سایہ
 ہے یا رات ہے یا محل سایہ ہے اسکا منشا از زمین ہی ہے نہ کہ افلاک اور چاند ہواں جو ایک
 تاریک چیز ہے ہمیشہ لکڑی ہی سے پیدا ہوتا ہے جو کہ جسم کثیف ہے آگ سے پیدا
 نہیں ہوتا پس چل عارضی بھی جسم ہی سے پیدا ہوگا۔ نہ کہ روح سے اور غلطی دہم کہرتا ہے
 جو ایک جسمانی قوت ہے نہ کہ عقل جو ایک قوت روحانی ہے مگر اپنی قوت کے محدود ہونے سے
 تمام اشیاء کا ادراک نہیں کر سکتی جو گرانی اور کسل ہے وہ جسم ہی کے سبب ہے۔ یہی جان
 سو وہ تو اپنی خفت کے سبب عروج ہی میں ہے یہ اسباب مذکورہ سببات مزیدہ کا یوں ہی
 سبب ہیں جس طرح کہ کثرت خون سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور یہی جان صفر سے چہرہ زرد
 ہو جاتا ہے قوت بلغم سے منہ سفید ہو جاتا ہے اور سودا سے منہ سیاہ ہو جاتا ہے لیکن یہ اسباب
 ان آثار کے پیدا کرنے والے نہیں پیدا کرنے والے حق سبحانہ ہی ہیں ہاں عادتاً ان اسباب کو
 خلق آثار میں دخل ضرور ہے۔ لیکن ظاہر بین لوگ غلطی یہ کرتے ہیں کہ وہ مؤثر حقیقی کو جن میں دیکھتے
 بلکہ اعتقاداً و عملاً علل ظاہرہ و اسباب عادیہ ہی پر نظر رکھتے ہیں اور جو ادواح کہ اجسام سے علحدہ
 نہیں ہیں اور اجسام کو متاثر و متاثرین کر چکی ہیں انکے لئے امراض یعنی حاجات بھی ضروری ہیں۔ اور انکے
 دفع کیلئے طبیب یعنی اسباب عادیہ بھی لا بدی نہیں مگر جبکہ آدمی ایک مرتبہ اپنے کو فنا کر کے پھر بہت
 حاصل کرتا ہے اسوقت وہ علتوں کو بے حقیقت سمجھتا ہے نہ وہ علل بعیدہ کا معتقد ہوتا ہے اور
 نہ علل قریبہ اسکو ضرر پہنچاتی ہیں بلکہ وہ تو یوں بلند پرواز ہوتا ہے جیسے کہ آفتاب افق میں اور وہ
 تو پردہ کے اندر عروس صدق و صفا کیساتھ ہم آغوش ہوتا ہے بلکہ وہ توافق اور آسمانوں سے
 بھی اوپر اور عقول و انہام کی طرح لامکانی ہوتا ہے یعنی اسکی نظر بالذات غیر الشریع نہیں ہوتی بلکہ اسکا
 مطلع نظر صرف حق سبحانہ ہوتے ہیں وہ حقیقتاً اہم کو مؤثر جانتا ہے اور اسباب کا جو کچھ
 دخل رانت ہے وہ بھی اس طرح کہ ان کا دخل بھی محکم حق سبحانہ ہی ہے ورنہ یہ فی نفسہا کوئی

چیز نہیں جیسا کہ اسکی رفعت نشان کی یہ حالت ہے تو پہلی منزل اس کے سامنے یوں ہی بے حقیقت اور ضعیف اور اس کے یوں ہی تابع ہیں جیسے آفتاب کے لئے سایہ۔

شرح شبیری

بیان میں اس کے کہ جو کچھ غفلت اور کاپی اور تاریکی ہو سب تنہا ہے

غفلت از تن بود چون تن روح شد بیند او اسرار را بے هیچ بذر
یعنی غفلت تو بدن سے تھی جب بدن روح ہو گیا تو وہ اسرار کو بے کسی اطلاع کے دیکھ لیا مطلب یہ کہ
یہ غفلت تو جسم غصری کی وجہ سے ہے کہ اُس عالم کیلئے ہر وہ اور حجاب ہو رہا ہے لیکن جب
اولیاء اللہ کے جسم میں بھی صفات روح پیدا ہو گئے تو انہوں نے جسم ہی سے ان اشیا کو
دیکھ لیا اور ان کا مشاہدہ کر لیا جبکہ اگر روح کو سمجھ سکتی ہے۔ پس یہ وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کے تو جسم
پر بھی صفات روح غالب ہوتے ہیں اور ہماری روح پر بھی صفات جسم غالب ہوتے ہیں لہذا
دو موشاہدہ کر لیتے ہیں اور پہلو نظر نہیں آتا۔ آگے اسکو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ
چون زمین بر خاست از جو فلک نے شب و نئے سایہ باشندے دلک
یسی جب زمین جو فلک سے اٹھ جاوے تو نہ رات ہو نہ سایہ ہو نہ غروب آفتاب ہو اور جو کہتے ہیں زمین
فما آسمان کے درمیانی میدان کو

ہر کجا سایہ است و شب یا سایہ از زمین باشند نہ از افلاک و مہ
یعنی جہاں کہیں سایہ ہے اور رات ہے یا سایہ کی جگہ ہے زمین ہی کی وجہ سے ہے نہ کہ افلاک
اور چاند کی وجہ سے مطلب یہ کہ دیکھو اگر آسمان کے بیچ میں سے زمین ہٹا دو تو کل اشیا
مشاہدہ ہو جائیں نہ تو رات رہے نہ آفتاب غروب ہو بلکہ سب چیزیں سامنے زمین کی سی طرح
اگر یہ صفات جسم نہ رہیں تو پھر سب چیزیں سامنے ہی رہیں اور روح کو علم و معرفت کا مشاہدہ
ہو تا رہے کوئی ضروری شے اُس سے غائب نہ ہو۔ یہ غیبت تو جسم کی وجہ سے ہے کہ جو اُس
عالم کے اشیا کے مشاہدہ کے واسطے شخص کے درمیان میں حائل ہو رہا ہے۔ آگے ایک
دوسری مثال ہے کہ۔

دو دنیویہ ستم ہم از ہمیزم بود کے ز آتشہا و ستمج بود
یعنی دھوان لکڑی سے ملا ہوا ہوتا ہے دہکتی ہوئی آگ میں کب ہوتا ہے۔ (تو جس طرح جو
حضرات روشن ہو گئے ہیں ان میں یہ کیفیت چیزیں نہیں ہیں اور جی لکڑی کی طرح ہیں اور نمودار نہیں ہو
ان کے اندر یہ کیفیت چیزیں موجود ہیں۔)

وہم افتدہر خطا و در غلط عقل باشد در اصابہ تہا فقط
یعنی وہم تو خطا میں اور غلطی میں پڑتا ہے اور عقل فقط صواب میں جو بچنے کیلئے ہوتی ہے۔ مطلب کہ
وہم جو کہ کس عقل ہے وہ تو اکثر غلطی میں رہتا ہے ہاں عقل ہمیشہ ٹھیک ہی چلتی ہے تو جو
حضرات عاقل ہیں وہ تو ہمیشہ ہر شے کو درست طرح پر سمجھیں گے اور دوسرے لوگ وہم
ہی میں رہیں گے۔

ہر گرانی دکل خود از تن است جان ز خفت جملہ در پریدن است
یعنی تمام گرانی اور کسل تن کی وجہ سے ہے اور جان ان سبک ہو جانے سے اڑنے میں ہے
مطلب یہ کہ گرانی اور کسل وغیرہ تو آثار تن میں سے ہے اور جب یہ آثار جاتے رہتے ہیں اور
آثار تن ضعیف ہو جاتے ہیں تو پھر روح عالم بالا کی طرف پرواز کرتی ہے۔

رے شمرخ از کثرت خونہا بود روئے زرد از کثرت صفر بود
یعنی سرخ منہ تو خون کی کثرت سے ہوتا ہے اور زرد منہ صفر کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

رو سفید از قوت بلغم بود با شد از سودا کہ روا دہم بود
یعنی سفید بلغم کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بات سودا کی وجہ سے ہوتی ہے کہ منہ کالا ہو
مطلب یہ ہے کہ دیکھو آثار کے اختلاف سے صورت میں اختلاف ہوا کہ خون کی زیادتی کی وجہ سے
تو سرخ چہرہ ہوا اور علی ہذا تو بالکل ہی طرح اختلاف آثار سے اور اختلاف بھی واقع ہوتا ہے
کہ اگر دنیاوی اثر پڑے گا تو ویسا حال ہو گا۔ اور اگر دینی اثر ہو گا تو ویسا حال ہو گا۔

حقیقت خالق آثار است لیک جز علت نہ میند الیٰ اللہ
یعنی حقیقت میں آثار کا خالق تو وہ ہے لیکن اہل ظاہر سوائے علت کے اور کچھ نہیں دیکھتے
مطلب یہ ہے کہ تمام احوال پسیدہ ہو تے ہیں آثار سے لیکن وہ آثار خالق تعالیٰ شانہ کے

علم سے پیدا ہوتے ہیں۔ تو جہاں ظاہر ہیں ان کی نظر و صورت ان آثار اور علل ہی پر رہتی ہے اور جو اولیاء اللہ ہیں وہ اس خالق کو دیکھتے ہیں مادہ ان آثار سے اُس کے وجود باوجود پر استدلال کرتے ہیں اگے فرماتے ہیں کہ۔

مغز کو از کپوستہ آوارہ نیست از طیب و علت او چارہ نیست

یعنی جو مغز کہ پوست سے علیحدہ نہیں ہے طیب اور مرض سے اُس کے لئے علاج نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ جو عقل کہ اوصاف بشری سے خالی نہیں ہے اور جس میں کہ اوصاف بشری غالب ہیں اس عقل کو طیب اور مرض سے چٹکارا نہیں ہے یعنی وہ عقل مریض ہے اور اس کو طیب کی ضرورت ہے۔

چون دم بار آدمی زادہ برآد پائے خود بر فرق علتہا نہاد

یعنی جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوا تو اسے اپنا پائوں علتوں کے سر پر رکھا۔

علت اولیٰ نسباً شد دین او علت آخری ندارد دین او

یعنی علت اولیٰ اس کا دین نہیں ہوتا۔ اور علت آخری اس کا کین نہیں رکھتا۔ (علت اولیٰ سر مراد علت بعیدہ ہے کیونکہ اس شخص کی نسبت تو وہ اولیٰ ہے لیکن اصل میں بعید ہے اور علت آخری

سر مراد علت قریبہ ہے) مطلب یہ ہے کہ جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوتا ہے یعنی اوصاف

بشریہ سے نکل کر اُس کے اندر اوصاف روح غالب ہوتے ہیں تو اُس کی نظر علت بعیدہ پر نہیں رہتی

بلکہ علت قریبہ پر اس کی نظر ہوتی ہے اور وہ اصل علت اس کو سمجھتا ہے اور وہ خالق تعالیٰ

مشاہد ہے کہ وہی اصل میں بشری کی علت ہے اور وہی علت قریبہ میں اور جب اس کی نظر اس علت

قریبہ پر ہوتی ہے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ۔

می پرد چون آفتاب اندر افق با عود سے صدق و صفیت در تن

یعنی وہ آفتاب کی طرح افق میں اُٹھتا ہے صدق و صفات کی عکس کیسا تہ پردہ عوی میں در تن اس

پردہ کو کہتے ہیں جو کہ عکس کے اگے سب سے قریب کا پردہ ہوتا ہے) مطلب یہ کہ یہ شخص بہر پردہ کرتا رہی

اور صدق و صفات کیسا تہ قرین رہتا ہے اور بہت ہی عالی حیل ہو جاتا ہے اور اس کی پروا بہت ہی

عالی ہو جاتی ہے۔

بے مکان باشد چہ ارواح و نہی

بلکہ میردن از افق و ز خیمہ

یعنی بلکہ آفت سے اور آسمانوں سے باہر ہے مکان عقول اور ادوار کی طرح جو جاتا ہے مطلب یہ کہ اس
 شخص کا عروج ان آسمانوں سے بھی بلند ہو جاتا ہے اور عقول اور ادوار کی طرح لا مکانی ہو جاتا ہے
 کیونکہ ان کے اندر صفات روح و عقل ہی غالب ہوتے ہیں لہذا اسکی پرواز کل مکانات سے بلند
 ہو کر لامکان تک پہنچتی ہے لیکن ہر جہاں عروج نہیں ہوتا باوجودیکہ عقل تو ہمارے اندر بھی ہے اسکی
 وجہ تین تین کہ

پس عقول ہست سایہ اعمو می فتد چون سایہ دیا بائے او

یعنی مجھے چھا ہماری عقل سایہ ہیں اہل اسکے پاؤں میں سایہ کی طرح پڑے رہتے ہیں مطلب
 یہ کہ چونکہ ہماری عقلیں انکی عقل کی سایہ ہیں اسلئے جہاں تک خود انکی عقل کی رسائی ہوتی ہے وہاں
 تک ہماری رسائی نہیں ہوتی بلکہ جہاں انکی عقل ہوتی ہے وہاں عقل پہنچ ہی نہیں سکتی۔ آگ اسکی
 ایک مثال دیتے ہیں فلا صاس فایہ ہے کہ دیکھو اصل حکام کے قیوت کیلئے نص ہے اہل اسکے بعد
 قیاس مجتہد ہے تو جہاں نص ہوتی ہے وہاں قیاس کرنا مجتہد کو جائز نہیں ہے اور وہاں تک
 قیاس کی رسائی نہیں ہے اسی طرح چونکہ ہماری عقل کا مد جس ان کی عقل کے بعد ہے لہذا ہماری
 عقل کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی جہاں تک کہ انکی عقل کی رسائی ہوتی ہے یہ تو خلاصہ تھا
 اہل بیان کو سنو۔

شرح حبیبی

اندر ان صورت نیندیش قیاس
 از قیاسی نجا نماید عبتے
 وان قیاس عقل خبری تحت این
 روح ادراکے شود زیر نظر
 زان اثر آن عقل تدبیر کند
 کویم کہ کشتی و طوفان روح

مجتہد ہر کہ کہ باشد نص شناس
 چون نیاید نص اندر صورتے
 نص وحی لوح قدسی وان یقین
 عقل از جان گشت بالادراک و فر
 لیک جان در عقل تاثیر کند
 نوح دارا صدمتے زو بر تو روح

عقل شرار سحر چن دارد و لیک
 زان بقرصه سالک خورشید شد
 زانکه این نور یک اندر سافل است
 مانکه اندر قرص دل در باش و جا
 نه سحابش ره زند نه خود غریب
 این چنین کس عاقلش از افلاک بود
 زانکه خاک را نباشد تاب آن
 که زند بر خاک دائم تاب خور
 دائم اندر آب کار مایی است
 لیک در که مار بائے پرفتن اند
 مکرشان گر خلق را شنید کنند
 و اندرین یک ماهیان پرفتن اند
 گر تو ماری شو قرین ماهیان
 ماهیان قهر دیائے حبلال
 پس محال از تاب ایشان حال شد
 زهر آبخارفت و کمر شد یقین
 خاک زد شد سنگ گوهر با و سر

نور خورشید از قرص خورشید دست نیک
 تاز نورش سوس قرص افکند شد
 نیست دائم روز و شب و افلاک است
 غرقه آن نور باشد دائم
 طایفه سید و از فراق سینه کوب
 یا مبدل گشت گر از خاک بود
 که زند بروی شعاعش جاودان
 آنچنان سوزد که ناید ز و فخر
 مار را با او کجا هم راهی است
 اندرین یک ماهیه می کنند
 هم زد یا تا نشان رسوا کنند
 مار را از سحر ما پی می کنند
 تا شوی چون ماهیان دریم روان
 بخشین آنمقتدر سحر حلال
 بخش رفت و نیکو فال شد
 سنگ آبخارفت و گوهر شد فین
 می نه بیند جیش چشم بشر

تاقیامت کر بلویم زمین کلام

صدقیامت بگذر دین نامام

اب مولانا عقول ناقص کلام ادنیٰ اور روح کا اعلیٰ پوندو کے انداز سے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولاً مقدمہ کے طور پر یہ سمجھو کہ جب مجتہد کے پاس نص ہو تو ہے تو اس صورت میں وہ قیاس نہیں کرتا۔ اور جبکہ اسکو نص نہیں ملتی اسوقت قیاس سے ایک شے کا حکم دوسرے کیلئے ثابت کرتا ہے۔ اسکو معلوم ہوا کہ نص قیاس سے فائق اور مجتہد اس حالت میں جبکہ وہ نص رکھتا ہو خود اپنے سے اعلیٰ ہے محالیکہ وہ قیاس کرے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ نص وہاں ہام ہے جو ارواح کا ملکہ کو ہوتا ہے پس لامحالہ عقل جزوی کا استنباط اس سے ادنیٰ ہو گا اور روح کامل عقل ناقص سے اعلیٰ ہوگی۔ دہذا ہوا مدعی۔ نیز عقل کو جو کچھ اصطلاح و شوکت حاصل ہے وہ روح ہی کی بدولت ہے۔ پس روح اسکی محکوم کیسے ہو سکتی ہے اور جبکہ عقل روح کی محکوم ہے تو اسکو روح سے کیا نسبت۔ اس سے بھی ارواح کاملہ کا تعقون بر عقل ناقصہ واضح ہو گیا۔ عقل روح میں تصرف نہیں کرتی بلکہ روح خود عقل میں تاثیر کرتی ہے جسکے باعث عقل تدبیر کرتی ہے۔ اب مولانا عقل کو مخاطب کر کے اسکی کمی کو ظاہر فرماتے ہیں اہ کہتے ہیں کہ لے عقل اگر روح نے جو کہ مثل لوح ۴ ہے لوح ۴ کی طرح تیرے اندر تاثیر کی ہے اور تجھے کس قدر اپنے رنگ میں رنگا ہے تو اس سے تو اسکی ہمسری کا دعویٰ ذکر کرنا۔ کیونکہ دیار کشتی اور طوفان لوح یعنی وہ اسباب و علامات کہاں ہیں جن سے تو لوح و روح کی ہمسری مستحق ہو۔ یہاں ایک اہ بات مستلذا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جب روح عقل میں تاثیر کرتی ہے تو وہ اس اثر ہی کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن یہ اسکی غلطی ہے اور شے ہے مؤثر و دوسری شے۔ نور آفتاب اور قمر آفتاب میں بہت فرق ہے۔ اب ملاحظہ ایک دوسرے مضمون کی طرف منتقل فرماتے ہیں اہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ اثر اور چیز ہے اور مؤثر اور۔ اور آفتاب اور ہے اور اس کا نور اور۔ اسی وجہ سے سالک نے آثار قدرت حق پر قناعت نہیں کی اور ذات کا طالب ہوا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آثار قدرت کو ذات تک پہنچ گیا کیونکہ یہ نور یعنی آثار قدرت جو عالم میں ہیں فانی ہیں اور ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں

نیز جو شخص کہ قرص خود شید میں اپنا مسکن بنا لیتا ہے اور فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ نور میں غرق رہتا ہے نہ ابراہیم کی رہنمائی کر کے اُسے اُس نور سے جدا کر سکتا ہے نہ غروب۔ غرق نہ ہو۔
 مفارقت سے جس کا نتیجہ حسرت کو ہی ہے چھوٹ جاتا ہے یعنی کوئی مانع اُسکو حق سبحانہ سے محجوب نہیں کر سکتا۔ لہذا وہ مصال ابدی سے متمتع ہوتا ہے۔ ایسا شخص یا تو وہ ابتداء ہی ملکوتی الاصل ہو تلے یا کسبے اُسکو یکمال حاصل ہوتا ہے اور ابتداء وہ ماسوقی الاصل ہو تلے پہر کا یا پلٹ ہو جاتی ہے اور یہ پہننے کیونکہ اُس کی کا یا پلٹ ہو جاتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ خاک دیگر اُسکو یہ صفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خاک میں اتنی قوت نہیں ہے کہ ہمیشہ آفتاب حقیقی کی شعاعوں کو برداشت کر سکے۔ آفتاب حقیقی کی توشان ارفع واعلیٰ ہے اگر یہ آفتاب ظاہری بھی اُسپر ہمیشہ اپنی شعاعیں ڈالتا رہے تو وہ یوں بسم ہو جاوے کہ اُس سے قابلیت انبات جاتی رہے نیز حق سبحانہ گویا کہ ایک محررین اور مستدر میں ہمیشہ پہلی ہی راہ سکتی ہے جو کہ مافی الاصل ہے سانپ جو کہ خاکی الاصل ہے اُس میں نہیں پھیر سکتا یہ بھی ایک دلیل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاکی اپنی اصل پر دیگر کمال مذکور حاصل نہیں کر سکتا لہذا یہ تو معلوم ہو گیا کہ سانپ جو کہ خاکی الاصل ہو سمندر میں نہیں رہ سکتا جسکا مطلب یہ تھا کہ خاکی الاصل میں جب تک کہ اُسکی کا یا پلٹ نہ ہو مصال حق سبحانہ کی قابلیت نہیں لیکن اتنا اور معلوم کر لینا چاہئے کہ کوہ عالم میں بڑے بڑے چلاک سانپ بڑے ہوئے ہیں جو اس بحر حقیقی کی پہلی ہونا ظاہر کرتے ہیں یعنی بہت سے بنے ہوئے لوگ ہیں جو اپنے کو مقرب حق سبحانہ ظاہر کرتے ہیں مگر اُن کا دھوکہ چل چلا نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر وہ مخلوق کو اپنے پیہمے میں لے بھی آئیں گے تو کیا ہے پانی سے انکی وحشت ان کی حقیقت کہو لندگی۔
 یعنی ان سے افعال و اقوال و احوال ایسے صادر ہونگے جس سے ارباب بصیرت ان کی بناوٹ کو سمجھ جاویں گے اور اسکی سادہ ہی یہ بھی جان لو کہ جہان یہ بنے ہوئے لوگ ہیں وہی حقیقی ہا و رہے اہل اللہ بھی ہیں تم سب کو ایک کڑی سے نہ ہا کتہ یہ لوگ ایسے کال ہیں کہ اپنے اثر سے اہل کو اہل مجربین کو عارف سانپو نکو چھلی بنا سکتے ہیں پس اگر تو سانپ یعنی محجوب ہے تو ان چھلیوں اہل اللہ سے قریب ہو تاکہ تو بھی انکی فیض محبت سے دیا میں چلنے کے قابل اور وصل حق سبحانہ کے لائق ہو سکے۔ یہ لوگ جو عمر طلال کی تہ تک پھونچنے والی چھلیاں ہیں انکو بحر حقیقی (حق سبحانہ)

نے طلال جادو تعلیم فرمایا ہے جس سے وہ قلب ماہیت کر سکتے ہیں۔ پس انکے پر تو سے وہ چیز جو
بادی النظر میں محال معلوم ہوتی ہے محقق بالفعل ہو جاتی ہے اور وہاں شخص کو بھی جا کر سعید
ہو جاتا ہے و مان زہر شکر ہو جاتا ہے پتھر وہاں پتھر پتھر ایک قیمتی موتی ہو جاتا ہے وہاں مٹی
سونا اور پتھر موتی اور یاؤن سر ہو جاتا ہے غرض کہ کامل کا یا پلٹ ہو جاتی ہے باوجودیکہ یہ لوگ
ایسے صاحب کمال ہیں مگر عوام انکو اپنی ہی مثل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں ان ہذا الا بشر مثلنا
خیر یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہ ہوگی اگر قیامت تک بھی میں تفصیل کرتا رہوں گا۔ تب بھی ناتمام ہی رہیگی
لہذا اسکو ختم کرنا چاہئے۔

شرح شبیری

نص مطلق کو جو کہ بے قید ہوتی ہے قیاس و شبیہ دینا

مجتہد ہر کہ کہ باشد نص شناس اندران صورت نیندیشد قیاس

یعنی مجتہد جو قوت کہ نص شناس ہوتا ہے تو اُس صورت میں قیاس کو نہیں سوچتا مطلب یہ کہ
جب مجتہد کو کسی صورت میں نص لجا جاتی ہے تو وہ اُس صورت میں قیاس سوچتا ہی نہیں بلکہ
اُسی نص پر عمل کرتا ہے۔

چون نیاید نص اندر صورتی از قیاس آنجا نماید عبرتے

یعنی جب کسی صورت میں نص نہیں پاتا تو قیاس سے اُس جگہ اعتبار کرتا ہے یعنی جب کسی
صورت میں نص نہیں ملتی تو اُس وقت قیاس پر عمل کرتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

نص و حی روح قدسی والیقین وان قیاس عقل جزوی تحت این

یعنی نص کو یقیناً روح قدسی کی وحی جانو اور وہ عقل جزوی کا قیاس اُسکے نیچے ہے (وحی روح
قدسی سے مراد علوم فوقیہ ہیں اور قیاس عقل جزوی سے مراد کسبہ ہیں) مطلب یہ ہے کہ علوم
فوقیہ تو مثل نص کے ہیں اور علوم کسبہ قیاس کی طرح ہیں تو جہاں علوم فوقیہ کی رسائی ہوتی
ہے وہاں علوم کسبہ کی رسائی نہیں ہو سکتی کیونکہ۔

عقل: جہاں گشت باور اک و فر روح اور اکے شود زیر نظر

یعنی عقل جان سے ہی تو بالادک و فرجی ہے تو روح اُس کے زیر نظر کب چوسکتی ہے مطلب یہ کہ عقل کو جو کچھ حاصل ہوا ہے یہ روح ہی کا قول ہے اور اُسی کا تو فرج ہے پھر ہلا عقل روح کو کب احاطہ کر سکتی ہے کیونکہ جس ادراک سے اُس کا احاطہ کرنا چاہئے وہ تو خود اُسی کا فیضان ہے۔
 لیک جان در عقل تاثیر نکند زان اثر آن عقل تدبیر نکند
 یعنی لیکن جان عقل میں کوئی تاثیر کرتی ہے تو اُس اثر سے وہ عقل کوئی تدبیر کرتی ہے مطلب کہ جب عقل پر روح اپنا پر تو ڈالتی ہے اور کچھ اثر اُس میں کرتی ہے تو وہ عقل بھی کچھ تدبیر کرنے لگتی ہے۔

نوح دارا صد متے زود خود روح کویم دکوشتی و طوفان نوح
 یعنی نوح کی طرح اگر کچھ کوئی اثر روح نے تھکے اندر کیا بھی تو کہاں دیا اور کہاں کشتی اور کہاں طوفان نوح۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عقل میں روح نے کچھ اثر کر بھی دیا لیکن ہلا وہ افعال روح کہاں آدینے یعنی اُس اثر سے اصل افعال روح تو پیدا نہیں ہو سکتے۔ تو پھر ہلا کہاں وہاں تک رسائی چوسکتی ہے۔

عقل اثر را روح پندارد و لیک نور نور از قمر من نور و در دست نیک
 یعنی عقل اثر کو روح خیال کرتی ہے لیکن خورشید کا نور خود شید کی ٹکینے سے بہت دور ہے مطلب یہ کہ عقل کی رسائی اُن آثار تک تو ہو جاتی ہے اور وہ اُن آثار روح ہی کو روح سمجھنے لگتی ہے لیکن ہلا کہاں وہ آثار اور کہاں وہ روح اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی دھوپ کو ادا آفتاب کو ایک چھوٹا کہاں خود آفتاب ادا کہاں اُسکی شعاع یعنی دھوپ آگے فرماتے ہیں کہ۔

زان بقرصے سالکے خود رسند شد تاز نورش سوئی قرصا فلند شد
 یعنی ایک سالک اسلئے قمر پر راضی ہو گیا تاکہ اُس کے نور کی ایک طرف پہنچا لیا جیسا کہ (قمر من اول سے مراد افعال و مجاہدات اور قمر ثانی سے مراد ذات حق) مطلب یہ ہے سالک جو افعال اور مجاہدات پر راضی ہو گیا اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ تاکہ یہ نور قمر خود اُس قمر تک اُسکو پہنچا دے یعنی یہ افعال ذات حق تک رسائی کرادے اور یہ راہ پر چلا دے۔

زاتکہ این نورے کاندہ ساقی است نیست دایم روزِ شب و اقل است

یعنی اس لئے کہ نور جو کہ ساقی میں ہے دایم نہیں ہے رات دن غروب ہوتا ہے مطلب یہ کہ نور خورشید جو کہ زمین پر پڑتا ہے یہ تو ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے بلکہ ہر گزری غروب ہوا زائل ہوتا ہے اور وہ قرص خورشید ہمیشہ رہنے والی ہے اسکو غروب نہیں ہے بلکہ وہ کبھی کسی جگہ ظاہر ہوتی رہتی ہے تو بعض کہ ان افعال کے مشاہدہ میں ہوگا جو کہ نور خورشید کی مانند ہیں تو ہمیشہ زوال میں رہیگا۔

واکہ اندر قرص وارد باش و جا غرقہ آن نور باشد داما
یعنی اور جو شخص کہ قرص میں نہکا نہ اور جگہ رکھتا ہے تو وہ اس نور میں ہمیشہ غرق رہتا ہے۔

نے سجالش رہ زند نے نور غروب وار پیداوار از فراق سینہ کو ب
یعنی نہ بدل سکتے لئے رہن جو اور نہ نور غروب وہ ذرا ق سینہ کو بے چہرہ ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص افعال سے گرا کہ خوفِ ذات باری تعالیٰ کے قرب میں آگیا اسکو اب افعال سے استدلال کی ضرورت نہیں رہی بلکہ وہ تو ہمیشہ اور ہر وقت نور ہی نور میں غرق رہے گا اسکو کبھی بھی زہل نہ ہوگا اور جو مرت آثار ہی پر رہا اور اس مؤثر پر اس کی نظر نہ ہوئی وہ ہمیشہ زوال میں رہے گا خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

این چنین کس املش از افلاک بود یا سبد گشت گر از خاک بود
یعنی ایسے شخص کی امل یا تو افلاک سے تھی یا اگر خاک سے تھی تو بدل گئی۔

زاتکہ خاکے را نہ باشد تا بلن کہ زند بر دے شمعش جاودان
یعنی اس لئے کہ خاکی کو اسکی تاب نہیں ہوتی کہ اسپر اس نور شمع کی شعاع ہمیشہ پڑتی رہے مطلب یہ کہ ایسا شخص یا تو اصل ہی سے اسپر صفات روح کا غلبہ ہوتا ہے اور یا یہ کہ حق کا غلبہ عناصری کا لیکن اس کی حالت بدل گئی اور غلبہ صفات روح کا ہو گیا اب اس کے اندر یہ بات پیدا ہو سکتی ہے کہ اگر صفات روح کا غلبہ نہ ہو تو اس نور افغانی کی توفیق تاب بھی نہیں لاسکتا۔ آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

گر زند بر خاک کاظم تاب غور آنچنان سوزد کہ ناید ز و شمر

یعنی اگر خاک پر ہمیشہ خورشید تپش ڈالے تو وہ اس طرح جلجاوے کہ اُس سے پہل نہ آوے
مطلب یہ کہ اگر زمین پر ہمیشہ دھوپ ہی پڑتی رہے تو ظاہر ہے کہ تمام زمین جلکر سیاہ ہو جاوے
اور پھر نہ اُس میں کوئی حرکت ہو سکے اور نہ کوئی پہل پیدا ہو سکے۔ نفاسی طرح اگر ہر گھڑی اور ہر وقت تجلی
ہی میں رہے تو وہ بھی جلجاوے اور پختک جاوے۔ اور وہ بھی اُسکی تاب نہیں لاسکتا۔ اگر ایک
دوسری مثال ہے کہ۔

دائم اندر آب کار ماہی است مادر ابا و کجا ہمارا ہے است
یعنی ہمیشہ پانی رہنا چھلی لاکام ہے سانپ کو اُسکی ساتھ کب ہمارا ہی ہے۔ مطلب یہ کہ جو اولیاء اللہ
ہیں ہر وقت مورد تجلی رہ سکتے ہیں اور اُنکے اندر اس قدر تحمل ہو سکتا ہے کہ وہ جو عوام ہیں وہ اس
تجلی کو ہر وقت برداشت نہیں کر سکتے۔ آگے مکاروں کے مکر کو کہوتے ہیں کہ۔

لیک در کہ مار ہائے پرفرن اند اندرین ہم ماہیہا می کنند
یعنی لیکن پہاڑین بہت سے مکار سانپ ہیں جو کہ اس دریا میں چھلی پن کرتے ہیں۔
مکر نشان گر خلق را شنید اند ہم ز دریا تا نشان رسوا کنند
یعنی اُن کا کہ اگر مخلوق کو شنید کرے تو اُن کا دریا سے گہرا ناؤ نکور سوا کر دے گا۔ مطلب
یہ کہ بہت سے مکار ایسے ہیں جو کہ ظاہر میں صوفی صافی اور زہد و متقی بنے ہیں اور ہوتے
ہیں مکار تو اگر ان کا مکر ایک دفعہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا بھی لیگا لیکن جب شریعت
کی تسوٹی پر کہہ کر اُنکو پر کہا جاوے گا تو آخر ان کی قلعی کھل جاوے گی۔ اور معلوم ہو جاوے گا کہ اُن کی
کیا حالت ہے کیونکہ شریعت پر ہر وقت عمل کرنے سے اُن کا دل گہرا دیگا اس کی صاف
معلوم ہو جاوے گا کہ ان کا تقوے اور زہد سب بناوٹ کا تھا۔

داندورین ہم ماہیہا تو سن اند مار از سر ماہی می کنند
یعنی اور اُس دریا میں بڑی زبردست چھلیاں ہیں جو کہ سانپ کو جادو سے چھلی
بنا لیتی ہیں

گریو ماری شو قرین ماہیاں تاشوی چو ماہیہاں دریم دوان
یعنی اگر تو سانپ ہے تو تو چھلیوں کے قریب رہ تاکہ تو چھلیوں کی طرح دریا میں رطبانہ ہو۔

مطلب یہ کہ جیسے کہ اس دنیا میں ہمارا بہت ہیں اس طرح ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کہ عوام
کو اولیاء اللہ بنا دیں تو اگر تم عوام میں سے ہو اور تم کو قرب حق حاصل نہیں ہے تو تم
ان حضرات کے قرب و جوار میں رہو اس سے تم کو قرب حق نصیب ہو جاوے گا۔ آگے ان
حضرات کی صفت کرتے ہیں کہ

ماہیان قہر دیا نے جلال بحشر ان موقتہ سحر حلال

یعنی (وہ) دریائے جلال کے گڑھے کی مچھلیاں ہیں اور دیا نے انکو سحر حلال سکھایا ہے
بس محال زتاب الشیطان حال شد

یعنی بہت سے ناممکن امور انکے فیض سے ممکن ہو گئے منجھو س اس جگہ گیا اور نیک فال ہو گیا
زہر آجارت و شکر شد یقین

یعنی وہ ان زہر گیا اور یقیناً شکر ہو گیا اور وہ ان پتھر گیا اور قیمتی موتی ہو گیا۔

خاک زرشد سنگ گوہر یا دوسر می نہ بیند جز بشر چشم

یعنی خاک سونا ہو گئی اور پتھر موتی ہو گیا اور یا وہ سہرہ گیا اور چشم انسان سوا بشر کو کیسکو
نہیں دیکھتی مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات دریائے جلال حق کے مچھلیاں ہیں اور حق تعالیٰ
نے انکو ایسا تصرف عطا فرمایا ہے کہ بعض اوقات کیسے اور ایسی نظر ہوتی ہے کہ وہ کام نہ جانتا ہے

تو چاہتے ہیں کہ ان حضرات سے لگا رہے ایک نہ ایک دن کچھ نہ کچھ ہو کر ہی رہے گا۔ اسلئے
کہ ان حضرات کی برکت و تصرف سے بہت سی ناممکن چیزیں وجود میں آگئیں۔ اور ہر ان کی

برکت شکر کی طرح خوشگوار بن گیا اسلئے ہذا اور چیزیں کہ وہ ضرر تھیں لیکن ان حضرات کی
برکت سے وہی چیزیں بے ضرر بلکہ مفید بن گئیں لیکن جسکو صفات روح حاصل نہیں ہیں

اور صرف بشر ہی ہے وہ تو انکے اندر کسی اور شے کو نہ دیکھے گا بلکہ وہ تو صرف انکی صفت
بشریت ہی پر نظر رکھتا ہے اسکو کسی بات کی بھی انکے کمالات میں سے خبر نہ ہوگی۔ جیسے کھار

کہا کرتے تھے کہ یہ نبی کیسے ہیں جیسے ہم میں ویسے ہی ہیں۔ کہا نا کہاتے ہیں۔ پانی پیچے
ہیں تو انکو سوائے اسکے اور انکے کمالات باطنی نظر ہی نہ آتے تھے۔ آگے

فرماتے ہیں کہ۔

تا قیامت کہ جویم زین کلام
 قیامت بگذرد وین ناتمام
 یعنی اگر بین کلام کو قیامت تک بیان کروں تو سیکڑوں قیامتیں گزر جاویں اور یہ ناتمام
 ہی ہو۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کی صفات اگر ہم قیامت تک بھی بیان کریں تب بھی ختم نہیں
 ہو سکتیں۔ لہذا اب ہم انکے بیان کو مبذول کرتے ہیں۔ اب مولانا کو یہ خیال آیا کہ ممکن ہے
 کہ کسی کو ان کا سننا ناگوار ہو اور سمجھے کہ یہ مضامین تو بار بار بیان ہو چکے ہیں اور پھر
 ان ہی کو بیان کرنے لگتے ہیں اور اسلئے کوئی اکتا و سوتے تو آگے اُن آداب کو بیان
 فرماتے ہیں جسکا لحاظ رکھنا مرید کو شیخ کا کلام سننے کی وقت ضروری ہے۔

شرح حبیبی

نزد من عمرے مکرر بردن است
 خاک از تاب مکرر زر شود
 از رسالت بازمی ماند رسول
 مستمع خواہند اسرافیل خو
 چاکری خواہند از اہل جہان
 از رسالت شان چگونہ بر خوری
 تا نباشی پیش شان راکع دو تو
 کا مند ایشان ز الوان بلند
 از تو دارند لے مزید منتہ
 صدقہ سلطان بیفشان داگیر

بر مولان این مکرر بردن است
 شمع از برق مکرر بر شود
 گر ہزاران طالب اند ویک دل
 این رسولان ضمیر رازگو
 نختہ دارند و کبر و چون شہان
 تا ادبہا شان بجاکہ نوری
 کے رسانند آن امانت را بتو
 ہر ادبشان کے بھی آید پسند
 نے گدایانند کز ہر خدمتہ
 لیک یا بی رغبتہا ئے ضمیر

| | |
|--|--|
| <p>در ملو ان منکر و اندر جهان اسپش اندر خندق آتش جہد کہ کند آہنگ اوج آسمان ہمچو آتش خشک و تر اسوختہ آتش اول در پشیمانی زند چون بہ بیند گر مئے صاحب قدم</p> | <p>اسب خود راں اور رسول آسمان فرخ آن ترکے کہ استیزہ نہد گرم گردانہ فرس را آہنجان چشم را از غیر و غیرت دوختہ گر پشیمانی بر و غیبے کند خود پشیمانی نہر ویداز عدم</p> |
|--|--|

لوگ ان مضامین کو بار بار سنکر اکتا گئے ہیں اسلئے ختم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن گو اکتانے والوں کو تو مکر معلوم ہوتا ہے مگر مجھے اس سے بار بار حیات تازہ حاصل ہوتی ہے۔ تم تعجب نہ کرنا کہ تکرار تازہ حیات کا سبب کیونکر ہو سکتی ہے اسلئے خسوسات میں بھی اکی نظیر موجود ہے اسلئے کہ شمع لگاتار روشنی سے زیادہ اونچی یا روشن ہوتی ہے۔ اور آفتاب کی گرمی کے لگاتار بھونچنے سے مٹی سونا ہو جاتی ہے یہ سب کچھ ہے لیکن اگر سوطالب ہوں اور ان میں ایک برداشتہ خاطر ہو تو قاعدہ ہے کہ ولی جو مضامین الہامیہ کو بھونچتا ہے اس کی طبیعت رُک جاتی ہے اور وہ مضامین بیان نہیں کر سکتا۔ اور راز اسکا یہ ہے کہ یہ پیغامبر جو اسرار الہیہ کے بیان کر نیوالے اہل دل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ سننے والا یوں ہم تن گوش ہو جیسے سرخی حکم نفع سننے کیلئے ہم تن گوش ہو کر ہے ہیں بلکہ وجہ اسکی یہ ہے کہ انکے دماغ شاہانہ ہوتے ہیں اور یہ نہایت غیور ہوتے ہیں اسلئے شاہانہ ذلت کو بھی پسند نہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے محتاج ہوں اور غلامانہ برتاؤ کریں پس جب تک تم ان کا پورا پورا ادب نہ بجالاؤ گے اسوقت تک تم ان کی پیغامبری سے متنع نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک تم ان کے سامنے نہ جھکو گے اسوقت یہ امانت خداوندی تم کو نہیں دے سکتے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ ہر ادب بھی انکو پسند نہیں ہے کیونکہ یہ تو بڑے قصدر ہی سے آئے ہیں اسلئے ان کا دماغ بھی

نہایت عالی ہے پس از ممکن ہے کہ ایک شے کو تم ادب سمجھو مگر ان کے نزدیک وہ بے ادبی ہو۔
اسلئے ادب وہ چونا چاہئے جسکو وہ ادب سمجھیں۔ یہ لوگ کچھ بھیگ مانگنے والے نہیں ہیں کہ جو
خدمت تم کرو وہ شکریا تھا اسکو قبول کر لیں بلکہ یہ نہایت مستحق ہیں اسلئے خدمت ان کی مرضی
کے موافق ہونی چاہئے۔ یہاں تک بھونچکے بھر مولا نا خوش ہوا اور فرماتے ہیں کہ اے حسام الدین مانا
کہ لوگ ملول ہیں اسلئے آپکا جی نہیں چاہتا کہ اسرار بیان کریں لیکن آپ خدا کیلئے ادب پر ہے
دل سے بیان کیجئے مگر بیان کیجئے اسرار کو روکئے نہیں اور اے آسمانی قاصد آپ اپنا
کئے چلئے اور جہان اور اہل جہان پر نظر نہ کیجئے مبارک ہے وہ شہسوار کہ لڑائی قائم کرے اور
اپنے گھوڑے کو آگ کی خندق میں ڈال دے اور اپنے گھوڑے کو اسقدر تیز کرے کہ قلعہ تو قلعہ
آسمان پر بھونچنے کا قصد کرے۔ یعنی کیا کہنا ہے اُس ولی کا جو تمام موانع کو اٹھا کر اپنے کام
میں مصروف رہے نہ غیر اللہ کو خاطر میں لائے اور نہ غیرت ناقدہ دانی کو کام میں لائے بلکہ آگ کی
طرح درجہ توجہ میں تمام ماسوی اللہ کو جلا ڈالے اور کسی پر بھی نظر نہ کرے۔ اگر ناقدہ دانی کو سبب
پیشانی اسپر ملا مت کرے اور کہے کہ تو نے ان ناقدہ دون کے سامنے یہ گفتگو کیوں کی تو سب سے
پیلے اسلشمانی ہی کو آگ لگاٹے یہ گفتگو بطور فرض و تقدیر کے ہے ورنہ جب حق سبحانہ کو
مطلع نظر نہ الیا جاوے لگا اور پیشانی اُس قدیم الذات والصفات کے جلال پر نظر کرے گی تو وہ علم ہی
وجود ہی میں نہ آئیگی کیونکہ حق سبحانہ تو پیشانی کے دشمن ہیں اور ہر چیز اپنے دشمن کو بھانپتی ہے
لہذا نا ممکن ہے کہ کسی کے اپنے کسی فعل میں حق سبحانہ مطلع نظر ہوں اور اُس فعل پر پیشانی ہوتے تو یہ
اسوقت ہے جبکہ صاحب قدم کو بحکمہ قافٹ پڑ یا جاوے لیکن اگر اسکو بفتح قافٹ پڑ یا جاوے تو
معنی یہ ہونگے کہ جب اُس تیز رفتار بزرگ کی مستعدی کو دیکھیں تو پیشانی وجود ہی میں نہ آوے گی
آگے اسکی تائید رہے کہ ہر شے اپنے دشمن کو بھانپتی ہے اور فرماتے ہیں اسب ۱۵ نہ
بانگ دبوئے شیر را الخ

شرح شبیری
شیخ کی زبان سے حکمت کے فیضان کی وقت سنئے و ان

اور مردوں کے لئے آداب

برطولان یان مکر گفتن است نزد من عمرے مکر مردن است

یعنی اکتانے والوں پر مکر کہنا ہے اور میرے نزدیک ایک عمر دوبارہ لیجنا ہے۔ مطلب کہ لوگ جن مضامین کو مکر سمجھ کر ان سے اکتاتے ہیں اور میرے نزدیک ان سے ایسا نشاط ہوتا ہے کہ گویا کہ ایک جدید عمر حاصل ہو گئی اور نئی زندگی مل گئی۔

شمع البرقی مکر بر شود خاک از تاب مکر زرد شود

یعنی شمع دوبارہ روشن کرنے سے بڑھتی ہے اور خاک مکر تپش سے سونا ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر شمع کو بار بار جلاتے رہو اور اس میں دیا سلائی لگاتے رہو تو اسکی روشنی زیادہ ہوتی ہوگی کم تو ہونے سے رہی۔ علیٰ ہذا خاک پر جب بار بار آفتاب کی تپش پڑتی ہے تو دیکھو وہ سونا ہو جاتی ہے تو اس طرح جن مضامین کی تکریر سے قلب میں نورانیت زیادہ ہوتی ہے اب آگے ایک عام قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر ہزاران طالب اندو یک ٹٹل از رسالت بازمی ماند رسول

یعنی اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک اکتانے والا ہو تو رسالت سے رسول بازرہ جاتا ہے مطلب یہ کہ اگر جمع میں ایک اکتانہ والا ہو اور ہزاروں سائل ہوں تو اس اکتانے والے کا اثر پڑتا ہے اور وہ رسالت سے عاجز ہو جاتا ہے۔

این رسولان ضعیف راز گو مستمع خواہند اسرافیل خو

یعنی بدل راز گو کے رسول۔ سننے والا اسرافیل کی خصلت کا چاہتے ہیں مطلب یہ کہ یہ جوابیہ اللہ ہیں جو کہ دل راز گو کے رسول ہیں اور اس کے رازوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ بھی یوں چاہتے ہیں کہ ہماری باتوں کا سننے والا ایسا مستعد ہو کہ ہمہ تن ہماری ہی طرف متوجہ رہے۔

خبرتے دارند و کبری چون شہان چاکری خواہند از اہل جہان

یعنی ایک خبرت اور کبری بادشاہوں کی طرح رکھتے ہیں اہل جہان سے ملاست چاہتے ہیں

ملاوہ پاشاں بجا کہ نادری از رسالت شان چگونہ بر خوری
یعنی جب تک کہ انکے آداب کو تو بجا نہ آویگا انکی رسالت سے کس طرح پہل کہاویگا۔

کے رسانند ان امانت را بتو فانہ پاشی پیش شان را کس دو تو

یعنی وہ امانت کو تو تکسب کب پھونچا دین گے جب تک کہ تو انکے آگے دوہرا نہ پہنچکے گا مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ جب اپنا فیض پھونچاتے ہیں تو ان کا دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی سننے والا ہو کہ بس یہ تنگوش ہو جاوے اور انکے پاس جو طالب ہو کر جاوے اسکی آواہیں اور طلب کے دیکھنے کیلئے وہ اول اول ظاہر اخوت اور تکبر کرتے ہیں اور استغنا سے کام لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کسکو طلب کیا جو کہ ہمارا استغناء بخفی کے بھی لپٹے بس وہ اس خدمت کو طلب کیا ہیں۔ جو کہ طلب پر طالت کرے اور جو وقت تک کہ طلب معلوم نہ ہوگی اسوقت تک وہ اس امانت کو حکم وہ اپنے اندر لئے ہوئے ہیں تم تک نہ پھونچا دیے گے وہ اپنی خدمت کے طلب گار نہیں ہوتے ان میں تکبر نہیں ہوتا ان اول طلب دیکھتے ہیں اور یہی انکے آداب میں سے ہے کہ اول طلب پیدا کر لو۔ پھر دیکھئے انکے آداب وہ نہیں ہیں جیسے کہ اور لوگوں کے آداب جو تو ہیں بلکہ انکے آداب میں سے تو یہی ہے کہ اول طلب پیدا ہو جاوے بس پھر کوئی غم نہیں ہے آگے آسکیو بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہر اداشان کے ہمی آید پسند کا مدند الیشان ز ایوان بلند
یعنی ہر ادب انکو پسند نہیں آتا۔ کیونکہ وہ ایوان بلند سے آئے ہیں۔

نے گدایا نند کہ ہر خدمتے از تو دارند اے مزد مستے

یعنی وہ فقیر نہیں ہیں کہ ہر خدمت کی وجہ سے اے طالب وہ تیرا احسان لین۔ مطلب یہ کہ انکے لئے ہر ادب کا فی نہیں کہ بعض لوگ انکے ساتھ تکلف کا برتاؤ کرتے ہیں تو انکو یہ ادب پسند نہیں آتا بلکہ انکو تو وہی ایک خدمت کہ جس سے طلب معلوم ہو جاوے پسند ہے وہ کوئی فقر تو ہیں نہیں کہ جو اسکی عمر بھر کسی نے خدمت نہ کی ہو تو وہ اسی خدمت سے بھی تھکوا مسون ہو ان کی خدمت تو جب تک ان کی مرضی کے موافق ہو گے وہ ہرگز خوش نہیں ہو سکتے لہذا یہ ہے کہ اہل اللہ کی خدمت اسی طرح کریں جس سے انکو راحت ہو اور جو خدمت کہ انکو

پسند کوے مدد ہی خدمت سے کیا فائدہ کہ جس سے اُنکو اتنی کوفت ہو غرض کہ اُنکے کلام کے وقت کا دبا یہاں ہے کہ ہم جن گوش ہو جاؤ۔ اب یہ فائدہ تو اس امر کو متفق تھا کہ مولانا آگے کچھ دیباں کریں کہ وہ لوگ اُنکے لگے ہیں مگر مولانا اپنے نفس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

لیک بابے رغبت ہائے ضمیر صدقہ سلطان بیفشان و انگیر
یعنی لیکن باوجود قلوب کی بے رغبتی کے صدقہ سلطان نثار کرو اور سمیٹتے مطلب یہ کہ
باوجود بے رغبتی کے بھی علوم ربانی کے بیان کو بند مت کرو اور بیان کرو۔

اسپ خود ران لے رسول آسمان در ملولان منگر و اندر جہان
یعنی لے رسول آسمانی اپنا گھوڑا چلاؤ۔ اُنکے تانے والوں میں اور جہان میں مت دیکھو۔ کیونکہ
فرخ آن تر کے کہ استیزہ نہد اسپش اندر خندق آتش جہد
یعنی مہارک ہے وہ سوار جو کہ لڑائی رکھے (باوجودیکہ) اُس کا گھوڑا آگ کی خندق میں کودے
گرم گرد اند فرس را آنچنان کہ کند آہنگ او ج آسمان
یعنی گھوڑے کو اب گرم کرے کہ وہ بلندی آسمان کا قصد کرے۔ مطلب یہ کہ لے رسول
غیبی تم اپنے فیوض کو روکو مت اور باوجود لوگوں کی بے رغبتی کے بیان کرتے ہو کیونکہ اصل سوار
تو وہی ہے کہ باوجودیکہ گھوڑا خندق آتش میں جا رہا ہے لیکن سیر عازر ہے تو بس تم بھی اُن
لوگوں کی بے رغبتی اور طال کو مت خیال کرو۔ بلکہ تم بیان کرتے رہو کیونکہ یہ تو صدقہ سلطان
ہے پھر کیوں کسی سے نہ بچ رہتے ہو تم تو سبکو دو اب جب کادل چلبے لے اور جو عروم ہے
اُسکو رہنے دو اُسکی وجہ سے اور حقداروں کو کیوں عروم کیا جاوے تہا دی تو یہ حالت
ہونی چاہئے کہ۔

چشم از غم و غیرت دوختہ ہچچو آتش خشک و تر را سوختہ
یعنی غم و غیرت سے آنکھ کی طرح خشک و تر سبکو آگ لگائے ہوئے۔
گریشمانی برد عیب کسد آتش اول در پشیمانی زند
یعنی گریشمانی برد عیب کرتا ہے۔ اول تو پشیمانی ہی میں آگ لگا دے۔

خود پشیمانی نہ روید از عدم چون بہ بیند گری صاحب دم

یعنی خود پشیمانی عدم سے پیدا نہیں ہوتی ہے جبکہ وہ صاحب دم کی گری کو دیکھ لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ رسول حق کی تو یہ حالت ہونی چاہئے کہ وہ غیر حق سے اور غیرت سے سب سے آنکھ کو بند کرے بس خدا کی واسطے سارے کام کرے اور یہ نہ سوچے کہ کسی کو نفع ہوا ہے یا نہیں کہ اسی سے تو پشیمانی ہوگی کہ افسوس پہنے فضول ہی محنت کی۔ بس یہ سمجھے کہ یہ کام خدا کے لئے کر رہا ہوں اور خدا ثواب دیگا۔ تو پھر خواہ کوئی سننے یا نہ سننے ثواب ملے گا۔ پھر پشیمانی کیسی بیکار ہوگی سرگرمی سے کام میں لگا ہوا ہو تو پھر اس کے پالش پیمانی بھی نہیں آتی پشیمانی بھی اُن ہی کے پاس آتی ہے جو کہ دھل مل لگتے ہیں تو بہت سمجھ لو۔ بس کام میں لگے رہو اور خوب علوم و معارف کو بیان کر دو کیسے سننے نہ سننے کی پرواہ مت کرو کہ تمہارا کام بھونچا ہو اور خدا اُس کام کو اجڑ دیگا۔ وہ ہر وقت میں تلو ملیگا خواہ کوئی سننے یا نہ سننے۔ خوب سمجھ لو۔ یہ پان کیسیک شبہ ہوا کہ بھلا پشیمانی کو کیا خبر کہ یہ سرگرمی سے کام میں لگا ہوا ہے اور یہ لا پرواہی سے جو وہ ان حدو زون میں فرق کر لگی۔ اور سرگرمی والے کے پاس نہ آدگی اور دوسرے کے پاس آدگی اگے اسی کا جواب ہے۔

خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ دیکھو حیوانات باوجود غیر ذی عقل ہونیکے اپنے دشمنوں کو پہچانتے ہیں اور دشمن دوست میں فرق کرتے ہیں تو اسیر پشیمانی بھی جانتی ہے اور سرگرم رہ رہ کر اور غیر کو خوب جانتی ہے۔ خوب یاد رکھو۔ اب آگے اس کی بیان فرماتے ہیں۔

قد تم الربع الثالث من الفتر الثالث من المشق والعق ولله الحمد